انہا تذکرة فمن شاء ذکره فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة بایدی سفرة کرام بررة

جلد ثانی

الطاف الرحمن

بتفسیر القرآن

از افاضات

حضرت قیام الملۃ والدین امام الوقت مولانا مولوی محمد عبد الباری صاحب قبلہ دامت فیوضاتہم

فرنگی محلی لکھنوی

جسکو بوقت درس املا وارشاد فرمایا

مرتبہ مولانا مولوی حاجی شیخ محمد الطاف الرحمن صاحب قدوائی ساکن بڑاگانون ضلع بارہ بنکی

باہتمام کمترین خواجہ قمر الدین احمد منیجر

نامی پریس لکھنؤ مین چھپی

1/-

بار اول

ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۳ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

سَیَقُوۡلُ السُّفَہَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىہُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِہِمُ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡہَا ؕ

اب کہیں گے نادان تمام لوگون مین سے کہ کس نے پھیر دیا مسلمانون کو ان کی قبلہ سے کہ جسکو وہ اختیار کیے ہوئے تھے

قُلۡ لِّلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ ؕ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ

کہدو کہ اللہ کی ملک ہے مشرق و مغرب راہ راست دکھائے وہ جس کو چاہے

بیان تحویل قبلہ

یہان حرف عطف ذکر نہین کیا گیا کیونکہ یہ ایک مستقل مضمون کی ابتدا ہے اگرچہ اوپر سے مناسبت موجود ہے وہ یہ کہ اوپر اعتراض نسخ کا دفع کیا گیا اس کے بعد تحویل قبلہ کا اعتراض دفع کرنے کے لیے یہ کلام شروع کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اصل بحث نسخ شریعت کی ہے اسکو جب تمام کر دیا تو اب فروعات اسلامیہ پر جو اعتراض ہوتا تھا اسکو ذکر کرنے کے لیے تمہید کی گئی یہ بھی مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ اصل الاصول ایمان و رسالت ہے جب اسکے ما لہ و ما علیہ کو تمام کر چکا تو احکام اسلامیہ جو کہ ان اصول پر مرتب ہوتے ہین ذکر کرتا ہے اسجگہہ یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ معروف حقیقی اور حسن اصلی لذاتہ جو غیر محتمل السقوط ہے ایک ہی شے ہے وہ تصدیق بالقلب اللہ اور اللہ کے رسولون کے ساتھ اور یوم آخرت کے ساتھ اسی طرح مقابل اسکے کفر قلبی ہے ان امور کے ساتھ یہی کفر منکر حقیقی اور قبیح لذاتہ ہے کہ کبھی کوئی صورت اسکے جواز کی یا اجازت کی نہین ہو سکتی ہے ان کے تحفظ کے لیے دیگر امور ہین بعض مخصوص حافظ اصل کے لیے ہین بعض مخصوص تحفظ اصل دیگر کے لیے ہین مثلاً فرائض ہین کہ ان کا حکم اسواسطے دیا گیا ہے کہ ایمان محفوظ رہے جو شخص اقرار باللسان کرے گا یا نماز پڑھے گا اُس کے دل سے

تصدیق جانا مشکل ہوگا جو زبان سے اقرار کرتے ہین یا نماز پڑھتے ہین کہ جو فعل علامت ایمان کا ہی تساہل کریگا
اُس کے دلمین بھی تصدیق مشکل سے رہ سکے گی اقرار محتمل سقوط ہے جبکہ ظالم جبر کرے اسی طرح نماز کی ادا گی
بعض مواقع پر بتاخیر بلکہ بعض صورت مین بعض افراد سے سقوط فرضیت بھی ہو جاتا ہے برخلاف تصدیق
بالقلب کے اسی طرح کفر بالقلب ہی کہ اس کی اباحت کسی وقت نہین ہو سکتی ہے حرام ہے کہ حالت
جبر و مخمصہ مین اُسکی حرمت ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح فرض کے لیے واجب اور حرام کے لیے مکروہ تحریمی
فرض کے لیے سنت و مستحب اور حرام کے لیے مکروہ تنزیہی و خلاف اولی وغیرہ آداب ہین یہ اسد کے
حدود ہین مقصود تحفظ ایمان اور حفاظت کفر و عصیان سے ہی اب بعض امور ہین کہ فرائض کے
شروط ہین وہ بھی فرائض سے ملحق ہین اور فرائض واصل ایمان سے کوئی فاصلہ نہین ہے اسی وجہ
سے شروط بھی بلا فاصلہ ذکر کرنا لازمی ہے شروط فرض سے سمت قبلہ ہے اگرچہ محتمل السقوط ہی مگر ملحقات
فرض سے ہی حالت اشتباہ مین ساقط نوافل مین حالت سفر مین دابہ پر قبلہ کا لحاظ ساقط ہے
بہر حال گو محتمل السقوط ہے مگر فرائض سے ملحق ہے اسکے اور ایمان کے درمیان کوئی درجہ نہین ہے اسلیے
یہ فرعی بھی کہا جاسکتا ہے اور اصلی بھی کہا جاسکتا ہی اسکا محل اس سے زیادہ اور کہین نہین ہے حرف سین

بیان حرف سین

جسوقت مضارع پر داخل ہوتا ہے تو معنی مین مستقبل کے ہو جاتا ہے یہان سین داخل ہوا ہے اس لیے
ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت قول سے مقدم نازل ہوئی ہے یعنے پہلے یہ آیت نازل ہوئی اسکے بعد
تحویل قبلہ ہوئی اسکے بعد اعتراض کیا گیا اور مسلمانون نے وہی جواب دیا جس کو اس آیت مین
پہلے سے کہدیا گیا تھا۔

اَلسُّفَھَاءُ سے مراد تمام لوگ ہین جو اعتراض مذکور کرین عام اس سے کہ یہود کہین یا منافق کہین یا
مشرکین کہین چونکہ اُنھون نے اعتراض کیا اسواسطے جسکو جس کے اعتراض کا علم ہوا اُس نے اسی کو
باعث اس آیت کے نزول کا سمجھا حالانکہ الفاظ عام ہین پہلے سے اسواسطے کہدیا گیا کہ اگر خالی
الذہن کسی اعتراض کو مسلمان سنتے تو ضروری ان کو اضطراب زائد ہوتا اسواسطے پہلے سے اعتراض
کا ذکر کر کے جواب بھی بتادیا گیا یہ تو اسی صورت مین ہی جب کہ اس آیت کو مقدم سمجھین مگر احادیث
سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مؤخر ہے اس صورت مین مقصود یہ ہے بار بار مختلف جماعتین اعتراض
کرتی ہین تو ہر مرتبہ یہ کہا جاسکتا ہے اب یہ کہا جاوے گا اب یہ کہا جاوے گا جس طرح کہتے ہین
کہ اب ہمارے دشمن یہ طعن کرینگے اگرچہ طعن کرنا شروع کر دیا ہو سفہاء جمع سفیہ کی ہے اس کے معنے
قلیل العقل کے بھی ہین ایسے ہی مقلد کے ہین جو بغیر تدبیر کے تقلید کرے جاہل کے بھی ہین

اور الناس مین الف لام جنس کا ہے یا مخصوص عہد سے کفار مراد ہین مگر جنس کا الف لام زائد مناسب معلوم ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ اِس قسم کا اعتراض کرنے والا تمام لوگون مین سفیہ کہے جانے کا مستوجب اُن کی جماعت کے سوا کوئی عاقل اِس قسم کا اعتراض نہین کر سکتا ہے یہ بغیض کے ایسے احمقون کا کام ہے۔

مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا۔ قبلہ فعلہ ہے مقابلہ کا جس طرح وجہ مواجہہ کا اسم مصدر ہے عرف شرع مین عبادت صلواتی مین جس شے کی جانب توجہ کرنا شروع کیا گیا ہے اُس کو قبلہ کہتے ہین لوگون کا گمان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت مین کعبہ کی کوئی تخصیص نہین تھی بلکہ وہ ایک پتھر کو سترہ کے طور پر رکھ لیا کرتے تھے، بعض کا گمان ہے کہ اُسوقت کی عبادت صرف طواف تھا وہ حضرت ابراہیم گرد کعبہ کے کرتے تھے اِس لحاظ سے وہ قبلہ تھا رکوع و سجود کا رواج نہ تھا بلکہ گرد گھومنا طرز عبادت تھا عرب کے لوگ باہر حرم کے جب جاتے تھے تو اپنے ساتھ حرم کا ایک پتھر لے جاتے تھے اُس کے گرد گھومتے تھے جس جگہ وہ پتھر رہگیا اُس کی بھی عظمت کرتے تھے رفتہ رفتہ اِس نسبت کا خیال نہین کیا گیا اور لوگون نے پتھر کو قبلہ عبادت بنا دیا یہان تک کہ غفلت سے پھر شرک کرنے لگے آنحضرتؐ کے طرز عبادت مین قبل بعثت کے اختلاف ہے مگر خلوت مین ذکر و فکر کرنا اور طواف کعبہ کرنا آنحضرتؐ سے بالیقین ثابت ہوتا ہے اسکے علاوہ جو امر ثابت ہوتا ہے وہ رکوع و سجود کے ساتھ نماز ہے اگر یہ طریقہ نماز کا حضرت کو بطور وحی کے ملتا تو کہا جا سکتا تھا کہ حکم کسی خاص جہت کا بھی ہوا ہوگا مگر قبل بعثت اسکا ثبوت مشکل ہے الہام و القاسے جو طرز اختیار کیا گیا تھا ممکن ہے کہ وہ مثل طریقہ حضرت ابراہیمؑ کے ہو اور ممکن ہے کہ جدید ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ اِن مروجہ طریقون سے یقیناً جدا تھا جو مشرکین حرکات شرکیہ کرتے تھے ذات رکوع و سجود نمازان کا طریقہ ہو تو یہ اور بات ہے کہ اسکو بذریعہ الہام آنحضرتؐ کو بتا دیا گیا ہو یا حضرت کا اجتہاد مطابق فعل براہیمی کے ہو بہر حال نماز سنت ابراہیمی ہو یا نہو طواف کے سوا قبلہ کی طرف رُخ کرنے مین یہ احتمال یقینی نہین کہ یہ رواج حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے چلا آرہا ہے اب حضرت ابراہیمؑ کے بعد رکوع یا اُس کے قریب قریب کیفیت کی نماز یہود و نصاری نے اختیار کر لی تھی مگر کوئی جہت قبلہ ان کے لیے معین نہین ہوئی تھی، یہود پہلے تابوت سکینہ کی طرف رکوع کرتے تھے پھر مغرب کی طرف کرنے لگے نصارے پہلے صخرہ بیت المقدس کی طرف رکوع کرتے تھے پھر حضرت عیسیٰؑ کے متعلق چونکہ خیال بدلگیا کہ ان کا رخ وقت سولی کے مشرق کی جانب تھا اسواسطے مشرق کو انھون نے تقدم دلایا رفتہ رفتہ بیت المقدس دونون کا قبلہ ہوگیا اور بعض فرقون کا قبلہ مشرق و مغرب رہا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طریقہ عبادت مکمل ہوگیا تو توجہ الی القبلہ کا

مسئلہ پیش ہوا رکوع و سجود کے لیے قبلۂ عبادت کی حاجت تھی یکسوئی کے لیے ایک سمت معین کرنے کی ضرورت تھی اسلیے آنحضرت ﷺ نے ایسی چیز کو معین کیا کہ اسمین سوا اسکے کچھ نہ تھا کہ وہ خدا کا گھر ہے نہ تو کوئی مدفون تھا نہ مکان خوشنما تھا اگر تھا تو یہ کہ اسکا معمار ابراہیم خلیل اللہ تھا اور وہ خود بیت اللہ تھا اسکو اپنا قبلہ بنا لیا ارباب باطن کی نظر مین حقیقۃ کعبہ کا مشاہدہ کرنے والا سوا اسکے کہ اسی کعبۃ اللہ کو قبلہ بنانے کی جستجو مین رہے اور کچھ کر ہی نہین سکتا تھا حقیقت ہر شئے کی وہ اسم ہے جو اُس شئے مین ظاہر ہو اسکو مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ قبلہ ہونے کی صلاحیت اسکے سوا کسی کو نہین ہے آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے تھے بیت المقدس کی طرف مگر کعبہ کو درمیان مین لے لیتے تھے اسی وجہ سے اقوال مختلف ہو گئے بعض نے کہا کہ بیت المقدس کو مکہ مین بھی قبلہ بنایا تھا اور جب تک حضرت کی مرضی کے موافق حکم نہین دیا گیا تھا برابر اُسی کی طرف سجدہ کرتے رہے مکہ مین یہ امر صاف نہ ہو سکا مدینہ مین صاف ہو گیا بعض کا خیال ہے کہ حضرت مکہ مین کعبہ کی طرف رُخ کرتے تھے اور مدینے مین بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے مدینہ طیبہ مین ہجرت کے دوسرے سال تحویل قبلہ ہوئی کعبہ کیطرف رُخ کرنے کا حکم ہو گیا اس تحویل قبلہ سے بہت فوائد حاصل ہوئے مجملاً اُن کے دو تو صراحۃً مذکور ہین اور ایک یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ کسی سمت کو اللہ سے کوئی خاص خصوصیت نہین ہے سمت کا تعین ضروری تھا مگر اس شبہ کو کہ اس سمت کو کوئی خاص تعلق عبادت سے ہی برابر دفع کرتا رہا چنانچہ اَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ سے یہ امر صاف کر دیا نماز مین کہین تعریف کعبہ کی مشروع نہین کی صرف توجہ ظاہری عبادت الٰہی مین مقصود رہا حضرت ﷺ نے مدینہ طیبہ مین آکے رُخ جو بیت المقدس کیطرف کر دیا تو یہ امر بالطبع مشرکین مکہ کو ناپسند ہوا اور یہود خوش ہوئے جب تحویل قبلہ ہوئی تو دونون کو یہین موقعہ گفتگو کا پیدا ہوا اگر ما ولّٰہم قول یہود ہو تو قبلتہم سے مراد بیت المقدس ہے کہ کیون بیت المقدس سے یہ رُخ پھیرتے ہین اور اگر قول مشرکین مکہ ہے تو مراد قبلہ سے کعبہ ہے کہ اب پھر بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رُخ کرنا اور بیت المقدس کو چھوڑ دینا کس غرض سے ہے جو منافق تھے وہ یا یہود الاصل تھے تو دہی کہتے تھے جو یہود کہتے تھے یا مشرک الاصل تھے تو وہ ہی کہتی تھی جو مشرکین کہتے تھے بہر حال قبلہ کا تعین حق تعالیٰ کی ابتداء سے ہے اور دونون محتمل ہین اجمال تقریر اعتراض یوں ہو گئی وہ یہ کہ ان کو کیا ہو رہا ہے کہ کبھی یہود کے خوش کرنے کے لیے بیت المقدس کو قبلہ بناتے ہین کبھی پھر اپنے آبائی قبلہ کی طرف چلے جاتے ہین ؎

قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ط یہ تقریر جواب کی ہے کہ وہ قول اول کرتے ہین یا کرینگے تو اُن سے صاف صاف کہدیجیے کہ قبلہ محض امتثال امر کے لیے ہے اللہ کو اختیار ہے جس سمت چاہے حکم دے اس سمت کا کوئی حق قبلہ بننے مین نہین ہے بلکہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کی ملک مشرق بھی ہے مغرب بھی ہے وہ اپنی ملک مین

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ

اور ایسے ہی بنایا تمکو امت وسط کیا کہ تم لوگون کے گواہ ہو اور تمھارے گواہ یا نگہبان

الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ

رسول ہون اور ہمنے نہ بنایا قبلہ کو جسپر تم تھے امتحان نہ بنایا صرف

مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ

غرض یہ کہ جان لین کہ کون ہے جو رسول کی اتباع کرتے گا ان مین سے جو اپنے الٹے پیر پھر جاوے گا۔ اور اگرچہ یہ بہت بڑی تھی مگر انھین

هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

لوگون پر جنکو اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کسی کی ایمان کی بات کو رائگان نہ کریگا یقیناً اللہ لوگون کے ساتھ شفقت کرنیوالا اور رحمت کرنے والا ہے۔

بقیہ تفسیر متعلقہ (صفحہ ۵) جو چاہے تصرف کرسکتا ہے مراد مشرق و مغرب سے یا تو تمام جہات ہین یا مراد سمت بیت المقدس و بیت اللہ کی ہے جہان سے مشرق و مغرب مین یہ دونون پڑتے ہین یا مراد اس سے قبلہ نصاریٰ و قبلہ یہود ہے کہ یہ اللہ کے اختیار مین ہے کہ ہم کو جدھر چاہے حکم دے مشرق و مغرب کا بھی وہی مالک ہے اور دیگر اطراف کا بھی وہی مالک ہے اس کی مرضی کے موافق وہی قبلہ ہے جو اس کے حکم کے مطابق ہو۔

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ یہ اس کی مرضی ہے کہ جس کو چاہے وہ سیدھی راہ دکھائے ہر امر مین یا صرف قبلہ کے معاملہ مین مقصود اس سے یہ ہے کہ مسلمانون کو اس نے سمت قبلہ کا حکم دیا ہے جو راہ سیدھی دکھا سکتا ہے اُسکی دکھائی ہوئی راہ سیدھی ہوگی قبلہ وہی ہوگا جسکو اُسنے تعین کردیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ الخ اس آیت کا عطف اور اسکا اشارہ یا تو امۃ مسلمۃ پر ہے یعنی جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی برکت سے ہم نے تمکو امۃ مسلمہ بنایا ہے اسی طرح ہمنے تمکو اپنی رحمت و رافت کے اعتبار سے اور محض اپنے فضل سے تمکو امت وسط کیا ہے یا اشارہ اسکا تحویل قبلہ کی جانب ہے کہ فرماتا ہے جس طرح قبلہ کے بارے مین راہ راست دکھائی گئی اسی طرح تم کو امت وسط گردانا وسط کے معنی درمیان اور بیچون بیچ کے ہین یا عدل و پرہیزگاری کے ہین مقصود یہ ہے کہ تم کو ہم نے متوسط راہ پر چلایا جسمین نہ افراط ہے نہ تفریط ہے یا تم کو عدول بنایا یا تمھارے قول و فعل حجت ہین تم کو جو قبلہ کے بارے مین حکم ہوا اور تم نے اسکو مانا تو تمھاری عدالت کا باعث ہے اسکا اثر سب پر ہونا چاہیے امت وسط بنانے کی غرض یہ ہے۔

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم گواہ ہوجاؤ لوگونکے مراد اس سے یا تو اس دنیا مین گواہی ہے یا آخرت مین گواہی ہے اور ناس سے یا تو جنس ناس ہین یا افضل ترین ناس جو انبیاے کرام ہین اگر دنیا مراد ہو تو مقصود یہ ہے کہ تمھارا

توسط اس امر کی شہادت ہو کہ لوگون کی کجی معلوم ہو جسقدر تم سے جو دور ہو گا اُسی قدر وہ راہ راست سے کنارہ ہو گا یا تمام لوگون کے تم نگران و محافظ ہو اس کے موافق ایک حدیث ہو کہ حضرت معاذؓ سے کسی یہودی نے کہا کہ ہم عدول و شہداء اللہ ہین اُسکی کتاب و حکم کی حال ہین تمنے ہماری اتباع چھوڑ کر کیون مشرکین مکہ کی اتباع کی اس کا جواب حضرت معاذ نے دیا کہ تم غلط کہتے ہو ہم ہی حقیقت میں حق پر ہین اور ہم ہی عدول ہین اور ہم ہی شہداء اللہ سے ہین ہمارے لیے خدا نے جو قبلہ بنا یا ہے وہی قبلہ عالم ہے حضرت معاذ کی تصدیق کے لیے یہ ارشاد فرمایا گیا مگر امام احمد حنبل کی حدیث دوسرے مقصد کی تائید کرتی ہے کہ مراد اس سے قیامت ہے جب امم سابقہ لائی جاوینگی تو وہ سب اپنی معاصی اور کفر کے عذر مین کہین گی کہ ہم کو تیرا کوئی فرمان نہین پہونچا انبیاے کرام سے دریافت کیا جاوے گا اور اُن سے گواہ طلب کیے جائین گے تو وہ اپنے تبلیغ کے دعوے پر امت محمدی کو پیش کرینگے امت محمدی سے کفار کہین گے کہ تم تو ہمارے بعد آئے ہو تم کو کیا خبر تو وہ قرآن شریف کا اور ارشاد نبوی کا حوالہ دینگے حضرت اپنی امت کی تصدیق فرماینگے اس فضیلت امت محمدی کے ذکر کرنے کے بعد سوالون کا جواب دیا گیا ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ دونون سوال امت محمدی کے تھے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے کیے تھے ممکن ہے کہ یہود کے کہنے سے مسلمانون نے کیے ہون "

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ الآیہ سے سوال اول کی طرف اشارہ ہو کہ ہم نے قبلہ بیت المقدس کا محض ابتلا و آزمایش کے لیے کیا تھا کہ پھر تحویل قبلہ کا حکم دیا جاوے گا اسوقت ظاہر ہو جاے گا اور علم تفصیلی احوال عباد کا حاصل ہو گا کہ کون انمین بلحاظ حضور کے رسول ہونے کے حضور کی اتباع کرتا ہے اور کون پھر جاتا ہے باوجودیکہ ایک جماعت یہود کی گمراہ ہو گئی مگر اصل کے قایم کرنے کے لیے اسکی کچھ پرواہ نہین کی گئی کہ ضعیف الایمان گمراہ ہو جاوین خصوصًا اُس حال مین جب کہ اُن کے شبہات دفع بھی کر دیے گئے ہون دوسرے سوال کا جواب دیا گیا وہ سوال یہ تھا جو لوگ قبل تحویل قبلہ وفات کر گئے ان کی نمازین بالکل ضایع ہو گئین اُسکا جواب دیا گیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ اللہ تمھاری ان نمازونکو ضایع نہ کرے گا جو قبل تحویل قبلہ تم نے پڑھین وہ سب مقبول ہین خواہ نمازی حیات ہون یا مر گئے ہون اسواسطے کہ حکم تحویل قبلہ بعد کو ہوا ہے لہذا ان نمازون کو قبول نہ کرنا خلاف رحمت ہے حالانکہ اللہ تو لوگون پر رحم کرنے والا ہے اور رافت رحمت سے بھی زیادہ ہے خدا کیونکر تمھارے کیے ہوے کو بلا وجہ و علت کے ضایع کر دے گا "

جواب سوال اول

جواب سوال دوم

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۚ فَوَلِّ
بارہا ہم نے تم کو منہ پھیرتے آسمان کی طرف دیکھا ہم ضرور ہی تم کو پھیر دینگے اس قبلہ کی جانب
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ
جس کو تم پسند کرتے ہو پس پھیر دو تم اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف اور جہان کہین تم ہو تو اپنے مونہون کو اسکی طرف پھیر دو اور یقیناً
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ
جن لوگون کو کتاب دیگئی ہو وہ اچھی طرح جانتے ہین کہ قبلہ کا پھیرنا ان کے پروردگار کی طرف سے درست ہے اور اللہ غافل نہین ہے اس سے جو وہ کرتے ہین

قد فعل پر داخل ہوتا ہے اگر ماضی پر آتا ہے تو اسکے معنی تحقیق کے ہوتے ہین اور اگر مضارع پر داخل ہوتا ہی تو اسکے معنی تقلیل کے ہوتے ہین قد جاءکم کے معنی ہون گے کہ یقیناً وہ آیا تمھارے پاس اور قد یجی کے معنی ہون گے کہ کبھی آتا ہے یا آوے گا تمھارے پاس، اسکے علاوہ قد کبھی مضارع کو معنی مین ماضی کے کردیتا ہے اور کبھی مضارع پر قد داخل ہوتا ہے اور معنی تکثیر کے کرتا ہے کہا جاتا ہے قد یجی اور مراد ہوتی ہے کہ اکثر آتا ہے یا آوے گا یا استعمال بعض کے نزدیک مجازی ہے لیکن سیبویہ اسکو حقیقی کہتے ہین اس اعتبار سے تقلیل و تکثیر کے معنے مشترک ہین اسوجہ سے یہان بھی دو قول ہوگئے ہین جو قد کو تقلیل کے معنی مین کہتے ہین اُن کے نزدیک مقصود خدا کا یہ ہو کہ ادب کی وجہ سے باوجودیکہ تمھاری خواہش بہت تھی کبھی کبھی تم نے سر کو اور منہ کو آسمان کی طرف کیا اُسکو ہم نے دیکھا یہ امر تمھاری طرف سے کم ہوا تو ہم کو دیکھنے کی نوبت بھی کم آئی یہ نہین ہے کہ تم نے بارہا آسمان کی طرف رخ کیا اور ہم نے کبھی کبھی دیکھا کیونکہ اللہ کی رویت تو ہر مرتبہ لازمی ہے اور جو قد کو تکثیر کے معنے مین لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ تمھارا بار بار اوپر رخ کرنا ہو کہ قبلہ و عا ہے ہم نے اکثر دیکھا یہ استعمال یہان ظاہر تر ہے اور تقلب کے مناسب ہے۔

تَقَلُّبَ وَجْهِكَ تقلب اور تردد کے ایک ہی معنی ہین اردو مین بار بار پھیرنے کے ہین اور وجہ چہرے کو کہتے ہین اس امر مین اختلاف ہو کہ آنحضرت کا رخ کرنا آسمان کی جانب حالت دعا مین تھا یا بدون دعا کے تھا یا محض انتظار وحی کی غرض سے تھا ایک جماعت کہتی ہے کہ آنحضرتؐ نے دعا نہین فرمائی بلکہ محض وحی کا انتظار تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آنحضرتؐ تحویل قبلہ کے مصالح جانتے تھے اور یہود کی لاف زنی سنتے تھے کہ دیکھو محمد کو چارہ نہ ہوا بجز اسکے کہ ہمارے قبلہ کی پیروی کی حضرت موسٰی کی اتباع سے کسی کو چارہ نہین ہے اب قبلہ کی پیروی ان کو کرنا پڑی ہے آخر پوری شریعت کی اتباع کرنا ہوگی۔ اس طعنہ سے اکثر ضعیف العقل لوگون کو تذبذب ہو جاتا تھا۔

علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اسکو سمجھتے تھے کہ مشرکین مکہ بلکہ جملہ عرب اس امر کو زیادہ پسند کرینگے کہ قبلہ کعبہ ہو عرب کے ایمان کا یہ باعث ہوگا اور ویسا ہی ہوا اسکے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کی اتباع کے خیال سے بھی توقع تھی کہ حکم قبلہ کی تحویل کا خواہ نخواہ ہونے والا ہے ان وجوہ سے وحی کا انتظار تھا اور دعا کرنے کی غرض سے آسمان کی طرف آپ ملاحظہ نہین کرتے تھے اسواسطے کہ انبیا دعا نہین کرتے تھے جبتک کہ اُن کو دعا کا حکم نہین ہوتا تھا کیونکہ اُن کی دعا رد نہین کی جاسکتی ہے بعض کا خیال ہے کہ آنحضرت دُعا کے لیے مُنہ اُٹھاتے تھے اور بذریعہ الہام آپنے تحویل قبلہ کے منافع اور اسکے موافق حکم ہونے کو جان لیا تھا بعض کہتے ہین کہ اذن لے چکے تھے حضرت جبرئیلؑ سے اس بارے مین ذکر آچکا تھا بہرحال حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمان کی طرف رخ کرنا اس غرض سے تھا کہ تحویل قبلہ ہو ؛

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا پس ضروری ہم اس قبلہ کی طرف تمکو پھیرینگے جسکو تم پسند کرتے ہو آنحضرتؐ کا پسند کرنا انھین وجوہات سے تھا جو ذکر ہو چکے اور مراد اُس قبلہ سے کعبہ اور بیت اللہ ہے کہ اُسی کی جانب رُخ کرنا پسند تھا ؛

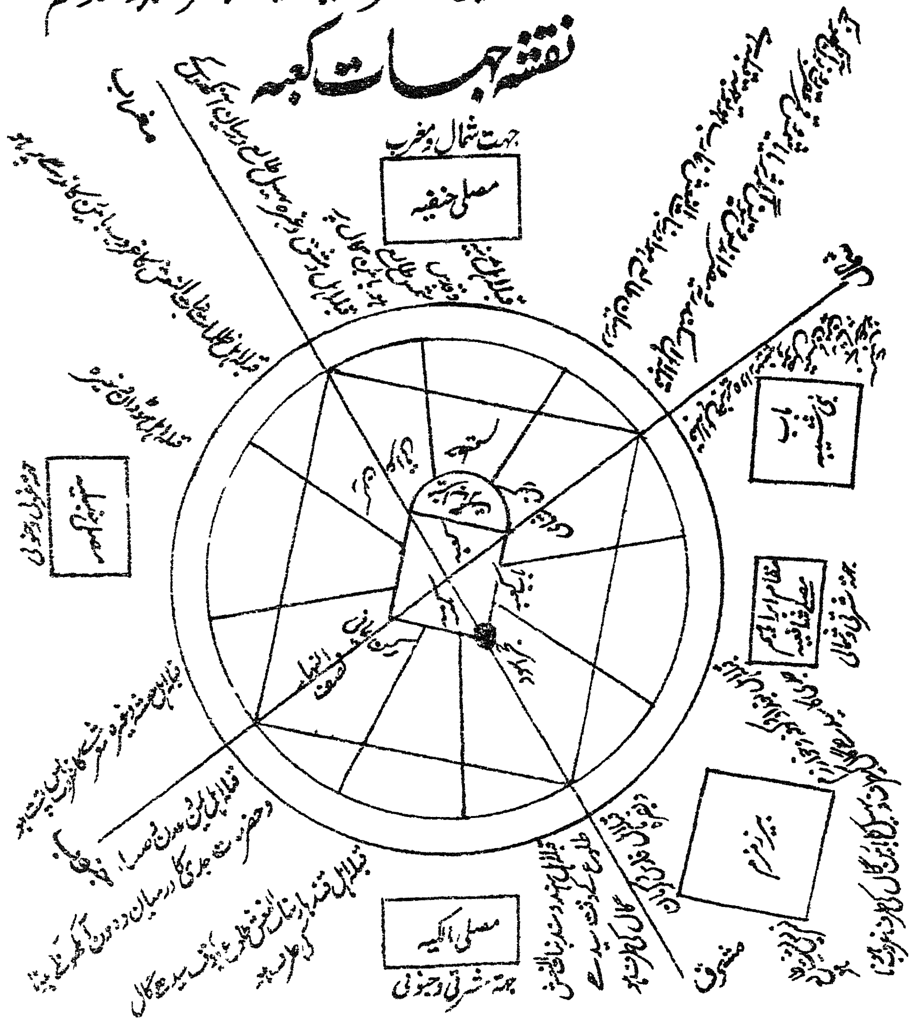
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس تم اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر دو یہ حکم حالت نماز مین ہوا یا خارج نماز میں دو قول ہین بیضاوی اور دیگر تفاسیر مین ہے کہ مسجد بنی سلمہ مین جسے اب مسجد قبلتین کہتے ہین یہ حکم نازل ہوا اور وہ زمانہ رجب کا تھا قبل دو ماہ جنگ بدر سے آپ اسوقت امامت کررہے تھے ظہر کی نماز تھی سب کے سب پھر گئے جب یہ آیت نازل ہوئی اس سے قبلہ کی طرف پھر جانا جب معلوم ہو جاوے لازم ہے سوائے اُس صورت کے کہ سواری پر جارہا ہے اور پھر نہین سکتا ہو دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت خطبہ پڑھ رہے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ سعید بن معلی ایک صحابی ہین وہ روایت کرتے ہین کہ مین مسجد مین داخل ہوا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ پڑھتے دیکھا مین نے اپنے رفیق سے کہا کہ کوئی بڑی بات واقع ہوئی ہے جب قریب آیا اور خطبہ سنا تو معلوم ہوا کہ آپ ارشاد فرمارہے ہین کہ آیہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ نازل ہوئی ہے مین نے سوچا کہ آنحضرت جب تک خطبہ سے فراغت کرکے منبر سے اترین اور نماز پڑھین مین نماز پڑھلون تاکہ سب سے پہلے جدید قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والا مین ہو جاؤن چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا بہرحال اس روایت کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ نماز مین یہ آیت نازل نہین ہوئی اور آنحضرت سے تحویل قبلہ نماز کی حالت مین نہین کیا مگر جب خبر بنی سلمہ مین پہونچی تو اسوقت وہان کے لوگون نے تحویل قبلہ کرلیا وہ غالبًا حالت نماز کی ہوگی اور وہ وقت ظہر یا عصر کا ہوگا پھر نماز فجر کی حالت مین مسجد

قبا تک یہ خبر پہونچی اور حالت نماز مین تحویل قبلہ ہوئی
وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ اور جہان کہین تم ہو تم کو اپنے مُنہ اُسی طرف پھیرنا چاہیے
مقصود یہان حالت نماز مین مُنہ کرنا ہی جس کا تذکرہ ہو چکا تھا اور در صورت نماز کی حالت مین نازل
ہونے کے ظاہر ہے کہ اِس قید کی حاجت نہین ہے مگر مقصود یہی ہے کہ حالت نماز مین جہان کہین ہو
قبلہ کی طرف رُخ کرو اس جگہ لفظ شطرہ کے معنی مین اختلاف ہوگیا ہی عربی مین اسکے معنی نصف کے ہین
اور طرف کے ہین اور نحو کے ہین اور تلقاء کے ہین اور قبل کے ہین جس سے عین کعبہ اور سمت وجہت سب
پر اطلاق ہو سکتا ہے اسی وجہ سے ائمہ مجتہدین نے اختلاف کیا ہی کہ مراد قبلہ کی جانب رُخ کرنے سے
کیا ہے آیا عین کعبہ کے مواجہہ سے نماز پڑھنا چاہیے یا جس سمت کعبہ ہو اُسطرف نماز پڑھنا کفایت کرتا ہی
جو لوگ کعبہ کا مشاہدہ کرتے ہین ان کو تو لازم ہے کہ عین کعبہ کی طرف رُخ کرین اور جو کعبہ کا مشاہدہ نہین
کرتے ہین امام شافعیؒ کہتے ہین کہ ان کو بھی عین کعبہ کی سمت کھڑے ہونا چاہیے اور امام مالک کہتے ہین کہ
اہل مسجد کو عین کعبہ کی طرف اور خارج مسجد الحرم کو مسجد حرام کی جانب اور خارج حرم کو حرم کی جانب سجدہ کرنا
چاہیے، امام اعظم اور امام احمد کہتے ہین کہ سمت قبلہ جہت کعبہ ہے عین کعبہ کا تقید عوام کے لیے مشکل ہے اور
لفظ شطر بمعنے تلقاء کے بھی اِس تقید کے منافی ہے اور تلقاء بجاے شطر کے قراۃ حضرت ابی بن کعب مین مروی ہے
علاوہ اسکے الی الکعبہ کہنے کے بجاے شطر المسجد الحرام کہنا اور المسجد الحرام بجاے کعبہ کے بولنا یہ سب مؤید اِسی
قول کو ہے اس جگہ ایک قاعدہ لکھا جاتا ہے جس سے سمت قبلہ دریافت کرنا آسان ہو جائے احناف کو
بھی چاہیے کہ تا بامکان عین کعبہ کو قبلہ بنائین اور اگر سمت کعبہ لین تو بھی مقصود عین کعبہ ہو احناف اور
شافعیہ کے اختلاف سے صورت ذیل مین یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کس صورت مین نماز بالاتفاق صحیح ہے اور کس
صورت مین بالاختلاف۔

کعبۃ اللہ
بالاتفاق نماز درست ہے
نزدیک احناف نماز درست ہی
بالاتفاق نماز درست نہین
نزدیک شافعیہ کے نماز درست نہین
نزدیک حنفیہ کے نماز درست ہی

قاعدہ- اگر طول بلد طول مکہ سے کم ہو تو مکہ سے اگر بلد غربی ہے تو وہان کا قبلہ جہت مشرق ہے پھر اگر دونون کا عرض برابر ہے تو انحراف جہت مشرق سے نہین ہی اگر بلد کا عرض مکہ کے عرض سے کم ہے تو جانب یسار ورنہ جانب یمین انحراف قبلہ کا ہوگا بقدر عرض کے اور اگر طول بلد سے زیادہ طول مکہ ہے تو بلد شرقی ہے اور قبلہ اسکا غربی ہے لیکن عرض مین تفاوت نہ ہو تو قبلہ سمت غرب ہوگا ورنہ اگر عرض بلد اکثر ہو عرض مکہ سے تو وہ شمالی ہے اور اگر کم ہو تو جنوبی ہے پھر اگر طول دونون کا مساوی ہو تو انحراف کی حاجت نہین ورنہ اقل مین چپ مین اور اکثر مین راست مین قبلہ منحرف ہوگا اور اگر بلد کا عرض مکہ کے عرض سے کم ہو تو وہ جنوبی ہے اور مکہ شمالی ہے وہان کا قبلہ جانب شمال ہے پھر اگر طول مساوی ہو تو انحراف قبلہ کی ضرورت نہین ورنہ اقل مین جہت یمین اور اکثر مین جہت یسار قبلہ منحرف ہے واللہ اعلم-

نقشہ جہات کعبہ



وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا

اگر ان لوگون کو جنھین کتاب دی گئی ہے آپ جملہ نشانیان دے دیجیے

قِبْلَتَكَ ج وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ

نہ بھی وہ آپکو قبلہ کی پیروی نہین کرینگے اور نہ آپ انکے قبلہ کی پیروی کرینگے نہ وہ بعض بعض کے

بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ

قبلہ کی پیروی کرینگے اور اگر آپ ان کی خواہشون کی پیروی کیجیے بعد اسکے کہ علم آپکو آچکا

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

ہے تو یقیناً آپ ظلم کرنے والون مین سے ہوجائین گے، یہ حق آپکو پروردگار کیجانب سے ہے تو آپ شک کرنیوالے مین سے نہ ہوجائے گا

(بقیہ تفسیر متعلقہ صفحہ ۱۰) وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور یقیناً وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہو مراد اس سے یہود ونصاریٰ ہین ❁

لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ضروری جانتے ہین کہ وہ حق ہے انکے رب کی جانب سے یعنی جو کچھ حکم دیا گیا ہے جو آنحضرت ص نے کیا ہے تحویل قبلہ کے بارے مین وہ سب صحیح و درست ہے اور اللہ کا حکم ہے یہ امر اُنھون نے کتب سماویہ سے جان لیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کی طرف سجدہ کرینگے اور اُن کی شریعت مین تحویل قبلہ کا حکم ہوگا ❁

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور اللہ غافل نہین ہے اُس سے جو وہ کرتے ہین یعنی حسد سے جو مخالفت کرتے ہین اور حق بات کو دیدہ و دانستہ جھٹلاتے ہین لوگون کو جاہلون کو ورغلاتے ہین اعتراضات گڑھتے ہین یہ سب جانتا ہے وہ سزا دے گا ❁

یہان سے آنحضرت کی وساطت سے امت محمدی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اعتراضات وجوابات تو ہوتے رہین گے اور ان کا سلسلہ تمام نہ ہوگا انھین اُلجھ کے آپ اپنی نجات کی راہون کو اور ترقی کے ذرایع کو نہ ترک فرمایئے مرکز کا قایم ہونا اور قبلہ کا ٹھیک حکم کے موافق مقرر ہونا بڑی بات ہے وہ نہ چھوڑنا چاہیے اہل کتاب تو جو کچھ کرتے ہین حسد سے کرتے ہین اُن کو احقاق حق مقصود و مطلوب نہین ہے آپ کتنی ہی نشانیان دکھایئے سمجھایئے معجزے لایئے مگر وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کرینگے نہ آپ حق کو چھوڑ کے اُن کے قبلہ کی پیروی کرینگے نہ خود یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کی قبلہ کی پیروی کرینگے آپ نبی برحق ہین آپ اور آپکی اتباع انکی خواہشات کی پیروی نہین کرسکتے ورنہ ظالمون مین سے ہوجائین گے ❁

مقصد [illegible] ... یہی ہے

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ
جن لوگون کو کتاب دی گئی ہے وہ جانتے ہین اسکو جیسا کہ اپنے لڑکون کو

اَبْنَآءَھُمْ ط وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ
جانتے ہین اور ایک فریق ان مین سے حق کو پوشیدہ کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے

یَعْلَمُوْنَ ○ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ○
کہ حق ہے یہ حق تمھارے پروردگار کی جانب سے ہے تمکو نہ چاہیے کہ شک کرنیوالون مین سے ہوجاؤ ہے

وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ط
اور ہر ایک کے لیے ایک رخ ہے وہ اسی کی طرف منہ پھیرنے والا ہے تو تم آگے بڑھکے نیکیان لو

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○
جہان کہین تم ہوگے اللہ تم کو اکٹھا کردیگا یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

مراد یعرفونہ کی ضمیر سے یا تو تحویل قبلہ ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود خود کہتے تھے کہ ہم کو اپنی اولاد مین تو شک بھی ہے شاید ہماری عورتون نے خیانت کی ہو مگر آنحضرت صلعم کی نبوت مین شک نہین ہے یا تحویل قبلہ کے حکم مین شک نہین ہے کہ خدا کی طرف سے ہے اور ہونے والا ہے اور فَرِیْقًا مِّنْھُمْ سے مراد علما اور احبار یہود ہین کہ وہ جان بوجھ کے محض حسد سے انکار حق کرتے ہین ؁

فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ خطاب امت کو ہے بواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واللہ اعلم ؁

اوپر ارشاد ہوا ہے کہ منکرین آپکے قبلہ کی پیروی نہین کرینگے نہ آپ اُن کے قبلہ کی پیروی کرینگے نہ باہم وہ ایک دوسرے کے قبلہ کے اختیار کرنے مین ایک دوسرے کی پیروی کرے گا اسکی دلیل کے طور پر وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ سے ارشاد ہوا ہے اسی اعتبار سے اس کا عطف واو سے وما انت بتابع قبلتھم وما بعضھم بتابع قبلة بعض پر ہے اور لام اسجگہ محض تقویت کے لیے ہے اور کلام عرب مین ایسے مقامات پر اسطور سے لام لایا جاتا ہے بالخصوص جب مفعول مقدم کیا جاے اور کل کی دو قرائتین ہین ایک تو تنوین کے ساتھ دوسری وجہة کی جانب مضاف ہو اگر جہت مضاف الیہ ہو

تو معنی یہ ہون گے کہ ہر رخ کی جانب وہ منہ پھیرتا ہے اور اگر تنوین کے ساتھ قرأت ہو جیسا کہ
ہماری قرأت مین ہے تو اِس جگہ تنوین عوض مین مضاف الیہ کے ہوگی ایسے مقامات
پر مضاف الیہ کا حذف جائز ہے بالخصوص جب کہ مضاف الیہ معروف و مشہور ہو کلام
عرب مین اس کے نظائر بہت ہین خاص کر کے قرآن شریف مین نظائر ہین جیسے
ولکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ۔ مراد اِس جگہ مضاف سے یا تو ہر ہر شخص
ہے یا ہر ملت ہے یا ہر قوم ہے اور قوم سے مراد یا تو تمام مکلفین ہین خواہ مشرکین ہون یا
اہل کتاب ہون یا مسلمان ہون بعض نے اہل کتاب کی تخصیص کی ہے اور مراد اِس سے
یہود و نصاریٰ اور اہل اسلام کو لیا ہے ۔ بعض نے صرف مسلمانون کے ساتھ
مخصوص سمجھا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے
جس کی طرف اللہ منہ پھیرنے والا ہے اُس ملت کا اور چاہیے کہ تم نیکیونکی کیطرف
پیش قدمی کرو اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ رخ کرنے والے اُس جہت کے مامور ہین اور
یہ امر خیرات سے ہے یہ دونون باتین صرف اہل اسلام پر صادق آتی ہین کہ وہ بامر الٰہی قبلہ
کعبہ کو بنا چکے اور وہی کعبہ کا رُخ نیک و خیر ہے لہذا لکل سے بھی اہل اسلام ہی مُراد ہون گے
بعض نے اسمین وسعت دی اور کہا کہ مراد اہل کتاب بھی ہو سکتے ہین اسواسطے کہ انکا قبلہ
بھی مامور بہ اور قبل نسخ کے خیر تھا اور مشرکین بتون کی طرف رخ کرتے ہین وہ مراد نہین
ہو سکتے ہین مگر یہ تخصیص چند امور پر موقوف ہے اول یہ کہ ہو کی ضمیر لیسد کی طرف
راجع ہو اور اُس مین اور بھی احتمال ہے جیسا کہ آگے آتا ہے دوسرے امر سے
امر تشریعی مراد ہو حالانکہ مُولیھا شامل ہے امر تکوینی کو بھی البتہ معتزلہ اور ابو مسلم خراسانی
کے اصول کے موافق امر تکوینی مین بھی خدا سے بت پرستی کا مامور ہونا صحیح نہین ہے حالانکہ اہل
سنت اسمین برخلاف اِس کے کہتے ہین کہ بت پرستی بھی خدا کے امر سے ہے اگرچہ اسکے عوض
دار الرضوان نہین بلکہ دار الخسران ہے تیسرا امر جسپر تخصیص اہل اسلام کی موقوف ہے یہ کہ قبلہ
اہل کتاب کا مامور بہ اور خیر نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ خیرات سے قبلہ مراد ہو ورنہ
یہ تخصیص ضروری نہین ہے اسی وجہ سے محققین لکل سے تعمیم مراد لیتے ہین اور کہتے ہین کہ خواہ
مشرکین ہون یا اہل کتاب یا مسلمان سب مراد ہین وجہۃ اور جہتہ اور وجاہہ کا ایک
ہی معنی ہین سمت اور رُخ اور طرف کو کہتے ہین یا جسطرف منہ کیا جاوے بعض نے مراد عام لی ہے اور کہا ہے

کہ مقصود ہر شخص کا ایک ہوتا ہے اسی وجہ سے وجہۃ کی تفسیر شرع و منہاج سے کی ہے اور معنی اسکے اسطرح کہی ہین کہ ہر ایک قوم یا ہر ایک شخص کا ایک مقصد ہوتا ہے یا شریعت و راستہ ہوتا ہے جسپر وہ چلتا ہے یہ شریعت اگر الٰہی ہے تو بحسب مصالح عباد مقرر کیجاتی ہے اور مصالح کے اعتبار سے قوم اور ملک و زمانہ کا لحاظ کیا جاتا ہے اور جب ان امور کا لحاظ کیا جاوے تو لازمی ہے کہ اس کے احکام مین رد و بدل ہو اور شرایع مین بحسب ازمان و اشخاص تغیر دیا جاوے اس جگہ تبدیل و تحویل قبلہ بھی اسی وجہ سے ہوئی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ یہان وجہۃ سے مراد قبلہ ہی ہے کہ ہر قوم کا قبلہ معین ہے مشرکین بتون کو قبلہ بنائے ہوئے ہین اور کہتے ہین۔

ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی یہود بیت المقدس کو قبلہ بنائے ہوئے ہین نصاریٰ کا قبلہ جہت مشرق ہے تم اے امت محمدی ایک قبلہ بنا لو کہ وہ کعبہ ہے تاکہ تمھارا امتیاز ہو جاوے اور ایک مرکز عبادت قرار پا جاوے جسپر وحدت و اتحاد کی بنا قائم ہو اسجگہ علاوہ ان قبلون کے کہا جاتا ہے کہ قبلہ مقربین کا عرش ہے اور قبلہ روحانیین کا کرسی ہے اور کروبین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور قبلہ انبیا کا بیت المقدس ہے اور قبلہ تم لوگون کا کعبہ ہے اسکو اختیار کرو قبلہ سے جہت کی تفسیر کرنے پر قراۃ حضرت ابی بن کعب کی تائید کرتی ہے اسواسطے کہ ان کی قرأت مین بجاے وجہۃ کے قبلۃ کا لفظ ہی البتہ قبلہ سے بھی عام مراد لین اور کہین کہ قبلہ حاجت قبلہ عبادت قبلہ مقصود سب کو لفظ قبلہ شامل ہے

هُوَ مُوَلِّيهَا۔ ہو کی ضمیر یا تو راجع کل کی جانب ہے یا راجع اسم اللہ کی جانب ہے اگر کل کی جانب ہے اور کل کا مضاف الیہ عام ہے تو مراد یہ ہے کہ ہر ایک قوم خواہ مشرک ہون یا اہل کتاب یا مسلمان سبھون نے اپنے اپنے طور پر قبلہ قائم کر لیا ہے اور اُسیکی طرف وہ رخ کرتے ہین یہ ممکن نہین ہے کہ کل ایک ہی جانب رُخ کرین لہذا تم اے گروہ اہل اسلام قبلہ اپنی خواہش سے نہ بناؤ نہ قبلہ مقصود اپنے ہوا و ہوس کو ٹھیراؤ بلکہ سبقت کرو خیرات کے حاصل کرنے مین وہ خیرات تمھارا قبلہ مقصود ہو یا یہ کہ جہت سے قبلہ مراد ہو تو حکم مسلمانون کو ہوتا ہے کہ تم اپنا قبلہ کعبہ کو کرو کہ جو منجملہ خیرات کے ہے کیونکہ اللہ جلشانہ کا حکم اسکے قبلہ بنانے کا ہوا ہے اور وہ قبلہ تمھارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور وہی اللہ کا اول گھر ہے جس کو عبادت کے لیے انسان نے بنایا ہے اسمین کوئی خصوصیت نہین بجز اسکے کہ اللہ کیطرف وہ منسوب ہی اور صرف اسی نسبت کا شرف اسکو حاصل ہے اور اگر ہو کی ضمیر راجع طرف اللہ کے ہو تو معنی یہ ہونگے کہ اللہ تم کو جسطرف چاہے پھیر دے

بہر دو طریق اگر کل سے مراد صرف اہل اسلام ہین تو مراد یہ ہے کہ اے مسلمانوں اللہ نے تمھارے لیے قبلہ بنایا اور اس کی طرف تم کو حکم منہ کرنے کا دیا تم اہل کتاب کے طعن اور مشرکین کے شبہ کا خیال مت کرو کعبہ کی طرف منہ کرو وہی نیکیاں ہین جمع بلحاظ اطراف کے اور اشخاص عبادت کرنے کے لائی گئی ہے ورنہ خیر کہنا کافی تھا اس سے اسطرف بھی اشارہ ہو گیا کہ تم اہل اسلام جس طرف سے کعبہ کی طرف رخ کروگے وہ خیر ہی ہے خواہ کعبہ مشرق کی جانب ہو خواہ غرب کی جانب قبلہ جنوبی ہو یا شمالی ہو سب خیر ہی خیر ہے ؛

بعض نے مُوَلِّيهَا کے معنی متولی کے کہے ہین اور اسمین دونون احتمال ضمیر کے بھی پیدا کیے ہین اور متولی کے معنی مین سے تولاہا اور رضیہا کے بھی لکھے ہین کہ ہر شخص اپنے رخ کو پسند کرتا ہے یا اللہ نے قبلہ اہل اسلام کے لیے معین کیا ہے اور اسکو وہ پسند کرتا ہے اسکو اختیار کیے رہنا چاہیے حضرت ابن عباس کی قرأت ہو مولاہا ہے جس کو حضرت امام محمد الباقر نے بھی پڑھا ہے اسکے معنی بھی ناصر اور محب کے ہین مقصود سابق کے قریب ہی قریب اسکا بھی مقصود ہے ؛

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ سبقت کرو خیرات مین۔ خیر ہر وہ شے ہے جسکا شرع نے حکم دیا ہو یا اسکے اوپر ثواب کا وعدہ کیا ہو یا از روے عقل کے وہ پسندیدہ شے ہو یہان مراد عام ہے یا خاص قبلہ ہے اور جمع لانے کی علت اور برگذرگی بلحاظ جہات مختلفہ کے اور بلحاظ فضائل کے جمع لایا ہے اسکی طرف سجدہ کرنا نماز مین اسکا طواف کرنا اسکی طرف نظر کرنا مجالس مین اسکی طرف رُخ کرنا یہ سب فضائل ہین اور ہر شے مستقل خیر ہے اور سب راجع مکہ کی جانب ہے اسواسطے مکہ پر خیرات کا اطلاق کیا گیا ؛

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا جہان کہین تم ہوگے اللہ تم سب کو اکٹھا کر دے گا یا تو مراد اس سے حشر کا میدان ہو یا حالت موت ہو اگر کل کو عام لیا جاوے اور مخاطب تمام مکلف ہون اور اگر خاص مسلمان ہین تو مراد اُس سے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جہان کہین تم ہو اور کعبہ کی طرف سجدہ کرو گو بظاہر جہات مختلف ہین مگر وہ سب ایک جگہ پر بطور مرکز کے جمع ہو جاتے ہین سب کی سمت ایک ہی ہوتی ہے یہ چونکہ بحکم الٰہی ہے اسواسطے اسکو اپنی جانب سے منسوب فرمایا اور فرمایا کہ ایک کعبہ کو قبلہ کرنے سے فائدہ یہ ہے کہ سب کا رخ بجانب احدیت ہے سب کو اللہ سمت مین اور اجر مین اور فضیلت مین جمع کر دیگا کسی کو کسی کا یا فضلیت کا خیال نہ کرنا چاہیے ؛

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ اللہ ہر شے پر قادر ہے اگر مراد عام ہو تو مطلب یہ ہے کہ تم دنیا مین چاہے قبلہ کے بارے مین اختلاف کرو مگر اللہ تم سب کو اکٹھا قیامت مین کرے گا اور اس اختلاف کا فیصلہ کریگا

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ

اور جس جگہ سے تم نکلو تو منہ کرو اپنا مسجد حرام کی طرف اور یہی حق ہے

لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ

تمہارے پروردگار کی جانب سے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے اور جہاں سے تم نکلو

خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور جہان کہیں تم ہو اپنا منہ

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ

اسی طرف کرو تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی حجت نہ رہے

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ق فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ق

مگر انھیں لوگوں کے لیے جو ہٹ دھرمی کرتے ہیں اُن سے تم مت ڈرو مجھ سے ڈرو اور اسلیے تم اسکی طرف منہ

وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

کرو کہ اللہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور تم یقیناً راہ راست پر ہو

(بقیہ تفسیر صفحہ ۱۶ ملاحظہ ہو) اللہ ان سب پر قدرت رکھتا ہے اور اگر مراد موت سے سب کو جمع کرنا ہے تو مقصود یہ ہے کہ اللہ اسپر قادر ہے ایسے ہی قبلہ کی سمت کا تعین اور تحویل قبلہ اور نسخ شرایع یہ سب ایسے امور ہیں جنپر اللہ قدرت رکھتا ہے وہ مصالح عباد سے واقف ہے حکمت والا ہے جو کچھ کرنا چاہتا ہے کرسکتا ہے۔

اس آیت میں جو احتمالات ذکر کیے گئے ان سب کے ساتھ آیت کا نازل کرنا نہ مفید تھا اسواسطے کہ یہ آیت بمنزلہ اسکے ہے کہ کہا جائے قیاس کا ایک مقدمہ ہے اور کبری ہے جس کو عام ہونا چاہیے واللہ اعلم بمرادہ۔

اِس جگہ دو باتیں قابل توجہ کے ہیں اوّل یہ ہے کہ
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ کو تین جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا آیا اُسکی تکرار سے کوئی فائدہ ہے یا کوئی فائدہ نہیں صرف تاکید ہے دوسرے لفظ
اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا میں الا استثنا کے لیے ہے یا نہیں اور اگر استثنا کے لیے ہے تو کیا معنی ہیں۔ امر اول یہ ہے کہ محققین اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ یہ تکرار غیر مفید نہیں ہے بلکہ اسکے فوائد ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ خانہ کعبہ

کی طرف سجدہ کرنے والے تین قسم کے لوگ ہین ایک وہ لوگ ہین جو خانہ کعبہ کا مشاہدہ کرتے ہین اُن کو حکم دیا
گیا کہ اُسکی طرف سجدہ کرو وہ وہی لوگ ہین کہ جو مسجد حرم مین موجود ہین دوبارہ ارشاد ہوا اُن لوگون سے کہ
جو خارج مسجد حرم ہین مگر حرم مین ہین مشاہدہ سے جو عظمت ہوتی ہے وہ غیر مشاہدے سے نہین ہوتی ہی اسواسطے
اُن لوگون کو مزید حکم دیا گیا تیسرے وہ لوگ ہین جو خارج حرم ہین اطراف واکناف عالم مین منتشر ہین اُن کو
سہ بارہ ارشاد ہوا اِس واسطے کہ قرب سے جو اثر ہوتا ہے اور جو جلال وعظمت کا خیال ہوتا ہے وہ دوری مین نہین
رہتا ہے اسواسطے دور رہنے والون کیلیے مزید طور پر حکم دیا گیا۔
بعض کہتے ہین کہ پہلی مرتبہ حکم ہوا کہ تم مسجد حرام کی طرف رُخ کرو اور بتایا گیا کہ اہل کتاب جانتے ہین کہ وہ
قبلہ حق وراستی ہے اور اللہ کی طرف سے ہے دوبارہ حکم دیا گیا اور بتایا گیا کہ محض یہ اہل کتاب کا خیال نہین
ہے کہ اللہ کی طرف سے ہو اور حق ہے بلکہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے اُن کے قول کی تصدیق کی گئی پھر حکم دیا گیا
کہ اُسکی طرف رُخ کرو سہ بارہ بتایا گیا کہ اُسکی طرف رُخ کرنا اس غرض سے ہو کہ حجت نہ رہے کیونکہ تحویل قبلہ
نہ ہوتی تو یہود کہہ سکتے تھے کہ جس نبی کے آنے کی خبر ہم کو دی گئی تھی اُن کے اوصاف سے یہ بھی تھا کہ
قبلہ کو بدلین گے۔ بعض کہتے ہین کہ پہلے ارشاد ہوا کہ ہم تم کو اسی قبلہ کی جانب پھیرتے ہین جس کو تم پسند
کرتے ہو اور حکم ہوا کہ اُسکی طرف رخ کرو مگر شبہہ ہوتا تھا کہ کہین یہ تحویل قبلہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی خواہش سے ہوئی ہو اور کوئی بات اسمین نہ ہو یا معاذ اللہ آنحضرتؐ کی خواہش تھی وبس اس شبہہ
کا ازالہ دوبارہ کیا گیا ارشاد ہوا کہ وہی حق ہے محض آنحضرتؐ کی خواہش سے یہ حکم نہین دیا گیا ہے سہ بارہ ارشاد
ہوا کہ اسکی تحویل سے حجت مخالفون کی مٹتی ہے لہذا ایسا کرو اسمین یہ بھی اشارہ ہے ہر جگہ اُس کی طرف رُخ
کرو پھر حکم ہونے سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ سے ہر وقت اسی کی طرف رُخ کرو پھر تاکید کی گئی معلوم ہوا کہ اب ہر جگہ
سے ہر وقت یہی حکم باقی رہنے والا ہے نسخ کا احتمال نہین ہے دوامًا اسی کا حکم ہے کہ قبلہ یہی سمت کعبہ ہے
چونکہ کچھ دنون بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنے کا طریقہ آنحضرتؐ نے اختیار کرلیا تھا لہذا نسخ کا احتمال
تکرار سے دفع ہوگیا۔
بعض لوگ کہتے ہین کہ پہلے حکم دیا گیا اس ذیل مین کہ آپ کو یہ قبلہ پسند ہے یہ قبلہ حضرت ابراہیم کا ہی جو
اب العرب ہین پھر حکم دیا گیا اس بنا پر کہ ہر صاحب دعوت کے لیے قبلہ مخصوص ہوتا ہے اور وہی حق
وثابت ہوتا ہے اور وہی اشرف الجہات اُس کے لیے ہوتا ہے پھر حکم ہوا اس بنا پر کہ حجت مخالفون کی
مٹ جائے تو گویا اس ترتیب سے حکم ہوا کہ آپ اس قبلہ کی طرف سجدہ کیجیے اسواسطے کہ آپ اسکی طرف سجدہ کرنا
پسند کرتے ہین اور وہی جہت ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی ہے پھر ارشاد ہوا کہ اسواسطے اسکی طرف سجدہ کیجیے

کہ وہی حق و راستی کا قبلہ ہے پھر ارشاد ہوا کہ اسوجہ سے آپ اُسکی طرف سجدہ کیجیے کہ یہود کی حجت نہ رہے ۱۱
ازالہ شبہ کا مشرکین کے ہوجاوے ہرحال تین مرتبہ حکم ہوا اور تینون مرتبہ فائدہ علیحدہ ہوا۔
امر ثانی اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا تاکہ مخالفون کے لیے حجت نہ رہے بجز اُن کے جو حد سے تجاوز کر گئے اسجگہ الا کی تفسیر
مین اختلاف ہوگیا ایک گروہ کہتا ہے الا بمعنے واو کے ہے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ الا استثناء کے معنے
مین ہے پھر اسمین اختلاف ہوگیا ہے کہ آیا اسکا تعلق اوپر سے کسطرح پر ہے ایک قول یہ ہے کہ
اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا تحت علیکم کے ہے مراد یہ ہے تاکہ نہ رہے لوگون کے لیے تم پر حجت مگران لوگون پر حجت رہے
جو حد سے تجاوز کر گئے۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ الا استثناء کے لیے ہے مگر استثناء منفصل ہے اول مین داخل
نہین ہے جس طرح قرآن مین دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے
انی لا یخاف لدیّ المرسلون الا من ظلم یقیناً میرے یہان رسولون کو خوف نہین مگر اس کو خوف ہے
جس نے ظلم کیا ظاہر ہے کہ ظلم کسی رسول نے نہین کیا ہے اسی طرح یہان ہے کہ حجت لوگون کے لیے نہین
رہی مگر ان لوگون مین اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا نہین داخل ہین اس کو الا استثنای منفصل کہنا یا واو کے معنی مین لینا
یا علی کے تحت مین داخل کرنا ظاہر سے کلام کو پھیرنا اسوجہ سے لوگون نے اختیار کیا ہے کہ وہ سمجھتے ہین کہ الا کو
استثنائے متصل کے لیے لینے مین کلام مین نقص واقع ہوتا ہے اور معنی مین خرابی ہوتی ہے وہ نقص یہ ہے
کہ اس صورت مین معنی کلام کے یہ ہوے تاکہ نہ رہے لوگون کے لیے تمھارے اوپر کوئی حجت مگران لوگون کیلیے
تمھارے اوپر حجت باقی رہتی ہے جو حد سے تجاوز کر گئے ظاہر ہے کہ جب حجت تمام ہوگئی اور دفع کردی گئی
تو اب شبہات اہل ظلم کو مستثنے کرنے سے کوئی فائدہ نہین ہے لیکن محققین نے ظاہر سے پھیرنے کو اور
استثناء کو منفصل لینے کو پسند نہین کیا ہے وہ کہتے ہین کہ استثنا متصل ہے اور کہتے ہین کہ حجت حق بھی
ہوتی ہے اور باطل بھی ہوتی ہے جو حق کا طالب ہے وہ باطل سے حجت نہین پکڑتا ہے اسکے لیے تو حجت
تمام ہوگئی۔ رہ گئے وہ لوگ جو حق کے طالب نہین ان کی حجت تمام نہین ہوئی اگرچہ وہ حجت حجت باطلہ
ہے مگر حجت کے لفظ مین داخل ہے اسواسطے ان سے استثناء کیا گیا اور یہ استثنا متصل ہوا معنے مین بھی
کوئی خرابی نہین ہوئی بعض نے اسطرح توضیح کی ہے کہ الناس سے مراد اہل کتاب ہین ان مین سے
بعض نے اوصاف پیغمبر آخر الزمان ظاہر کردیے تھے اور انھین سے یہ بھی بتادیا تھا کہ ان کی شریعت
مین تحویل قبلہ کا حکم ہوگا جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو ان کے مقابل حجت تمام ہوگئی مگر ان مین ایک
جماعت تھی کہ اس نے یہ ظلم کیا تھا کہ اوصاف پوشیدہ کیے اور جان بوجھ کے چھپائے اور جو کسی نے ان مین
سے ظاہر کردیے تو اُن کو جھٹلایا تو ظاہر ہے کہ تحویل قبلہ سے ایسے ظالمون کی حجت کیسے مٹ گئی اسلیے

بیان الاستثناء

استثناء کیا گیا۔ بعض لوگون نے حجت محاجۃ سے ماخوذ سمجھا ہے اور محاجۃ کا اطلاق کبھی مجادلہ پر بھی ہوتا ہے اسواسطے حجت کو بمعنے جدل کے لیا ہے اس اعتبار سے بھی ظالمون کو جدال کرنے کا موقعہ باقی ہے اور اُن کے استثناء کرنے کی ضرورت ہے۔" بہرحال استثناء متصل ہو سکتا ہے اور وہی ظاہر تر ہے۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي لہٰذا تم اُن سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔ یہ عام حکم ہے خواہ معترضین ہون اُن کی حجت مٹ گئی ہو یا ظالم ہون کہ جدال کرتے ہون امر قبلہ ہو یا کوئی امر ہو ان سے ڈرنے کی وجہ نہین اسواسطے کہ مضرت ان کے قبضہ اختیار مین نہین ہے اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ وہی نافع جس طرح ہے اسی طرح ضار بھی ہے۔

وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ اور اسلیے کہ تم پر مین اپنی نعمت پوری کردن اور ہدایت حاصل ہو یہ دوسری علت ہے تحویل قبلہ کی۔ ارشاد ہوا ہے کہ ایک وجہ تحویل قبلہ کی یہ ہے کہ مخالفون کی حجت تم پر باقی نہ رہے دوسری علت یہ ہے کہ تم پر اپنی نعمت مین پوری کردن اور شریعت مستقل عطا کردن اشرف الجہات کو قبلہ بنانا ایک نعمت ہے اور پھر وہ جہت جو پسندیدہ تھی وہ لوگ حضرت ابراہیم پر فخر کرتے تھے ان کے بنائے ہوئے گھر کا قبلہ ہونا بھی ایک نعمت تھی بڑی بات یہ ہے کہ ہدایت کی راہ یہی تھی اس سے بڑھکر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے اسجگہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخر عمر مین ارشاد ہوا اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي اور اس جگہ بھی اتمام نعمت کا ارشاد ہوتا ہے اسمین بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے گر غور کیا جاے تو اتمام نعمت تحویل قبلہ مین ہوئی ہے ایک جہت سے اور تمام احکام کے وضع کرنے سے بھی ہوئی ہے اور اگر دیگر جہات سے دیکھا جائے تو علاوہ ان دونون امرون کے بھی بعض امور ہین جنپر اتمام نعمت صادق ہوتا ہے حدیث شریف مین آیا ہی تمام النعمۃ دخول الجنۃ پوری نعمت یہ ہے کہ آدمی جنت مین داخل ہو حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ تمام نعمت یہ ہے کہ آدمی ایمان کے ساتھ مرجائے اکابر کا ارشاد ہے کہ خاتمہ بخیر ہونا بڑی نعمت ہے واللہ اعلم بعض لوگ ولاتم نعمتی کو فلا تخشوھم واخشونی کے متعلق کرتے ہین کہ ڈرو تم مجھ سے تاکہ مین تم پر اپنی نعمت پوری کردن اس صورت مین خشیت کا ثمرہ بھی اتمام نعمت ہو جاتا ہی ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم مجھ سے ڈروگے تو اسکے عوض مین مین تم پر اپنی نعمتین پوری کردن گا اسلام کے احکام مفصل نازل کردن گا تم کو جنت مین داخل کردن گا تمھارا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہوگا یہ نعمتین خشیت الٰہی سے حاصل ہون گی۔ ٭

اتمام نعمت تحویل قبلہ سے ہوئی۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ
جیسا کہ ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو پڑھتا ہے تم پر آیتین ہماری اور تم کو پاک کرتا ہے

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝
اور سکھاتا ہے کتاب اور حکمت اور سکھاتا ہے اُن امور کو جن کو تم نہین جانتے تھے

اِس جگہ اللہ جلشانہ نے اپنا مقصود پورا کر دیا پہلے آنحضرتؐ کی صحت نبوت پر دلائل قایم کیے بعض الزامی جیسے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ بعض برہانی جیسے قولوا اٰمنا باللہ وھو ربنا وربکم الآیہ اور مقابل کے بھی شبہات الزامی و برہانی ذکر کیے جیسا کہ انھون نے کہا کونوا ھودًا او نصاریٰ تھتدوا اور نسخ قبلہ سے اُنھون نے جو استدلال کیا تھا ان دونون کو ذکر کر کے دفع کیا اور تحویل قبلہ و نسخ حکم کو طویل الذیل جواب سے رد کیا کیونکہ یہ شبہہ بھی بہت عمیق تھا اِس کے بعد ظاہر فرمایا کہ آنحضرتؐ کی رسالت حق ہے اور آپ کی رسالت کی حقیت پر اقویٰ دلیل آپ کی تعلیمات کو پیش کر دیا تاکہ اوقع فی النفس ہو جاوے۔

بیان تعلق کاف تشبیہ

کاف تشبیہ کا تعلق یا تو ما قبل سے ہے یا ما بعد سے ہے اگر ما بعد سے ہے تو ظاہر ہے کہ اذکروفی سے یا اشکروالی سے یا دونون سے بوجہ عطف کے متعلق ہے اور اگر اوپر سے متعلق ہے اسمین چند اقوال ہین بعض کہتے ہین " لاتم نعمتی " سے متعلق ہے معنی یہ ہین کہ مین اپنی نعمتین پوری کرون جسطرح کہ نعمت پوری کی ہین نے ارسال رسول سے جسکے ایسے ایسے اوصاف ہین اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جسطرح آنحضرتؐ کا رسول ہوکے آنا نعمت ہے اُسی طرح تحویل قبلہ بھی نعمت ہے نعمت کے لحاظ سے مشابہت ہے بعض کہتے ہین کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا قبول کی۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم الآیہ اور ارنا مناسکنا مناسک اسلام جن مین سے تحویل قبلہ ہے موافق دعا حضرت ابراہیمؑ ارشاد فرمائی اسی طرح موافق دعاے حضرت ابراہیمؑ انھین صفات کا رسول بھیجا جن صفات کے رسول کی دعا حضرت ابراہیم نے کی تھی مشابہت مقبولیت دعاے حضرت ابراہیمؑ کی بعض کہتے ہین وکذلک جعلناکم امۃ وسطا سے متعلق ہے جس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ویسا ہی ہم نے تم پر ایسے صفات کا رسول ارسال کیا۔ فیکم اور منکم سے تحریض عرب کو ہے اسواسطے کہ عرب دوسری اقوام کی سرداری قبول نہین کرتے تھے اگرچہ خطاب عام ہے اور اِس لحاظ سے ہو کہ جنس بشر سے رسول بھیجا اگر اجنبی کی اتباع ممکن ہے۔ یزکیکم معنے سکتے ہے کہ ایسی چیزین جن پر عمل کرنے سے تم پاک ہو جاؤ۔

فَاذْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ ع

تو یاد کرو تم مجھکو یاد کرونگا مین تم کو اور شکر کرو میرا اور کفران میری نعمت کا نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط

اے ایمان والو مدد چاہو تم صبر سے اور صلوۃ سے

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○

یقینا اللہ صبر کرنے والونکے ساتھ ہے

بقیہ (ص۲۱) یا ایسی چیزین تمکو سکھاتا ہی جن کے عمل کرنے سے تمھارا تزکیہ کرتا ہی محاسن اخلاق تبلاتا ہے اور تمھارا تزکیہ کرتا ہی جسطرح شاہد کا تزکیہ مزکی کرتا ہی بعض نے زکوۃ کے معنی نما کے لیے ہین یعنی تمھاری کثرت کو چاہتا ہی بعض کہتے ہین کہ تعلیم سلوک کرتا ہی جس سے تم اپنا تزکیہ باطن کرتے ہو یا اپنی توجہ سے وہ تمھارے قلب کو درست کرتا ہی ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ کتاب سے مراد قرآن ہے یا تورات ہے یا احکام ظاہری اسلام کے ہین اور حکمت سے احکام باطنی اسلام کے ہین اور تلاوت قرآن کی اور ہے اور تعلیم اور ہے فرماتا ہے کہ محض تلاوت کرنے پر ہماری آیات کی اکتفا نہین کرتا ہی بلکہ وہ احکام قرآنی اور اسرار قرآنی کی تعلیم بھی دیتا ہے وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ اور سکھاتا ہے تم کو وہ جسے تم جانتے نہ تھے ایسے زمانہ مین یہ رسول آیا کہ کسی رسول کی تعلیم باقی نہین رہی تھی جہالت تھی یا جو چیزین عقل کے ادراک سے باہر ہین ان کو یہ سکھاتا ہے، ظاہر ہے کہ رسول کی رسالت کا مقصد یہی ہے۔

ذکر یاد کرنے کو اور شکر بیان نعمت کو کہتے ہین ذکر زبان سے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وغیرہ ہین اور افضل الذکر قرآن شریف کی تلاوت ہے اور ذکر قلب سے اُس کے دلائل وجود و وحدانیت مین فکر کرنا اسکے احکام کے دلائل ڈھونڈھنا اسکے اسرار مخلوقات اور حقایق صفات مین تفکر کرنا اور ذکر جوارح واعضا سے یہ ہے اسکے احکام بجالانا اُس کے اوامر و نواہی کا ہمہ تن لحاظ رکھنا اسی اعتبار سے نماز کو بھی ذکر کہا گیا ہی اور غالبًا مراد قبلہ کے بعد ذکر لانے سے نماز ہی ہے اگرچہ نماز کی تخصیص کی کوئی وجہ نہین ہے اور اللہ کا ذکر کرنا بندے کو مکافات کرنا ہی اور اجر دینا ہے اور اس کا قرب ہی اور ثواب دینا ہے مدح کرنا ہی اظہار رضا و اکرام ہے یہ سب ذکر خدا ہین اور اگر کاف تشبیہ کا متعلق اشکروا لی کو ہے بیان کرنا آنحضرت کے اوصاف مذکورہ کا ماموربہ ہی کیونکہ شکر سے مراد یہی ہے واللہ اعلم

اخیر ارشاد ہوا ہے کہ ذکر کرو اللہ کا اور شکر کرو اور کفران نعمت نہ کرو یہ امر ظاہر ہے

بیان طریقۂ عبادت

کہ ذکر و شکر سے تمام اعمال خیر کے بجا لانے کا حکم ہوا ہے اور کفران نعمت نہ کرنے سے تمام برائیون کے ترک کا ایما و ارشاد ہوا ہے اب اِس آیت سے وہ طریقہ بتایا جاتا ہے جس سے انسان اچھائیون کا پابند اور برائیون سے محفوظ رہ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر برائیون سے بچنا چاہے تو اُسکو لازم ہے کہ صبر کرے اور اپنی خواہشات کو روکے اپنی طبیعت کو باز رکھے اپنے نفس کو مارے اور اگر اچھائیون کا پابند رہنا ہے تو چاہیے کہ صلوٰۃ ادا کرے وہ مناجات ہے اپنے پروردگار سے گو اوپر کی آیت سے موافقت اس صورت مین تھی کہ پہلے صلوٰۃ کا ذکر ہوتا پھر صبر کا کیونکہ پہلے حکم ذکر و شکر کا ہوا ہے جو جامع تمام خیرات کو ہے پھر کفران نعمت نہ کرنے کا حکم ہے جو ذریعہ تمام قبائح کے ترک کرنے کا ہے مگر برائیون کا ترک کرنا مقدم ہے فعل خیرات سے اِس واسطے ترک پر جس امر سے مدد ملتی ہے وہ مقدم کیا گیا ہے کیونکہ ترک معائب کا اقدم ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صبر کا تعلق ذکر و شکر سے ہو کیونکہ جب آدمی نفس کو مارتا ہے اور خواہش کو روکتا ہے تو امور خیر اُس کو آسان ہو جاتے ہین اور نماز اصل ذکر و شکر ہے اُس کو ادا کرنا ہی کفران نعمت کے منافی ہے۔

یہ بھی ایما ہے کہ انسان کو مخلوق سے بے نیاز ہونا چاہیے اور جو کچھ مخلوق کے اقتدار مین ہے اُسپر صبر کرنا چاہیے اور کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیے بلکہ خدا سے مناجات کرنا چاہیے ؛ یہی فلا تخشوھم واخشونی کی تصریح ہے اِس حکم صبر مین یہ بھی داخل ہے کہ جو اعتراضات آنحضرت پر کیے گئے ہین اور جس طرح حق کو جھٹلایا گیا ہے اور نسخ شرائع و تحویل قبلہ پر کلمات سخیفہ کہے گئے ہین اور ایمانداروں کو تکالیف پہونچائی گئی ہین انپر صبر کرو اور خدا کی عبادت مین مصروف ہو جاؤ بالخصوص تحویل قبلہ جس غرض سے ہے وہ غرض پوری کرو نماز پڑھو بعض نے مراد صبر سے روزہ لیا ہے اور قتال پر اعداے دین اور دشمنان سید المرسلین کے صبر کرنے کو اس صبر سے مراد لیا ہے یہ بھی داخل ہے مطلق عبادت پر صبر کرنے مین اور قتال چونکہ فرض تھا اسکا ترک حرام ہے تو مطلق معاصی مین بھی ترک قتال داخل ہے اس اعتبار سے ترک معاصی پر صبر کرنے مین بھی داخل ہے اور بنی اسرائیل کو بھی نماز و صبر کا حکم ہوا ہے مگر سلسلہ کلام نماز کے بارے مین جاری رہا اسواسطے کہ ان کے حال کا مقتضی یہی تھا کہ نماز پر ان کو تاکید کی جاوے کیونکہ اُن کو صبر و صلوٰۃ کا حکم اس غرض سے ہوا تھا کہ وہ آنحضرت کی نبوت کے اثبات مین ان دونون چیزون سے مدد لین اس امر مین مناجات الٰہی زیادہ موثر ہے ؛ اور یہان

[illegible]

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ

اور نہ کہو ان لوگون کو جو مارے گئے اللہ کی راہ مین کہ وہ مردہ ہین

بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ○

بلکہ وہ زندہ ہین مگر تم ان کی زندگی کو سمجھتے نہین ہو

(تفسیر بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۳) ایذا اعداے دین پر یہ دونون حکم ہوئے ہین یہان صبر کو زیادہ تاثیر ہے اسواسطے اسجگہ سلسلہ ان اللہ مع الصابرین پر تمام کیا گیا ہے تاکہ صبر کی اہمیت زیادہ ہو یہ مناسب حال اہل اسلام کے ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے تو نماز پڑھنے والون کے ساتھ تو بدرجۂ اولے ہوگا اسواسطے کہ نماز بھی مشتمل صبر پر ہے جو نماز پڑھتا ہے وہ بھی صابرین مین داخل ہے وہ صابر بھی ہے اور ذاکر و شاکر بھی ہے اسکے ساتھ اللہ کی معیت بمعیت رحمت و افضال ہرحال مین ہے۔

صبر کبھی منجر ہوجاتا ہے قتال پر اور قتال سے کبھی اعدا ہلاک ہوتے ہین کبھی احبا، احبا کا ہلاک ہونا خدا کی راہ مین ہے اسواسطے کہ وہ حکم سے خدا کے قتل کرنے والے ہین اور ظلم سے عالم کو پاک کرنے کی غرض سے لڑتے ہین اُن کے لیے اموات کا لفظ نہ کہنا چاہیے گو وہ تمھارے سامنے ہلاک کیے جاوین یہ ارشاد اسواسطے ہوا ہے کہ کفار کہتے تھے کہ جو لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لڑکے مرجاتے ہین وہ خواہ مخواہ اپنے کو ہلاک کرتے ہین وہ جان سے جاتے ہین اور کوئی فائدہ نہین ہوتا مومنین کو حکم ہوتا ہے کہ تم ان شہداے راہ خدا کو کفار کی متابعت مین اموات مت کہو بلکہ ان کو زندہ کہو یا کہ وہ زندہ ہین۔ واقع مین اگرچہ ان کی زندگی کا حال تم کو معلوم نہین ہے۔

اس موت سے کون سی موت مراد ہے جس کی نفی کی گئی ہے اسمین اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ موت و حیات دونون مجازی ہین مراد ہدایت و ضلالت ہے ارشاد ہوتا ہے کہ تم مثل کفار کے ان لوگون کو یہ نہ کہو کہ وہ گمراہی مین رہ گئے بلکہ کہو کہ وہ ہدایت پا گئے جو خدا کی راہ مین انھون نے سر دیا مگر یہ ظاہر ہے کہ ظاہر سے عدول کرنا ہے حقیقت کو بلا وجہ چھوڑنا ہے اور خطاب مسلمانون سے ہے اس قول کا بہت بعید ہے اسواسطے کہ وہ ہرگز شہداے راہ خدا کو گمراہ نہین کہتے تھے جس کی اُن کو ممانعت کی گئی۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ کفار کہتے تھے کہ اُن لوگون نے بیفائدہ اپنے کو ہلاک کیا تو ارشاد ہوا کہ نہین

بلکہ وہ زندہ ہین اُن کے اعمال صالحہ باقی ہین انکا نام نیک ابد الآباد تک روشن و مشہور ہے اِس قول
پر بھی ظاہر کے خلاف اور حقیقت کو ترک کرنے کا الزام عائد ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے یہ ہے
کہ وہ قیامت مین زندہ کیے جائین گے لہذا اُن کو اموات نہ کہو یہ بھی ظاہر و حقیقت کے خلاف ہے
بعض لوگ کہتے ہین کہ حیات سے یہان حیات روحانی مراد ہے اور چونکہ یہ حیات صلحا کو موت
کے ساتھ حاصل ہے اور اُن مین شہدا کی تخصیص ہے یا شہدا کے بارے مین کفار کا اظہار تاسف
کرنا موجب اس ارشاد کا ہے اسواسطے شہدا کی حیات روحانی کے اثبات اور اُن کے موت کی نفی کا
زیادہ اہتمام کیا گیا ورنہ اِس حیات روحانی مین سب نیک بلکہ سب مکلف شریک ہین۔ بعض
لوگ کہتے ہین کہ مراد اس سے حیات جسمانی ہے اِس حیات جسمانی پر خدا قادر ہے اُس کی
راہ مین چونکہ ان لوگون نے اسی کو قربان کیا اُس کی جزا مین ان کو وہی دی گئی خواہ عین جسم انکا
عطا کیا گیا روح کا تعلق اجزاے جسم سے اُن کے ہو گیا ظاہر مین اُس جسم پر بہت سے تغیرات ہوے
مگر اسکی روح کا تعلق بحالہ باقی رہا اور بسا مشاہدہ ہوتا ہے کہ جسم شہید محفوظ رہتے یہ بھی ممکن ہے کہ بعض
اجزاے جسم سے روح کا تعلق رہے اور اُس سے حیات جسمانی کا انحفاظ ہو سکے لیکن غور کرنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ ان اقوال مین قول قوی تو یہی ہے کہ حیات جسمانی ہے مگر جسد یہ نہین ہے جسکو مشاہدہ کرتے
ہین بلکہ اُن کو جسد برزخی عطا ہوتا ہے جس کو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے سبز طیور سے مشابہت دی ہے
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صدیقین اور انبیا کی موت کے بعد حیات شہدا سے بھی زیادہ قوی ہے
اگرچہ موت کا اطلاق سب پر یقینی ہے۔ شہید چونکہ اپنی حیات دُنیاوی کو راہ خدا مین قربان کرتا
ہے تو اُسکو وہ مراتب برزخ کے جلد تر حاصل ہو جاتے ہین جو دیگر اہل کمال کو دیر مین حاصل ہو سکتے
ہین اُسکا ایک یہ عمل برابر برسون کے نماز و روزے کے ہوتا ہے جس طرح اِس دنیا مین حیات تدریجی
ہوتی ہے اسی طرح اُس دنیا مین بھی باعتبار اعمال کے حیات ہوتی ہے وہ حیات شہید کو جلد تر
حاصل ہوتی ہے دیگر صلحا کی حیات کے اعتبار سے اگرچہ اُن کو بھی حاصل ہو جاتی ہے بخلاف کافرون
کے کہ وہ ایسی حیات پاتے ہین جن کی شان مین ہے
لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی ۔ اس اعتبار سے شہید کی حیات برزخی کی
خصوصیت ہوئی اور ان کو اموات کہنے کی ممانعت ہوئی رہ گئے انبیا او صدیقین تو وہ
ہر حال شہید سے زیادہ قوی ہین۔

موت انبیاء و صدیقین

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ

اور البتہ ہم آزمائش کرینگے تمھاری کچھ ڈر اور بھوک سے اور نقصان مال

وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم

و جان سے اور پھلوں سے اور خوشخبری دو صبر کرنیوالوں کو جن کو مصیبت

مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

جب کبھی پہونچتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم اللہ کیلیے ہین اور اسکی طرف ہم لوٹنے والے ہین وہی لوگ ہین جنپر

عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

اُن کے پروردگار کی طرف سے مغفرتین ہین اور رحمت ہے اور وہی راہ پائے ہوئے ہین

انسان کی دو حالتیں ہیں موجب شکر و صبر

اِس آیت کا عطف وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ پر ہے عطف قصہ کا قصہ پر مضمون جملہ کا مضمون جملہ پر ہے اوپر انعامات ذکر کرکے حکم شکر کا کیا گیا ہے اُس کے بعد مصائب و آلام کو ذکر کرکے حکم صبر کا کیا گیا ہو شکر و صبر دونون بندے کے بہترین صفات سے ہین اور بندہ دو حال سے خالی نہین ہوتا ہے - یا انعامات اُسپر ہوتے ہین اور رحمت و برکت اُسپر نازل رہتی ہو راحت و آرام و چین اسکو حاصل ہوتا ہے اِس حالت کا تقاضا ہے کہ شکر کرکے نعمت کو منعم کی جانب سے سمجھے اور اسی کی مرضی کے موافق صرف کرے اسکا عوض یہ ہے کہ انعام کی زیادتی ہوگی لئن شکرتم لازیدنکم کا ظہور ہوگا -

یا دوسری حالت بندے کی ہوتی ہے کہ مصائب و آلام مین گرفتار ہوتا ہے اگر ان کو اللہ کیجانب سے سمجھ کے رضا بالقضا ہوجائے اور اس کی شکایت دل سے نہ کرے اور جسم پر اسکو تحمل کرلے تو یہ صبر ہے اس کے عوض ہر طرح کی راحتین اور اجر آخرت مین ہے یہان تک کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب اہل مصائب اور اصحاب ابتلا کو قیامت مین تقسیم اجر ہوگا تو اُسوقت وہ لوگ جن کو دنیا وی آلام و مصائب نہین پہونچے حسرت سے تمنا کرینگے کہ کاش انکو بھی مصائب پہونچتے اُن کی کھال قینچیون سے کاٹی گئی ہوتی خدا کی حکمت ہو اور قدرت کی یہ عادت ہو کہ جب کسی کو کوئی درجہ دینا ہوتا ہے تو اُسکو ابتلا ہوتی ہے اور جتنا بڑے مرتبے کا شخص ہے اُسی قدر زیادہ اُسکی آزمائش ہوتی ہے -

آزمائش تو اسلیے ہوتی ہے کہ جو حالت کہ ظاہر نہ ہوا ور جس امر کا علم نہ ہو وہ ظاہر ہوجائے مگر اللہ کی آزمائش اسلیے نہین ہے کہ وہ بندون کا حال دریافت کرے اسواسطے کہ وہ عالم و دانا ہے بلکہ اُسکی آزمائش بندے کے مدارج بڑھانے کے لیے اور اسکو قرب کے تاج کرنے کے لیے ہو کیونکہ مراد اس ابتلا سے دنیاوی تکالیف ہین

جیسا کہ آگے اُن کی تفصیل کی گئی ہے ۔

دنیاوی مصائب مین انتہائی مصیبت موت ہی اُسکو اوپر ذکر کر چکا ہی کہ موت اگر خدا کی راہ مین آوے
تو وہ درحقیقت حیات ابدی ہے اور باعث رحمت و مغفرت کا ہے اب اُن مصائب کا ذکر کیا جاتا
ہے کہ جو اگرچہ موت سے کم مین مگر بعض وقت موت سے بھی زیادہ شاق ہو جاتے ہین موت عزیز ہو جاتی ہے
اُن مصائب کی ابتلا سے بھی قرب و تقرب مقصود ہوتا ہے ۔ اِس آیت کے مخاطب یا تو مکہ مکرمہ کے لوگ
ہین اُن کو وطن کا چھوڑنا جائداد کا اُن کے تلف ہونا اعزا و اقارب کی بے اعتنائی اور ماں باپ
بچون بالون سے جدائی یہ سب امور پیش آچکے تھے محض دین کے لیے اُنھون نے یہ مصائب برداشت
کیے تھے مگر اُن کے کمال کے لیے ابھی اور مصائب بھی باقی تھے اُن کو اسکی اطلاع دی گئی تا کہ دفعۃً
مصیبت پر مصیبت ناقابل برداشت نہ ہو جاوے پہلے سے آگاہی اُن کی ہمت کو بڑھانیوالی
ہے اور موافق پیشین گوئی کے مصائب آنے کے بعد اِس وعدہ کے واقع ہونے کی بھی قوی امید ہونے
کا یقین ہے جس کی رو سے اِن مصائب کے بعد راحت دنیاوی اور اجر اُخروی حاصل ہونے کا
یقین ہے بعض کہتے ہین کہ خطاب یہان عام صحابہؓ سے ہوا ہے کہ اُن کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس جہان
کی سرداری اور اس جہان کی سرفرازی آسانی سے ملجاے گی بلکہ اس کے لیے ہر طرح کی آزمایش
ہو گی جیسا کہ واقع ہوا ۔

بعض مصائب موت سے بھی زیادہ شاق ہوتے ہین

بعض کہتے ہین کہ خطاب عام اہل اسلام سے ہے چاہے وہ مکہ کے لوگ ہون یا صحابہ ہون یا قیامت
تک جو اُمت محمدی ہوئی اور ہوتی رہے گی ۔ اللہ کی عادت ہی اور اکثر جگہ اس کی اطلاع دی گئی
ہے جیسے فرماتا ہے

**وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابوا وما استکانوا و اللہ
یحب الصابرین یا فرمایا الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد
فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین** غرضکہ جب
ترقی ہو گی تو اس کے قبل آزمایش بھی ضرور ہو جاوے گی اس جگہ خوف سے مُراد خوف عدو ہے
اور جوع سے مراد قحط ہے کہ قحط سے بھوک کا ہونا لازم آتا ہے اور اموال کا تلف ہونا اور جانون کا
ضایع ہونا مقابلہ و مقاتلہ سے ہو گا اور خصوصیت سے پھلون کا ضایع ہونا قتال و جدال سے ہوتا ہی
اسکی تخصیص اگرچہ اموال مین ثمرات بھی داخل ہین اسوجہ سے ہی کہ ثمرات کبھی غیر مملوک بھی ہوتے
ہین اور غیر مملوک پر مال کا استعمال کم ہوتا ہے ۔ امام شافعی خوف سے خوف خدا اور جوع سے صوم رمضان

خطاب عام اہل اسلام کو ہے

مراد لیتے ہین اور اموال کے تلف ہونے سے فرضیت زکوۃ کا ایما، اور اشارہ لیتے ہین اور ہلاکت نفس،
سے مرض اور ثمرات کے نقصان سے موت اولاد مُراد لیتے ہین بعض نے اس مراد پر اعتراض
کیا ہے اور بعض نے اسکا جواب بھی دیا ہے مگر احتمال موت بعید ہونے مین شک نہین ہے
قریب احتمال وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔

وبشر الصابرین جب اس امر کو ظاہر فرما چکا کہ ضروری ہے کہ مصائب پہونچین گے تو پھر ارشاد
ہوتا ہے کہ صبر کرنے والون کو خوشخبری دو یہ خوشخبری کس امر کی ہے یہ ظاہر نہین کیا گیا ہے اس سے
ہر طرح کی خوشخبری مراد لی جا سکتی ہے اور اس سے مقابل کا حال بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ بشارت
صابرین کے لیے ہے اور نذارت اور ڈرانا جزع و فزع کرنے والون کے لیے ہے۔

صبر روکنا طبیعت کا کسی ایسے امر پر جو شاق ہو کبھی طاعت پر کاربند ہونے کے لیے مستعمل ہوتا ہے
کبھی معاصی سے محفوظ رہنے پر بولا جاتا ہے اور عموماً مکارہ اور تکالیف پر برداشت و تحمل کرنے کو صبر
کہتے ہین اور اسجگہ مراد آخر ہے اسواسطے کہ صبر علے الطاعۃ یا صبر عن المعاصی مصیبت پر نہین ہوتا ہے
اس جگہ یہ بات جان لینے کی ہے کہ صبر علی الطاعۃ اور صبر عن المعاصی کا درجہ صبر علی البلا سے بڑھا
ہوا ہے اسی وجہ سے صبر ایوبؑ سے صبر یوسفؑ و صبر نوحؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ و محمدی بڑھا ہوا ہے اسواسطے
کہ بلایا و مصائب اکثر غیر اختیاری ہین اپر صبر لاچاری سے بھی ہوتا ہے بخلاف صبر طاعت پر اور
معاصی سے اختیاری ہے باوجود اس کے اس آیت مین مقصود وہی صبر ہے جو مصائب پر ہو اسپر
صبر کرنا خصوصاً ان الفاظ کو جو آگے مذکور ہوئے ہین مصیبت کے وقت پر دل سے و زبان سے کہنا
اعلے مرتبہ ہے۔

الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ صفت صابرین کی ہے حدیث
شریف مین ہے کہ صبر اول صدمے پر ہوتا ہے ظاہر ہے کہ مدت گذرنے سے تو صبر ہو ہی جایا کرتا ہی
جب مصیبت ہوتی ہے مگر دل سے کہتے ہین اور زبان سے اقرار کرتے ہین کہ ہم اللہ کی ملک
ہین اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے تو دل کو بہت اطمینان ہوتا ہے زبان سے بیہودہ باتین
نہین نکلتی ہین اور اجر ملتا ہے اسواسطے کہ جب یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ کی ملک ہین تو دل
کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ اپنی ملک مین جو چاہے کرے وہ مالک ہے یہان تک نوبت رضا بالقضا
کی ہو جاتی ہے کہ مصیبت پر حمد کرتا ہے حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب کسی مومن بندہ کی اولاد
کی روح قبض کرکے فرشتہ واپس ہوتا ہے تو خدا دریافت کرتا ہے کہ اُس نے کیا کہا فرشتہ عرض کرتا ہے

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ

یقینا صفا و مروہ اللہ کی نشانیون سے ہین تو جو حج بیت اللہ کرے یا عمرہ لائے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ○

اسپر کچھ نازیبا نہین ہے کہ وہ ان دونون کے درمیان پھرے اور جو شخص کوئی بہتر کام کرے تو اللہ اسکی جزا دینے والا ہے اور سب اچھی طرح جانتا ہے

(تفسیر بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۸) کہ وہ بندہ حمد کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ اسکے لیے جنت مین ایک گھر بناؤ اور اسکا نام بیت الحمد رکھو اور جب الیہ راجعون کا اقرار و یقین ہوتا ہے تو دنیا کی کسی شے کے ساتھ دل مانوس نہین ہوتا ہے اور کسی شے کو اپنا تصور نہین کرتا ہے دنیا کی مصیبت اسی لفظ اپنے سے ہے ورنہ برابر مال و اولاد و اسباب لوگون کے ضایع ہوتے رہتے ہین کوئی صدمہ نہین ہوتا مگر جب اپنا مال اپنا اسباب اپنی اولاد تلف ہوتی ہے تو اُسوقت افسوس ہوتا ہے حضرت سعید بن مسیب کہتے ہین کہ یہ جملہ خصوصیات سے اس امت کے ہے ورنہ حضرت یعقوب یا اسفا علی یوسف نہ کہتے بلکہ یہی جملہ کہتے حدیث شریف مین ہے کہ جب کسی کو کوئی مصیبت پہونچتی ہے اور وہ اس جملہ کو کہتا ہے اور اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا واخلفنا خیرا منھا کہتا ہے تو اللہ بہتر شے عطا کرتا ہے چنانچہ حضرت ام سلمہ نے ایسا ہی کیا تو ابو سلمہ سے بہتر اللہ نے زوج اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمایا اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون صلوات جمع صلوٰۃ کی ہے اللہ کیطرف سے صلوٰۃ جو ہوتی ہے اسکے معنے رحمت کے ہین مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والون پر رحمت نازل کرتا ہے دنیوی دینی دونون نعمتین دیتا ہے اور رحمت پر رحمت عطا فرماتا ہے حضرت عمر فرماتے ہین کہ یہ صلوات و رحمت بہترین عوض ہین اور علاوہ اسکے مھتدون کا وصف ہے کہ وہ لوگ ہدایت پائے ہوئے ہین خواہ مراد اُس صبر کی ہدایت ہے یا راہ جنت ہے یا رضامندی الٰہی کی راہ اور اسلام کی راہ بہرحال مصیبت سے بڑی مصیبت اولاد کی ہے خدا زندگی مین ان کو عدو و فتنہ فرماتا ہے اور موت کے بعد وہ صلوات و رحمت ہو جاتے ہین مگر یہ انھین کے لیے ہے جو صبر کرتے ہین اور جزع و فزع نہین کرتے ہین واللہ اعلم۔

مسلمان اُسوقت تک اطمینان سے حج نہین کرسکے جب تک مکہ شریف پر قبضہ نہین ہوگیا اور قبضہ اُسی وقت ہوا جب لڑائیان ہوئین اور مسلمانون نے کفار پر فتح حاصل کی اور لڑائیان بعد تحویل قبلہ کے ہوئین اسواسطے کہ یہود و مشرکین مکہ کی عداوت تحویل قبلہ کے بعد سے ظاہر ہوئی اس جگہ پہلے تحویل قبلہ کا حکم ہوا پھر اُن تعلقات کا ذکر ہوا جو درمیان مسلمانون اور غیر مسلمون کے اس تحویل قبلہ کے باعث کشیدہ ہوگئے پھر قتال مین جو لوگ شہید ہوئے اُن کی حیات ابدی کا مذکور ہوا پھر وہ ابتلا مین جو پیش خیمہ فتح و ظفر کی تھین

اُن کی اطلاع دی گئی پھر صبر کا حکم ہوا اور جزای صابرین بتائی گئی جس کے بعد فتح کا حصول یقینی تھا اس کے بعد حج کے احکام بتائے گئے تاکہ جسطرح اُمت کی ظاہری حرکت ہو اسی طرح اُسکے روبرو احکام بھی پیش ہون یہ بھی کہا جاتا ہی کہ صبر کا حکم ہوا وہ گویا تمہید تھی حج کے احکام کے ذکر کی جانے کی اسواسطے کہ سفر حج مین بہت کچھ صبر و تحمل کی ضرورت ہی -

یہ بھی کہا جاتا ہی کہ غزوات اور اسکے اثرات مذکور ہوئے اور نظر شرع مین غزوہ و حج کو مناسبت ہے اسوجہ سے اجر مین دونون کے مساوات ہی اس جگہ بعد غزوہ کے ذکر کے حج کا ذکر مناسب تھا اُسکا ذکر کیا گیا یہ بھی احتمال ہے کہ تحویل قبلہ وغیرہ کے اعتراضات غیر مسلمون کے ذکر کیے گئے تھے تو اسکے بعد اس اعتراض کا ذکر ہوا کہ جو مسلم جماعت کے دل مین بھی آتا تھا کیونکہ شان نزول مین اسکے مروی ہوا ہے کہ انصار سعی صفا و مروہ کو ناپسند کرتے تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ کوہ صفا پر ایک بت مرد کی شکل کا بنا ہوا تھا اور اُسکو اساف کہتے تھے اور مروہ پر ایک بت عورت کی شکل کا بنا ہوا تھا اُسکو نائلہ کہتے تھے بت پرست ان دونون کی پرستش کرتے تھے اور اہل کتاب کہتے تھے کہ یہ دونون آدمی تھے مسخ ہو گئے یا یہ دونون مرگئے اُن کی بدافعالی کی یادگار مین اُسوقت ان کی صورتین بنادی گئین وہ کہتے تھے کہ اساف و نائلہ نے خانہ کعبہ مین بدکاری کی تھی اُس کا وبال نہ پڑا یہود کی صحبت کی وجہ سے انصار بھی اسی کے قائل تھے اُن کے دلمین نفرت ان دونون سے بیٹھی ہوئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کو سعی صفا و مروہ ناگوار ہوئی صفا لغت مین ایسے پتھر کو کہتے ہین جو بالکل شفاف ہو اور اُسپر گرد غبار نہ ہو چکنا ہو - مروہ کہتے ہین سفید و نرم پتھر کو مگر اَلصَّفَا وَ الْمَرْوَۃَ سے مخصوص دو پہاڑ مراد ہین صفا جبل بو قبیس کی نشیب سے متصل ہے اور مروہ جبل قینقیعان کے روبرو مثل ناک کے نکلا ہوا ہی اب اُسپر آبادی ہو گئی ہے اور تھوڑا تھوڑا حصہ سیڑھیون کے طور پر بنا دیا گیا ہے جس کے درمیان سعی ہوتی ہے اسکی سعی کے متعلق ارشاد ہوا الصفا و مروہ اللہ کے شعائر سے ہین شعائر جمع شعیرہ کی ہے اور شعیرہ کے معنی علامت کے ہین مراد اس لفظ شعائر اللہ سے یا متعبدات کے علامات ہین یا دین کے اظہار کے مواقع اور مواضع ہین خصوصًا جہان دین کی بات قایم کی جاتی ہے یا علامت دین کی ہے اُن مین سے مناسک حج ہین قربانی ہے دیگر احکام اسلامیہ ہین یہان ارشاد ہوتا ہے کہ سعی صفا و مروہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ صفا و مروہ اُن مواضع سے ہین جہان دین کے احکام قایم کیے گئے یا جہان سے دینداری ظاہر ہوئی حضرت ہاجرہ کی صبر و تحمل کی یادگار ہے اور اللہ کے انعام کے موارد و مواقع سے ہے لہذا ان کی سعی کرنا چاہیے اور اسمین کوئی باک نہ ہو سعی صفا و مروہ کی کرنا حج و عمرہ

بیان صفا و مروہ



... ہے مگر اس آیت مین چونکہ لفظ
لا جناح ... کے معنی کچھ حرج نہین ہے یا کوئی میل برائی و بت پرستی کی جانب نہین ہے
وارد ہوا ہے اسلیے ائمہ مین اس کے حکم مین اختلاف ہو گیا ہے ابن عباس و ابن الزبیر کے قول کے
موافق امام احمد حنبل کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سعی صفا و مروہ کی سنت ہے اور اس
آیت سے اسکے سنت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے کہ نفی حرج کی مستلزم لزوم کو نہین ہے اور حضرت
امام احمد حنبل کی اس روایت کی تائید قراۃ ابن مسعود و ابی بن کعب کی کرتی ہے اسواسطے کہ انکی
قراۃ ہے

أن لا يطوف بهما مگر یہ قراۃ شاذ ہے مخالف ثقاۃ کے ہے یہانتک کہ حضرت عایشہ اس قراۃ
کی نفی کرتی ہین اور کہتی ہین کہ اگر اختیار دینا مقصود ہوتا تو بجاے أن يطوف کے أن لا يطوف
نازل ہوتا حالانکہ ایسا نازل نہین ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرات غیر معروف درمیان صحابہ کے
تھی اور اسکی روایت معتبر نہین ہے اس سے استدلال درست نہین ہے اب قرات مشہور و معروف
کی بنا پر عدم حرج جس طرح سنت کو شامل ہے اسی طرح لزوم کو خواہ بطور رکنیت کے ہو یا وجوب کے
ہو اسکو شامل ہے امام مالک اور امام شافعی سعی کو رکن کہتے ہین کہ بدون اسکے حج و عمرہ ہو ہی نہین
سکتا ہے ان کی دلیل حدیث ہے کہ ارشاد ہوا ہے ان الله اوجب عليكم السعي فاسعوا
اللہ نے تمپر سعی کو واجب کیا ہے اسواسطے تم سعی کرو

امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ رکنیت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے آیت قرآنی محتمل ہے اور حدیث
آحاد سے ہے جو مستلزم قطعیت کو نہین ہے لہذا نہ تو سنت ہے کہ جسمین لزوم نہ ہو نہ ایسا لزوم ہے جسمین
رکنیت ثابت ہو سکے واجب ہے جس کی ادائی ضروری ہے اور جبر نقصان ہو سکتا ہے اگر کوئی چھوڑ دے
تو دم لازم آتا ہے عمرہ تمام عمر مین واجب ہے اسمین سعی صفا و مروہ کی ضروری ہے اور حج بھی تمام عمر مین
واجب و فرض ہے اگر دونون ایک ہی سفر مین ادا کیے جاوین مگر ایک احرام سے نہ ادا ہون بلکہ شہر
حرم مین شوال و ذیقعدہ و ذی الحجہ مین عمرہ ادا کیا جائے پھر احرام کھول کے حج کے وقت مین حج ادا
کیا جائے تو یہ تمتع ہے ورنہ افراد ہے اگر صرف حج کی ادائی کی نیت ہو چونکہ آنحضرت کے حج وداع
مین اختلاف ہو گیا ہے آپکے ساتھ قربانی اور ہدی تھی اور ایسی حالت مین تمتع کرنے والا بھی احرام
کھول نہین سکتا ہے اور آنحضرت نے نہین کھولا تو آپ کے احرام مین تینون احتمال ہے اور ہر احتمال
کی جانب ایک جماعت گئی ہے اسی وجہ سے فضلیت مین اختلاف ہو گیا ہے امام ابو حنیفہ قران کو

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ

جو لوگ کہ چھپاتے ہین اُسکو جس کو ہمنے بینات و ہدیٰ سے نازل کیا ہے

مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ

بعد اسکے کہ ہم نے اسکو ظاہر کیا لوگون کے لیے کتاب مین اُنھین اللہ لعنت

يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ۝

کرتا ہے اور اُنھین کو لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہین۔

(بقیہ صفحہ) امام مالک تمتع کو امام شافعی افراد کو سنت اور افضل کہتے ہین عمرہ مین احرام باندھا جاتا ہی سعی صفا و مروہ کی درمیان ہوتی ہے طواف کعبہ کیا جاتا ہے اُسکے بعد سر منڈایا جاتا ہی عمرہ تمام ہو جاتا ہے باہر والے میقات سے احرام باندھتے ہین اور حرم والے باہر سے حرم کے احرام باندہ کے حرم کے اندر آکے طواف وسعی کرکے سر منڈا کے احرام کھولتے ہین باقی مسائل حج کے آگے انشاء اللہ مذکور ہون گے پھر ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا تطوع کے معنی انقیاد اور نفل ادا کرنیکے ہین خیرًا یا مفعول مطلق کا وصف ہے یا مفعول ہے معنی یہ ہوے کہ جو کوئی خیر کرے یا اپنی طرف سے بلا فرض کے عمل خیر کرے یا نفل حج خواہ عمرہ لائے تو اللہ اُسکی جزا دینے والا ہے اور اچھی طرح واقف ہی نیت سے آگاہ ہے شاکر جزاے عمل دینے والا علیم پوری طرح سے آگاہ کو کہتے ہین واللہ اعلم۔

اُوپر ایسے امور ذکر کیے گئے جو بطور علامات کے کتب سابقہ اور انبیای بنی اسرائیل سے معلوم ہو چکے تھے اور جن کے باعث نبی آخر الزمان کی شناخت اچھی طرح ہو سکتی تھی چنانچہ ظاہر کر دیا گیا کہ یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح جانتے ہین جس طرح اپنی اولاد کو اور وہ وجوہ جو آنحضرت کی شناخت کے تھے ان کا تذکرہ ہوگیا تو اب بطور خاتمہ کے ان لوگون کا ذکر بھی کر دیا گیا جو باوجود جان لینے کے منکر و مخالف تھے ارشاد ہوا کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ کتم و کتمان کے ایک ہی معنی ہین کہ ظاہر نہ کرنا اسکو جس کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہو اور علت ظاہر کرنے کی موجود ہو خواہ اسطرح کہ وہ شئے پوشیدہ کر دیجاوے یا اسطرح کہ اُسکی جگہ پر دوسری بات ظاہر کی جاوے یہ دونوں صورتین کتمان مین داخل ہین اور ان دونون کا ارتکاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل یہود نے کیا ہے اسی وجہ سے بعض مفسرین اس آیت کا مورد

و مصداق یہود ہی کو مراد لیتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شان نزول اس آیت
کا یہ ہے کہ معاذ بن جبل اور سعد بن معاذ اور خارجہ بن زید رضوان اللہ علیہم نے بعض احبار یہود سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف اور آیت رجم وغیرہ کے متعلق سوال کیا تو انھون نے اسکو چھپایا
اور دوسری باتین کرنے لگے بعض کہتے ہین احبار یہود و نصاریٰ ہین مخصوص یہود نہین ہین بلکہ نصاریٰ
بھی یہی حرکت کرتے تھے بعض کی رائے ہے کہ یہ حکم کسی مخصوص گروہ کے لیے نہین ہے بلکہ ہر شخص کو
کہ جو احکام خداوندی کو اور حق کو پوشیدہ کرے اس کے لیے ہے اگرچہ نازل ہونے کے وقت
اس جماعت مین خواہ صرف یہود ہون یا نصاریٰ ہون اس قول کی تائید حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ کی حدیث کرتی ہے جسمین آپ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک آیت قرآن شریف کی
نہ ہوتی تو مین بہت احادیث نہ بیان کرتا اُس وقت اسی آیت کو آپ نے تلاوت کیا اس سے
معلوم ہوا کہ مراد اس سے عام ہے کوئی فرقہ خاص نہین ہے ہر مکلف کو لازم ہے کہ جب حق
ظاہر ہو جاوے اور خدا کا حکم معلوم ہو جاوے تو اسکو ظاہر کرے پوشیدہ نہ رکھے البتہ جب تک
تحقیق کرتا ہو یا اسکو اشتباہ ہو تو ظاہر کرنا لازم نہین ہے اسی وجہ سے ارشاد ہوتا ہے
مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى جو ہم نے بینات سے اور ہدایت سے نازل کیا ہے
اسکو چھپاتے ہین اَلْبَيِّنٰتِ کی تفسیر واضحات سے کی گئی ہے وہ دلائل کہ جو وضاحت
سے مفید مطلب ہوتے ہین وہ نازل کر دیے گئے اُن مین سے حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ
کے ارشادات تھے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ظاہر ہوتی تھی
اَلْهُدٰى کا اس پر عطف ہے اس سے مراد وہ امور ہین جن سے صحیح راہ معلوم ہو جاوے
اُن مین سے وہ ہین کہ جن سے آنحضرت کے کلام کی تصدیق ہوتی ہو اور آپکے اتباع کے اوپر
تحریض کرتے ہون اور آپ پر ایمان لانے کا باعث ہون جو حقیقی راہ نجات کی ہے بعض
لوگون نے اَلْبَيِّنٰتِ سے مراد دلائل نقلیہ لیے ہین اور اَلْهُدٰى سے دلائل عقلیہ
لیے ہین بعض نے اَلْبَيِّنٰتِ سے وہ آیات کہ جو صریحی طور پر نازل ہوے ہین مراد لیے
ہین اور اَلْهُدٰى سے وہ فوائد جو ان آیات سے منکشف ہوتے ہین مراد لیے ہین بعض
نے عطف تفسیری لیا ہے اور دونون کو ایک ہی شے مراد لی ہے کیونکہ جو واضح طور پر دلالت
کرتا ہے وہ ہدایت کا بھی باعث ہوتا ہے مگر بہتر وہی ہے جو پہلے ہم نے ذکر کیا واللہ اعلم اس کے بعد
ارشاد ہوتا ہے کہ۔

بیان البینات

تفسیر البینات

مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ بعد اسکے کہ جس کو ہم نے لوگون کے لیے کتاب مین ظاہر کردیا تھا للناس بھی بینا کا متعلق ہے اور فِی الۡکِتٰبِ بھی اس طرح ایک فعل کے چند متعلق ہوسکتے ہین خصوصًا جبکہ حروف داخلہ اُن الفاظ کے مختلف المعانی ہون جیسے اس جگہ لام کے دوسرے معانی ہین اور فی کے دوسرے معنی ہین بعض نے اسکو روا نہ کرکے ایک حرف جر کو حال محذوف کے متعلق ماناہے مگر اس کی ضرورت نہین ہے مُراد اَلنَّاس سے جملہ مکلفین مخاطبین ہین اور اَلۡکِتٰب سے جنس کتاب مراد ہے اس صورت مین تورات وانجیل وغیرہ سب داخل ہین بعض نے اَلۡکِتٰب سے صرف تورات مراد لی ہے جیساکہ عمومًا الکتاب سے تورات مراد ہوتی ہے بعض نے تورات وانجیل دونون کے مجموعے کو مراد لیا ہے بعض قرآن کو مراد لیتے ہین اور الناس سے مراد امت محمدی کو لیتے ہین مگر عموم مراد لینا الفاظ سے زیادہ مناسب ہے اب ایسے مجرمون کی جزا ارشاد فرماتا ہے کہ وہی لعنت کی مستحق ہین۔

اور الناس

اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ انھین پر اللہ لعنت کرتا ہے لعنت کے معنی یہ ہین کہ رحمت سے دور کرتا ہے یہان اسم اللہ کا اظہار کیا گیا ہے اسواسطے کہ لعنت متعلق اسماے جلالی کے ہے اور جہات اور قدرت پر دلالت کرتی ہے اور جو کچھ اوصاف بَیَّنّٰا سے ظاہر ہوے تھے وہ جمالی تھے اُن سے تعلق لعنت کا نہ تھا اسواسطے اسم اللہ ذکر کیا گیا جو جامع تمام مراتب اسماء جلالیہ وجمالیہ کا ہے ظاہر ہے کہ جب وہ لوگ اللہ کیطرف سے لعنت کی مستحق ہوے تو

یَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ بھی ان کے لیے ثابت ہوگیا جتنے لعنت کرنے والے ہین اُن سبھون نے انپر لعنت کرنا شروع کردی اِس جگہ فعل کو بھی مکرر لایا ہے اسواسطے کہ اللہ کی لعنت تو رحمت سے دور کرنا ہے اور مخلوق کی لعنت اللہ سے دعا کرنا ہے کہ رحمت سے دور کردے دونون کے معنون مین تفاوت ہے اور دونون معنی ایک لفظ سے لینا بجز عموم مجاز کے مناسب نہین ہے اسواسطے تکرار اچھی ہوئی۔ اب وہ جوکہ لاعنون کے مصداق ہین ان کے تعین مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین جیساکہ مجاہد سے مروی ہے کہ بہائم وجانور کیڑے مکوڑے سب جاندار دعا کرتے ہین کہ اے اللہ لعنت کر بنی آدم کے بدکارون پر جن کی شومی قسمت سے ہم کو قحط اور آفات پہونچتے ہین ؛

(نین)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مراد اِس سے اہل سلام ہین اُن کی لعنت اگر غیر مستحق پر

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ

مگر وہ لوگ جنھون نے توبہ اور اصلاح کی اور بیان کیا تو وہی ہین جن کی توبہ مین نے قبول کی

عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اور مین بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہون ۔

تفسیر متعلقہ صـ۳۴ ہوتی ہے تو وہ سب یہود و نصاریٰ کیلیے کردیجاتی ہے گویا یہ تتمہ ان کی سزا کا ہے
نہ کہ وبال اہل اسلام اُنپر ڈالا جاتا ہے بعض تمام انسانون کو مراد لیتے ہین یہان تک کہ کفار
کے بارے مین کہتے ہین کہ اگر وہ ظالم پر یا کافر پر لعنت کرتا ہے تو در حقیقت اپنے ہی اوپر
کرتا ہے اسواسطے کہ خود ہی ظالم اور خود ہی کافر ہے۔ بعض جن و انس کو مراد لیتے ہین بعض
ملائکہ کو بھی شامل کرتے ہین بلکہ عام عباد اللہ مراد لیتے ہین مگر بلحاظ لفظ کے لاعن ہر اُس شخص
کو کہتے ہین کہ جس نے کسی پر لعنت کی ہو یا کسی سے لعنت کرنا پایا جاسکے اسلیے محققین کہتے ہین
کہ مراد اُس سے وہی ہے جو لعنت کرنے والا ہے اور جس سے لعنت کرنا پایا گیا کوئی ہو اور الف
لام استغراق کا ہے مگر استغراق عرفی ہے لہذا وہ اعتراض ہی نہین پڑتا ہے جس کے جواب
دینے کی غرض سے مذکورۂ بالا تاویلات کی جاتی ہین وہ یہ کہ ہر لعنت کرنے والا ایسا نہین
ہے کہ وہ یہود پر لعنت کرے ظاہر ہے کہ استغراق عرفی برابر مستعمل ہے اور اُس سے استغراق عقلی
لینا ضروری نہین ہے کہا جاتا ہے جاءت الصاغۃ تمام سُنار آئے مُراد اُس سے اکثر ہوتے ہین
تمام بلد یا دنیا کے سُنار مُراد نہین ہوتے ہین اگرچہ الصاغۃ پر الف لام استغراق کا ہے مگر استغراق
عرفی ہے ویسا ہی یہان پر بھی ہے واللہ اعلم۔

اوپر کی آیت مین چونکہ اُن لوگون کا ذکر ہوا جو مرتکب کتمان حق کی معصیت کے ہوے
انمین بعض وہ بھی تھے کہ بعد کو منفعل ہوے اُن کی حالت کا ذکر کیا گیا اس ضمن مین تحریض توبہ
کی ہوئی اور جب بتایا گیا کہ اس معصیت کے مرتکب پر اللہ کی لعنت ہے تو وجہ مغفرت سے بعید
ہوگیا اسکا چارہ کار کیا رہ گیا اسکو مایوس ہوجانا پڑے گا اُسکا چارہ کار بتایا گیا اور ظاہر کردیا
گیا کہ گو یہ گناہ اتنا بڑا ہے کہ اللہ کی رحمت سے دور کردیتا ہے پھر بھی در توبہ باز ہے اور اللہ
کا رحم اُس سے بھی زیادہ ہے اُن ملعونون کو بھی اگر توبہ میسر آجاوے تو وہ بھی نجات پاجاوین
وہ لعنت سے مستثنیٰ ہوجاتا ہے یا اِلّا لیکن کے معنی مین ہے یہ جو شبہہ ہوتا ہے کہ حق پوشیدہ کرنے پر

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ

یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اسی حالت مین مر گئے تو وہی ہین جنپر اللہ کی

لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۱﴾

لعنت ہے اور ملائکہ اور لوگون کی سب کی

خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

ہمیشہ اس مین وہ رہین گے ان سے عذاب کم نہ ہوگا

وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۱۶۲﴾

نہ اُنپر نظر کی جائے گی

(بقیہ تفسیر ۱۶۰) جب لعنت ہو گی تو چاہے تائب ہو یا غیر تائب دونون ملعون ہین تو خدا اُس سے استدراک فرماتا ہے کہ وہ ملعون نہین ہین اُنھون نے توبہ کی ہے اور جس شے کو بگاڑا تھا اُن کی حق پوشی سے جو نقصان پہونچا تھا اُس کو اُنھون نے درست کیا اور اس نقصان کا تدارک کر دیا صرف توبہ زبانی یا دل سے توبہ کر کے تدارک مافات نہ کیا بلکہ تدارک مافات کیا اور اس حق پوشی کو یا حق کو ظاہر کر دیا جو اعلیٰ درجہ توبہ کا ہے تو ایسون کی توبہ قبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہین بلکہ اللہ فرماتا ہے کہ مین اُن کی توبہ قبول کرون گا اللہ کا وعدہ حق خصوصاً توبہ قبول کرنے کا کہ اس کے اوصاف اُس کے مقتضی ہین وہ یہ کہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے ۞

جب توبہ کرنیوالون کا حال بھی بتا یا گیا کہ وہ نجات پاجاوینگے تو پھر انکا حال بتایا گیا جو یقیناً مستحق لعنت ہین بلکہ جنپر لعنت سزاوار ہو گئی ہے اسی مین تحریض ان لوگون کی بھی ہے کہ جو زندہ ہین اور توبہ نہین کی ہے ان کا خیال توبہ کی جانب رجوع کیا گیا ہے قبل موت آنے کے اگر توبہ کر لین تو لعنت سے بچ جائین ورنہ لعنت دائمی لازمی ہے اعتبار خاتمہ کا ہے چاہیے کہ اُس سے قبل ہی تدارک کر لیا جاوے لیکن جب موت آجائے تو پھر کوئی تدارک کارگر نہین ہے اُس کی سزا متعین ہو گئی وہ یہ ہے کہ اللہ کی لعنت ہے اُس کے ملائکہ کی لعنت ہی اور تمام لوگون کی لعنت ہے سب کی لعنت ہر ملائکہ سے وہی مراد ہین جو دعا کرتے ہین تسبیح و تہلیل و دعا و بد دعا کا شعور رکھتے ہین اور جن کو ان باتون کا شعور نہین جیسے ملائکہ نہین تو وہ اِس استغراق سے خارج ہین ایسا ہی خود انسان سے وہ جو ملعون ہو یا بلحاظ

تاویل بالا کے کہ جب کافر ظالم پر لعنت کرتے ہین تو اپنے اوپر بھی لعنت کرتے ہین یا استغراق عرفی
ہے یا عہد ذہنی ہے اور مراد صرف امت محمدی ہے یا مراد فرد کامل ہے حاصل یہ ہے کہ اللہ اور فرشتے
اور انسان لعنت پر لعنت کرتے ہین یہ ایک قسم کا عذاب ہو جس کا اثر بتا یا گیا وہ یہ کہ وہ ہمیشہ
لعنت مین رہین گے یا ہمیشہ جہنم مین رہین گے بہرحال خلود فی النار ہوگا باوجود اس کے چونکہ ملعون
ہین رحمت سے دور ہین تخفیف عذاب بھی نہ ہوگا بلکہ ان کی معذرت بھی قبول نہ ہوگی اور اسکلمہ
ولا ھم ینظرون مین احتمال ہے کہ انظار بمعنی امہال کے ہو کہ ان کو مہلت نہین دیجاوے گی
یہان تک کہ وہ معذرت کرین اسواسطے کہ ان کی معذرت قبول ہونے کی صلاحیت نہین
رکھتی ہے یا اُن کے عذاب مین تاخیر نہ ہوگی نہ اپنر مزید غور اور نظر ثانی کی جاوے گی یا نظر
بمعنی رویت کے ہے کہ انپر نظر رحمت نہ ہوگی ۔

یہان وہ لوگ جو کتمان حق کے مرتکب ہوے ہین لفظ کفار سے تعبیر کیے گئے اسواسطے
کہ جو کتمان اسجگہ مقصود ہے وہ حد کفر تک پہونچتا ہے یا یہ گناہ ایسا قبیح ہے کہ اسکا مرتکب اُسی سزا
کا مستحق ہے جو عموماً کفار کی سزا ہے بلکہ کمال مناسبت کی وجہ سے منجملہ کفار کے ہوگیا اس سے کفار
کا عذاب دائمی مین گرفتار رہنا بدرجہ اولی ثابت ہوتا ہے ان آیتون سے علما فرضیت
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ثابت کرتے ہین اور کتمان حق کی حرمت پر استدلال لاتے ہین
بالخصوص ایسی صورت مین جبکہ کوئی اس فرض کو ادا نہ کرے سب کو گنہگار اور اُس شخص کو جو
قدرت رکھتا ہو متعین سمجھتے ہین اور اسپر فرض عین اور ترک اُسکا اور کتمان اُسکا حرام سمجھتے ہین
چونکہ کتمان کہتے ہین جب کہ ظاہر کرنے کی حاجت ہو اور محل ہو اُسوقت نہ ظاہر کرے چھپاوے
یا اُسکے بدلے دوسری شے رکھدے جیسا کہ اوپر گذرا اسی وجہ سے علما کہتے ہین کہ جس جگہ ظاہر
کرنے سے زیادہ نقصان ہو تو اسوقت ظاہر کرنا کتمان مذموم کے حکم مین نہین ہے مثلاً کوئی
شخص شراب پی رہا ہے اگر اسکو منع کیا جاوے تو اندیشہ ہے کہ وہ منع کرنے والے کو قتل
کرڈالے اور پھر شراب بھی نہ چھوٹے تو ایسے وقت حق ظاہر کرنے کی علت موجود نہین ہے بلکہ اُسکے
خلاف کی علت موجود ہے اسی طرح مجمع کفار کا ہے قوی گمان ہے کہ اگر حق ظاہر کرے گا تو فائدہ
کچھ نہین اور اندیشہ ہلاکت کا ہے تو اسوقت بھی امر بالمعروف لازم نہین ہے ہان مجمع اگر مسلمانو نکا
ہو تو اغلب یہ ہے کہ حکم خدا بتانے سے وہ متاثر ہونگے تو ایسی صورت مین حکم ظاہر کرنا بہتر ہے اور
ہلاکت کا اندیشہ نہ کرنا چاہیے بعض کے نزدیک جہان اہانت مسلم کا اندیشہ ہے یا اہانت شرع

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۶)

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے نہیں کوئی معبود مگر وہ بڑا رحم کرنے والا ہے اور نہایت مہربان ہے

بقیہ تفسیر صفحہ کا ہے اور اسکا تدارک ممکن نہیں امر بالمعروف و اظہار حق سے گریز کرے ؂

اس آیت سے و نیز دیگر آیات سے بعض اہل سنت جواز لعنت اہل سلام ثابت کرتے ہین بلکہ وجوب لعنت بعض کا قول ہے لیکن ظاہر امر یہ ہے کہ لعنت کسی فعل پر یا مطلق فاعل پر بدون تعین امر دوسرا ہے اور معین کرکے لعنت بھیجنا امر آخر ہے ان آیات سے مرتکب افعال پر لعنت کا صرف جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ وجوب خصوصاً ان لوگون پر لعنت کرنا جن کے کفر کی اور کتمان حق کی حالت قطعی نہیں ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت کا کسی معتبر پر لعنت بھیجنا ایسا نہیں ہے جسپر قیاس دوسرے کا کیا جاوے اسواسطے کہ آنحضرت نے علم قطعی ہونیکے باعث لعنت بھیجی برخلاف دوسرے کے کہ اسکو علم قطعی نہیں با وجود اسکے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کبھی دعا اور لعنت کی ممانعت ہوگئی۔ واللہ اعلم

اس کا عطف اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ پر ہے اور اس آیت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور توصیف کے متعلق چھپانے والون کا حال ہے اس آیت مین اللہ جلشانہ کی الوہیت اور اوصاف کا ذکر ہے عطف قصہ کا قصہ پر ہے اوپر کی آیت مین ان لوگون کا ذکر ہے جو کتمان حق کرتے ہین ان کی بدحالت بیان کی گئی ہے انتہاے خرابی جو ہو سکتی ہے وہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ لعنت کے مستحق ہین اور ہمیشہ رحمت سے دور رہین گے۔ اس آیت مین الوہیت اور صفات الٰہیہ کے ضمن مین رحمت کاملہ کا اظہار کردیا گیا ہے یہی قرآن شریف کے اندر طرز تفہیم رکھا گیا ہے نہ تو کہین مایوس تمام کردیا گیا ہے کہ پھر تدارک مافات سے فکر بے سود ہو جاوے نہ اسقدر کہین امید دلائی گئی ہے کہ پھر گناہ کرکے رجوع کی پرواہ ہی نہ ہے بلکہ بین بین حالت رکھی گئی ہے اگر تخویف ہے تو تشویق بھی ہے اگر ترغیب ہے تو ترہیب بھی ہے جہان عذاب کی آیت نازل ہوئی ہے وہان رحمت کی بھی آیت موجود ہے اس جگہ اسی اسلوب کو ملحوظ رکھا گیا ہے انتہاے تخویف لعنت دائمی کا ذکر کیا گیا انتہاے تشویق رحمت کاملہ کا مذکور ہوا تاکہ نہ دلیری ہو نہ مایوسی ہو اگر لعنت کا خوف ہو تو رحمت کا شوق بھی فوراً ہی ہو جاوے اس آیت کا شان نزول تو یہ ہے کہ عرب مین خصوصاً کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت بنا رکھے گئے تھے تو جب ان سب سے بیزاری مسلمانون

نے ظاہر کی تو کفار و مشرکین نے اُن سب سے دریافت کیا کہ ان کے علاوہ کون تمھارا معبود
ہے اُسکا جواب دیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی لیکن اس سوال کا یہان موقعہ اسوجہ
سے پیش آیا کہ کفار کے اعمال بد اور کتمان حق کی سزا مین اللہ کی لعنت کا ذکر ہوا تو اُنکی
توجہ خدا کی جانب ہوئی اور انھون نے کہا کہ اے محمدا اپنے معبود کی تو حالت بیان کرو جس
کے غضب و عذاب و لعنت سے ہم کو ڈراتے ہو اُن کے خیال مین یہ آسکتا تھا کہ یہ محمد
کے خدا کا برتاو ہمارے ساتھ ہو گر ہمارے معبود ہمپر نہ عذاب کرین نہ لعنت بلکہ محمد صلے اللہ علیہ
علیہ سلم کے خدا سے ہمکو بچالین تو اس کا جواب بھی دیا گیا اور ان کا اشتباہ رفع کر دیا گیا فرمادیا
گیا کہ تمھارا جو اللہ و معبود ہے وہی ایک معبود ہے کچھ علحدہ علحدہ نہین ہے اللہ کی تحقیق لفظ
اللہ کے ذکر مین بسم اللہ کی تفسیر مین گذر چکی ہے حاصل یہ ہے کہ اللہ معبود کو بھی کہتے ہین خالق
کو بھی کہتے ہین منعم کو بھی کہتے ہین اور اس شخص کو بھی کہتے ہین جس کے ذکر سے سکون ہو وہ اللہ
ہے کہ جو مستحق عبادت ہے بوجہ اپنی صفات کمالیہ و قدرت تامہ کے جبوقت لفظ الٰہ بولا جاتا
ہے تو وہ معبود حق اور معبود باطل دونون کو شامل ہوتا ہے اور جب اللہ بولا جاتا ہے تو معبود
حق ہی مراد ہوتا ہے اور وہ علم اسی ذات حقہ کا ہے جس کو واقعۃً استحقاق عبادت کا ہے
ارشاد ہوتا ہے جو اللہ تمھارا ہے وہی ایک اللہ ہے سوائے اُسکے کوئی دوسرا اللہ نہین ہے
مراد اُس سے معبود حق ہے اور مخاطب اس سے صرف وہی نہین جو سائل ہین بلکہ جو خطاب
کا سزاوار ہے وہ ہر ایک اُسکا مخاطب ہو سکتا ہے اسی وجہ سے مفسرین محققین اس خطاب کو
عام لیتے ہین بعض نے مخصوص سائلین لیا ہے مگر اس کی ضرورت نہین ہے لفظ عام
ہے لہذا مقصود بھی عام ہی لینا چاہیئے ؛

اس جگہ یہ ہو سکتا تھا کہ شبہہ ہو کہ جو خدا انکا ہے وہ ایک ہو بعض حیثیتون سے مثلاً الٰہ حق
ایک اور دوسرے معبود بھی ہون تو اسکی نفی کر دی گئی ارشاد ہوا لا الٰہ الا ھو کوئی معبود
نہین موجود ہے مگر وہی معبود ہے اسکے سوائے کوئی اللہ نہین ہے اس جگہ خداوند عالم نے
اپنی وحدانیت کا اظہار فرمایا اور اُس وحدانیت کا حصر اپنے مین کیا اور اپنی جانب
ضمیر ہو ارشاد کی گئی جس سے کمال درجہ مخلوق کے فہم سے بالاتر ہونے کا اعلان کر دیا گیا
محققین کہتے ہین کہ واحد بھی اللہ کا اسم ہے اور ھو بھی اسم ہے اگرچہ صفت و ضمیر ہونا
اسکا ظاہر ہے اسکو مختصراً یون سمجھنا چاہیئے کہ جب کہا جاتا ہے کہ فلان شے واحد ہے

تو اُس کا مصداق مشترک ہوتا ہی دوسرون کے ساتھ بلحاظ واحدیت کے اور مختلف بالماہیتہ ہوتا ہی
دوسرون سے اور یہ دونون اعتبار کبھی ایک دوسرے سے علحدہ اعتبار کیے جاتے ہین۔ مثلاً
کہا جاتا ہے کہ یہ ایک پھول ہے تو ایک ہونے مین دوسری وہ اشیا جن کے اوپر ایک ہونا
ثابت ہوتا ہے یہ مشترک ہے اور مخصوص پھول کی ماہیت مین دوسری ماہیات سے اِس کو
امتیاز ہے اور یہ مختلف الماہیتہ ہے اسکو ممکن ہے کہ صرف واحدیت کے اعتبار سے تعقل
کرین اور اِسکی ماہیت کا اعتبار نہ کرین اور ممکن ہے کہ ماہیتہ کا اُسکے تعقل کرین اور وحدت
کے اشتراک کا تعقل اُس سے علحدہ کرلین تو اس صورت مین واحد اس ماہیت کی صفت
ہوگی اور پہلی صورت مین وہ صفت نہ ہوگا تو وہ اسم ہوگا اس اعتبار سے یہان ماہیت کا تعقل نہین
ہے لہذا صفت نہین ہوسکتا ہی بلکہ اسم ہی مگر اسجگہ تحقیق اعتقاد کی غرض سے ضروری ہے کہ
چند امور مختصراً ذکر کیے جاوین اگرچہ ایسا نہین ہے کہ ان کے بیان کرنے کے بدون اس آیت
کی تفسیر نہ ہوسکے تفسیر ظاہر ہے مگر تحقیق دوسری شے ہے اس جگہ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ وحدت
خدا کی عین ذات ہے یا زائد علے الذات ہے حضرات اہل تصوف و حکما مثل دیگر صفات
کے وحدت کو عین ذات کہتے ہین اور بعض فرق اسلامیہ وحدت کو زائد علے الذات کہتے
ہین بلکہ جمہور اشاعرہ اسی کے قائل ہین جو زائد علے الذات کہتے ہین تو ان کی دلیل یہ ہی کہ الجوہر
واحد اور الجوہر جوہر مین فرق ہے حالانکہ اگر عین ذات ہو تو یہ دونون حمل یکسان ہون دوسری
دلیل یہ ہے کہ برابر کہتے ہین الجوہر واحد والعرض واحد تو اگر وحدت زائد نہ ہو تو لازم یہ آئے کہ
عرض و جوہر دونون متحد ہون حالانکہ یہ امر ظاہر ہے کہ جوہر اور ہے اور عرض اور ہے ؛
تیسری دلیل یہ ہے کہ جوہر کا تعقل ہوتا ہے حالانکہ واحد کا تعقل نہین ہوسکتا ہے۔ چوتھی دلیل
یہ ہے کہ مقابل جوہر کے عرض ہے اور مقابل واحد کے کثیر ہے مگر ان سب کا جواب یہ ہے کہ فرق
ذات اور واحد مین بلکہ جملہ صفات مین اعتباری ہے اسی وجہ سے الجوہر واحد اور الجوہر جوہر مین
فرق ہے اور اسی وجہ سے جوہر و عرض دو متباین ماہیت معلوم ہوتی ہین اور عقل جوہر کا کبھی
تعقل کرتی ہے جب اسکا اعتبار کرتی ہے اور واحد کا تعقل نہین کرتی ہے سو اسلیے کہ اسکا
اعتبار اسوقت نہین ہوتا ہے اسی طرح ذات واحد باعتبار جوہر کے مقابل عرض کے ہے اور
باعتبار وحدت کے مقابل کثرت کے ہے تو لا الاعتبار بطلان [illegible] اور [illegible] یہ ہے کہ اگر وحدت زائد
ذات پر ہو تو واحدات مین باہم اشتراک ماہیت مین ہوگا اور تعین مخصوص سے امتیاز ہوگا اس تعین کیلیے

(وحدت عین ذات ہے یا زائد)

وحدت کی ضرورت پڑے گی پھر اُس وحدت مین گفتگو کی جاوے گی اس لحاظ سے ایک وحدت کے تعین کے واسطے وحدات کثیرہ بلکہ الی غیر النہایۃ لازم آوین گے اسواسطے یہ امر درست نہین ہے کہ وحدت زائد ذات پر ہے خصوصا واحد حقیقی خداوند عالم کے لیے کہ وہان ذات ہی وحدت کا مصداق ہے اور کوئی امر زائد نہین ہے ؛

وحدت صفات ثبوتیہ سے ہے نہ سلبیہ سے

بعض لوگون نے کہا کہ وحدت صفات تنزیہیہ سے ہے یعنی سلبی ہے جسطرح عدم جہل ہے تو یہ بھی امر خلاف تحقیق ہے صحیح یہ ہے کہ وحدت صفات ثبوتیہ سے ہے نہ کہ سلبیہ سے اسواسطے کہ اگر وحدت صفات سلبیہ سے ہو تو ہم دریافت کرینگے کہ کثرت صفات ثبوتیہ سے ہے یا سلبیہ سے ہے اگر کثرت سلبی ہے تو ظاہر ہے کہ سلب السلب ثبوت کے قاعدے سے وحدت ثبوتی ہوئی جاتی ہے اور یہ خلاف مفروض ہے اور اگر ثبوتی ہے تو کثرت عبارت چند وحدات سے ہے تو کثرت کا وجود باطل ہو جاے گا اسواسطے کہ چند معدومات کے اجتماع کو کثرت کہین گے اور یہ بالبداہت باطل ہے اسواسطے صحیح یہ ہے کہ وحدت صفات ثبوتیہ سے ہے اور اُس کا مصداق عین ذات ہے ؛

شئ واحد کبھی غیر منقسم ہوتا ہے

دوسرا امر اس جگہ یہ سمجھنا چاہیے کہ شے واحد کبھی غیر منقسم ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ ایک انسان دو انسان کیجانب منقسم نہین ہوسکتا ہے اسی اعتبار سے انسان واحد ہے مگر اسکے اجزا اور العوارض ہوتے ہین اس لحاظ سے وہ کثیر ہے مگر یہ کثرت اس لحاظ سے نہین ہے جس اعتبار سے واحد ہے اسی وجہ سے محققین کہتے ہین کہ کوئی شے خالی وحدت سے نہین ہے یہان تک کہ عدد کثیرہ کو بھی وحدت کسی نہ کسی حیثیت سے عارض ہوتی ہے اس اعتبار سے کوئی موجود خالی وحدت سے نہین ہے اور وحدت اسکی عین ذات ہے نہ کہ غیر و عارض یا قایم ہے اسی وجہ سے محققین وحدت الوجود کے قائل ہین یعنی ہر موجود واحد ہے اور اسکا وجود نفس وحدت اسکی ہے یہان مخالف وحدت الوجود کہتے ہین کہ موجود منقسم ہوتا ہے طرف واحد وکثیر کے تو اگر وجود عین وحدت ہو تو لازم یہ آئے ما بہ الانقسام عین منقسم ہو جاے حالانکہ منقسم مغایر ہوتا ہے ما بہ الانقسام کے تو اسکا جواب یہ ہے کہ موجود منقسم ہوتا ہے طرف وحدت وکثرت کے باعتبار نہ باعتبار نہ موجود کے تو اسجگہ اس قسمت اعتباری مین اسی قدر لازم ہوتا ہے کہ منقسم الی الشئے مغایر بالاعتبار ہو ما بہ الانقسام کے اور یہ مغایرت مسلم ہے اس سے باعتبار ذات مغایرت ثابت نہین ہوتی اور وجود و وحدت ذاتا متحد ہین نہ کہ بالاعتبار جب یہ دونون باتین سمجھ مین آگئین تو

مسئلہ وحدت الوجود

اب ہم کہتے ہین کہ حق تعالی واجب الوجود موجود واحد ہے بمعنی اسکے کہ ذات اسکی مرکب نہین ہے مگر اس وحدت مین دیگر اشیاے عالم بھی شریک ہین اور وہ واحد ہے بمعنی اسکے کہ کوئی اسکا اس امر مین

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ
تحقیقًا آسمانون اور زمین کے بنانے مین اور رات دن
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا
کے بدلنے مین اور کشتی کے چلنے مین جو دریا مین چلتی ہے اور سب لاتی
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ
ہے ان چیزون کو جو لوگون کو نفع مند ہوتی ہین اور آتارنے مین اللہ کے آسمان سے پانی کو جس
فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ
سے زمین ویرانی کے بعد آباد ہوتی ہے اور بکھیرنے
دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ
مین ہر قسم کے جانورون کو زمین کے اندر اور پھیرنے مین ہواؤن اور بادلون کو جو زیر فرمان ہین درمیان آسمان
وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝
و زمین کے نمونے ہین عقلمند لوگون کو

(تفسیر بقیہ ۱۴) شریک نہین ہے کہ وہ واجب الوجود ہے اس وحدت کے اعتبار سے
اسی کو سزاوار ہے کہ وہ واحد ہو اُسنے دوسری جگہ اس وحدت پر دلیل قایم کی فرماتا ہے۔
لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا اگرچند معبود ہوتے آسمان و زمین مین سوائے اللہ کے
تو آسمان و زمین سب فاسد و برباد ہو جاتے۔ اور اسی وحدت پر آگے آیت دلیل لائی گئی ہے
جس کی تفسیر آگے مذکور ہو گی۔ اب یہ امر کہ اللہ کے لیے ہو علم ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ کلام انسانی مین
یا اسم مظہر ہے جیسے زید عمرو یا اسم ضمیر ہے جیسے انا انت ہو انا سب سے اعرف ہے اور انت متوسط ہے
اور ہو اخف ہے اسواسطے لفظ ہو دلالت کرتا ہے اُسکے کُنہ کے بعید از ادراک ہونے پر اور یہی شان
علم و اسم کی ہے اور تفسیر الرحمن الرحیم کی بسم اللہ کی تفسیر مین گذر چکی ہے واللہ اعلم۔
اوپر کی آیت مثل دعوی کے ہے اور یہ آیت بمنزلہ دلیل کے ہے پہلی آیت مشتمل ہے
اس حکم پر کہ خداوند عالم یکتا و بے ہمتا ہے وجوب وجود مین دوسری آیت اس حکم کی تائید کرتی ہے
شان نزول بھی اسکی اسی مضمون کو ثابت کرتی ہے۔
مروی ہے کہ جب ارشاد ہوا کہ تمھارا خدا ایک ہی خدا ہے تو اسپر یہود و مشرکین عرب نے دلیل

دریافت کی اُن کے مقابل مین یہ آیت بطور دلیل کے اُتری انھون نے چاہا تھا کہ جس طرح
پہلے حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ نے معجزات دکھائے تھے اسی طرح کوئی معجزہ دکھایا جاویگا
اسکا دفع کرنا یہ کہہ کے آسان ہوجاوے گا کہ یہ سحر ہے یا اسکی خرابی اسلام مین بھی پیدا
ہوجائے گی وہ یہ کہ معجزہ ظاہر کرنے والون کو مافوق العادت انسان سمجھ کے حد سے تجاوز کردیا جائیگا
جس طرح عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر نفوس زکیہ کو لوگ خدا اور اسکا شریک وسہیم
سمجھنے لگے یہان وہ طریقہ اختیار نہین کیا گیا بلکہ اسلوب حکمت سے ان کے مقابل اُس حکم پر دلیل پیش
کردی گئی جس کو آیت سابق مشتمل تھی بعض حکما کے نزدیک وجود خداوند عالم خود اسقدر بدیہی
ہے کہ کوئی دلیل اسپر قائم نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ دلیل کو مدلول سے زیادہ جلی واعرف ہونا چاہیے
اسواسطے جو کچھ اول مذکور ہوتے ہین وہ تنبیہات ہین لیکن جمہور علما اور متکلمین چونکہ ادلہ قایم کرتے
ہین اسواسطے ہم بھی یہان ان کو ذکر کرتے ہین احکام شرعیہ چند اقسام کے ہین ایک وہ جو محض
دلیل عقلی سے ثابت ہوتے ہین وہ احکام ہین جنپر سمعیات کا ثبوت موقوف ہے کیونکہ اگر ایسے
احکام دلیل سمعی سے ثابت ہون تو دور لازم آجاوے اسواسطے کہ وہ موقوف ہون سمع پر اور
سمع موقوف ہو انپر تو لازم یہ آجاوے کہ سمع موقوف ہو سمع پر اور یہ محال ہے ؂

دوسرے وہ احکام ہین جن کو ثابت کرنے کے لیے محض دلیل عقلی کافی نہین ہو بلکہ دلیل عقلی صرف ان
احکام کو جائز بتاتی ہے اور ثبوت ان کا صرف شرعیات اور سمعیات سے ہوتا ہے جیسے عذاب قبر
اور تفاصیل احوال قیامت جنت دوزخ کے کوائف وغیرہ۔ تیسرے وہ احکام ہین جو دلیل سمعی سے
ثابت ہوتے ہین اور دلیل عقلی سے بھی ثبوت انکا ہوتا ہے منجملہ ان کے یہ حکم ہے اس کو جسطرح
دلائل سمعیہ سے ثابت کیا جاتا ہے اسی طرح دلائل عقلیہ بھی اسکو ثابت کرتے ہین ؂

چونکہ آیت سابق مراتب عقل کے اعتبار سے تین طور کے دعوون پر مشتمل ہے تو یہ آیت جو دلیل
ہے وہ بھی تین طور پر دلالت کرتی ہے تاکہ عقل کے ہر مرتبہ کے لیے ہدایت ہو اور پھر جسطرح یہ دلیل
سمعی ہے اسی طرح اس سے دلیل عقلی بھی مستنبط ہوتی ہے۔ عوام الناس کے اعتبار سے آیت سابق
اس دعوی پر مشتمل تھی کہ استحقاق عبادت سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہین ہو اس آیت سے اثبات
اس امر کا کیا گیا ہے کہ جو وجوہ استحقاق عبادت کے ہین وہ صرف خدا ہی کے لیے ہین اسی طرح دعوی
عقول متوسطہ کے لحاظ سے یہ تھا کہ وجوب وجود مین خداوند عالم کے کوئی شریک نہین ہو اور وہ
بلحاظ ذات وصفات وافعال کے لاشریک ہے اس آیت سے اس دعوے کو ثابت کیا ہے

اسی طرح آیت سابقہ سے عقول عالیہ اس دعوی کو سمجھتے ہین ؞

لاموجود الا اللہ

لاموجود الا اللہ اسی طرح یہ آیت صاف طور پر اس دعوی کو ثابت کرتی ہو کہ عالم کون مین سوا ے وجود حق کے دوسرا وجود نہین ہو اس جگہ ہم بلحاظ دعوی اول وثالث کے زیادہ بحث نہین کرتے اسواسطے کہ دعوے ثانی کے اثبات سے دعوے اول کا حقہ ثابت ہو جاتا ہی اور ثالث ذوقی ہے اسکے لیے درحقیقت عقول متوسطہ کے دلائل کافی نہین اور اسکے لیے ضروری ہو کہ فکر کو تمام اوہام وتخیلات سے خالی کیا جاوے اور تزکیۂ نفس حاصل ہو وہ عملی ہے قولی نہین ہے یہان قول کی ضرورت ہے کیونکہ محل قول ہے اب رہگیا یہ دعوے کہ واجب الوجود ایک ہے اور اسکے ساتھ کوئی شریک نہین ہے نہ ذات مین نہ صفات مین نہ افعال مین اس دعوے کیلیے یہ آیت اور دیگر آیات دلیل سمعی ہین ایک مسلم کے لیے کسی دوسرے امر کی حاجت نہین مگر جس کے قلب مین اضطراب ہے اسکے لیے ضروری ہے کہ عقل کی وساطت سے ان آیات سے جو دلیل ظاہر ہوتی ہے وہ بیان کی جاوے پہلے مجملاً ہم دلیل ذکر کرتے ہین پھر اسکی تفصیل کرین گے ؞

تقریر اول

اس آیت مین انھین اشیا کا ذکر ہے جو مدار عالم ہین اور انپر جو حکم کیا جاوے تو پورا عالم اس حکم کے اندر داخل ہے اور یہ امور یا جوہر ہین یا عرض ہین اور یہ جوہر وعرض حادث ہین اور ممکن ہین ان کے لیے محدث اور مرجح کی ضرورت ہو اس جگہ صرف اس امر کا جاننا ضروری ہے کہ جوہر وعرض حادث ہین لیکن یہ امر کہ جوہر مین اعراض موجود ہین بدیہی ہے اسواسطے صرف اعراض کے حدوث سے مدعا ثابت ہو جاتا ہے اسواسطے کہ جو محل حادث ہی وہ بھی حادث ہی اسلیے اسجگہ اعراض کے حدوث وامکان کو ثابت کیا ہو اور ثابت کیا ہو کہ اس عالم کیلیے جو مدبر ہے وہی خداوند عالم ہے وہی اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ اگر وہ مدبر واجب الوجود نہ ہو تو یا ممکن ہوگا یا ممتنع ہوگا ممتنع ہو نہین سکتا ہی کیونکہ معدوم ہے اور معدوم محدث ومرجح نہین ہو سکتا ہی ممکن اگر ہوگا تو اس کے لیے محدث اور مرجح کی ضرورت ہوگی تو یا دور لازم آوے گا یا تسلسل لازم آئے گا اسواسطے ضروری ہے کہ وہ واجب الوجود ہو وہی مطلوب ہے ؞

تقریر دوم

اسکو دوسرے طور پر یون کہہ سکتے ہین کہ اس آیت مین تین باتین ثابت کی گئی ہین اول یہ کہ عالم کے لیے محدث اور مقتضی ہے دوسرے یہ کہ محدث ومقتضی یا فاعل بالاختیار ہے یا موجب بالذات ہے یا مقتضی بالطبع ہے تیسری بات یہ ہو کہ موجب بالذات یعنی علت اور مقتضی بالطبع دونون حقیقتہً کوئی شے نہین لہذا ایک ہی امر باقی رہگیا وہ فاعل بالاختیار ہے اسی کو واجب الوجود

اور مستحق عبادت اکیلے ہین اور وہ ایک ہی ہے ورنہ نظام عالم درہم برہم ہوجاے اور نظام عالم درہم
برہم نہین بلکہ اسلوب مناسب سے ہی لہذا وہ فاعل مختار ایک ہی ہے اسی پر مدار ثبوت دعوے کا ہی۔
امر اول یعنے عالم کے لیے محدث و مقتضی ہے اِس طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ آسمان و زمین کی خلقت
کا ذکر کیا گیا اور رات و دن کے اختلاف کا بیان ہوا اور اسکے حوادث مذکور ہوے ظاہر ہے کہ یہ امور
اوقات معینہ پر ہوتے ہین اگر ان کے لیے مخصص و مقتضی و محدث نہ ہو تو ان اوقات کی
تخصیص کی کیا وجہ ہے اسلیے کہ ممکن خود تمام اوقات و حالات کے ساتھ مساوی النسبۃ ہی
دوسری بات جو اِس آیت سے ظاہر کی گئی ہے یہ ہے کہ صدور ان امور کا بظاہر یا تو اپنی اشیاء
سے ہوتا ہے یا بلا توقف شروط و رفع موانع کے ہوتا ہے جیسے پانی سے نباتات کا اُگنا
تو یہ مقتضی طبیعت ہے یا بلا توقف ہوتا ہے تو اس صورت مین اُس کے سبب کو علت کہتے ہین یا
صدور ان افعال کا ایسی سے ہوتا ہے کہ چاہے وہ ان افعال کو صادر کرے چاہے نہ صادر کرے
تو یہ فاعل مختار ہے۔ تیسری بات یہ ہی کہ درحقیقت صدور عالم فاعل مختار سے ہی نہ طبیعت
سے ہو نہ موجب بالذات سے ہی اسکی وضاحت کی گئی ہے ؛

خلق سموات و ارض سے حدوث عالم کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ علل نہین ہو سکتے
کیونکہ قدیم نہین ہین اور اگر حادث ہو کے علت ہون تو دور یا تسلسل لازم آئے اسواسطے مقتضی
عالم موجب بالذات و علت نہین ہے اب یہ امر کہ طبیعت سے نہین ہے اسواسطے آثار طبیعیہ
کو ظاہر کیا کہ وہ قدیم نہین ہین اور برابر ہوتے رہتے ہین اگر طبیعت کے اثر سے ہوتے تو دو
حال سے خالی نہین یا تو طبیعت قدیم ہوتی یا حادث اگر حادث ہوتی تو اسمین کلام کیا جاتا کہ
یا دور لازم آتا یا تسلسل اور اگر قدیم ہوتی تو چاہیے تھا کہ اسکے آثار یا تو قدیم ہوتے یا ہوتے ہی نہین
اسواسطے کہ یا تو طبیعت کے ساتھ مانع بھی قدیم اور ازلی ہوتا تو ظاہر ہے وہ فنا نہ ہوتا کیونکہ جو
ازلی ہے وہ قدیم ہے اور جو قدیم ہے وہ حادث نہین ہوتا ہے جب مانع مرتفع ہو ہی نہین
سکتا تھا تو اُس سے صدور آثار کا جو موقوف ہی مانع کے ارتفاع پر کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر ارتفاع
مانع قدیم مانا جاوے تو لازم یہ آتا ہے کہ تمام آثار اُسکے قدیم ہوتے کیونکہ مقتضی اُسکا قدیم ہے جب
یہ دونون باتین نہین ہین تو لازم آئے گا کہ اُن آثار کا فاعل مختار ہے وہی واجب الوجود
ہے اسواسطے کہ اگر ممکن الوجود ہو تو خود اسکے لیے مقتضی کی ضرورت ہی اور اسمین کلام کیا جاویگا
یا دور یا تسلسل لازم آوے گا یا واجب الوجود ہونا ثابت ہو جاوے گا۔ وہی مطلوب ہی

خلق سموات و ارض سے حدوث عالم کی طرف اشارہ

یہ دونون طریقے تو مجملاً اس آیت سے اثبات دعوے کے ہین اب تفصیلاً سمجھنا چاہیئے۔

اس آیت شریف مین آٹھ چیزین بطور دلائل اثبات وجوب وجود ذکر کی گئی ہین اول خلق سمٰوات وارض کو ذکر کیا ہے سمٰوات جمع سماء کی ہے کل ما علیک فہو سماء ہر وہ شئے جو تمھارے اوپر بلند ہو وہ سماء ہے اسی وجہ سے ابر کو بھی سماء کہتے ہین ؛

سماء و فلک دو علحدہ علحدہ لفظ دو معنی ہین سماء مین تو ابر اور بلندی کی ہر شئے داخل ہے اور فلک وہ ہے جسمین سیارات کی حرکت ہو عام اس سے کہ وہ کوئی جسم ہو یا سطح ہو مادی ہو یا خیالی ہو قرآن شریف مین سمٰوات کا ذکر جابجا آیا ہے اور چند جگہ فلک بھی مذکور ہوا ہے یہان لفظ سمٰوات مذکور ہے اسوجہ سے اسی کے متعلق ہم کو دلائل ذکر کرنا ہین۔ حکماے مشائیہ کے جو لوگ تابع ہین یا اُن کے اقوال پر جو یقین رکھتے ہین وہ سمٰوات کو افلاک بطلیموسی کو ایک ہی شئے سمجھتے ہین اور اکثر حکماے اسلام انھین لوگون مین سے ہین اس اعتبار سے یہان سمٰوات سے افلاک مراد لیکے کہا جاتا ہے کہ ایک خلق سمٰوات مین بوجوہ متعددہ دلائل وجود خالق اور وجوب وجود کے ہین مثلاً ساتون آسمانون کے طبایع متفق ہین باوجود اسکے مقادیر ان کے مختلف ہین مثلاً فلک الافلاک ہے کہ جو تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے وہ مقدار کے اعتبار سے اپنے تمام ماتحت افلاک سے بڑا ہے اور فلک القمر ہے کہ سب سے چھوٹا ہے ظاہر ہے کہ طبیعت فلکی سب مین مساوی ہے تخصیص اس امر کی کہ ایک طبیعت سے مقدار کثیر ہوئی اور دوسرے کی مقدار قلیل ہوئی بدون فاعل مختار کے معقول نہین ہے اسی طرح ایک فلک کو فوق الافلاک اور دوسرے کو تحت الافلاک کرنے والا فاعل مختار ہے طبیعت کا اقتضا نہین ہوسکتا ہے نہ بلا فاعل مختار کے تخصیص حیز کی کہ ایک فوق ہو دوسرا تحت ہو طبیعت سے ظاہر نہین ہوسکتی ہے اسی طرح فلک مین مختلف دوائر مختلف حرکات مختلف نقاط مین مثلاً نقطہ قطب ہو کہ حرکت ہی نہین رکھتا ہو یا حرکت بطی ہے اور اسی طرح بتدریج حرکت سریع ہوتی جاتی ہے دوائر قطبی بطی الحرکت اور دوائر منطقہ سریع الحرکت ہین حالانکہ طبیعت فلکی ہر جز مین مساوی ہے اس تخصیص کی کیا وجہ ہے جب تک کہ فاعل مختار نہ مانا جاوے تخصیص کی وجہ غیر معلوم ہے طبیعت کو قوت نہین ہے نہ وہ افعال مختلفہ صادر کرے اسی طرح کوئی فلک رات دن مین حرکت کرجاتا ہے کوئی تیس برس مین دورہ تمام کرتا ہے کسی کی حرکت مشرقی ہے کسی کی حرکت مغربی ہے یہ بھی بدون فاعل مختار کے ناممکن ہے اسکے علاوہ حرکت حدوث پر دلالت کرتی ہے اور حادث بدون محدث نہین ہوسکتا ہے اسکے علاوہ

تحقیق سمٰوات

سمٰوات سے دلیل بوجوہ متعدد

فلک کی ترتیب مین عجائب کثیر ہین اور اسکے اجزار کے الوان مختلف خود دلائل عدیدہ ہین کہ محدث اسکا فاعل مختار ذی شعور اور قدرت والا ہے ورنہ مختلف رنگ کے سیارے اور مختلف بعد و رنگ کے تارے ظاہر ہونا طبیعت سے معقول نہین ہو سکتے ہین اسکے علاوہ جب اتنے بڑے جسم کو ارشاد فرماتا ہے کہ مخلوق ہے تو دوسرے اجسام کا کیا ذکر ہے جسمیت مشترک ہے اور ظاہر ہے کہ تمام اجسام کے طبائع مقتضی محدث کے اور محتاج فاعل مختار کے ہین اسلیے فلک بھی حادث ہے اور محتاج فاعل مختار کی جانب ہے ؛

یہ تو گفتگو اس صورت پر ہے جبکہ بطلیموس کے نظام فلکی کے قائل ہون لیکن اُس نظام کو اگر نہ مانا جاوے اور فیثاغورث اور حکماے یورپ کے نظام کو تسلیم کیا جاے تو عقل متحیر رہجاتی ہے کہ وہ کون شے ہے جو تمام اجسام کثیرہ کو ایک نہج منتظم پر چلاتی ہے ۔ جذب و کشش اتنی بڑی چیز ہے کہ اگر اسکو اثر وجود مطلق کا کہین تو بجا ہے ظاہر ہے کہ یہ جذب و کشش عرض ہے اور عرض بدون جوہر کے پایا جانا معقول نہین ہے یہ خود قدیم نہین ہے کیونکہ جوہر کا اس سے سابق ہونا لازمی ہے ورنہ حال پایا جائے اور محل نہ پایا جاوے یہ غیر معقول ہے ضرور ہے کہ اس کشش کا محل کوئی اور ہی قوت ہے اگر کہو کہ یہ اجسام اسکے حال ہین تو ظاہر ہے کہ ان اجسام کو ہمیشہ سے ہونا لازمی ہے اور یہ بھی غیر معقول ہے کہ جو محل حوادث ہو وہ قدیم ہو جاوے ؛

اگر سماء سے وہ سماء مراد لیے جاین جو لسان شرع مین بولے جاتے ہین اور بالاتر ہین نظام مشاہد کے نہ وہ بطلیموسی نظام کے تابع ہین نہ فیثاغورث کے تو اُن کے احوال و عجائبات مین غور و فکر کرنے سے تو کسی متنفس کو ادنی تامل بھی نہین رہتا ہے کہ خالق انکا قادر مختار فاعل بالاختیار ہے ؛

دوسری دلیل خلق ارض ہے چونکہ سموات مختلف صورتون پر مشتمل ہین اسوجہ سے اُن کی جمع لائی گئی ہے اور ارض کے اجزا متشابہ ہین اسواسطے اسکو مفرد بولا ہے یا مراد اس سے علم جنس ہے بہرحال اُسکا مسکن حیوانات ہونا اسکے اوپر خلقت کی آبادی یہ سب باوجود اسکے کروی ہونے کے محتاج قادر مختار کی جانب ہین ؛

ایک امر علوی ذکر کیا دوسرا سفلی ذکر کیا اسی طرح ایک امر ذکر کیا جسمین اجسام فلکیہ کا تعلق ہے اور اُس سے فوائد مخلوق کے ہین دوسرا ذکر کیا ایسا امر جو اجسام ارضیہ سے تعلق رکھتا ہے اور لوگون کو اُس سے منفعت ہوتی ہے پہلا امر اختلاف لیل و نہار ہے دوسرا جریان فلک ہے

بیان نظام بطلیموس و فیثاغورث

دلیل ارض

دلیل اختلاف لیل و نہار

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا

اور بعض لوگ ہین جنھون نے پکڑا ہے اور دون کو سوا اسد کے برابر اُن کی

يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا

محبت رکھتے ہین جیسے اسد کی محبت اور جو ایمان لاے اُن کو اسد کی محبت زیادہ ہے

لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

اور کبھی بے انصاف اسوقت کو دیکھین گے جب دیکھین گے عذاب

بقیہ صفحہ رات دن تو حیلولۃ ارضی سے ہوتا ہے اور کشتی کا چلنا ہوا اور پانی یا آگ و پانی و ہوا سے ہوتا ہے بعض نے کہا ہے کہ مراد کشتی کے چلنے سے پانی کی حالت ہے اور پانی سے درحقیقت استدلال کیا گیا ہے مگر اس تاویل کی حاجت نہین ہے کشتیون سے ادھر ادھر کی اشیاء باسانی آ جاتی ہین اور فوائد تجارت و صنعت کے پیدا ہوتے ہین اس کے بعد پھر ایک شے جانب علو کی ذکر کی گئی یعنے پانی کا برسنا دوسرے سفلی کہ کھیتیون کا نکلنا ظاہر ہے کہ زمین بوجہ یبس طبعی کے اس قابل نہین کہ اسمین مختلف قسم کے درخت پھول پھل سبزیان نکلین محض اسکے فضل سے پانی برستا ہے وہ باعث زندگی کا زمین کی ہوتا ہے اس کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر قسم کا رینگتا ہوا جانور پیدا ہوتا ہے جسمین انسان بھی داخل ہے پھر ہوا اون سے استدلال کیا کہ دکھائی نہین دیتین مگر آثار اُسکے ظاہر ہین گرم سرد رحمت و عذاب سب کا سبب ہوتی ہے بعض نے کہا ہے کہ اگر ریح ہو تو عذاب کی ہوا مراد ہوتی ہے اگر ریاح ہو تو رحمت کی ہوا مراد ہوتی ہے مگر یہ اکثری ہے ورنہ اس آیت مین بھی ریح قرأت مین آیا ہے اُس کے بڑے منافع سے ابر ہے اسکو ذکر کرتا ہے کہ خدا کی قدرت سے باوجود اس کے کہ ثقیل ہے مائل مرکز کی جانب درمیان مین رہتا ہے یہ سب نمونہ قدرت کے اور نشانیان اسکے وجود و وجوب کی ہین باوجود اس کے جو نہین سمجھتے ہین ان کو غیر ذوی العقول مین شمار کرکے ارشاد ہوا کہ یہ تو نمونے عقل والون کے لیے ہین ورنہ لا یعقل کیا جائین حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کرکے فرمایا کہ خرابی ہے اُس شخص کی جو اسکو پڑھ گیا اور اسمین تدبر اس نے نہین کیا؛

خداوند عالم تمام خوبیون کا سرچشمہ ہے اور کل کمالات اُسکی ذات مین ہین اُس کے جمال و جلال کا ظہور ہے جو کچھ عالم مین ہے خواہ حسن ہو یا قبیح جو اچھا ہو یا برا ہو اسکے ذکر سے سکون ہوتا ہے اسکی فکر سے اطمینان قلب کو نصیب ہوتا ہے۔ اُس کی یکتائی و بے مثلی بدیہی ہے ۔ اسکی ربوبیت

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝

کہ زور پورا اللہ کو ہے اور اللہ سخت مار کی ہے

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا

جب الگ ہو جائینگے جن کے ساتھ ہوئے تھے اپنے ساتھ والون سے اور دیکھین گے

الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا

عذاب اور ٹوٹ جاوینگے سب طرف کے ناتے اور ساتھ پکڑنے والے کہین گے

لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ

کاش کہ ہم کو دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہو جائین انسے جیسے یہ الگ ہو گئے ہم سے اسطرح

اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ

اللہ انکو دکھاتا ہے ان کے کام ان کو افسوس دلانے کے لیے اور ان کو نکلنا نہین ہے

مِنَ النَّارِ ۝

آگ سے

اور پرورش ظاہر ہے اُس نے اپنی وحدانیت پر تنبیہات کیے اپنے انعامات گنوائے تاکہ اُسی کی پرستش کی جائے اور اُسی سے لگاؤ دل کا ہو مگر بعض لایعقل اندھے انسان ایسے بھی ہین کہ انکو خدا کی پرستش سے انکار ہے اُس سے دل لگانا دشوار ہے یا اسکی عبادت مین دوسرون کو شریک کرتے ہین اُس کی محبت کے علاوہ دوسرون کی محبت دلمین رکھتے ہین اُن کے حال خراب کی اس امت مین اپنے بندون کو توجہ دلاتا ہے تاکہ وہ عبرت پکڑین اور جن کی حالت ذکر کی گئی ہے وہ اپنی خبر لین اپنے کو درست کرین وحدانیت پر تنبہ قائم کیے انعامات کا ذکر کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عبادت اسکی کرنا چاہیئے اور اسی کی محبت ہونا چاہیے نہ عبادت مین کسی کو شریک کرے نہ محبت مین کسی کو اُس کے برابر کرے ؛

انداد جمع ند کی ہے مراد اُس سے مثل منازع ہے فرماتا ہے کہ لوگون مین سے ایسا ہی بدبخت اور شقی ہے جو اللہ کے سوائے اللہ کے مانند اور اس سے نزاع کرنے والے اشخاص و اشیاء کو اختیار کرتا ہے۔ حالانکہ دلائل وحدانیت قایم ہوگئے اور انعامات اُسکے ظاہر کر دیے گئے پھر کسی کو نہ چاہیے کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو اُس کے مانند سمجھے یہ بدبخت بہتون کو اُس کے مانند بنائے ہوئے ہین

وحدانیت پر تنبیہ سے مقصود عبادت و محبت کا اللہ کے واسطے خاص کرنا ہے ۱۰۱ منہ

مُراد اِس جگہ ند سے یا تو بُت ہین کہ بتون کو شرک کرنے والے اپنا معبود بنائے ہوئے ہین اور انکی پرستش کرتے ہین یا مراد انداد سے وہ ملوک اور پیشوا اور سربرآوردگان قوم ہین کہ جن کو کم عقل لوگون نے اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے اور خدا کے برابر ان کو سمجھنے لگے ہین یا مراد انداد سے ہر وہ شخص اور وہ شئے ہے جس کو لوگون نے اِسطرح اپنے دلمین جگہ دی ہے کہ خدا کی طرف سے دل پھر گیا ہو اُن ہی کی جانب توجہ کامل ہے آگے کی آیت اذ تبرأ الذین اتبعوا سے مُراد وہی سربرآوردگان قوم ہین جن کی پیروی اسدرجہ کی گئی ہے کہ خدا کی اطاعت کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی بڑھگئی ہے کہ اُن کی اتباع ترک نہین کرتے چاہے خدا کی نافرمانی ہوجائے نعوذ باللہ منہ ٭

اس جگہ شرک فی العبادۃ سے بڑھکر جو خرابی ہے اُس کو ذکر فرماتا ہے وہ شرک فی المحبۃ ہے اس کا اثر محبوب کو بہت زیادہ ہوتا ہے مماثلت عشاق کو اسقدر گران نہین ہی جسقدر مماثلت محبوب کو گران ہے ادنی التفات دوسرے کی طرف عاشق کا محبوب کو زیادہ تکلیف دیجاتا ہے بہ نسبت اسکے کہ معشوق رقیب کی جانب متوجہ ہو بعض اوقات رقیب کی جانب متوجہ ہونے سے عاشق کو ایک لطف ہوتا ہے مگر محبوب کو کبھی ادنی التفات بھی گوارا نہین ہوتا ہے اللہ کو جو جامع صفات کمالیہ ہے اور محبوب اصلی اور معشوق حقیقی ہے اسکو ہرگز گوارا نہین کہ کوئی اُسکے سوا اُسکے مقابل کسی کو محبوب بنائے اور اُسکی محبوبیت مین شریک کرے اس جگہ ایسے بڑے گناہ کو خداوند عالم ذکر فرماتا ہے کہ یہ بدبخت روسیاہ جماعت ایسی ہے کہ جو اللہ کے سوا کسی دوسرون کو اللہ کے مانند کر کے محبوب بناتی ہے اُن کو ویسا ہی محبوب بناتے ہین جیسے اللہ کو حالانکہ ایمان کی شان یہ ہے کہ ایسی خطا نہ ہو اسی وجہ سے ایماندارون کے اوصاف مین ارشاد فرماتا ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ جو ایمان لائے ہین وہ اللہ کی محبت بہت زیادہ رکھتے ہین شرک فی المحبۃ ان مین نہین ہے اُن کو تو اللہ ہی کی محبت سب سے زیادہ ہے بلکہ اسکی محبت کے باعث اُن کو دوسرون کی محبت ہی برخلاف اِس جماعت کے کہ اِس کے برعکس اُنکی حالت ہے ٭ يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وہ لوگ انداد کو محبوب دوست رکھتے ہین ویسی ہی جیسا کہ اللہ کی محبت ہے یعنی انداد کو ویسے ہی محبوب رکھتے ہین جیسے اللہ کو محبوب رکھتے ہین ۔ یا ویسی محبت ان کے ساتھ کرتے ہین جیسی محبت اللہ کے لیے ان کو لازم ہے یا ویسی محبت انداد سے کرتے ہین جیسی محبت ایماندارون کو اللہ کے ساتھ ہے ظاہر ہے احتمال اوّل مناسب معلوم ہوتا ہی

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ مین بھی اسی طرح احتمال ہے کہ ایماندارون کو اللہ کی بہت زیادہ
محبت ہے یعنی جتنی محبت ان بدبختون کو اللہ سے ہے اُس سے زیادہ محبت ایماندارون کو اللہ
سے ہے کیونکہ اُن کی محبت اللہ سے مشترک ہے اور ایماندارون کو خالصاً اسی ہی سے محبت ہے
یا مُراد یہ ہے کہ جتنی محبت ان بدبختون کو اپنے بتون سے ہے اُس سے زیادہ ایماندارون کو اللہ سے
ہے اسجگہ شبہہ ہوتا ہے کہ اکثر کفار اپنے بتون سے اسقدر محبت رکھتے ہین کہ اتنی محبت ایماندارون
کو اللہ کے ساتھ نہین ہوتی ہے یہان تک کہ وہ محبت مین سرشار ہوکر اپنی جانین دے دیتے
ہین آگ مین گرتے ہین دھوپ مین بیٹھکر ما کرتے ہین دریا مین ڈوبتے ہین برخلاف مسلمانون
کے کہ وہ ایسا نہین کرتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ مشرکین اپنی حاجت کے وقت بتون کو پوجتے
ہین اور جب حاجت برآری ہوجاتی ہے تو کچھ پرواہ نہین کرتے برخلاف مومنون کے کہ وہ اللہ کو
ہر حالمین یکسان دوست رکھتا ہو وہ خدا کی محبت کا ثبوت دیتے ہین اسطرح کہ اس کی قضا و حکم
پر راضی رہتے ہین اسکے حکم کے خلاف جان نہین دیتے برخلاف مشرکین کے کہ ان کو جان دینے
مین اُسکے حکم کی پرواہ نہین ہے کفار اپنے اوپر تکالیف شاقہ برداشت کرتے ہین
اور اسمین وقت اسقدر ضایع کرتے ہین کہ موقعہ معرفت رب کا جو اصل مقصد محبت ہے اُسکو
فنا کردیتے ہین برخلاف اہل اسلام کے اور یہ مشرکین کبھی کسی شے کی پرستش کرتے ہین کبھی کسی کی ایک
بت سے کبھی دوسرا بت زیادہ پسند آیا پہلے کو چھوڑ دیتے ہین دوسرے کی پرستش کرنے لگتے ہین
سب سے بڑھکر وہی وجہ ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اللہ کی خالص محبت مسلمانون کو ہے کسی
دوسرے کو وہ معبود نہین بناتے اور کسی کو الوہیت مین شریک نہین کرتے ان کی محبت شایبہ
شرک سے پاک ہے برخلاف مشرکین کے کہ ان کی محبت پاک نہین وہ اللہ کی اور بتون کی دونون
کی محبت رکھتے ہین دونون کی محبت مین اس شرکت کی وجہ سے نقصان آگیا ہے سب امور
سے بڑھکر یہ ہے کہ جسقدر کمال محبوب کا ظاہر ہوتا ہے جتنا عرفان محبوب کا بڑھتا جاتا ہو اسی قدر
محبت بھی زیادہ ہوتی ہے اللہ کی معرفت جیسے ایماندارون کو ہے ویسے غیر مومنون کو نہین ہے جسقدر
معرفت زیادہ ہے اسی قدر محبت بھی زیادہ ہے یہ لوگ اس کی ذات و صفات و افعال سے آگاہ ہین
ان کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے برخلاف دوسرون کے کہ وہ حقیقۃً اللہ کی محبت ہی سے محروم ہین اُنھون
نے ایسے کو اپنا معبود بنایا ہے جس کی ذات نہ تو اللہ کی ذات ہو نہ صفات اللہ کے ایسے صفات
ہین محض نام کا اللہ ہے کام اللہ کے ایسے نہین ہین ؂

فائدہ - ایمان دار اپنے خدا کے اوپر جسقدر بھروسہ کرسکتا ہی اور جتنا اسکے احسانات وانعامات اسکے پیش نظر رہ سکتے ہین اوتنا وہ لوگ جو اپنے آلہ خود ساختہ کی الوہیت کے قائل ہین بھروسا نہین کرسکتے ہین اسیوجہ سے جو محبت اللہ کے ساتھ ایمانداروں کو ہوتی ہی وہ مشرکون کو نہین ہوتی ہی ایماندارونکو یقین ہے کہ انکا خدا علم رکھتا ہی قوت رکھتا ہی ہر بات کی اسکو خبر ہے اور ہروقت وہ تصرف کرسکتا ہی اسلیے اسی کی عبادت اور اُسی سے محبت کرنا ضروری ہے برخلاف مشرک کے کہ اسکو اپنے معبود کی خبر گیری خود ضرور کرنا ہوتی ہی اور اسکی حفاظت خود کرتا ہی دل جمتا بھی ہے تو اکھڑ جاتا ہی اسوجہ سے حقیقۃ اللہ ہی سے محبت ہوتی ہے۔ غیر اللہ کی محبت مجازی و اعتباری ہوتی ہے بتون کے ساتھ یہ مجازی محبت بھی بے سود ہے اور اس سے کوئی ثمرہ بھی نہین - مولانا ئے روم فرماتے ہین ؎ عشقہائے کز پے رنگے بود ۔ عشق نبود عاقبت ننگے بود ؛ این نہ عشق است آنکہ در مردم بود ؛ این فساد از خوردن گندم بود ؛ یہ تو وہ عشق ہے جو کسی حسین سے ہو بتون میں تو وہ حسن بھی مفقود ہے اگر صورت حسین تراشی جاے تو درحقیقت اسکے بنانیوالے کی تعریف ہوئی ہے اُس سے لگاؤ عقلمند نہین کرتے ہین ؛

اوپر ذکر ہوا ہے کہ وہ لوگ بھی ہین جو اللہ کے ساتھ اُسکا شریک منازع اختیار کرتے ہین اور مراد ند سے سر برآوردہ اشخاص لیے گئے تھے جنکی اتباع عوام کرتے ہین اور گمراہ ہوتے ہین اس سبب سے ان کی گت جو قیامت مین ہوگی وہ ظاہر کی جاتی ہے جو اتباع یہان کیگئی ہے اس کا کیا نتیجہ ہوگا اور تابع اور متبوع دونون وہان ایک دوسرے سے کیا برتاو کرینگے ؛

إِذْ تَبَرَّأَ یا تو بدل ہے إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ کا اور بدل و مبدل منہ مین فصل جائز ہے اسوجہ سے کہ بدل طویل کلام ہے یا إِذْ ظرف ہے شدید العذاب کا یا اُذْکُرْ یہان سے محذوف ہی اسکا مفعول ہے جیساکہ عموماً اذ کے مواقع مین اذکر محذوف ہوتا ہی مراد یہ ہی کہ جب نداختیار کرنے والے جنھون نے ظلم کیا ہے عذاب دیکھین گے اور دیکھین گے کہ اللہ کی قوت اسوقت ہی اور اسی وقت ان مین سے جن کی پیروی کی گئی ہے وہ اظہار بیزاری کرے گا اُس سے جس نے پیروی کی۔

مِنَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مراد الذین اتبعوا سے اس جگہ متبعین اور پیرو ہین مثلاً پیشوا لوگ کہین گے کہ ہم ان کے اعمال کے ذمہ دار نہین اور کہین گے کہ ہم کو انھون نے پوجا ہماری پرستش کی اس سے ہم بیزار ہین مجاہد نے اس قرأۃ کے بالعکس پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہوے کہ جسوقت اتباع کرنے والے اپنے پیشواؤن سے بیزاری ظاہر کرین گے اور کہین گے کہ ہم ان کے پیرو نہین مین انکی حالت بد دیکھین گے کہنے لگین گے کہ ہم ان کے پیرو نہین ہین یہ گمراہ تھے ہم ان کی راہ پر نہ تھے انھی ان

من الذین اتبعوا

بچا دین گے یا اپنی غلطی کا احساس کرکے اُسوقت ان کی پیروی ترک کرنے کا عزم کرینگے ؛

وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۔ واو یا تو عطف کے لیے ہے اور عطف اسکا یا تو تبرأ پر ہے یا حال ہے مگر مقدم احتمال عطف ہی کا ہے اسواسطے کہ واو مین اصل عطف ہی ہے اور جملہ مین اصل یہ ہے کہ مستقل ہو برخلاف حال کے کہ وہ تابع ہے اور قد بھی محذوف کرنا ہوگا جس کی ضرورت عطف کی صورت مین نہین ہے بعض نے حال بنایا ہے اور قد کو محذوف کیا ہے اور اسی کو مقدم بلحاظ معنی کے لیا ہے مطلب یہ ہے کہ جسوقت وہ بیزاری کرینگے اور دیکھین گے عذاب درحالیکہ دیکھین گے تابع و متبوع دونون عذاب کو ؛

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ اسمین بھی عطف کا احتمال مقدم ہے اور حال بھی ہوسکتا ہے عطف یا تبرأ پر ہوگا یا رَاَوُا پر ہوگا صیغہ فاعل بھی مروی ہوا ہے اور مفعول بھی تقطع متعدی ولازم دونون آیا ہے بِہِم کی با یا تو سببیہ ہے معنی یہ ہین کہ اسباب بوجہ ان کے کفر کے ٹوٹ جاوینگے یا ملابست کے لیے ہے وہ اسباب جو ان کے پاس ہین وہ ٹوٹ جاوینگے اسوقت کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔

سبب کہتے ہین عام رسّی کو یا اُس رسّی کو جس سے پانی بھرا جاتا ہے یا اُسکو جس سے کھجور پر چڑھتے ہین یا لٹکی ہوئی رسّی کو جس کا دوسرا سرا چھت مین لگا ہوتا ہے تاکہ اُس کے ذریعہ سے آدمی چڑھ سکے جس طرح کھجور پر چڑھتا ہے مراد اس سے ہر وہ شی ہے جس سے ان کو امید تھی کہ اس کی بدولت ان کو نجات ملے گی یا مراد اس سے وہ تعلقات ہین جو باہم تابع و متبوع کے دنیا مین قایم تھے مثلاً نسب یا محبت دوستی کا انساب بینہم الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین یا وہ واسطے جس کے باعث اتباع کی جاتی تھی یا موافقت اغراض وادیان مین یہ سب قائم نہ رہین گے اُسوقت کی حالت نہایت افسوسناک ہوگی تمام دنیاوی تعلقات منقطع ہوجائین گے اسوقت اگر تابع متبوع سے بیزاری کرے تو زیادہ شاق نہ ہوگا اسواسطے کہ اسوقت کی بیزاری کچھ نقصان دہ متبوع کو نہ ہوگی نہ اُسکے باعث متبوع کو کچھ ناگواری ہوگی جیسا کہ تابع کو ہوئی اسواسطے تابع خواہش کرے گا کہ کاش ہم سب پھر واپس جاتے اور وہان وہی حالت لوٹتی اُسوقت یہ سردار اور پیشوا چاہتے کہ ان کی پیروی کیجاوے اور یہ تابع اُس قیامت کی بیزاری کے عوض اُن کی پیروی سے انکار کرتے بلکہ ان سے بیزاری ظاہر کرتے تاکہ جو تکلیف اُن کو ہوئی اور جو ناگواری کی بات ان کو پیش آئی اُن کو بھی پیش آتی ؛

کذلک یریھم اللہ اعمالہم حسرات علیہم ایسے ہی یہ امور جو مذکور ہوئے کہ اُن کو عذاب نمایان ہوگا اور ظاہر ہو جاوے گا کہ قوت اللہ کے سوا کسی کو نہین ہے باہم ایک دوسرے سے بیزاری ظاہر کرینگے اسباب سب منقطع ہو جاوینگے ایک کو دوسرے کی پرواہ نہ رہے گی ٭

بعض نے کذلک کا مشارٌ الیہ بعد کو جو مذکور ہوا ہے اُسکو لیا ہے کہ خلود نار اُن کے لیے خدا جب قرار دیے گا تو ان کو یہ حسرت ہوگی۔ حسرات یا تو مفعول ثالث ہو اگر یریھم اللہ مین رویت سے مراد رویت قلبی ہے اور اگر رویت بصری ہے تو اس صورت مین یہ حال ہوگا اسواسطے کہ پھر مفعول ثالث نہین ہو سکتا ہے حسرات سے مراد ندامت ہے اُن کو جب اعمال سیۂ دکھائے جاوینگے تو ان کو حسرت و ندامت ہوگی، کیون وقت ضایع کیا عمر تلف کی کاش اچھے کام ہم سے ہوتے اور یہ معصیت نہ سرزد ہوتی مگر اسوقت کی ندامت سوائے حسرت کے کیا فائدہ مند ہوگی یا وہ اپنے مقامات جنت مین دیکھین گے کہ ان کو اہل ایمان نے حاصل کر لیا تو ان کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے تو ہمارے مقامات ہم کو ملتے یا انکو حسرت ہوگی کہ انھون نے نجات پائی ایمان دار نجات پا گئے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی مخاطب جزئیات کے ہین ورنہ اُن کو اعمال دکھانے سے اُنکے روبرو ان کے افعال پیش کرنے سے کوئی نتیجہ نہین ہے ٭

وما ھم بخارجین من النار۔ وہی آگ سے نکلنے والے نہین ہین ان کی معصیت کفر یا شرک کی ایسی ہے جس کی جزا دوامًا آگ مین جلنا ہے اسواسطے اُن کو نجات نہ ہوگی اس حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو نجات ہوگی بظاہر یہ آیت مشرکین کے احوال مین ہے اسواسطے اگر حصر مشرکین مین سمجھا جاوے تو کفار کے خلود کے منافی ہوگا لیکن جو لوگ انہین حصر سمجھتے ہین وہ کہتے ہین کہ دوسرون کے لیے دوسری آیت سے حکم ثابت ہوتا ہے جن کے بارے مین کوئی آیت مخلد فی النار ہونے کے نہین ہے وہ خارج اس حکم سے ہین ٭

اگر عام کفار کی حالت مراد ہو تو پھر حصر صحیح ہو جاوے گا اسواسطے کہ ایماندار بقدر اپنے اعمال کے سزا بھگت کے نجات پا دین گے ٭ اس آیت سے بعض لوگون کو شبہہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور علماے امت کی محبت اور ائمہ مجتہدین کی تقلید بھی ممنوع ہوگی اسکا مفصل جواب یہ ہے کہ رسول کی محبت یا استاد و شیخ و عالم کی محبت اور ان کے احکام کی تقلید خدا ہی کی محبت اور اسکی اطاعت کے باعث ہے ورنہ ان کی ہم کو کیا غرض ہے علماے ظاہر نے اس

امر کا بہت لحاظ کیا ہے کہ شائبہ بھی کسی غیر اللہ کا چاہے وہ استاد یا عالم ہی ہو اللہ کی محبت کے مساوی
نہ ہونے پاوے اپر تو شبہہ ہی نہین ہوسکتا ہے کیونکہ جو علم سیکھتا ہے وہ بھی خدا کے حکم ماکان
للمومنین ان ینفروا کافۃ الآیہ پر عمل کرتا ہے اور جو دریافت کرتا ہے وہ بھی فاسئلوا
اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون پر عمل کرتا ہے جن کو قدرت استنباط مسائل کی نہین ہے
وہ مجتہدین کی تقلید خدا کا حکم بجالانے کے لیے کرتے ہین اور جن کو قدرت ہے وہ بھی خدا کے حکم کو
بجالاتے ہین البتہ علماے باطن اور اہل تصوف پر اعتراض ہوسکتا ہو جو کہتے ہین چونکہ کردی ذات
مرشد را قبول ۝ ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول ۝ مقصود اُن کا بھی خدا ہی ہے و بس۔ اس آیت مین
جو خاص حکم بیان کیا گیا ہے وہ محبت الٰہی کا حکم ہے مشرکین کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی
ایسی محبت دوسرون سے کرتے ہین اور مسلمانون کے وصف مین ارشاد ہوا ہے کہ اُن کو شدت
سے اللہ کی محبت ہے حاصل یہ ہوا کہ مشرکین شرک فی المحبۃ کرتے ہین اور مسلمان اس سے
بالاتر ہین خدا کی محبت مین ان کے نزدیک کوئی شریک نہین ہے پھر محبت مین شرک کو ظلم
سے تعبیر کیا ہے اور اسکی سزا مین جو امور ذکر کیے گئے ہین سب سے زیادہ غضب کی بات یہ ہے کہ
وہ لوگ جن کی محبت مین ان مشرکون نے عذاب آخرت اختیار کیا اور خدا کی رحمت سے دور
ہوگئے کبھی عذاب سے نجات نہ ہوگی وہ ان کے سب افعال و اطوار بلکہ ان کی محبت سے
بیزاری ظاہر کرینگے جس سے زیادہ کوئی دوسرا عذاب نہین ہوسکتا ہے خدا سے محبت ہوسکتی
ہے یا نہین بظاہر کہا جاتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کوئی خوبصورت عورت یا مرد نہین جس سے محبت
ہو وہ کسی کا باپ یا بیٹا نہین جس سے محبت ہو محبت ہم جنس سے ہوتی ہے وہ کسی کا ہم جنس و
کفو نہین ہے لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد پھر اس سے محبت کے کیا معنے
ہین اس امر کی تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ محبت کے معنی اچھی طرح معلوم ہونا چاہئین پھر اُسکے
اسباب تاکہ یہ واضح ہوجاوے کہ خدا کے ساتھ محبت ہوسکتی ہے یا نہین قرآن شریف
اور احادیث نبویہ سے اثبات محبت الٰہی پورے طور سے ہوتا ہے جس طرح اس آیت مین ہے
یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ اسی طرح اور بھی آیات مین ارشاد
فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فرما دیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کہ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم کو محبوب رکھیگا اس سے
یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ محبت ہوسکتی ہے اور اللہ کو بھی مخلوق سے محبت ہوتی ہے

ایسے ہی ارشاد ہوتا ہے یاایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی
اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ الایۃ اے ایمان والو جو شخص تم مین سے اپنے دین سے پلٹ
جائے تو اللہ ایک ایسی قوم لائے گا جسکو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے
ہین اس سے بھی دو طرفہ محبت کا ثبوت دیا گیا ہے احادیث سے بھی محبت خدا کی ثابت
ہوتی ہے بلکہ احادیث مین تو گویا شرط ایمان یا ثمرۂ ایمان محبت بتایا گیا ہے ثلاث من کن فیہ
وجد حلاوۃ الایمان والی حدیث صحاح مین ہے تین خصلتین جسمین ہین وہ شیرینی
ایمان کی پاتا ہے اسمین بھی فضیلت یہی ہے کہ وہ اللہ و اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہو اسیطرح
حدیث تقرب کی ہے کہ آنحضرت فرماتے ہین اللہ فرماتا ہو ما تقرب الی عبدی شئی احب الی
منی ادا ما افترضتہ۔ بندہ جن چیزون سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے اُن مین سب سے زیادہ پسندیدہ
مجکو یہ ہے کہ جسکو مین نے فرض کیا ہے اسکو وہ ادا کرے ولا یزال عبدی یتقرب الی
بالنوافل حتی احبہ اور ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ساتھ سے تقرب حاصل کرتا رہتا ہے
یہان تک کہ مین اسکو محبوب کر لیتا ہون اور جب مین محبوب کر لیتا ہون تو ظہور میرے صفات
کا ہونے لگتا ہے مین اسکی آنکھ ہو جاتا ہون جس سے وہ دیکھتا ہے، مین اسکا کان ہو جاتا ہون
جس سے وہ سنتا ہے، مین اسکا ہاتھ ہو جاتا ہون جس سے وہ پکڑتا ہے مین اُسکے پیر ہو جاتا ہون
جس سے وہ چلتا ہے اس سے بھی دو طرفہ محبت کا ثبوت ہوتا ہے اسیطرح حدیث مین آیا ہے اذا
احب اللہ عبدا لایضرہ ذنبہ جس وقت اللہ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو پھر اُسکو گناہ
اسکے ضرر نہین دیتے یا ارشاد ہوتا ہو من عادٰی ولیا الحدیث جس کسی نے میرے دوست سے
عداوت کی تو اُسنے مجھے پیام جنگ دے دیا اور مقابلہ کی دعوت دی اسی طرح ارشاد ہوتا ہو
کہ جب اللہ کسی سے محبت رکھتا ہے تو حضرت جبرئیلؑ کو خبر دیجاتی ہے کہ خدا فلان بندے کو
دوست رکھتا ہے وہ اپنے ماتحت فرشتون کو خبر دیتے ہین اسی طرح آسمانون پر وہ مشہور ہوجاتا
ہے آسمان کے لوگ اُسکو محبوب رکھنے لگتے ہین ایک شخص قل ہو اللہ بہت پڑھتا تھا لوگون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا آپ نے دریافت فرمایا کہ کیون پڑھتا ہے اُسنے عرض کیا کہ
اسکو یہ سورت بہت پسند آتی ہے آپ نے فرمایا کہ اسکو خبر دیدو کہ اللہ اسکو محبوب رکھتا ہے ہمکو دعا مین
تعلیم ہوئی ہے کہ اللہم اجعل حبک احب الی من نفسی واہلی پڑھا کرین۔ اے بار خدایا
کر دے اپنی محبت کو میری جان مال سے زیادہ محبوب تر میرے لیے۔ قرآن شریف مین جابجا آیا ہو کہ اللہ

الٰہی بندون کے ساتھ

فلان جماعت کو پسند کرتا ہے ۞ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین ان اللہ
یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا۔ احادیث مین آیا ہے احب الاعمال مادیم
احب الاعمال الصدقۃ الحدیث ان اللہ یحب الشجاعۃ ولو بقتل حیۃ اسی طرح
بہت سی احادیث ہین کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے محبت ہوتی ہے بلکہ مطلوب ایمان
وعرفان کا محبت ہے اور اللہ بندون سے اپنے محبت رکھتا ہے محبت اور حب ہم معنی ہین اور
یحبونہم یحب اللہ کا مصدر حب والمحبۃ ہے کون انسان ہے کہ جس کو کسی شئے کا ادراک ہو
اسے محبت کا ادراک نہو ہر زبان مین یہ لفظ موجود ہے ہر دل مین اسکے معنی ہین چھوٹا لڑکا بھی جانتا
ہے کہ اسکو کس کے ساتھ محبت ہے اور اُس کو کون پیار کرتا ہے کس کو زیادہ محبت ہے اسکے بدیہی ہونے
مین شک نہین ہے پھر اسکی تعریف حقیقی نہین ہو سکتی ہے اسی وجہ سے بہت سی تعریفین مذکور
ہوئین مگر وہ سب ناتمام ہین علمانے قریب بیس سے متجاوز تعریفین کی ہین مگر سب اثر محبت ہین خود
محبت کو وہ تعریفین واضح نہین کرتی ہین بلکہ اور معنی کو ذہن سے دور کردیتی ہین۔ زبان عربی کے
لطائف اس سے واقف کار ہی سمجھتا ہے اُسکو ناواقف مستبعد خیال کرتا ہے مگر جو زبان کے فلسفہ
سے آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ عربی زبان ایسے مستحکم اصولون پر قائم ہے جس کی نظیر دوسری زبانون
مین نہین ملتی ہے یہی لفظ حب کا ہے اگر اسکے معنے نہ کہے جاوین صرف اسکی لفظی تحقیق ہو جاوے
تو محبت کی حقیقت پر کافی تنبیہ ہو جاتی ہے اسلیے ہم پہلے تحقیق لفظی کرتے ہین حب دو حرفون سے
ایک حا ہے دوسرا با ہے مرکب ہے یہی اصلی مادہ محبت کا ہے حا تمام حروف کے مخرج سے
جو آخر مخرج ہے اُس سے نکلتا ہے اور با سب سے اول مخرج سے نکلتا ہے حا حروف حلقی سے
ہے اور حرف با ہونٹون سے نکلتا ہے اسمین اشارہ اس جانب ہے کہ اول و آخر ہر شئے کا یہی محبت ہے
حدیث قدسی ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق مین ایک خزانہ
مخفی تھا حب مجھ اپنی معرفت محبوب ہوئی تو مین نے خلق کو پیدا کیا۔ ع عشق اول در دل معشوق
پیدا می شود عرفا کے نزدیک اصل تمام اشیا کی محبت ہے اور وہ عین حقیقت حضرت حق ہے
العشق ھو اللہ ھو اللہ ھو اللہ میر تقی کہتے ہین ع محبت مسبب محبت سبب ۞ محبت سے ہوتا ہے
کار عجب ۞ غرضکہ لفظ حب ہی اپنے مخرج سے اس امر کو بتا رہا ہے کہ منہ المرجع والیہ المآب اسیطرح
یہ لفظ یا تو ماخوذ ہے حبب الاسنان سے حبب دانت بہت صاف و سفید ہوتے ہین تو اسکو ثبت
یہ کہا جاتا ہے تو اسوجہ سے اسکے معنی ہین صفائی اور بیاض موجود ہے یا ماخوذ ہے حباب الماء سے

اسمین ظہور و علو بھی ہے کتنی ہی محبت پوشیدہ کیجائے مگر وہ چھپتی نہین ہے ظاہر ہی ہو کے رہتی ہے ؎

ایحسب الصب ان الحب منکتم ۔ ما بین منسجم منہ و مضطرم

لولا الھوی لم ترق دمعا علی طلل ۔ ولا ارقت لذکر البان والعلم

می توان داشت نہان عشق ز مردم لیکن ۔ گرمی رنگ رُخ و خشکی لب را چہ علاج

ہوتے آتش کے ہین یہ پر کالے ۔ تاڑ جاتے ہین تاڑنے والے

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ یہ ماخوذ ہے حب البعیر سے جبکہ اونٹ بیٹھ جاوے اور پھر نہ اُٹھے اُس مین لزوم و ثبات کی شان ہے حب محبت دلمین بیٹھ جاتی ہے تو پھر مرتے دم تک نہین جاتی ہے ؎

از جان طمع بردن آسان بود ولیکن ۔ از دوستان جانی مشکل بود بریدن ؎

یا ماخوذ ہے حبۃ القلب سے کہ جس سے مُراد لب اور اصل ہے اسی سے حبوب دانون کو کہتے ہین محبت ہی اصل اور مغز تمام عالم کا ہے۔ یا ماخوذ حب الماء سے ہو جس کے معنی پانی برسنے کے ہیں اس مین بھی حفظ و امساک کے معنی پیدا ہوتے ہین عشق و محبت بھی حالت کی محافظت کرتی ہے ابتدائی حالت اسکی میلان القلب سے تعبیر کی جاتی ہے پھر تعلق ہے پھر صبابۃ ہے جس سے بدون محبوب کے قرار نہین ہوتا ہے پھر مرتبہ غرام کا ہے کہ محبت لازم ہو جاتی ہے جسطرح تپ لازم کہ جدا ہی نہین ہوتی پھر ود کا مرتبہ جو فرط محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر شغف ہے کہ محبت شغاف قلب تک پہونچگئی ہے پھر عشق ہے کہ محبت انتہا درجے کو ہوگئی کہ سوائے محبوب کے کوئی شے محبوب نہین رہی پھر تتیم ہے کہ جسمین انتہائی تذلل محبوب کے روبرو ہو جاتا ہے پھر تعبد ہے کہ محبوب کی پرستش ہونے لگتی ہے پھر خلت کا مرتبہ ہے کہ اُس سے زیادہ کوئی مرتبہ نہین ہے کہ جو روح و قلب مین محبت پیٹھ گئی ہے اور غیر محبوب کو رسائی نہین ہے اسی وجہ سے امتحان خلیل کا ذبح ولد سے ہوا خدا کی خلت تک دو ہی انسان پہونچے ایک خلیل الرحمن دوسرے حبیب اللہ صلے اللہ علیہما وسلم ایک عارف کہتا ہے کہ

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن ۔ دل بدست دگرے دادن و حیران بودن

حضرت جنید نے ارشاد فرمایا کہ عبد ذاھب عن نفسہ عاشق وہ بندہ جو جان باختہ ہو متصل بذکرہ اسی کی یاد مین لگا رہے قائم باداء حقوقہ محبوب کے ادائے حقوق مین مستعد ہو ناظر الیہ بقلبہ دل سے اُسکی طرف دیکھتا ہو احرق قلبہ انوار ھیبتہ محبوب کے انوار ہیبت سے اُسکا دل جل چکا ہو اور محبوب اپنے استار غیب سے اُسپر ظاہر و منکشف ہو گیا ہو فان تکلم فباللہ پھر اگر وہ بات کرے تو اللہ کے ساتھ وان نطق فعن اللہ پھر اگر وہ بولے تو اللہ ہی کی طرف سے

وان تحرك اليه فبامر الله اگر وہ حرکت کرے تو اللہ ہی کے امر سے وان سکن فمع الله
پھر اگر وہ سکون اختیار کرے تو اللہ ہی کی معیت ہے فهو بالله ولله ومع الله تو وہ اللہ کی
وجہ سے ہے اللہ کے لیے ہے اللہ کی معیت میں ہے اُسکے علاوہ بھی عرفاء کے کلمات ہیں مثلاً
غیر محبوب نظر سے جاتا رہے محبوب کے مقابل اپنی ہستی معدوم ہو جائے اسکا کرم بہت سمجھا
جاوے ادنی التفات محبوب کا بڑی نعمت ہو اپنی تابعداری اور اپنی اطاعت کوئی شے نہ ہو
جو محبوب سے ہو وہ بہتر ہے ہر ادا اسکی پسند آوے وغیر ذلک ۔
یہ تو معلوم ہو گیا کہ محبت اللہ کی مامور بہ ہے اور محبت کی تعریف بھی معلوم ہو گئی ادنی درجہ میلان
قلب کا ہے وہ ہم جنس سے ہوتا ہے اسواسطے معطلہ اور دیگر فرق متکلمین کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ محبت
بالمعنی حقیقی متعذر ہے اسکا ادراک ناممکن ہے وہ ارادے کے تحت میں نہیں آسکتا ہے ارادہ ممکن

محبت درحقیقت اللہ ہی سے ہوسکتی ہے

سے تعلق رکھتا ہے اسواسطے اس سے محبت نہیں ہوسکتی ہے اب جو محبت کا حکم ہے وہ بالمعنی مجازی
ہے یعنے اس کی اطاعت اُسکے حکم کی فرمانبرداری اور اس کی رحمت کی خواہش اُسکے غضب سے
خوف یہ سب آثار محبت ہیں یہی مامور بہ ہیں ۔
محققین کہتے ہیں کہ محبت درحقیقت اللہ ہی سے ہوسکتی ہے کیونکہ وہی مستحق محبت کا ہے دوسروں سے
کسی سے ہوتی ہے وہ حقیقت سے ناآشنا ہونے کے باعث سے جیسے کوئی شخص کسی تصویر پر عاشق
ہو اور اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ تصویر جس کا عکس ہے وہ بھی کوئی ذات ہے اسی طرح غیر اللہ سے محبت ہے
اس دعوے کیلیے حسب ذیل مختصر بیان ہم یہاں لکھتے ہیں زیادہ مفصل بیان کتب علما میں مثل احیاء العلوم
امام غزالی اور مدارج السالکین ابن قیم میں مطالعہ کرنا چاہیے ۔ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان اچھی
صورت کو دیکھنا پسند کرتا ہے پر فضا باغوں میں گل و غنچہ کی خوشنمائی دل کو بہلا لیتی ہے نفس کو مائل
کر لیتی ہے خوش گلو تمام مجلس کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے ملایم کپڑا خوشبو انسان کو پسند ہے اچھی
غذا کی خواہش ہوتی ہے محض اسلیے کہ آنکھ ۔ کان ۔ ناک ہاتھ زبان اس سے لذت حاصل کرتے
ہیں اور لذت اسکے مناسب طبع ہونے کے باعث ہوتی ہے اور مناسبت ادراک کرنے سے ہوتی
ہے ۔ اسی کے برعکس منافرت بھی ہوتی ہے اور ادراک مخالف طبع ہوتا ہے اسی ادراک کو جو مناسب
طبع ہے اور جس میں لذت حاصل ہوئی ہے محبت کا دار و مدار سمجھنا چاہیے ان ظاہری حواسوں کا اوپر
قیاس کرکے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اصل قوت ادراک اور مدار شعور عقل ہے وہ بھی اس لذت
سے بے بہرہ نہیں ہے بلکہ اصل تمام ادراکات کی چونکہ عقل ہے اسواسطے اصل لذت کے احساس کا

تمام یہی عقل ہی کرتی ہے جس کو ادراک نہین ہے اُسکو لذت بھی نہین ہی اور جسکو لذت نہین ہی اُسکا نفس
مائل بھی کسی شے کی جانب نہین ہوتا ہی جو حواس کہتے ہین انھین کو لذت حواس سے ہوتی ہے وہ تمام
حیوانات ہین برخلاف انسان کے کہ وہ عقل رکھتا ہی تو اسکو احساس عقل سے بھی لذت حاصل ہوتی
ہی اسلیے عقل والے انسان مین یہ خصوصیت ہے کہ اسکا نفس محض لذائذ عقلیہ ہی کی جانب مائل ہوتا ہی اسکو عقلی محبت بھی ہوتی ہے
اسی وجہ سے انسان کو محبت اپنی ذات سے بھی ہوتی ہی اپنے مال و اولاد و اعزا و اقارب سے بھی ہوتی ہے اور احسان سے بھی ہوتی
ہے اور حسن سے اور اوصاف حسنہ سے بھی ہوتی ہی جمال و کمال سے بھی محبت ہوتی ہی برخلاف حیوانات کے کہ ان کو
حواس سے جو امور متعلق ہین انھین کیطرف میلان ہوتا ہی اور انھین اشیا سے ان کو محبت ہونا کہا جا سکتا ہے -
اب یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ جلشانہ کا ادراک ہو سکتا ہی یا نہین اور اگر ہو سکتا ہی تو کس حیثیت سے اور وہ
حیثیت توجہ اور میلان اور شوق کا باعث ہو سکتی ہے یا نہین -

تعریف شوق

پہلے ہم شوق کے متعلق اتنا کہدینا ضروری سمجھتے ہین کہ کسی لذیذ شے کا ادراک ہو اگر اس سے وصول
نہین ہوتا ہے تو اسکی جانب شوق ہوتا ہے یا کبھی ایک خوبصورت شخص کے ادراک کے باعث
میلان ہو گیا مگر اسکا صرف ہاتھ دکھائی دیا تو خواہش ہوتی ہے کہ اسکا پیر دکھائی دے اسکا منہ دکھائی
دے اسکا تمام جسم دکھائی دے غرضکہ بعض قسم کے ادراک کے بعد ہر طرح کے ادراک کی خواہش ہوتی
ہے یہی شوق کہلاتا ہی جب یہ باتین ذہن نشین ہو گئین تو اب ہم کہتے ہین کہ اصل محبت اللہ ہی
کے ساتھ ہوتی ہے اور اسکے وصال کا شوق اصلی شوق ہے اور جسقدر محبت ہی اسکی محبت کا سایہ اور
ظل ہے خواہ محبت اضطراری ہو جیسے ماں باپ کی یا اختیاری ہو جیسے دوسرے اشخاص کی مشہور
ہے کہ حضرت موسی نے ایک ماں کو دیکھا کہ وہ اپنے لڑکے کو گود مین لیے روٹیاں پکا رہی تھی جدہر
سے آنچ آتی تھی اُدھر سے لڑکے کو نہین لیے تھی بلکہ دوسری گود مین لیے تھی اور لپک
سے بچا بچا کے روٹیاں پکا رہی تھی حضرت موسی نے عرض کیا کہ تیری رحمت اس سے بھی زیادہ
ہے ارشاد ہوا کہ یہ ایک شمہ میری رحمت کا اور اثر اسکا ہے ، اصل یہ ہی کہ خدا کی محبت اصلی
ہے دوسرون کی محبت اسکی محبت کی فرع ہے اسی طرح ماں سے محبت لڑکے کی اصل خدا کی محبت ہے
ماں کے ساتھ محبت اسکی فرع ہے چاہے علم ہو یا نہ ہو جسطرح اوپر ہم نے بیان کیا کہ کسی کو محض
تصویر کے ساتھ محبت ہو در حقیقت وہ محبت اسکے ساتھ ہے جس کی تصویر ہے بڑا سبب محبت
کا اپنے وجود کے ساتھ محبت ہے عرفا کے نزدیک تو وجود انسان عین وجود باری ہے
ان کے اصول کے موافق جس طرح اپنے وجود کی محبت بدیہی ہے اسیطرح خدا کی محبت بدیہی ہی

دونون محبتون مین فرق نہین اگر وجود باری عین وجود عبد نہ ہو تو بھی مفیض وجود باری عزاسمہ ہے مان اور باپ سے جو محبت ہوتی ہے اُس سے زیادہ محبت خدا کی ہونا چاہیے مطلوب شرع بھی محبت بلکہ اِس سے بھی زیادہ محبت مطلوب ہے حضرت عمرؓ نے جب عرض کیا کہ مجھے اللہ و رسول کے ساتھ محبت سب سے زیادہ ہے بجز اپنے نفس کے کہ اسکی محبت ابھی زیادہ ہے تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب تک اُس سے بھی زیادہ تم اللہ و رسول کو نہ چاہو گے اسوقت تک ایمان کامل نہوگا حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب اُس سے بھی زیادہ مجھے محبت اللہ و رسول کی ہے آپنے فرمایا کہ الآن یا عمر قد تم ایمانک اب اے عمر تمھارا ایمان پورا ہوگیا اسواسطے کہ اصل وجود تمھارا یا تو عین وجود حق ہے یا اُسی کے پرتو سے ہے تو جو مفیض وجود ہے اسکے ساتھ محبت ہونا لازمی ہے اُس کی ذات کا احساس ہو یا نہ ہو اسکے وجود اور مفیض الوجود ہونے ہی سے اسکی محبت لازم ہوتی ہے اور وہی مستحق محبت ہوتا ہے پھر اگر احسانات کا لحاظ کیا جاوے تو جسقدر انعام و احسان کسی مخلوق سے بھی حاصل ہوتے ہین ان کا بھی اصل منعم وہی قرار پاتا ہے اس جہت سے بھی محبت اُسکی لازم ہے اگرچہ احسان نہ ہو تو بھی عقل سلیم محض محسن کی خواہ اپنا محسن ہو یا نہ ہو محبت کرتی ہر کسی جواد سے محبت ہوتی ہے چاہے اسکے وجود سے محبت کرنے والے کو فائدہ ہو یا نہ ہو اب کمال و جلال و جمال کو باعث محبت قرار دین تو ظاہر ہے کہ سوا اسکے کوئی جامع کمالات نہین اور نہ کوئی اسطرح جلال و جمال سے متصف ہی اسکے کمال کو زوال نہین ہے اور دوسرے کمالات زائل ہونے والے ہین تو مجرد کمال اور پھر جامع جلال و جمال اگر باعث محبت ہو لازوال محبت اُسی کی ہوسکتی ہے پھر اسکا وصال حقیقی ناممکن ہے اُس کی جانب شوق کی کوئی انتہا نہین ہے بعض صفات اُسکے متجلی ہین اور لاتعد و لاتحصے صفات اُس کے مختفی ہین جن کے انکشاف کی تمنا سے عشاق بیتاب و مشتاق ہین اب رہگیا یہ امر کہ اللہ کو بندون کے ساتھ محبت کسطرح ہوتی ہے ایک جماعت کی رائے ہے کہ اسکو بھی بالمعنے الحقیقی محبت ہوتی ہے مگر تحقیق اسکے خلاف ہے بلکہ جسطرح دیگر صفات کا ثبوت ہے اسی طرح اسکا بھی ثبوت ہے مثلاً رحمت کے معنی حقیقی رقت قلب ہے وہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیسے ثابت ہوسکتی ہے قلب ہی کہان ہے جو رقت اسکی ہو وہان رحمت کے معنی اثر رحمت کے ہین اسی طرح یہان بھی اثر محبت کے معنی ہین ورنہ رحمت جسمین میلان قلب ہوتا ہے اسکے لیے کیسے حقیقی طور پر ثابت ہوسکتی ہے اسکی محبت یہی ہے کہ اثر محبت یعنے تقرب بندون کو عطا کرتا ہے اور ثواب آخرت اور ثنائے جمیل مزید برآن ہے اس معنی کر کے اللہ

[illegible]

انبیا اور اولیا اور صلحا کو محبوب رکھتا ہے یعنے انکو قرب عطا فرمایا ہے اُنکی ثنا و تعریف کی ہے اُنکے لیے ثواب اُخروی ہے ان کو شفاعت کا مرتبہ عطا کیا ہے یہی اسکی محبت ہے۔ اب یہ امر بیان کرنے کے قابل ہے کہ خدا کی محبت اُسکے اسماء و صفات اسکے مظاہر کا مشاہدہ اُس کے انعامات و احسانات کا مطالعہ اسکے کلام کی تلاوت فرایض و نوافل سے تقرب حاصل کرنا مناجات نزول آلہی کے وقت کرنا متعلق اسکے اور صالحین کے ساتھ ہونا یہی امور اس کی محبت کے باعث ہین اور جب ان امور مین کمال ہو جاتا ہے تو خدا اس سے محبت کرنے لگتا ہے اسکی محبت کے آثار سے ہے کہ انسان مین اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہین قرب کی راہین حاصل ہو جاتی ہین اسی وجہ سے ارشاد ہوا ہے قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله آنحضرت صلعم کی اتباع جسقدر کامل ہوگی اسیقدر اللہ کی محبت زیادہ ہوگی مگر مراد اس جگہ محبت اختیاری ہے وہ تمام کائنات سے زیادہ اللہ کے ساتھ ہونا چاہیے ورنہ محبت اضطراری حیطۂ تکلیف سے باہر ہے اسیوجہ سے بسا مومن کامل محبت صادق فطری محبت کے باعث اپنی جان بچاجاتا ہے یا اولاد کی محبت مین سرشار رہجاتا ہے یہ معاف ہے البتہ عشق خدا کے ساتھ بلا لحاظ مظاہر حقیقی ہے اور بلحاظ ظہور مظاہر سے محبت مجازی ہے ؎ عاشقی گر زین سرست و زان سرست ؎ عاقبت مارا بدان شہ رہبرست ؎

مگر بلا لحاظ ظہور غیر اللہ سے محبت عشق نہین فسق ہے اگر بلا ارادۂ حرام ہو تو فحش ہے ؎ عشقہای گر پے رنگی بود ؎ عشق نبود عاقبت ننگی بود ؎ اگر بہ ارادۂ حرام ہے تو وہ فحش ہے ؎ این نہ عشق ست آنکہ درمردم بود ؎ این فساد از خوردن گندم بود ؎ اس سے ہماری محبت کو تعلق نہین ہے یہ معصیت ہے رہگیا عشق خدا خواہ حقیقی ہو یا مجازی مطلوب سالک اور مرغوب عارف ہے حضرات چشتیہ اسی کو ذریعہ صفای باطن اور درستی افعال اور اخلاق کا باعث سمجھتے ہین اور نقشبندیہ و قادریہ پہلے اصلاح نفس کو پھر عشق کو حاصل کرنا مناسب سمجھتے ہین نقشبندیہ اصلاح ظاہری کو اور قادریہ اصلاح قلبی کو مقدم کرتے ہین مگر تمام طرق کے نزدیک بدون محبت کے قرب نہین ہوتا ہے۔ تمام قبیل کے مراتب اور تمام بعد کے سب عشق پر مرتب ہوئے ہین۔ وہی مطلوب شرایع ہے واللہ اعلم ؎

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا

اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزون مین حلال پاکیزہ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو

خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَ

کیونکہ وہ تمھارا صریح دشمن ہے وہ تمھین بری اور بیحیائی ہی کی باتین

الْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

بتاتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ تم خدا پر نادانستہ باتین بناؤ

اور پر جبکہ ممانعت کی گئی کہ خدا کے ساتھ کوئی شریک و ند نہ اختیار کیا جاوے جس سے خدا ہی کی ایسی محبت کی جاوے تو پھر ارشاد ہوا کہ جن چیزون کو تم انداد کی خوشنودی کی خیال کرتے تھے وہ بھی نہ کرو جو چیزین اللہ نے حلال کی ہین محض اپنی مرضی سے یا اپنی اگلی دیانت کی عادت سے حرام نہ کرو اللہ نے تو یہ چیزین تمھارے نفع کے لیے پیدا کی ہین اُن سے فائدہ اٹھاو مشرکین عرب بتون کی خوشنودی اور انداد کے تقرب کے لحاظ سے جانورون کو چھوڑ دیتے تھے ان کو نہین کھاتے تھے بنی ثقیف و بنی خزاعہ و بنی مدلج کھجور کو حرام سمجھتے تھے اور عبد اللہ بن سلام اور دیگر یہودی اونٹ کا گوشت نہین کھاتے تھے اسوجہ سے کہ ان کی پرانی عادت تھی یہود کے نزدیک اونٹ کا گوشت حرام ہے اُن کے متعلق یہ آیت اُتری عام مفسرون کی یہی راے ہو مگر مِمَّا فِی الْاَرْضِ سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جو اشیا زمین مین پیدا ہوتی ہین اُن کے بارے مین یہ آیت ہو ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہم نے تمپر انعامات کیے اور پانی برسایا روئیدگی نکالی ہر طرح کے میوے پیدا کیے تم ان سے کھاؤ پیو اور اسکے انعامات کو ملحوظ رکھو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اُسی سے دل لگاؤ شیطان جو تمھارا دشمن ہے اسکے کہنے مین نہ آجاو کہ وہ تم کو پہلے جنت سے نکلوا چکا ہے لہٰذا ڈر ہے یہان بھی تم کو محروم کرنا چاہتا ہے۔

حَلَالًا حل کے معنی گرہ کشائی کے ہین جن کی گرہ حرمت کی کھولدی گئی یہ یا تو مفعول کلوا کا ہو یا کلوا کی ضمیر کا حال ہے یا صفۃ اکلاً کی ہے یعنی اکلا حلالا اور من تبعیض کا ہے یا ابتدائی ہے۔ ان کو کھاؤ یہ امر اباحت کے لیے ہے مگر بعض صورتون مین استحبابی ہو جاتا ہو جسوقت کہ انسان مہمان داری کرتا ہو یا مہمان ہو تو اسوقت کھانا مستحب ہو جاتا ہے اور کبھی یہ امر ایجابی ہوتا ہے اسوقت کہ جب نہ کھانے سے زندگی دشوار ہو سد رمق کے لیے کھانا واجب ہو اگر نہ کھائے گا

تفسیر حلال

اور مر جاوے گا تو گنہگار ہوگا کھانا واجب ہے ؏

طَیِّبًا سے مراد ہر لذیذ و پاکیزہ بلا ضرر چیزین ہین امام مالکؒ کہتے ہین جس کو شرع کا منہ لذیذ
سمجھے اور اسکو ناگوار نہ کرے نہ اُس سے گھناے اور وہ ظاہر و پاک ہو شبہات سے امام شافعی
کہتے ہین جسکو مزاج صحیح چاہے اور اچھا سمجھے مگر یہ کہا جا سکتا ہو کہ اگر وہ حلال ہے تو اسمین داخل ہے
اگر حرام ہے تو وہ طیب نہین ہے امام مالک کی تفسیر کی بنا پر محض تعمیم حکم کے لیے حلال کو
طیب کے ساتھ موصوف کیا ہے کیونکہ نکرہ کی جب صفت لائی جاتی ہے تو اُس سے مقصود تعمیم ہوتا ہو
اور وہ فائدہ تعمیم کا دیتا ہے ؏

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ خطوات جمع خطوہ کی ہے خطوہ بالفتح تو قدم ایک بار رکھنے کو کہتے
ہین اور خطوہ بالضم اُس فاصلہ کو کہتے ہین کہ جو چلنے والے کے ہر ایک قدم کے درمیان ہوتا ہے
اسجگہ مراد اسکی پیروی ہے اسی وجہ سے خطوہ کی تفسیر مین اختلاف ہوگیا ہے خلیل اسکے معنی آثار
کے کہتے ہین جس کی اُردو نقش قدم ہے حضرت ابن عباسؓ اسکی تفسیر مین شیطان کے اعمال کہتے
ہین اور مجاہد شیطان کی خطاؤن کو ذکر کرتے ہین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کہتے ہین کہ
مراد اس جگہ خطوات الشیطان سے مخصوص اشیا ہین وہ طلاق کا حلف کرنا یا نذر معاصی کی
کرنا نافع اور ابو عمر اور حمزہ نے سکون طا سے پڑھا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دونون
ضمون کے ساتھ پڑھا ہے بعض نے فتحتین پڑھے ہین شیطان کو عدو مبین کہا ہے کیونکہ اُس کی
عداوت ظاہر ہے یا وہ عداوت ظاہر کرتا ہے ؏

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ - وہ شیطان جو کچھ حکم کرتا ہے وہ نازیبائی اور بیحیائی کی باتین ہین مراد اس جگہ
امر سے اسکا وسوسہ ہے اور اسکا معاصی کو مزین کرکے دکھانا ہے کہ وہ سوء کو اسطرح دکھاتا ہو کہ وہ
سوء نہین معلوم ہوتا ہے ہر وہ شے جو رنجدہ ہو سوء ہے کل معاصی اسوجہ سے سوء کہلاتے ہین کہ انسے
طبائع سلیمہ کو رنج پہونچتا ہے وہ معاصی قول ہون یا فعل ہون یا اعتقاد ہون اور فحشاء بروزن
ضرار سے مراد اس سے وہ معاصی ہین جو بہت بڑے ہین ابن عباسؓ سوء سے وہ معاصی مراد لیتے
ہین جنپر حد نہ ہو اور فحشاء سے وہ مراد لیتے ہین جنپر حد ہو اور بعض لوگ کہتے ہین کہ دونون کا ایک
ہی معنی ہین جس شے کو عقل پسند نہ کرے اور حکم عقلی یہ ہو کہ اسمین نہ تو کوئی مصلحت ہے اور نہ اسمین
کوئی فائدہ ہے عند الشرع بھی وہ برا سمجھا جاتا ہو۔

وَاَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور یہ حکم کرتا ہے کہ تم اللہ پر وہ باندھ لو جسکو تم جانتے نہین ہو

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا

اور جس وقت اُن سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے نازل کیے ہوے کی پیروی کرو تو کہتے ہین ہم تو اسکی پیروی کرین گے

عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ

کہ جس پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور گو ان کے باپ دادا محض بے عقل اور گمراہ ہون اور ان کی مثال

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً

جنھون نے کفر کیا ہے ویسی ہے کہ جیسے کوئی آواز دے اس شے سے کہ جو سنتا نہین ہے۔ مگر صرف

وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

پکار اور صدا وہ بہرے ہین گونگے ہین اندھے ہین اسلیے وہ عقل نہین رکھتے ہین۞

بقیہ تفسیر صفحہ ۶۴ بے علم کے بات خدا پر بنا دینا اور پر سور اور مختارین بھی داخل ہے مگر اسکی قباحت اور برائی کرنے کے لیے مخصوص طور پر اسکو ذکر کیا تاکہ اہتمام شان زیادہ ہو جاوے اور اسکی قباحت کا اظہار پورے طور پر ہو جائے اسجگہ بعض لوگ کہتے ہین کہ جب ہمکو حکم ہوا ہے کہ بغیر علم یعنی یقین کے کچھ نہ کہین تو مسائل اجتہادیہ مین جو احکام مجتہدین کے ہین جن مین صرف ظن حاصل ہوتا ہو اُنکا کرنا جائز ہے اور اُن کی پیروی اور تقلید بھی روا ہوگی کیونکہ جب علم مجتہد کو نہ ہوا تو پھر مقلد کو کیسے ہو سکتا ہو مگر یہ شبہہ لغو ہے ہواسطے کہ شرعیات مین علم بولتے ہین اور مراد غلبہ ظن بھی ہوتا ہے علم بمعنے یقین کے ہر جگہ نہین مستعمل ہوتا ہے یہان بھی علم کے معنے صرف یقین کے نہین بلکہ اعم ہین یقین اور غلبہ ظن سے اور اگر بفرض ظن خلاج ہو تو ہم کہتے ہین کہ حکم مجتہد اگرچہ مظنون ہے مگر اس مظنون پر عمل کرنا مقطوع ہے اس صورت مین اتیان سے ایجاب کے ساتھ علم متفق ہوا نہ کہ ظن اور مجتہد کی اتباع مقلد کو لازم ہے ہواسطے اسکو بھی علم بالاتیان قطعی ہے۞

بعض لوگ اس آیت سے حرمت تقلید نکالتے ہین مگر یہ استدلال مذکورہ بالا وجہ سے کمزور ہے اور بفرض مانا جائے تو بھی احتمال دوسرا بھی ہے استدلال کے قابل نہین ہے۞

وَإِذَا قِيلَ کی ھُم کی ضمیر یا تو اُن لوگون کی طرف پھرتی ہے جو اوپر مذکور ہوے کہ اللہ کے سوا دوسرون کو انداد محبوب بناتے ہین وہ مشرکین ہین یا آگے چلکر جن کا ذکر آیا ہے شیطان حق کیرسو اسے جو ہیود ہین یا ہر قسم کے کفار کی طرف پھرتی ہے جو مفہوم ہوتے ہین اوپر کی آیتون سے اور جن سے خطاب کیا گیا ہے یا ایہا الناس کے تحت مین اس صورت مین خطاب حضور سے غیبت کی جانب

اسو جہ سے ہے کہ ظاہر کیا جاوے کہ یہ لائق خطاب نہین یہ بات سمجھنے کے قابل ہین رہی آلفینا اور وجدنا کے ایک ہی معنی ہین کہ ہم نے اپنے باپ دادا اون کو ایسا ہی پایا ہے آ د لو کان شرط ہے کہ جس کی جزا محذوف ہی ؛

لَا تَتَّبِعُوهُمْ تعجب ہے یا انکار ہے اور واو یا تو حال کا ہی یا عطف کا ہی اور جملہ یا حال ہے قالوا سے یا استانفہ ہے مراد یہ ہی کہ کیا اُن کے باپ دادا اگر کسی شئے کو نہ سمجھتے اور گمراہ ہوتے تو بھی اُن کی اتباع کرتے حالانکہ اُن کے باپ دادا ایسی ہی ہین اس جگہ کورانہ تقلید کی مذمت نکلتی ہے مگر اچھون کی پیروی اور مجتہدین کی تقلید پر یہ آیت کچھ اثر نہین کرتی ہے مگر اشارۃ النص سے اِس سے پیروی اُن لوگون کی جو عقل رکھتے ہین اور راہ راست پر ہین اسکا ثبوت ہوتا ہے اگرچہ ہم نہ اس کو تقلید ائمہ کے ثبوت پر پیش کرتے ہین نہ عدم تقلید پر اس کو دلیل سمجھتے ہین بلکہ ادلہ ثبوت تقلید کے بہت ہین جو کتب اصول فقہ مین مذکور ہین ؛

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کا جملہ یا تو ابتدائی ہے یا عطف ہے اوپر کے جملہ پر وہ جملہ کفار کے بیان حال کے واسطے ہے اور یہ اسکی توضیح کرتا ہے تمثیل کی صورت مین اسجگہ یا تو اول مین مثل کے بعد داعی کا لفظ محذوف ہی یعنے مثال اس شخص کے جو کفار کو پکارتا ہے یا مثل الذی ینعق مین بہیمہ محذوف ہے کہ یہ مثال اسکی مثل اس جانور کے ہے جو آواز دیتا ہے نعق کہتے ہین برابر آواز دینے کو جانورون کے چونکانے کی غرض سے یا انپر زجر کرنے کے لیے اور یہ بھی کہا جاتا ہے نعق الغراب جس وقت کوا آواز دے یعنی گردن دراز کی اور نعق اسوقت کہتے ہین کہ وہ جب گردن دراز کرکے آواز دے مراد پہلی تقدیر پر یہ ہے کہ جو شخص کفار کو آواز دیتا ہے تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جانور کو آواز دے کہ وہ آواز تو سمجھتے ہین مگر مطلب کچھ نہین سمجھتے اسی طرح یہ بھی آواز سنتے ہین مگر اُس سے اثر نہین لیتے کورانہ تقلید مین پھنسے ہوئے ہین اور حق کی جانب رخ نہین کرتے ہین یا یہ خود مثل بہائم کے ہین کہ آواز دیتے ہین مگر سمجھتے بوجھتے نہین سواے بلانے اور صدا کے اور کچھ حاصل نہین ہے بعض نے کہا ہے کہ کفار کا آواز دینا بتون کو اسکی تشبیہ ہے مگر یہ قول ضعیف ہی اسواسطے کہ بتون کے لیے الا دعاء وندا ء کا لفظ مناسب نہین ہے بہرحال نکی بے توجہی کی تمثیل ہے بعض کہتے ہین کہ نداء اور دعا ہم معنی ہین اور بعض دعا کو کہتے ہین کہ وہ ہے جو مسموع ہوا اور نداء وہ ہے کہ جو کبھی سنی جائے اور کبھی نہ سنی جائے اور بعض کہتے ہین دعا قریب کے لیے ہے اور نداء بعید کے لیے ہے ؛

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
اے ایمان والو تم کو جو ہم نے روزی دی ہے اسکی پاکیزہ چیزون
وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○
سے تم کچھ کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

یہ آیت خاص اہل ایمان کے لیے ہو اسمین دو احتمال ہین ایک تو یہ کہ جو حکم آیت سابقہ مین عام طور پر دیا گیا تھا وہ اہل ایمان کو خاص طور پر دیا گیا ہے محض انکی شان اور عظمت دکھانے کے لیے اور خصوصیت جتانے کیلیے اس احتمال کی بنا پر آیت سابقہ اور یہ آیت ہم معنی ہین دوسرا احتمال یہ ہے کہ آیت سابقہ مین عام طور پر طیبات کے کھانے کا حکم ہے اس آیت مین اہل ایمان کو ارشاد کیا گیا ہے کہ جو اشیا، ہم نے تمھارے کھانے کے لیے بنائی ہین وہ تمھارے فائدے کیلیے ہین لیکن اسلیے نہین ہین کہ ان مین انہماک کرو بلکہ اسلیے ہین کہ بقدر حاجت انھین سے کھاؤ اور اس کھانے کو بھی ادائے شکر کے باعث عبادت کرلو اسواسطے کہ تم ایماندار ہو تمھارا کوئی کام ایسا نہ ہونا چاہیے جو فضول و رائگان ہو توسع ملابس و رزق مین دنیا کی جانب انہماک کرادیتا ہے اور عقبےٰ اور مولیٰ سے غافل کر دیتا ہے تو تم ایسا مت کرو تو گویا یہ آیت ایک امر زائد پر دلالت کرتی ہے وہ امر زائد یہ ہے کہ مباح کو بھی بقدر حاجت حاصل کرنا چاہیے اسمین کچھ تناول کرنا چاہیے اور وہ بھی محض تناول کرکے رائگان نہ کرنا چاہیے بلکہ ادائے شکر سے اسکو عبادت کرنا چاہیے تو یہ تمہید حکم شکر کی بھی ہوئی اور اداء شکر چونکہ اہل ایمان کی شان سے ہے اس واسطے اس آیت کا خطاب انھین سے ہوا کفار ناشکر گزار ہین اُن کو اس امر کا حکم ہونا فضول تھا ۔۔

طیبات سے مستلذات اور حلال اشیاء مراد مین حرام شے اس قابل نہین کہ وہ تناول کی جائے اور پھر اسپر شکر ادا کیا جاے شکر حلال ہی پر ہوتا ہو شکر کے بدون عبادت تمام نہین ہوتی ہے حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہو کہ شکر نصف ایمان ہے جو امور ایمان سے تعلق رکھتے ہین انمین اسکا تعلق بہت زیادہ ہے اداے شکر مین کل عبادات داخل ہین اور اداے صبر مین ترک منہیات یہ دونون اگر ادا ہو جاوین تو ایمان کے تمام اوصاف انسان مین حاصل ہو گئے ۔۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ
تمھارے اوپر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام

بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ
ذبح کے وقت پکارا گیا ہے پھر جو تم میں سے عاجز و لاچار ہو بغیر نافرمانی اور طغیانی کے تو یقیناً

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ
اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے

مقصود یہ ہے کہ ان محرمات سے جو چیزیں یہاں مذکور ہوئیں اور جن کے متعلق مشرکین عرب حلت کا اعتقاد رکھتے تھے اُن کی صراحت فرما کے حالت لاچاری میں ان کے تناول کو معاف کرنے کا حکم ظاہر کر دیا گیا ہے اِنَّمَا حصر کے لیے ہے مگر یہاں حصر اضافی ہے انھیں اشیاء میں جن کو وہ لوگ حلال سمجھتے ہیں نہ کہ مطلقاً محرمات کا حصر ان چند اشیاء میں ہے اسواسطے کہ محرمات علاوہ ان اشیاء کے بھی ہیں اِس قسم کا حصر کلام عرب میں شایع ہے اسوجہ سے جو اعتراض یہاں اِنَّمَا کے حصر پر کیا جاتا ہے وہ غیر مسموع ہے اور وہ مبنی اس امر پر ہے کہ موارد کلم کلام عربی کے پیش نظر نہیں ورنہ اُسکے نظائر کثرت سے ہیں حصر ہوتا ہے مگر وہ حصر اضافی ہوتا ہے نہ حقیقی اِس قسم کا حصر قابل اعتراض نہیں ہوتا ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ - حرام کیا اللہ نے تم پر میتہ کو جسکے معنی مُردار کے ہیں اور وہ شرع کی روسے وہ جانور ہے جو بغیر ذکوۃ شرعی کے ہلاک ہو جاوے ذکوۃ شرعی دو قسم کی ہے ایک اختیاری دوسری اضطراری اختیاری میں حلقوم اور مری اور دو جان جاہر ان رگون کا کٹنا ضروری ہے اور اگر نصف بھی کٹجاوے تو ذبیحہ صحیح ہو جاوے گا اور اختیاری میں اگر کسی نے گردن کو علحدہ کر دیا تو گردن کا کھانا ناجائز ہوگا مگر بقیہ جسد کا کھانا جائز ہوگا جھٹکا کھانا حرام اسوجہ سے ہے کہ وہ غیر اللہ کیلیے ذبح ہوتا ہے اسپر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا ہے - اضطراری ذکوۃ یہ ہے کہ کوئی شکاری جانور یا پالتو وحشی ہو گیا اور وہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتا اسکو کسی آلہ جارحہ سے ہلاک کر ڈالا گیا تو اسکے لیے مخصوص اُن رگون کے کٹنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح شکاری کتا یا بہری و باز وغیرہ سدھائے ہوئے جانور اگر اللہ کا نام لے کے چھوڑے جاویں اور وہ اپنے کھانے کے لیے شکار نہ کریں تو وہ بھی مزکی ہیں اور یہ ذکوۃ بھی اضطراری ہے اور اگر خدا کا نام نہ لیا جاوے یا جانور اپنے کھانے کے لیے شکار کرے یہانتک

کہ اسمین سے کچھ کھالے تو وہ حلال نہ ہوگا اسی طرح اگر مسلم و مشرک کے شکاری جانور شریک ہوگئے تو بھی حلال نہ ہوگا۔ پھر اگر نوکدار ہو یا بارڈھدار ہو تو اُس سے شکار کیا ہوا حلال ہے اگر چوڑائی سے پتھر کی دبکے کوئی جانور مرا تو وہ حلال نہین اگر بارڑھ سے مرا تو حلال ہے اسی طرح غلہ سے اگر کوئی جانور مر گیا تو حلال نہین ہے بندوق مین تین قول ہین ایک یہ کہ اسکے نشانہ سے مرا ہوا جانور جائز ہے اور اُس سے جو قتل کیا جاوے اسپر قصاص ہو دوسرا قول یہ ہے کہ نہ جانور حلال ہے نہ قصاص قاتل پر ہے بلکہ وہ شبہ عمد ہے تیسرا قول یہ ہے کہ جانور حرام ہے مگر قتل انسان مین قصاص ہے اسواسطے کہ آلہ محدد نہین مگر ہلاکت اُس سے متیقن ہے۔ یہی آخری قول ہم علماے فرنگی محل کا ہے جو جانور سلاخ سے مارا جاتا ہو کہ اسکو ٹونٹ کے اندر ڈال کے گردن سے نکالتے ہین وہ بھی حلال نہین ہے میتہ مین وہ بھی داخل ہے جو جزو حیوان زندہ کاٹ لیا جاوے ابو داؤد اور ترمذی نے ابو واقد اللیثی سے روایت کیا ہے کہ آپنے فرمایا ما قطع من البھیمۃ وھو حیۃ فھو میتۃ جو جانور سے کاٹ لیا گیا ہو درحالیکہ وہ جانور زندہ ہو تو وہ کٹا ہوا گوشت میتہ ہے مردار ہے اُسکو کھانا جائز نہین ہے جس جانور کو پہلے زخمی کرکے دماغ مین اسکے سلاخ بھونک دیتے ہین پھر ذبح کرتے ہین وہ جایز ہے مگر یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ اسمین اذیت ہوتی ہے گو سمجھتے ہین کہ اذیت کم کرتے ہین مگر زخم زندگی مین باعث اذیت ہے اور مرتے وقت زخم کی اذیت آتی ہے اسیواسطے حکم ہے کہ قتل کرنے مین سہولت اور آسایش پہونچانا چاہیے تیز چھری سے ذبح کرنا چاہیے میتہ مین کل چیزین داخل ہین بجز ان کے جنکو شارع نے مستثنی کیا ہے جس طرح دم یعنے خون مین کل اقسام خون کے داخل ہین بجز اُسکے جسکو شارع نے مخصوص کردیا ہے انہین سے مچھلی اور ٹڈی میتہ ہے اور جائز ہے اور طحال و کبد ہے کہ دم ہے اور جایز ہے اسجگہ دم کو عام لیا ہے اسی وجہ سے ایک جماعت مچھلی کے خون کو بھی ناجایز کہتی ہے مگر قرآن شریف مین دوسری جگہ او دما مسفوحا آگیا ہے اس سے یہ مطلق محمول ہوتا ہے اسی مقید پر حدیث شریف مین آیا ہو کہ ابن عمر فرماتے ہین کہ ارشاد کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احلت لنا میتتان ودمان السمک والجراد والکبد والطحال رواہ ابن ماجۃ والحاکم حلال کیا گیا ہے ہمارے لیے دو میتہ اور دو خون ایک مچھلی ایک ٹڈی اسی طرح ایک کبد دوسری طحال اسکو ابن ماجہ و حاکم نے روایت کیا ہے بعض علماکے نزدیک وہ مچھلی جو از خود مرکے دریا پہ آگئی ہو اور اسے طافی کہتے ہین وہ حلال نہین ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ
یہی لوگ ہین جنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی لی اور مغفرت کے بدلے عذاب تو

بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
کیسے آگ پر دلیر ہین یہ اسوجہ سے کہ اللہ نے حق

نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ
کے ساتھ کتاب نازل کی ہے اور یقیناً جو لوگ اس کتاب مین اختلاف

لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ○
کرتے ہین وہ بڑی دور کی مخالفت مین ہین

تفسیر بقیہ صفحہ اور خدا نے باموقع اسی عیب کی فضیحت کی تکرار کی ہے یہان بھی چونکہ مذکورہ محرمات کا ذکر آیا ہے جس کے بارے مین اس عیب کا ارتکاب ہوا ہے اسواسطے اسکے بیان کی بھی تکرار کی گئی ہے۔ کتاب الاحبار مین میتہ یعنے مردار کی ممانعت بھی ہے اور لحم خنزیر اور دم کی بھی ممانعت ہے مگر احبار یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ان احکام کو پوشیدہ کرتے تھے خاص اُنکی شان مین یہ آیت جا ہے نازل ہوئی مگر حکم اسکا عام ہے یہان تک کہ نصاریٰ کو بھی شامل کیا ہے نصاریٰ نے تو اس حکم کو اسقدر پوشیدہ کیا کہ ظاہر کرنا درکنار اُلٹے اُسکے خلاف کو ظاہر کرتے ہین متی اور لوقا بلکہ پطرس کے بیان سے سُور کی بُرائی ظاہر ہوتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے احکام کو موسوی شریعت کے منسوخ کیا ہے مگر اس حکم کو خصوصاً سور کی ممانعت کو منسوخ نہین کیا نہ اسکا ثبوت ملتا ہے تو اس آیت مین وہ بھی داخل ہوے اس آیت کا عنوان اس طرح کا ہے نہ تخصیص قصہ اور شان نزول کی نہین ہے اُن امور کو بھی شامل ہے جو علاوہ محرمات کے بھی مذکور ہوے ہین اُن مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف لانے کی خوشخبری اور دیگر مسائل مثل رجم وغیرہ کے بھی اس آیت مین داخل ہین اور اگر کتاب سے عام لیا جاوے تو خواہ وہ قرآن ہو یا انجیل یا توراۃ ہو یا زبور یا بعض کتاب مراد ہو تو پھر یہ آیت ان علماے محمدی کو بھی شامل ہے جو قرآن شریف کی آیت کو پوشیدہ کردیتے ہین خود اسطور پر کہ وہ ذکر ہی کرین یا ان کے ... دوسرے حکم اپنی طرف سے بنا دیتے ہین اور ان کی تاویلات کرتے ہین اور اگر کتاب سے مراد توریت وانجیل ہے یا صرف توراۃ ہے یا صرف انجیل ہے یا صرف قرآن ہے تو حکم بھی سیکے

مخصوص ہوگا مگر احتمال جنس کتاب کا اولی و اقدم ہے؛
احکام پوشیدہ کرنے کے اسباب ہر قوم کے لیے جداگانہ ہین یہود مین یہ عیب اسوجہ سے پیدا ہوا کہ انکو اندیشہ ہوا کہ اگر کتاب توراۃ سے وہ امور پوشیدہ نہ کیے جائین جن سے تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوتی ہے تو لوگ آنحضرت پر ایمان لے آئینگے اور اسوجہ سے انکی ریاست اور حکومت تشریف لے جائے گی اور جو کچھ اُن کو اس ریاست کی وجہ سے ملتا تھا وہ موقوف ہوجائے گا کبھی اُنھون نے اُمرا سے مرعوب ہوکے حکم پوشیدہ کیا جیسے آیت رجم کبھی اُن کے ساتھ شریک جرم تھے اسواسطے اُنھون نے حکم کو ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا یہی وجوہ نصاریٰ کو بھی پیش آئے خصوصًا امر آخر کے باعث اکثر احکام آلہیہ پوشیدہ رکھے گئے اسی طرح علماے سو بھی ہین کہ وہ احکام آلہیہ محض حب ریاست اور نذر و نیاز حاصل کرنے کے باعث پوشیدہ کرتے ہین بلکہ اکثر چونکہ خود بھی مرتکب ہوتے ہین اسواسطے پوشیدہ رکھتے ہین اور امرا سے دنیاوی فوائد کی امید پر اُن کی مرضی کے موافق حکم بتا دیتے ہین اور اصل حکم پوشیدہ کرتے ہین یہ سب امور اس آیت مین داخل ہین اور باعتبار عموم آیت کے خود یہود ہون یا نصاریٰ یا مسلم سب کے لیے یہ وعیدات ہین جو احکام حق کو پوشیدہ رکھتے ہین اور وقت ضرورت کے چھپا جاتے ہین اس لحاظ سے اَلکِتَابُ سے وہ مجموعہ مراد ہے کہ جو مشتمل احکام آلہیہ کا ہو اور جسمین حلال و حرام اشیاء مذکور ہون اور جنکا پہونچانا مخلوق تک ضروری ہو خواہ قرآن یا دوسری کتاب آسمانی ہو؛
یَشْتَرُوْنَ بِہٖ اسکے بدلے ضمیر بہ کی یا تو کتاب کی طرف راجع ہے یعنے کتاب کے بدلے ثَمَنًا قَلِیْلًا عوض حقیر لیا اور اُسکو چھوڑ دیا جسمین احکام آلہی اور دین و دنیا کی خوبیان تھین یا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کی ما کی جانب ضمیر راجع ہوتی ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا اسکا عوض اور بدلہ قیمت حقیر سے کر لیا تھوڑے دام لے کے اتنی بڑی چیز چھوڑ دی یا ضمیر کتمان کی طرف پھرتی ہے مراد یہ ہے کہ اس کتمان کے عوض اُنھون نے تھوڑے دام لیے خواہ مال سے رشوت لی یا وجاہت حاصل ہونے کی خواہش سے یا قرب امرا کی تمنا مین اور جسمین عوام کے لالچ سے اُنھون نے حکم حق کو چھپایا اسکا ثمرہ انکو کیا ملا بظاہر اُنھون نے فائدہ اٹھایا مگر واقع مین
اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وہی لوگ ہین کہ انھون نے اپنے پیٹون مین نہین کھایا بلکہ آگ کو جو کچھ اُن کے پیٹون مین گیا وہ آگ ہو مراد اسجگہ یَاْکُلُوْنَ سے کہ صیغہ مضارع کا ہے یا تو حال ہے یا استقبال ہے اگر حال ہے تو یہ ہے کہ جسوقت اُنھون نے ایسا کیا اور یہ آیت نازل ہوئی اسیوقت

کی حالت انکی ہلی وہی احتمال قوی ہے اسواسطے کہ اصل مضارع مین حال ہی یا مُراد استقبال ہین ایسا ہوگا
آخر مین ان کے پیٹ مین آگ بھری جاوے گی اُولٰئِكَ سے مُراد وہی لوگ مذکورین ہین اور
مَا سے مراد وہی عوض حقیر ہے یَأْكُلُونَ یا تو اپنے معنی حقیقی پر ہے تو اس صورت مین فِي بُطُونِهِمْ
یا حال مقدر ہے یعنے حاصلاً فی بطونهم یا متعلق یَأْكُلُونَ کے ہے اور مراد اس صورت مین بطونهم سے
فی طریق بطونهم ہے یا یہ مجاز ہے جہنم مین داخل ہونے سے فی بطونهم کی قید محض اس غرض سے ہے کہ
دلالت کرے پورے طور سے پیٹ بھر جانے پر کیونکہ فی کبھی کام ظرفیت پر بھی بولا جاتا ہے بعض نے
کہا ہے کہ فی بطونهم محض تاکید کے لیے ہے ورنہ یاکلون سے خود ہی کھانا مراد ہوتا ہے اور وہ پیٹ مین
ڈالنے پر بولا جاتا ہے النَّارَ یعنے آگ سے یا تو مراد حقیقۃً آگ ہے یا مجاز ہے رشوت سے اسواسطے
کہ وہ سبب ہے آگ کا سبب بولے اور مسبب مراد لیا ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ نار کا اپنے معنی حقیقی
مین ہونا بلحاظ مآل و استقبال کے تو ظاہر ہے مگر باعتبار حال کے غیر ظاہر ہے اسی وجہ سے بعض نے
انکار کر دیا ہے اس سے کہ بلحاظ حال کے نار اپنی معنی حقیقی پر ہے بلکہ کہتے ہین کہ مجاز ہے رشوت سے
کیونکہ اسوقت جو کچھ ان کے پیٹ مین گیا ہے وہ تو رشوت ہے نہ کہ آگ اور جو لوگ صیغہ حال لے کے
بھی نار کو حقیقی معنی مین رکھتے ہین تو وہ کہتے ہین کہ استعارہ تمثیلیہ ہے استعمال لفظ مشبہ بہ کا ہے مشبہ
کے محل مین مشبہ بہ نار ہے اور مشبہ رشوت ہے جسطرح نار کھانے سے اعضاے اندرونی کے جلنے
اور خراب ہونے کا اندیشہ ہے اسی طرح رشوت سے بھی خوف ہی کہ وہ بھی باعث ہلاکی کا ان اعضا
کے ہو یہ ایک سزا ان لوگون کی بتائی گئی جو اوپر مذکور ہوئی یہ سزا مثل ان کے عمل کے ہی انھون نے رشوت
کھائی وہ آگ مین ڈالے جائینگے یا آگ ان کو کھلائی جائیگی اسی طرح انھون نے کتمان حکم الٰہی کیا تھا لَا
يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُسکی جزا یہ ہی کہ اُسدن اللہ ان سے کلام نہ کرے گا انھون نے خدا کا کلام
مخلوق سے چھپایا اور مخلوق کو اُس سے محروم رکھا اللہ انکو اپنے کلام سے قیامت کے دن محروم کریگا اللہ کا یہ کلام جو
مشتمل احکام پر ہے محض رحمت او فضل سے ہی اسواسطے اللہ اُسدن ان لوگون سے رحمت و شفقت سے کلام نہ کرے گا
اس صورت مین لا یکلمہم اللہ سے مراد صرف وہ کلام ہے جو ایذا اون سے ہوگا لہذا اللہ کا سوال کرنا او حساب و کتاب
ہونا اسکے منافی نہین ہی۔ بعض نے کہا ہے کہ مطلقاً کفار سے کلام نہ ہوگا بلکہ اُن سے سوال وجواب و
حساب و کتاب سب بوسطہ فرشتون کی ہوگا اس صورت مین ظاہر ہے کہ مطلقاً کلام کی نفی ہے اور سزا
موافق خطا کے ہے اسواسطے کہ خدا کا کلام انھون نے اسکے بندون سے پوشیدہ رکھا اللہ اُسدن
اُن سے ہم کلام نہ ہوگا انھون نے کتمان حق کی غرض سے خلاف احکام الٰہیہ رشوت کھائی

اور اپنے پیٹ کو نجاست معصیت سے آلودہ کیا اللہ فرماتا ہے ولایزکیھم انکو اللہ قیامت کے دن پاک و طاہر اور ناس معصیت سے نہ کرے گا یا یہ کہ انھون نے کتمان حق کیا شہادت اللہ کی ادا نہ کی اُسدن ان کے تزکیہ کی امید نہین ہے تزکیہ شاہدون کا بھی ہوتا ہے اور تزکیہ طہارت کے معنی مین بھی آیا ہی دونون معنی کے اعتبار سے بیان درست ہو سکتا ہے ان اعمالون کے عوض جس کی سزا یہ ہے کہ عذاب دردناک ان کو دیا جاوے گا کیونکہ انھون نے خود گناہ کیا اور دوسرونکے گناہ کا باعث ہوے ؛؛

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یہ وہی ہین جنھون نے ضلالت کو لیا ہدایت گنواکے یہ جملہ یا مستانفہ ہے اور دوسری حالت اُن کی بیان کی گئی ہے یا خبر اُن کی ہے بعد خبر کے یہ بتایا گیا ہے کہ انھون نے کتمان حق اور رشوت خوری کے باعث دین و دنیا دونون کو برباد کردیا ہے دنیا مین اُنھون نے گمراہی کو اختیار کیا اور ہدایت کو چھوڑ دیا شریعت منسوخہ پرعمل کررہے ہین کہ جو گمراہی ہے بلکہ اپنی نفسانیت سے اسکو بھی چھوڑ رہے ہین اپنی ہوا و ہوس کے بندے ہین اور آخرت مین انھون نے عذاب کو مول لیا ہے رحمت کے عوض وہ امور کیے جو باعث عذاب ہون اور ان امور کو چھوڑ دیا جو باعث رحمت ہین کتمان حق اختیار کیا جس سے مستحق عذاب ہوے اور اتباع حق کو چھوڑا کہ وجہ رحمت سے محروم ہوئے یہ انکی شان سے بہت بعید ہے ؛؛

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ تو تعجب کی بات ہو کہ کس شئ نے اُن کو آگ کھانے پر یا آگ مین جانے پر دلیر کردیا ہے جو بلاخوف وخطر وہ افعال جو موجب دخول نار ہین کرتے جاتے ہین اور ان کو پرواہ نہین ہے کہ وہ آگ مین جائین گے تو گویا آگ کی برداشت کرنے کے لیے تیار ہین اسپر تعجب ہے یہ تعجب کی بات بندون کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ کسی امر پر متعجب نہین ہوتا ہے کیونکہ متعجب ہونا ناواقفیت کی باعث سے ہوتا ہے اور وہ ہر شے سے واقف اور ہر چیز کو جانتا ہے ما ہجگہ یا تو نکرہ تامہ ہے یا استفہامیہ ہے جیسا کہ فراء کا مسلک ہے یا موصولہ ہے جیسا کہ اخفش کا قول ہو یا نکرہ موصوفہ کے لیے ما ہے یہ بھی اخفش سے مروی ہے اور محل رفع مین ہے بوجہ ابتدا کے ؛؛

ذٰلِكَ : سے اشارہ تمام مذکور کی جانب ہے رشوت خوری اور اُس سے آگ کا مستوجب ہونا اور خدا کا ہم کلامی سے محروم کرنا اور تزکیہ طہارت و طیبت سے محروم رکھنا اور عذاب مین داخل کرنا یہ سب بوجہ ان کے کتمان حق کے اسکا مشارالیہ ہے یہ سب کیون ہوا ہے بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ یہ اسی وجہ سے

ہے کہ اللہ نے کتاب کو حق کے ساتھ اُتارا ہے۔ حجت تمام ہوگئی، اب کسی قسم کا عذر باقی نہین رہا، مراد کتاب سے یا تو جنس ما انزل اللہ خواہ تورات ہو یا انجیل ہو یا قرآن یا مراد صرف تورات ہے یا صرف قرآن یہ سب خدا کے سچے احکام لائے ہین اور ان کے ساتھ صداقت ہے ✤

وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِی الۡکِتٰبِ ✤ درحالیکہ جو لوگ اس کتاب مین اختلاف کرتے ہین وہ بڑی دور کی مخالفت کرتے ہین اس اعتبار سے یہ واو حالیہ ہے یا بطور تذییل کے کہ جملہ سابقہ کا ذیل اور اُس کا تتمہ ہے مراد اس جگہ بھی کتاب سے یا تورات ہے یا قرآن یا جنس ما انزل اللہ اگر جنس ما انزل اللہ مراد ہے تو ظاہر ہے کہ اختلاف ان کا یہ ہے کہ بعض کو تو مانتے ہین اور بعض کو نہین مانتے تورات کو مانتے ہین اور قرآن کا انکار کرتے ہین اور اگر مراد تورات ہے تو مقصود یہ ہے کہ تورات کے بعض احکام مانتے ہین اور بعض احکام نہین مانتے ہین بعض چھپاتے ہین بعض ظاہر کرتے ہین خود آپس مین اختلاف کرتے ہین ایک کہتا ہے کہ اس پیغمبر کی خوشخبری ہے دوسرا انکار کرتا ہے ایک محرمات کو مانتا ہے دوسرا نہین مانتا ہے ایک رجم کو تورات مین سمجھتا تھا دوسرا نہین سمجھتا ہے غرضکہ خود تورات مین یہود کو اختلاف ہے یا یہود و نصاریٰ کو تورات مین اختلاف ہے اور یہ ظاہر ہے نصاریٰ کہتے ہین کہ اُنھون نے بہت سے احکام پوشیدہ کر دیے اور یہود اس سے انکار کرتے ہین اور اگر مراد قرآن ہے تو ظاہر ہے کہ یہ قرآن شریف مین اختلاف کرتے ہین اسکو خدا کا کلام نہین مانتے حالانکہ وہ اگلی کتب کی تصدیق کرتا ہے بلکہ قرآن شریف کے بارے مین ان کا اختلاف بہت زیادہ ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ سحر ہے کوئی کہتا ہے کہ شاعری ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ اساطیر الاولین ہے ✤

ممکن ہے کہ اختلاف کے معنی تخلفوا لیے جائین کہ وہ کتاب اللہ سے تخلف اور عدول کرتے ہین یا اختلفوا کے معنی جعلوا ما بدلوہ خلفا کے لیے جائین کہ اُنھون نے جس شے کو عوض اور بدل لیا ہے اس کتاب کا خلف اور قایم مقام بنا رکھا ہے یعنے شقاق بعید جو لوگ مذکورہ اوصاف سے متصف ہین وہ دور و دراز کی عداوت اور مخالفت کرتے ہین انکو حق نہین ہی کہ وہ مخالفت کرین ان کے قریب یہ ہے کہ موافقت کرین مگر وہ قریب کو چھوڑ کر بعید بلکہ بعید تر امر مخالفت کو اختیار کرتے ہین ✤

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ
کوئی بڑی نیکی یہ نہین ہے کہ تم اپنے منہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف کرو بلکہ نیک وہی ہے

بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى
جو اللہ پر ایمان لاے اور آخر دن پر اور ملائکہ اور کتاب اور نبیین پر اور مال دیا اُسنے

حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ
اسکی پسند پر قرابتداروں کو اور یتیم بچون کو اور مساکین کو اور راستہ چلنے والے کو اور سوال کرنے والے کو

وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ
گردن آزاد کرانے مین اور اُسنے نماز درست رکھی اور زکوۃ دی اور وہ لوگ عہد کو اپنے

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ
پورا کرنے والے ہین جب وہ عہد کرلین اور صبر کرنے والے ہین سختی اور مصیبت کی حالت مین اور سختی کے

الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝
وقت وہی لوگ ہین جو سچے ہین ٭ وہی لوگ ہین جو پرہیزگار ہین

یہ آیت شریف گذشتہ تمام مطالب کی گویا تتمہ ہے اور آیندہ کے مضامین اور احکام کی گویا تمہید ہے ابتداے قرآن پاک مین یہانتک اکثر وہی امور ذکر کیے گئے جنپر علم کلام عقائد کی بنا ہے وہ احکام آلہیات کے ہین جن کا تعلق ذات باری اور اسکی توحید اور اسکے وجوب وجود کے بیان و استدلال کے ساتھ ہے پھر یوم آخرت اور نبوت سے متعلق احکام ہین ثبوت یوم آخرت کے علاوہ دلیل نبوت ظاہر کی گئی ہے۔ تمام انبیا کی نبوت عموماً اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت خصوصاً ثابت کی گئی ہے اور جو اعتراضات نبوت کے ماننے پر ہوتے تھے وہ دفع کیے گئے ان مین سے نسخ کا مسئلہ تھا تحویل قبلہ کا حکم تھا ان سب کو بیان کیا پھر محض امور انھین مباحث سے متعلق ذکر کیے گئے جنمین سے اسجگہ اہم تر مسئلہ رزق حلال کا تھا جب ان مباحث سے فراغت ہوئی تو اب دوسرے احکام ذکر کیے جانے لگے تو ارشاد ہوا کہ ان گذشتہ مباحث مین سب سے زیادہ غور وخوض اور اختلاف مسئلہ تحویل قبلہ مین کیا گیا ہے یہ مسئلہ اسقدر اہم نہین ہے جسمین اتنا انہماک کیا جاوے یہ تو ایک ایسا مسئلہ ہے جو محض ایک تعلق اصول سے رکھتا ہے۔ عبادت کے آداب وشروط سے ہے اور اس امر کا تحفظ ہے کہ عبادت سے شائبہ شرک نہ پیدا ہو کسی کسی طرف نماز ادا کی جاے اگر کوئی خاص جہت مقرر نہ ہوتی تو لوگ اپنی پسند سے جہت مقرر کرتے

بدون جہت مقرر کیے ہوے نماز جو عبادت عظمیٰ ہے ادا نہین ہو سکتی تھی اس تعین جہت مین تعظیم جہت ہوتی جس
جہت کو جو پسند کرتا اور معظم سمجھتا اُسی کی طرف سجدہ کرتا اندیشہ تھا کہ رفتہ رفتہ جہت مقصود بالذات نہو جاے
ساتھ ہی اسکے وحدت جہت بھی نظام امت کے لیے مفید تھی تعین جہت کا حکم دیا گیا اور اسمین جو
اقدم و اعلے جہت تھی اسکی تعیین کردی گئی کہ اب محض امتثال حکم الٰہی کی غرض سے وہی جہت
مقرر ہو گئی ہے اسمین کون ایسا امر ہے جسپر اختلاف و نزاع ہو اور جس کے واسطے غور و خوض
کیا جاے اور فکر مین وقت رایگان ہو - اہل اسلام کہتے تھے کہ کعبۃ اللہ جہت قبلہ ہونا چاہیے
تھا جیسا کہ یہود کہتے تھے کہ مغرب کی جہت قبلہ کے لیے مخصوص ہونا چاہیے نصاریٰ مشرق کو
جہت قبلہ قرار دیتے تھے ہر ایک فریق سمجھتا تھا کہ یہ جہت کی پابندی خود کوئی امر نیک ہے اور
مقصود بالذات ہے اس گمان فاسد کو دفع کیا اس سے مخاطب اسکے تمام مکلف ہین خواہ مسلمان
ہون یا یہود یا نصارے بعض کہتے ہین کہ جہت کی تعیین مشرق و مغرب کی منسوخ ہو چکی تھی بلکہ
کبھی مامور بہ ہوئی ہی نتھی وہ کسی طرح امر بر اور نیکی ہو ہی نہین سکتی تھی کیونکہ حکم الٰہی کے مطابق نہ تھی یہود و نصارے
اپنے گمان فاسد پر اڑے ہوے تھے اُن سے کہا گیا کہ نہ تو مشرق کوئی مامور بہ جہت ہے نہ معظم ہے جو اسکی طرف
رُخ کرنا نیکی ہو جیسا کہ نصارے کہتے ہین نہ مغرب اس قابل ہے جیسا کہ یہود کہتے ہین یہ دونون
جہتین کوئی امتیاز نہین رکھتی ہین جو اُنکی طرف منہ کرنا کوئی نیکی ہو برخلاف کعبہ کے کہ اسکی طرف
رخ کرنا حکم الٰہی ہے اور شریعت ناسخہ کے موافق ہے وہ البتہ نیکی ہو سکتا ہو تو اس صورت مین خطاب
مخصوص یہود و نصارے سے ہوگا - اور اس کے ذیل مین حکم کی تعلیم مقصود ہوگی کہ اپنے قبلہ
پر برقرار رہین ؛

اسی سے شان نزول بھی معلوم ہوتی ہے اگر خطاب عام ہے تو شان نزول اسکی عام اختلاف اور نزاع ہو
جو اہل اسلام اور غیر مسلمون کے درمیان ہو گئی تھی اور جس نزاع کے بعد سے پھر برابر قتال و
جدال برپا رہا جب تک کہ اسلام پورے طور سے غالب نہین ہو گیا اگر خطاب مخصوص یہود و
نصارے کے ساتھ ہے تو ظاہر ہے کہ شان نزول اسکا وہ اعتراضات ہین جو انھون نے قبلہ کی تحویل
کرتے وقت کیے اور جن مین اہل اسلام کو اسقدر الجھا دیا کہ اُن سے اہم امور کی طرف توجہ رک گئی
تو مسلمانون کو دوسری طرف متوجہ کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی اور اس تحویل قبلہ کی بحث
سے باز رہنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ؛

لَیْسَ بِرّ مذہب محقق افعال ناقصہ سے ہے جو اسم و خبر پر داخل ہوتا ہے اسجگہ البر کو بعض قرا نے

اسم لیس گردانا ہے اور بعض نے خبر اور اسی کا عکس ان قولوا مین ہے مگر ان تولوا مین دونون
حالتون کے اعتبار سے ظاہری تلفظ مین کوئی فرق نہین ہوتا ہے مگر البر کو اگر اسم لیس بنایا جاوے
تو ضمہ کے ساتھ البرُّ پڑھنا ہوگا جیسا کہ بعض قراٰتون مین ہے اور اگر خبر ٹھیرایا جاوے تو البرَّ پڑھا جاویگا
یہی عام طور پر قرأت اہل ہند مین مروج ہے محققین کے نزدیک مقدم یہی احتمال ہے اسوجہ سے
کہ خبر محلی باللام ہے اور اسم اسجگہ ان تولوا ہے بتاویل مصدر کے اور یہ اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ مصدر
مؤل اعرف ہوتا ہے اسم محلی باللام سے کیونکہ وہ بمنزلہ اسم ضمیر کے ہے اور اعرف کا اسم ہونا مناسب ہو
اور یہی وجہ ہے کہ اسم مین طول تھا اسواسطے خبر مقدم کردی گئی اس کو حمزہ اور حفص نے پڑھا اور باقی قراء
نے اسم لیس کا بنایا ہے البر مصدر ہے اسکے معنے ہر نیکی کرنے کے ہین یا حاصل بالمصدر ہے کہ ہر نیکی
جو خدا کی خوشنودی کے لیے کیجاوے اسکے مادہ مین معنی توسع کے داخل ہین اسی وجہ سے ہر خدمت کو والدین
کی برالوالدین کہتے ہین اور بحر کے مقابل بر ہے کہ اسمین وسعت ملحوظ ہوتی ہے اگر خطاب غیر مسلمون سے
ہو خواہ یہود ہون یا نصاریٰ تو الف لام البر کا یا تو جنس کے لیے ہے یعنے جنس بر سے یہ نہین ہے
کہ منہ مشرق یا مغرب کیطرف کیا جاوے کیونکہ یہ منسوخ ہو گیا ہے اور جب منسوخ ہو گیا ہے تو وہ جنس سے خارج ہو گیا اسجگہ
یہ تعمیم نفی کے لیے ہے قصر حکم کے لیے نہین ہے جیسا کہ عموماً نفی جنس سے قصر حکم ہوتا ہے اور اگر مراد خطاب
سے مسلمانون کی جانب خطاب ہے تو اس صورت مین مشرق کا ذکر اور ایسا ہی مغرب کا ذکر محض
تعمیم جہت کی غرض سے ہے کیونکہ ان جہات کی خصوصیت مسلمانون کو نہین ہے اور اس صورت
مین الف لام البر کا یا تو جنس کے لیے ہے تو اسوقت قصر حکم کا فائدہ دے گا اور مقصود اس سے
نفی کرنا ہوگا اس امر کا کہ بر مختص امر قبلہ سے نہین ہے یا عہد کا الف لام ہوگا تو مراد اس صورت مین بر سے
البر العظیم بڑی نیکی ہوگی اور تقدیم مشرق و مغرب پر صرف اسوجہ سے ہوگی کہ تعین اس جہت کا
مقدم ہے ورنہ مشرق نصاریٰ کا قبلہ ہے جو یہود سے متاخر ہے اس جگہ ابن مسعود رضی اللہ
عنہ کی قرأت لَيْسَ الْبِرَّ بِاَنْ تُوَلُّوْا ہے شان نزول مین اس آیت کے اور بھی اختلاف ہے چنانچہ قتادہ
سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا بر کیا ہے تو اسکے جواب مین یہ آیت نازل ہوئی
بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مقصود یہان اشارہ ہے فتوحات اسلامیہ کا کہ مشرق و مغرب مین
پھیلین گے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ان سے دلکو نہ لگائین ظاہر ہے کہ حکومت مقصود بالذات
نہین بلکہ انصاف مطلوب ہے اسی طرح جہاد چونکہ وسیلہ ہے حکومت کا وہ حسن لذاتہ نہین
ہے بلکہ قبیح ہے اسواسطے ارشاد ہوا ہے کہ نیکی نہین ہے کہ جہاد مین مشارق و مغارب کو ایک کردو

اور حکومت قایم کر داس تفسیر کے لحاظ سے اِن آیت کا تعلق صرف آگے کے احکام سے ہے وہ احکام جوامرا و حکام سے متعلق ہین پہلے سے اشارہ کر دیا گیا کہ تمکو حکومت ملے گی ❊

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ اسجگہ الف لام یا تو جنس کا ہے تو قصر حکم محض ادعائی ہے یا عہد کا ہے مراد اس سے وہ نیکی ہے جس کی اہمیت زیادہ ہے جو نیکی کہی جانے کی زیادہ مستحق ہے جو بڑی نیکی ہے اسجگہ البر یا تو مصدر ہے یا حاصل بالمصدر ہے نیکی کرنا پھر نیکی یا تو اسی معنی پر مستعمل ہے یا اس معنی پر مستعمل نہین ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ بمعنے بار کے ہے کبھی مصدر معنی مین اسم فاعل کے آتا ہے بعضے نحویین نے کہا ہے کہ اگر یہ بفتح بار ہوتا ہے تو صفت فاعل ہوتا ہے مگر قرأت نہین ہے یا اپنے معنی مصدری پر ہے تو اس صورت مین یا تو اطلاق اسکا مبالغتہً ہے جیسے کہا جاتا ہے زیدٌ عدلٌ یا ذی لکن کے بعد محذوف ہے یا برامن کی قبل محذوف ہے یہانتک کہ حمل صحیح ہو معنے یہ ہون گے کہ لیکن نیکی والے وہ ہین جو ایمان لائے یا لیکن نیکی وہی نیکی ہے جو ایمان لانے والون کی ہے ❊

فَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اسمین خداوند عالم کی ذات وصفات تمام داخل ہین بلکہ وہ مباحث بھی داخل ہین جن کا تعلق ذات وصفات سے ہے اللہ کے ساتھ ایمان کامل جب ہی ہوتا ہے ورنہ ایمان یہود ونصارے کا اللہ کے ایمان مین شمار نہین اسواسطے کہ وہ اللہ کو اُن اوصاف سے نہین سمجھتے جن اوصاف کے ساتھ وہ متصف یا مخصوص ہے اسوجہ سے کہ وہ اللہ کا عزیر و عیسے ع کو بیٹا کہتے ہین ❊

وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ آخر دن کے ساتھ ایمان لائے اُسکے اُن تفاصیل کیساتھ جو قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہین نہ یہ کہ جسطرح نصارے وغیرہ حشر روحانی کے قائل ہین حشر جسمانی کے منکر ہین ❊

وَالْمَلٰٓئِکَۃِ اور ایمان لائے ملائکہ کے ساتھ کہ وہ مبرا ہین عصیان سے اور وہ نہ مرد ہین نہ عورت بلکہ اللہ کے معصوم اور نیک بزرگ بندے ہین بعض ان مین کے وسائل ہین درمیان معبود اور عبد کے جیسے جبرئیل علیہ السلام ❊

وَالْکِتٰبِ اور کتاب سے مراد یا جنس ہے کل منزل آلہی مراد ہے یا صرف تورات ہے یا صرف قرآن ہے کہ اُسپر ایمان لانا سب پر ایمان لانا ہے ❊

وَالنَّبِیّٖنَ اور ایمان لائے ساتھ نبیین کے کل انبیا، مراد ہین خواہ ان کو قرآن مین ذکر کیا یا نہین کیا سب ہین کوئی تفریق نہ کرے سب حق ہین سب معصوم ہین سب اشراف ہین نسب وحسب سبکا درست ہے اعضا، سب کے سالم ہین اور اونکے سردار اور پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین جن کی

جن کی شریعت سب شرایع کی ناسخ اور تا ختم زمان قایم و دائم ہے اُن کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا وہ خاتم النبیین ہین اُن کی شریعت کے بعد کوئی شریعت نہ ہوگی کیونکہ انکی شریعت کی تکلیف عام ہے تمام مخلوق کے لیے اور تمام اوقات کے لیے قیامت تک اسی طرح حضرت ابراہیم کی فضیلت بلحاظ خلت کے ہے کہ تمام سے افضل ہین اور حضرت موسیٰؑ اُن کے بعد سب سے افضل ہین پھر حضرت نوحؑ وحضرت عیسیٰؑ کہ یہ اولوالعزم من الرسل ہین باوجود اسکے پھر مرتبہ نبوت مین سب برابر ہین حضرت کو عرش پر معراج ہوئی حضرت موسیٰ کو طور پر حضرت یونس کو بطن حوت مین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ موسیٰ پر مجھے فضیلت نہ دو اسواسطے کہ انکو مین حشر مین اُٹھتے وقت دیکھونگا کہ وہ عرش تھامے کھڑے ہین معلوم نہین کہ وہ صور مین ہلاک بھی ہوے یا نہین ایسے ہی حضرت یونس کے بارے مین ارشاد ہے کہ مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت نہ دو یہ فضیلت مرتبہ نبوت کے اعتبار سے ہے حاصل یہ ہے کہ جو انبیاء مذکور ہوئے ان کو ہم بالنص جانتے ہین جو مذکور نہین اُن کو اجمالی نبی مانتے ہین وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہین جن مین سے تین سو تیرہ رُسل ہین اُن کے علاوہ جن کی نبوت مین احتمال ہے جیسے لقمان وذوالقرنین اُن کی تعظیم وتکریم کرنا چاہیے ایسے ہی لوگون مین سے کرشن ہے کہ اخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے احتمال اس کی نبوت کا ہے اُس کی تعلیم بھی توحید کی ہے البتہ اسکے اکثر قصے شان نبوت سے گرے ہوئے ہین ان کی صحت مین شک ہے علاوہ اسکے رام وچھمن کو اسوجہ سے گالی نہ دینا چاہیے کہ قرآن مین آیا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ الآیۃ

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ اور دیا اُسنے مال کو اُس کی محبت کے باوجود اسکی ضمیر یا تو مال کی طرف راجع ہے مُراد یہ ہے کہ جب مال کی محبت ہو اُسوقت مال دے تو بڑی بات ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ہرگز نیکی کو نہ پاؤ گے جب تک اپنی پسندیدہ چیز خدا کی راہ مین نہ صرف کرو۔

اور بخاری ومسلم مین ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا افضل الصدقۃ ان تصدق وانت صحیح تامل البقاء وتخشی الفقر ولا تمہل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا افضل صدقہ یہ ہے کہ تم تصدق کرو جبکہ تم صحیح وتندرست ہو تم کو اپنی زندگی کی امید ہو اور حاجتمندی کا خوف ہو تم کو نہ چاہیے کہ مہلت دو یہان تک کہ جب جان حلقوم کو پہونچ جاوے تو کہو کہ فلان کیلیے ایسا ہے فلان کے لیے ایسا ہے؛

حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مثال اُس شخص کی جو موت کے وقت

خیرات کرے مثل سکے ہے کہ جب اُسکا پیٹ بھر جاوے تو کسی کو بقیہ طعام سے ہدیہ کر دے ؛
اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اپنی حاجت مال سے ہو اور دل مال کو چاہتا ہو تو اُسوقت
مال دینا زیادہ ثواب ہے بخیل اگر مال دے یا فقیر مال دے تو اسکے ثواب کی زیادہ امید ہے اِس سے
کہ سخی اور غنی مال دے کیونکہ اسکو یہ شاق زیادہ ہے بہ نسبت سخی و غنی کے حدیث شریف مین
ہے افضل الاعمال احمزہ جو زیادہ شاق ہو وہ عمل تمام اعمال سے زیادہ افضل ہے - یہ اُس
صورت مین ہے جبکہ حبہ کی ضمیر مال کی طرف راجع ہو اور اگر حبہ کی ضمیر اتیان کی طرف راجع ہو تو بھی ہوسکتا ہے مراد یہ
ہے کہ مال دینا بطیب نفس ہو جبر سے نہ ہو اور اگر حبہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہو تو بھی صحیح ہے اور بعض مفسرین نے
اسی طرف راجع کی ہے تو مراد یہ ہے کہ مال دو محض اللہ کی محبت کی وجہ سے کوئی اور خواہش نہو جب شہرت نہو
ریا و سمعت نہو بلکہ امید ثواب و جزا بھی نہو کہ یہ علی مرتبہ ہے خدا کی محبت کا حال اوپر گذر گیا ہے جب اسکی محبت
کے باعث مال دیا جاوئے تو وہ خالص للہ ہوگا اسکی قبولیت بھی ایسی ہے جو کسی دوسری طرح حاصل نہین ہوسکتی
ہے ؛

مال ایک مفعول اٰتی کا ہے اور دوسرا مفعول ذوی القربیٰ وغیرہ معطوف معطوف علیہ ہین اسمین دونون احتمال
ہین کہ مفعول اول کون ہے المال یا ذوی القربیٰ وغیرہ محقق یہ ہے کہ ذوی القربیٰ مفعول اول ہے مراد ذوی القربیٰ
سے دینے والون کے قرابتدار ہین اُنکو مال مین خاص حق ہے اسی وجہ سے اُنکی وراثت ثابت ہے اُنکا حق متعلق ہونیکے
باعث ثلث مال سے زیادہ وصیت نہین ہوسکتی ہے ان کو دینا زیادہ ثواب ہے حدیث شریف
مین ہے کہ ایک تو صلہ رحم کا ثواب دوسرے صدقے کا ثواب عزیز کو دینے مین ہے وَالْیَتٰمٰی
جمع یتیم کی ہے مراد اس سے وہ نابالغ ہے جس کا باپ مرجاوے اس کا عطف یا تو ذوی القربیٰ
پر ہے کہ مال دے قرابتمند کو اور یتیمون کو یا اسکا عطف القربیٰ پر ہے کہ مال دیا جاوے قرابتوالونکو
اور یتیم والون کو جس کے زیر پرورش یتیم ہون وہ اولیاے یتیم ہین ظاہر ہے کہ یتیم کو دینا اُسکے
ولی ہی کو دینا ہے اسکو قرابت کے بعد اب پر تقدم ہے اسواسطے کہ یا تو پرورش مین دوسرون
کا محتاج ہے یا تعلیم حاصل کرنے کے باعث اپنا آزوقہ پیدا نہین کرسکتا ہے وَالْمَسٰکِیْنَ
سے مراد عام فقرا ہین جو سائل نہ ہون چاہے ان کے پاس بقدر قلیل ہو یا نہ ہو وَابْنَ
السَّبِیْلِ کو دے مراد ابن السبیل سے یا تو مسافر ہین یا مہمان ہین خواہ وہ وطن مین مالدار
ہون یا نہون اور سائلین کو دے مراد السَّآئِلِیْنَ سے وہ لوگ ہین جو اپنی حاجت طلب کرتے
ہین یہ بھی عام ہین خواہ مسکین ہون یا نہون ان کا حق ہے بقدر وسعت اُنکے سوال کو پورا کرنا

چاہیئے اِسی وجہ سے ارشاد ہوا ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کے کیون نہ آئے سوال بغیر حاجت کے ناروا ہے اور حاجتمند کی حاجت روائی خیر و برے ہے ❊

وَفِی الرِّقَابِ اور صرف کرے مال کو رقاب مین یعنے رقبون کے آزاد کرانے مین صرف کرے اور پر جو مذکور ہوئے وہ خود مال پاتے ہین اور یہان چونکہ دوسرون کو مال دلایا جاتا ہے رقاب کے باعث اسواسطے فی کا لفظ آیا ہے کہ مال دے دربارہ گردن آزاد کرنے کے خواہ وہ آزادی کچھ مال دینے سے ہو خواہ پورا تبادلہ کرنے سے اِس مین مکاتب بھی داخل ہے مکاتب وہ غلام ہو کہ جسکو مالک نے لکھدیا کہ اگر وہ اسقدر قیمت ادا کرے تو وہ آزاد ہے اُسنے اس کی ادائی کے لیے کمانا شروع کیا وہ کمانے نہ پایا تھا اور وہ دینے نہین پایا تھا کہ کسی نے اسکو اسقدر مال دے دیا تو یہ فی الرقاب مین داخل ہے اور اسکا اجر ملے گا اسی طرح کسی غلام کو خریدا اسواسطے کہ آزاد کر دیا جاے تو یہ بھی فی الرقاب ہے اسکے ثواب مین آنحضرت نے فرمایا کہ غلام کے ہر ہر عضو کے عوض مین آزاد کرنے والے کا ہر ہر عضو عذاب دوزخ سے نجات پاجاتا ہے۔ غلامی قدیم عادت کے طور پر بحال رکھی گئی اور جنگ مین اسیر عمل بھی کیا گیا تاکہ پرورش کا قیدیون کی انتظام ہو جاے مگر آزاد کرنے کی بجد تاکید کیگئی اور بہت سے مواقع پر غلامی سے آزاد کرنا کفارہ بتایا گیا اسکا ثواب مذکور ہوا تھوڑی تھوڑی صورتون مین آزادی کا حکم دے دیا گیا پھر غلامی کی حالت مین جو حقوق غلام کو ملے وہ بہت زیادہ تھے جس قوم کا غلام تھا اُس کی قوم وہی ہو گی مولی العتاقہ وارث ہو گیا جو کھانا خود کھاے وہ اسکو کھلاے جو پہنے اسکو پہناے اگر کام کو کہا جاے اور اسکی قدرت سے باہر ہے تو حکم ہے کہ خود بھی اسکو مدد دے حضرت ابو الدرداء جو کپڑا خود پہنتے تھے وہی غلام کو پہناتے تھے جو کھاتے تھے وہی اسکو کھلاتے تھے۔ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک بار اپنے کسی غلام کو برا کہا تھا آنحضرت کو معلوم ہوا تو آپنے منع فرمایا کہ ایسا مت کرو یہ جاہلیت کی حرکت ہے اُس کے بعد کھانے پہننے مین ارشاد فرمایا جو کھاؤ اسمین سے اُسکو کھلاؤ اور جو پہنو اسمین سے اسکو پہناؤ الحاصل غلامی سرے سے روکی نہین جاسکتی تھی خصوصًا اس حالت مین جب کہ حروب مذہبی بہت ہوتے تھے مگر غلام کا مرتبہ بڑھا دیا گیا اُس کے حقوق زائد کر دیے گئے اُس کی آزادی کی تحریض بہت کیگئی یہان تک کہ اس آیت مین بھی اِسکا حکم دیا گیا کہ مال رقاب کی آزادی کیلیے صرف کیا جاوے

اسمین قیدی بھی داخل ہین خواہ قرضہ کے اور مطالبہ کے باعث ہون یا لڑائی کے وقت قید ہون وہ
سب داخل ہین بلکہ بلفظ رقاب توان مظلومین کو بھی شامل ہے جو ظالم اقوام اور بادشاہون کے
حلقۂ ظلم مین گرفتار ہین لیکن بقدر شدت قید اور کمی قید اجر مین تفاوت ہی مثلاً غلام کے آزاد
کرانے مین بڑا اجر ہے خصوصاً خرید کے اسکو آزاد کیا جاے اسی طرح مکاتب مین اجر زیادہ ہے
اسواسطے کہ ان دونون کو قید بھی زیادہ ہے یہ مثل مال کے منتقل ہوتے ہین اُن کو کوئی انسان کا
ایسا حق نہین ہے گویا انسانیت سے محروم ہین ان کی آزادی زیادہ اہم ہے اسواسطے اجر بھی زیادہ
ہے اسی اہمیت کے باعث بعض مفسرون نے اِس آیت کی تفسیر مین فی الرقاب سے مکاتب
کی آزادی کرانا یا خرید کر کے غلام کو آزاد کرنا مراد لیا ہے ؁
وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور بر اس شخص کا ہے یا وہی بار و نیکی کرنے والا ہے جو نماز کو برقرار کرتا ہے اپنی
نیت خالص سے یا شروط و آداب اوقات پر ادا کرتا ہے کہ یہ عبادت عظمیٰ ہے ؁
وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اور وہ زکوۃ دیتا ہی اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زکوۃ اور ہے اور اوپر جو اتیا مال کا حکم
ہوا ہے وہ اور ہے عطف مفید مغایرت کو ہوتا ہے اسواسطے بعض نے کہا ہی کہ اوپر صدقہ غیر موقتہ
ہے جو کسی وقت کی قید سے نہین واجب ہے برخلاف زکوۃ کے کہ وہ مقید اوقات اور حولان حول کے
ساتھ ہی مقدار بھی معین ہے اسقدر مغایرت کافی ہے اور بعض کہتے ہین کہ اوپر مصارف زکوۃ کا ذکر
ہوا اور پھر وجوب زکوۃ کا حکم بتایا گیا اسوجہ سے عطف صحیح ہے بعض نے کہا کہ مغایرت نہین ہے بلکہ عطف
یہان مجرد ذکر کی وجہ سے ہے اور ذکر زکوۃ اہتمام شان کے باعث مکرر لایا گیا ہے اسوجہ سے عین اول
ہے کوئی مغایر نفل نہین ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ صوم رمضان نے تمام صیام
کو منسوخ کر دیا قربانی بقرعید سے تمام قربانیان منسوخ ہوگئین اور زکوۃ نے کل صدقات کو منسوخ
کر دیا اسوجہ سے بعض کہتے ہین کہ اس کا اول حکم منسوخ ہے مگر محقق یہ ہے کہ اوپر کا حکم علاوہ زکوۃ
کے ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ضعیف ہے اور مخالف اصول شرعیہ کے ہے کیونکہ اجماع
منعقد ہے اسپر کہ وقت حاجت کے صدقہ لازم ہے خصوصاً جبکہ سوال کیا جاوے بلکہ بعض کے
نزدیک تو بالجبر لے لینا مباح ہے ایسی صورت مین چاہے زکوۃ ادا کر چکا ہو یا نہ ہوا اور یہ محتاج مصرف
زکوۃ ہو یا نہ ہو حدیث شریف مین آیا ہے کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ مال مین علاوہ زکوۃ کے بھی حقوق
ہین اور اسکے استدلال مین اسی آیت کو حضرت نے تلاوت فرمایا قرآن شریف مین ہے وفی اموالھم
حق للسائل والمحروم اس سے علاوہ زکوۃ کے بھی حق ثابت ہوتا ہے لہذا حضرت علی کا اثر نہ تو

روایۃً قابل احتجاج ہے نہ درایۃً کیونکہ قرآن وحدیث واجماع اُمت کے خلاف ہی حاصل یہ ہی کہ علاوہ زکوٰۃ کے اوپر مذکور ہوئے حقوق ہین جن مین کفر واسلام کی بھی شرط نہین ہے برخلاف زکوٰۃ کے کہ وہ اہل اسلام کے لیے ہے ؀

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا اس کا عطف وآتی الزکوٰۃ پر ہے ابوعلی فارسی کہتے ہین کہ جب مدح وذم بہت سے اوصاف ہون تو چاہیے کہ ایک نسق پر نہ لائے جاوین تاکہ معلوم ہوجاوے کہ یہ بہت سے امور ہین اُسی قاعدے سے والموفون کہا گیا ہے کہ وہ لوگ صاحب ہین یا اُن کی نیکی یہ ہے کہ جو عہد کے پورا کرنے والے ہین جب کہ انھون نے عہد کیا یعنے دوا گا واستمراراً وقت عہد سے برابر ایفاے عہد کرتے ہین مُراد اس عہد سے یا تو اللہ کا عہد ہے جو بواسطہ انبیا کے کیا ہے منجملہ اس کے وہ عہود ہین جو مثلاً بیعت الرضوان مین ہوے اور وہ عہد ہے جو بواسطہ شیخ طریقت کے آنحضرت صلعم سے کیا جاتا ہے وہ بھی عہد ہے جو مخلوق درمیان مخلوق کے کرتے ہین مگر اُن عہود مین شرط یہ ہے کہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنے کا باعث نہ ہون کیونکہ اس صورت مین ایفاے عہد واجب نہین اللہ کا عہد اسوقت سے ہوگیا ہے جب کہ اسلام قبول کیا گیا ہے اسکے مقابل کوئی عہد نہین ہوسکتا ہے ؀

وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اور وہ لوگ ہین جو صبر کرنے والے ہین باسا ہین کہ تنگی اور فقر کی حالت پر بولتے ہین اور ضرا ہین کہ بیماری درد دکھ کے لیے بولتے ہین ارشاد ہوتا ہے کہ نیکی وہی ہے کہ صبر کیا جائے تحمل وبرداشت سے گذر کی جاوے خدا کی طرف سے سمجھا جاوے اور اس کی تقدیر پر مطمئن رہا جائے خواہ حالت فقر مین ہو اُس سے بڑھکر حالت مرض ہو تو اسمین بھی صبر کیا جاوے اُس سے بھی زیادہ بوقت جنگ کیونکہ باس شدت کو کہتے ہین مگر یہان شدت سے مُراد جنگ کی شدت ہے تو جب یہ پندرہ اوصاف جن مین سے پانچ عقائد سے تعلق رکھتے ہین اور چھ تکمیل بشریت سے تعلق رکھتے ہین اور چار معاشرت سے تعلق رکھتے ہین کسی نے حاصل کرلیے تو وہی الذین صدقوا کا مصداق ہے کہ وہ سچائی سے ایمان لایا ہے اور وہی المتقون کے افراد سے ہے کہ پرہیزگار اور خدا سے خوف رکھنے والا ہے ؀

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ
اے ایمان والو مقرر کر دیا گیا قصاص و بدلہ دربارہ مقتول و مارڈالے گئے اشخاص کے

الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ
آزاد بدلے میں آزاد کے اور غلام بدلے میں غلام کے اور عورت بدلہ میں عورت کے پھر جس نے معاف کر دیا

لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ
اپنے بھائی سے کسی چیز کو تو پیچھا کرے عادت کے اور شرع کے موافق اور ادائی کیجائے صاحب حق

ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ
کو اچھائی کے ساتھ یہ حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے اور رحمت ہے جس نے تجاوز کیا بعد اس کے تو اسکے لیے دردناک

أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝
عذاب ہے اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو شاید کہ تم پرہیزگاری کرو

اس آیت کے قبل جو آیت گذری ہے یہ تو بیان کیا گیا ہے کہ وہ بطور تتمہ کے تھی آیات سابقہ کے لیے اور بطور تمہید کے تھی آگے کے احکام کے لیے چنانچہ یہ حکم بھی اسی آیت سے وابستہ ہے آخر میں حکم ہوا ہے وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ اصحاب بر سے وہ لوگ ہیں جو تنگی اور بیماری میں صبر و تحمل کرتے ہیں اور لڑائی کے وقت تحمل و صبر کرتے ہیں لڑائی میں اس قسم کا قتال ہے جس کا معاوضہ اور تبادلہ بعد کو نہیں ہو سکتا اگر مصالحت ہو جاوے یا قاتل کان لے آوے تو پھر اسکو کوئی مار نہیں سکتا اسوقت تحمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خدا کی راہ میں میدان قتال میں ثابت قدم رہنے کا حکم ہوا ہے اس کے بعد ہی اس قتل کا حکم ہوا جو بدون حق شرعی ہوا اور عمداً بلا لغزش و دھوکے کے محض غیظ و غضب یا عداوت طمع و خوف سے ناحق قتل ہو اس قتل کا حکم دوسرا ہے اسواسطے اس پہلے قتال کے حکم کے بعد اس دوسرے قتل کا حکم ذکر کیا گیا اسکے علاوہ یہ بھی مناسبت ہے کہ قتال میں صبر کرنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ اپنی جان تک پیش کرنے کا حکم ہوا اس آیت میں بھی قصاص کا حکم ہوا ہے اور قاتل کو قصاص کے لیے حاضر ہونے کا حکم ہوا یہ بھی خدا کے حکم کے روبرو اپنی گردن ڈالنے کے باعث اعلیٰ ترین مرتبہ صبر کا ہے اگر اولیائے مقتول معاف نہ کریں اور حاکم قصاص کا حکم کرے تو پھر قاتل کو روا نہیں کہ وہ اپنی جان بچائے بلکہ اسکو قصاص کیلیے تیار ہو جانا چاہیے تاکہ آخرت کے وبال سے

نجات ہو جاوے اور حق عباد سے سبکدوشی ہو شرعاً قاتل کو قصاص سے جان چرانا نہ چاہیئے جب کہ حاکم شرع کا حکم قصاص کے لیے ہو جاوے برخلاف زانی کے کہ اگر اس سے خطا سرزد ہو جاوے اور حکم حد ہو بھی تو بھی اس کو جان بچانا جایز ہے اور اپنے عیب کو پوشیدہ رکھنا اسکو روا ہے اسوجہ سے کہ وہ محض حق الٰہ ہے اور قتل حق عباد سے زیادہ تعلق رکھتا ہے بہرحال قاتل کو صبر کرنا اور تعمیل حکم الٰہی کرنا اپنے جرم کی سزا مین لازمی ہے لہذا اوپر کی آیت سے اور اس آیت سے مناسبت ہے اس آیت کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ شان نزول اس آیت کا معلوم ہو کیونکہ شان نزول کا اعتبار نہ کیا جاوے تو الفاظ کے عموم سے یہ آیت ایسے مفہوم پر دلالت کرتی ہے جو ہرگز نہ خداوند عالم کا حکم ہے نہ اسکی مراد ہے جیسے اوپر کے الفاظ اس آیت کے ہین کہ اے ایمان والو تم پر مقتولین کے عوض قصاص فرض کر دیا گیا مخاطب پوری امت ہے ہر مقتول کے عوض اس پر قصاص لازم ہو گیا چاہے وہ قاتل ہو یا نہ ہو یہ ہرگز مراد اللہ کی نہین ہے ایسا ہی عبد اگر حر کو قتل کر ڈالے تو ظاہر آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ قتل نہ کیا جاوے حالانکہ حکم شرع یہ نہین ہے یا دو متعارض حکم ظاہر ہوتے ہین الحر بالحر والعبد بالعبد سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آزاد کا عوض عبد نہین ہو سکتا ہے اور الانثیٰ بالانثیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے عوض پر عورت ہو سکتی ہے چاہے وہ آزاد ہو یا نہ ہو یہ متفق علیہ ہے کہ اس آیت سے وہ احکام مراد نہین جو ظاہراً احتمال رکھتے ہین چنانچہ باوجودیکہ امام شافعی عبد کے عوض آزاد کے قتل کیے جانے کے قائل نہین جیسا کہ آگے آوے گا مگر اس آیت سے وہ بھی استدلال نہین کرتے ہین یہ آیت خاص حالت مین صرف مساوات ظاہر کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے البتہ ابتدا مین اس آیت کے ......

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى مین بطور کلیہ کے ایک حکم ہے اور فَمَنْ عُفِيَ لَهُ سے دوسرا حکم ہے درمیان کا جملہ محض جواب ہے اور اثبات تساوی کی ہے برخلاف اسکے کہ جیسے جاہلیت مین طرح طرح کی تعدی اور ظلم کیا جاتا تھا ؎

یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جبکہ قصاص کے متعلق تین مختلف صورتین رائج تھین ایک یہود کے درمیان وہ یہ کہ محض قتل کا عوض قتل تھا دوسرے نصاری کے درمیان کہ ان کو حکم تھا کہ قتل کے عوض قتل نہ ہو بلکہ عفو کا حکم ہوتا تیسرا حال عرب کا تھا کہ گو قصاص اور دیت دونون کا رواج تھا مگر انصاف سے متجاوز تھے ایک شریف قوم کے مقتول کے عوض

صرف قاتل ہی نہین قتل کیا جاتا تھا بلکہ ایک کے عوض دو دو چار چار قتل ہوتے تھے اگر ایک
قوم کے غلام کو دوسری قوم کے غلام نے قتل کرڈالا تو جو قوم اپنے کو باعزت سمجھتی تھی وہ کہتی
تھی کہ ہمارے غلام کے عوض تمھارا آزاد قتل کیا جاوے گا ایسے ہی ایک عورت کے عوض
دوسری عورت نہین قتل کی جاتی تھی جس نے اس عورت کو قتل کیا تھا بلکہ مرد قتل کیا
جاتا تھا اور اسکو وہ اپنی عزت سمجھتے تھے یہان تک کہ ایک شخص کا ایک لڑکا قتل کیا گیا اس سے
دریافت کیا گیا کہ اب اسکا عوض کیا چاہتا ہے اُسنے کہا کہ مین تین باتون مین سے ایک بات
چاہتا ہون یا تو میرا لڑکا زندہ کردو یا آسمان کے تارے میرے گھر کو بھردو یا قاتل کے تمام
قبیلہ کو قتل کردو تو شاید کچھ تشفی ہو اور اسکے خون کا حقیر عوض ہوسکے اسی طرح وہ دیت لیتے
تھے مگر جو چاہتے تھے وہ تجویز کرتے تھے یہان تک کہ کبھی غلام بنا لیتے تھے کبھی عورتین اور
لڑکیان قاتل کی لے لیتے تھے شریف کا عوض بہت بڑا ہوتا تھا رذیل کا عوض اتنا نہین
ہوتا تھا ایسے وقت مین یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہین کہ حضرت حمزہ کے قتل کے وقت
یہ آیت نازل ہوئی یا بنی قریظہ و بنی نضیر کے بارے مین نازل ہوئی کیونکہ وہ لوگ باوجودیکہ
اہل کتاب تھے طریقہ عرب کا برتتے تھے مگر یہ دونون قول ضعیف معلوم ہوتے ہین اکثر لوگون کا قول
یہ ہے کہ یہود و نصارے کا مذکورہ بالا حکم کے برخلاف قصاص و دیت دونون کا حکم ہوا اور تساوی
کا لحاظ کیا گیا یہی تخفیف و رحمت بھی ہے جس کی جانب آیت مین اشارہ کیا گیا ہے نہ تو یہود کا
حکم باقی رہا جس مین کوئی مفر قاتل کے لیے تھا ہی نہین حالانکہ مقتضی عقل کا یہ ہے کہ جہان
تک زجر ہوسکے اور قتل کا عوض ہوجائے دوسرا قتل نہ ہو اسواسطے کہ قتل بنی نوع انسان
کے لیے مضرت رسان ہے قتل محض زجر کی غرض سے ہوتا ہے بعض کہتے ہین کہ ایک قبیلہ
نے باہم قسم کھائی تھی کہ اسکے مقتول کے عوض مین قاتل کے قبیلہ سے مرد کے عوض دو مرد عورتون
کے عوض مرد اور غلام کے عوض آزاد کو قتل کرے گا مگر یہ دونون قبیلہ ایمان لائے اور ان مین سے
کسی نے مسئلہ دریافت کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے یا کسی شخص نے از خود دریافت کیا اسکے جواب
مین یہ آیت نازل ہوئی تو جس طرح کہا جاتا ہے زید جواب مین من جاء کے اور مراد ہوتی ہے زید
جاء اسیطرح یہان ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو قسم تمھاری ہے یہ ظلم صریح ہے اسکے بموجب عمل نہ کرو بلکہ
قصاص تم پر فرض ہے اسکو لو اور باقی یہ قسم کہ غلام کو غلام نے قتل کیا تو اُس غلام کے عوض آزاد
دوسری قوم کا قتل کردیا ایک حر نے دوسرے حر کو قتل کیا تو اُسکے مقابل دو حر ہون یا عورت نے

عورت کو قتل کیا تو اسکے مقابل مرد قتل ہو یہ ناروا ہی بلکہ ایک آزاد کے عوض ایک آزاد
ایک عورت مقتولہ کے عوض ایک عورت قاتلہ ایک غلام مقتول کے عوض ایک غلام
قاتل قتل کیا جاوے اور جو قسم کھائی گئی ہے وہ ناروا ہے اُسپر عمل نہ کیا جاوے ؛
ارشاد ہوا ہے کُتِبَ عَلَیۡکُمُ اس کے معنی یہان پر وجوب و فرضیت کے ہین یعنی لکھدیا گیا ہی
فرض کردیا گیا ہے تم پر اگرچہ کتابت کے بہت سے معانی ہین مگر یہان بوجہ علی کے کہ وہ بھی ایجاب
پر دلالت کرتا ہے فرضیت و وجوب ہی ملحوظ ہے کتابت بھی لزوم پر مشعر ہے معنی اسکے یہ ہین
فرض علیکم فرض کیا گیا ہے تم پر جس طرح صلوۃ مکتوبہ یعنی مفروضہ کہتے ہین یا کتب علیکم اذا
حضر احدکم الموت یا کتب علیکم الصیام وصیت وصیام فرض ہے اسی طرح تم پر قصاص
فرض کیا گیا ہے اِس آیت کی قرأت کتب صیغہ معروف کے ساتھ اور القِصَاص کو منصوب بھی
مروی ہوئی ہے اسکے معنی یہ ہوئے کہ خدا نے فرض کردیا تم پر قصاص کو حاصل یہ ہی کہ مراد اُس سے
اگلی امتین نہین ہین بلکہ خاص مخاطب امت محمدی ہے مگر یہ خطاب اسی طرح ہے جیسا کہ آتوا الزکوۃ
مین خطاب ہے مخاطب امت ہے بشرط اغنا و مالداری کے ورنہ فقیر کو زکوۃ دینے کا حکم نہین اسیطرح
یہان بشرط اسکے کہ تم امرا ہو مراد ہے یعنی وہ لوگ استطاعت قصاص کی رکھتے ہین اور جنکو
شرعًا حق ہے وہی قصاص لے سکتے ہین وہی مامور بھی ہین وہ امام اور اُس کے قایم مقام
ہین تمام اہل اسلام بلاشرط اسکے مخاطب نہین البتہ احتمال یہ ہے کہ صرف قاتل مخاطب
ہو اور مقصود یہ ہو کہ اے امت محمدی تم مین سے جو قاتل ہو اسپر قصاص فرض کردیا گیا ہی
اگر اولیاے مقتول تم کو قصاص کے لیے قاضی و حاکم کے روبرو لائین اور معاف نہ کرین
بلکہ حاکم سے قتل کا حکم دلوائین تو تم پر قصاص فرض ہی کہ تم اپنی گردن کو پیش کردو بہرحال
امت محمدی مخاطب ہے مگر بشرطیکہ استطاعت و اجازت از روی شرع قصاص کی رکھے
یا خود قاتل ہو اور عفو اولیاے مقتول نہ کرین دیت پر راضی نہ ہون ؛
قصاص کے معنے یہ ہین کہ ایک شخص نے جو فعل کیا ہو وہی دوسرا اسکے ساتھ کرے
اسمین قصاص بالنفس بھی ہے اور قصاص اعضا کا بھی کہا جاتا ہے اقتص فلان علی اثر فلان
فلان شخص کے طور پر فلان نے بھی قدم رکھا فلان کے قدم بقدم فلان چلا اسی سے قصہ
اور قصاص بھی ماخوذ ہے اس جگہ مراد یہ ہے کہ عوض قتل یا جراحات کا لینا فرض کیا گیا ہی
امام ابو حنیفہ کے نزدیک موجب قتل عمد قصاص ہے اور امام شافعی کے نزدیک موجب

قتل عمد قصاص و دیت ہی امام ابوحنیفہ اس آیت سے استدلال کرتے ہین کہ قصاص فرض ہے
اب دیت کا حکم جو آخر آیت مین ہے وہ رخصت ہے اور رحمت کے طور پر ہے دوسرا اختلاف اسجگہ
یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مماثلت قتل مین من جمیع الوجوہ مراد لیتے ہین۔ مثلاً کسی شخص نے
کسی کو ڈبا دیا یا جلا دیا یا اُسکے ہاتھ کاٹ دیے وہ مرگیا تو قاتل بھی پہلے ڈبو یا جاویگا اگر وہ مرگیا فبہا ورنہ
گردن ماری جاوے گی اسی طرح جلایا جاوے گا اور ہاتھ کاٹا جاوے گا اگر نہ مرا تو ہلاک کیا
جاوے گا لفظ قصاص سے اسپر استدلال لاتے ہین اور چند احادیث بھی ہین جن سے ذریعہ قتل
بھی قاتل کے لیے وہی اختیار کرنا ثابت ہوتا ہے جس سے اس قاتل نے قتل کیا ہی مگر امام
ابوحنیفہ کہتے ہین کہ مماثلت صرف مار ڈالنے مین ہے ورنہ کوئی اگر سحر سے مارے یا کوئی کسی
لڑکے کو لواطت کے ذریعہ سے ہلاک کر ڈالے تو وہ اسی طرح قتل نہین کیا جاوے گا اور کیفیت
قتل مین اہل اسلام کے نزدیک صرف گردن مارنا رائج ہے اور کوئی صورت رائج نہین ہے
بلکہ پھانسی سے قتل غیر رائج ہے یہ طریقہ یعنے قتل بالسیف کا بہترین طریقون سے ہی فرانس
مین شرفا قاتل تلوار سے قتل کیے جاتے تھے اور غیر شریف پھانسی سے اسپر غیر شریف اشخاص
نے بہت کچھ واویلا کیا کہ یہ تفریق جمہوریت کے خلاف ہی اس سے معلوم ہوا کہ قتل بالسیف
باعزت قتل تھا جس کو ہمارے یہان اختیار کیا گیا ہے فی القتلیٰ کے معنی بسبب قتل کے
ہین جس طرح حدیث شریف مین آیا ہے فی النفس المومن مأتہ من الابل یہ سبب
قتل نفس مومن دیت ایک سو اونٹ ہین ان المرأۃ تعذب فی الھرۃ یقیناً عورت عذاب
کی جاتی تھی بسبب بلی کے باندھ رکھنے کے اس سے معلوم ہوا کہ فی سببیۃ کے لیے آتا ہی اسجگہ
اسکے یہی معنے ہین کہ قصاص بسبب قتل کے تمپر فرض کیا گیا ہی قتلیٰ جمع مقتول کی ہے یعنے جو
مار ڈالے گئے بقتل عمد کیونکہ قتل خطا قصاص کو مستوجب نہین ہے ؛

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ آزاد بدلہ مین آزاد کے یعنی اگر آزاد آزاد کو قتل کر ڈالے تو وہی ایک مارا جاوے گا
بشرطیکہ سب مل کے قتل کرین اس صورت مین وہ سب مارے جاینگے جیسا کہ حضرت عمر سے
صراحۃً مروی ہے ؛

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ غلام کے عوض غلام جو غلام کسی غلام کو مار ڈالے تو وہ مارا جاوے گا البتہ مالک
اگر اپنے غلام کو مار ڈالے تو اسکو قتل نہ کرنا اسوجہ سے ہے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتے ہین
لیکن کسی کے غلام کو اگر غیر مولیٰ مار ڈالے تو ضرور وہ قتل کیا جاوے گا امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسی ہی

اَلاُنثٰی بِالاُنثٰی ہے امام شافعی کہتے ہین کہ کافر کے عوض مین مسلم نہین قتل کیا جاوے گا
اگرچہ وہ معاہد ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل کیا جاوے گا جب کہ وہ معاہد ہے
اسواسطے کہ نفس معصومۃ الدم چاہے مسلم ہو یا کافر ہو مساوی ہے بوجہ اثر حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کے دماءھم کدماءنا واموالھم کاموالنا امام شافعی حدیث حضرت علی کو پیش کرتے
ہین کہ لا نقتل المومن بکافر مسلمان عوض مین کافر کے نہ قتل کیا جاوے۔ امام ابوحنیفہ اس
حدیث مین کافر سے کافر حربی مراد لیتے ہین اور کہتے ہین کہ حربی اگر قتل کردیا جاوے تو اسکے
عوض مسلم نہین قتل ہوگا مگر معاہد کے عوض قتل ہوگا اسواسطے کہ عصمت یا تو بوجہ دین کے ہے
یعنی اسلام ہو یا بوجہ دار کے ہے یعنی بعہد امان دار الاسلام مین مقتول ہوا ور ان کا استدلال
قرآن شریف کی دوسری آیت سے جو اسکے بعد نازل ہوئی بہت قوی ہے کتبنا علیھم فیھا
ان النفس بالنفس والعین بالعین الآیہ ہمنے بنی اسرائیل پر فرض کردیا تھا کہ نفس کے
عوض نفس اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے عوض ناک اور کان کے عوض کان اور دانت
کے عوض دانت اور زخمون کے عوض ان کا بدلا اس کے متعلق امام شافعی کہتے ہین کہ یہ بنی اسرائیل
کے لیے حکم ہے مگر ہماری طرف سے کہا جاسکتا ہے کہ شرایع ہمارے قبل کے بھی حجت ہین بشرطیکہ وہ
منسوخ نہ ہون یہان نسخ نہین ہے اگر اس آیت کو ناسخ ٹھیرایا جاوے تو اول تو اس آیت کا ظاہر
مُودل ہی دوبارہ حکم کا منسوخ ہونا لازم آوے گا اور قبل ہر دو نص کے نسخ لازم آئے گا اور منسوخ کا
مُوخر ہونا اور ناسخ کا مقدم ہونا لازم آئے گا جو درست نہین ہے اگر محض ذکر مراد ہوتا تو اسکے لئے صراحت
نسخ کی یا قطعی طور پر منسوخ ہونا ظاہر کیا جاتا ایسا نہین ہوا ۞

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ جس نے اپنے بھائی کو جو حق اسکو حاصل تھا اسمین سے کچھ معاف کردیا
اس مین جواز قصاص کو معاف کردینے کا ثابت ہوتا ہے برخلاف موجودہ قانون کے مِن اخیہ
سے معلوم ہوا کہ قاتل مومن کا کافر نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ اخوت اہل اسلام مین ثابت کی گئی ہے
حضرت ابن عباس اس سے اور اس آیت مین خطاب قاتل کے ایمان قاتل کا ثابت کرتے ہین یعنے
مومن کے قتل سے مومن کافر نہین ہوتا ہے شیٔ یعنی کچھ سے اشارہ ہے جانب اسکے کہ اگر کچھ سے حق قصاص کا معاف
کردیا جاوے تو پھر قصاص ساقط ہوجاتا ہے مثلاً ایک ولی اپنا حق معاف کرے اگرچہ دیگر اولیاء نہ
معاف کرین تو بھی قصاص ساقط ہوجاوے گا اور اس کی جزا لازم آوے گی یعنے اتباع بالمعروف
یعنے تقاضا دیت کا طریقہ معلوم اور مناسب سے کیا جاوے تقاضاے شدید نہ کیا جاوے ۞

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ
تم پر لازم کردیا گیا ہے کہ جب تم کو موت پہونچے تو اگر مال چھوڑو تو وصیت کرو

بقیہ صفحہ ۹۱) وَ اَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ورثہ دیت دینے والونکو لازم ہے کہ وہ اچھا مال سے ادا کرین خواہ
نخواہ کی تاخیر نہ کرین یہ تخفیف اور رحمت ہے اسکے بعد اگر تجاوز کیا گیا تو سخت دردناک عذاب ہے
دنیا مین پھر قاتل قتل ہوگا بعض کے نزدیک اسکو عفو کی بھی اجازت نہین مگر محقق یہ ہے کہ وہ مانند تمام
قاتلون کے قتل ہوگا یا اسکو عذاب آخرت مین دردناک ہوگا بوجہ ظلم و تعدی کے اسواسطے کہدیا گیا
کہ کہین دیت بھی لیجاے اور قتل بھی کردیا جاے تو یہ بہت بڑا ظلم ہے اسکے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ
لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ الآیہ قصاص مین تمہارے لیے ایک زندگی ہے کیونکہ جو قتل کا ارادہ کرے وہ
قصاص کے خوف سے باز رہے گا وہ بھی بچے گا اور مقتول بھی بچے گا اور اگر قتل ہو گیا تو قصاص
سے دوسرون کو خوف ہوگا مگر اس حکمت کا شعور ذی عقل لوگ کرتے ہین ورنہ بظاہر موت ہے
بعض عقلاے فرانس کے قصاص کو موقوف کردیا اسقدر واردات قتل کے ہوے کہ پھر ناچار
قصاص جاری کردیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلمند ہی اس زندگی کو سمجھ سکتا ہے یا مراد حیات
سے حیات اُخروی ہے کہ قاتل جب قصاص مین مارڈالا جاتا ہے تو اپنے وبال گناہ سے سبکدوش
ہوجاتا ہے حیات تازہ حاصل ہوتی ہے اسکو عقلمند اور خوف خدا رکھنے والے پرہیزگار لوگ جانتے
ہین اس جگہ یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی قاتل توبہ کرلے تو قتل ہوگا یا نہین اشاعرہ کے
اصول کے موافق باوجودیکہ خدا کے یہان کے مواخذہ سے وہ بری ہوگیا مگر قتل ضرور کیا جاویگا
اسمین خدا کے حکم کے سوا کسی علت کی ضرورت نہین نہ ظلم ہے جب چاہے وہ حکم کرسکتا ہے
معتزلہ کے نزدیک بھی قاتل بعد توبہ قتل ہوگا اگرچہ توبہ لازمی طور پر عفو گناہ کرادیتی ہے مگر یہ
لطف ہے اللہ کا اسوجہ سے کہ زجر ہو اور مقتول کے ورثا کی تشفی ہو اور حق عبد سے قاتل نجات
پائے عالم مین فساد اور قتل کا اندیشہ نہ رہے واللہ اعلم ؂

اس آیت اور اس کے قبل کی آیت مین اتنا گہرا ارتباط ہے کہ اوپر يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا کا ذکر کرنا کافی ہوگیا اس آیت کے شروع مین اعادہ کرنا ضروری نہ ہوا انسان کے جان
و مال کو خطرے سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ حکم ہوا ہے پہلا حکم حفاظت جان کا ہے اور دوسرا
حفاظت مال کا وہان قصاص سے حفاظت کی گئی یہان وصیت سے اس آیت کا حکم

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ فَمَنْ
اپنے والدین کے لیے اور اپنے قرابتداروں کے لیے مناسب طریقہ سے یہ حق ہے تقوی کرنیوالوں کیلیے
بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ط
پھر تم مین سے جسنے بدلدیا بعد اسکے کہ اسنے سنا تو گناہ اسکا انپر ہے جنھون نے اسکو بدل دیا
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا
یقیناً اسد سننے والا جاننے والا ھے اور جو ڈرا وصیت کرنے والے سے کجروی یا نا انصافی کا تو اسنے
اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
ان کے درمیان صلح کرادی تو اسپر کچھ گناہ نہین اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

بھی مرنے سے تعلق رکھتا ہے اور اس آیت کا حکم بھی مرنے کے باعث ہوا ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو اس وجہ سے مذکور نہین ہوا کہ ابھی زیادہ دور نہین ہوا تھا کہ مذکور ہو چکا ہے تنبیہ کی حاجت نہ تھی باوجود اسکے کہ دونون آیتون مین ربط مذکور ترتیب کے لیے کافی ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہو کہ قصاص ور روزہ کا حکم دلمین شاق ہو اسواسطے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا گیا کہ ایماندارون کو ہر حکم ماننا چاہیے برخلاف حکم وصیت کے کہ وہ دلپر شاق نہین ہے اسواسطے کسی تاکید کی حاجت نہین ہو نہ تنبیہ کی ضرورت ہے باوجود اسکے پھر بھی ربط آیت سابقہ کا اور اسکا موجود ہے ؛

کُتِبَ عَلَیْکُمْ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے وجوب اور لزوم کے لیے ہے اور معنی مین فرض کے آیا ہو مقصود اس سے یہ ہو کہ حکم وصیت فرض ہے جو ترک کردیگا وہ گناہگار ہوگا مواخذہ دار ہوگا ؛

اِذَا حَضَرَ جبوقت کسی کو تم مین سے موت آئے فاعل ہے ؛

اَحَدَکُمْ مقدم کیا گیا ہے بہت توجہ اور تاکید کی غرض سے موت کا حضور دو احتمال رکھتا ہو ایک یہ کہ جب موت آجاوے یا موت کے آثار ہونے لگین دوسرے یہ کہ موت کے علامات آجاوین جیسے کوئی مرض مخوف ہو یا کوئی عمر ایسی ہو کہ آدمی کو موت کا قرب معلوم ہوجاوے اس جگہہ یہ دوسرا احتمال صحیح ہے کیونکہ اذا قارب الشیء یعطی حکمہ جب کوئی شے قریب پہونچ جاتی ہے تو اسکو قریب ہونے والے کا حکم دیدیا جاتا ہے جب کوئی کسی شہر کے سواد مین پہونچ جاتا ہے تو کہتے ہین کہ وہ شخص فلان شہر مین پہونچگیا اسی طرح موت کا پہونچ جانا یہ ہو کہ کوئی مرض مخوف

یا دیگر علامات موت ہون مگر احتضار یا عین موت مراد نہین اسواسطے کہ اُسوقت وصیت کرنا مشکل و غیر ممکن ہے
اصم نے اس کی تاویل اسطرح کی ہے کہ تمپر وصیت کرنا صحت کی حالت مین فرض ہے اسطرح کہ کہو جب
ہم کو موت آئے تو تم ایسا ایسا کرنا مگر یہ تاویل بعید ہے ظاہر آیت اس کے اوپر دلالت نہین کرتی
ہے اور ضرورت بھی نہین ہے وصیت کہتے ہین اسکو کہ کوئی شخص کہہ جاوے کہ فلان امر میرے مرنیکے بعد
اسطرح ہو۔

الخیر اکے معنی نیکی کے ہین اور جس سے انتفاع حاصل ہو مگر قرآن شریف مین دوسرے مقامات
پر مال کے معنی مین وارد ہوا ہے وما تنفقوا من خیر اور ارشاد ہوا ہے لحب الخیر
لشدید اور ارشاد ہوا ہے من خیر فقیر ان سب مقامات پر مراد ما ینتفع بہ اور مال
مراد ہے اسجگہ مال سے ہر طرح کا مال کسی مقدار کا ہو مراد ہے یا نہین اسمین دو قول ہین زہری کہتے
ہین کہ مطلقاً ہر مال پر خیر کا اطلاق ہوتا ہے کم ہو یا زیادہ ہو قرآن مین ارشاد ہوا ہے ومن یعمل
مثقال ذرۃ خیرا یرہ اس جگہ قلیل مال کو بھی خیر سے ارشاد فرمایا ہے خاصکر کے اس امر وصیت
مین تو عام مال مراد ہونا زیادہ مناسب ہے کیونکہ امر وصیت اور امر وراثت یکسان ہے وراثت مین تفصیل
کردی گئی ہے مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضۃ خواہ کم ہو متروکہ یا زیادہ حصص مقرر ہین
علاوہ اسکے لغت مین ہر ما ینتفع بہ کو خیر کہتے ہین اور مال قلیل و کثیر ینتفع بہ ہے لہذا خیر مین داخل
ہے دوسرا قول اکثر علما کا ہے وہ کہتے ہین کہ مراد خیر سے اسجگہ مال کثیر ہے تنوین تعظیم کی ہے یا جسطرح
کہا جاتا ہے کہ فلان شخص مال والا ہے یعنے حاجت سے زیادہ اسکے پاس مال ہے یا کہا جاتا ہے فلان
شخص صاحب نعمت ہے حالانکہ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ نعمت عطا کی گئی ہے مراد یہ ہے کہ اسپر زیادہ نعمتین
کی گئی ہین اس دوسرے قول مین پھر لوگون نے اختلاف کیا ہے کہ کوئی مقدار معین ہے یا نہین
ایک جماعت کہتی ہے کہ تعین مقدار کا نہین ہے کہ جب اتنا مال ہو تو کثیر ہے بلکہ ہر شخص کے اعتبار سے
اسکا اندازہ کیا جاسکتا ہے یا یہ ہر شخص کے اجتہاد پر چھوڑ دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ بعض جگہ اشیا گران
اور مال زیادہ ہوتا ہے اُس جگہ مال کثیر بہت سی مقدار پر بولا جاتا ہے مثلاً بمبئی و کلکتہ ہندوستان
مین ہے کہ وہان لاکھون روپیہ کی گنتی کوئی شمار مین نہین ہے امر کیا اس سے بھی زیادہ مالدار ہے
وہان کرورون کا کچھ اعتبار نہین کسی جگہ دس بارہ روپیہ بہت ہو جاتے ہین سو ڈیڑہ سو بہت
معلوم ہوتے ہین کبھی ایک شخص کے روپیہ کم ہوتے ہین اسکو تھوڑا مال بہت ہوتا ہے کبھی کسی
کے ورثہ بہت سے ہوتے ہین اسکو بہت مال بھی کثیر نہین ہوتا ہے لہذا اسکی تعیین نہین ہوسکتی

ہے کہ کسقدر مال ہو جسکو مال کثیر کہہ سکتے ہیں دوسری جماعت تعین کرتی ہو اور اس تعین میں اختلاف ہو قتادہ ایکہزار درہم کو کثیر کہتے ہیں نخعی پندرہ سو درہم کو کثیر کہتے ہیں ابن عباس سے مروی ہو کہ اگر سات سو درہم کسی کے پاس ہوں تو وہ وصیت نہ کرے اسواسطے کہ خیر کثیر نہیں ہو حضرت عایشہ سے کسی نے کہا کہ میں وصیت کرون آپنے فرمایا کہ کتنا مال ہے اُسنے کہا کہ تین ہزار درہم آپنے دریافت کیا کہ تمھارے وارث کسقدر ہیں اُسنے کہا کہ چار لڑکے ہیں آپنے فرمایا کہ مال تمھارے لیے بہت نہیں ہے اللہ نے تو خیر ارشاد فرمایا ہی یہ اس میں داخل نہیں۔ تم لڑکون کے لیے چھوڑ دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک آزاد کیے ہوئے غلام نے عرض کی کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہون اور میرے پاس سات سو درہم ہیں آپنے فرمایا کہ نہیں کیونکہ خدا نے فرمایا ہے وان ترك خيرا اور یہ خیر نہیں ہے ان اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مراد خیر سے مال کثیر ہے مگر تعیین نہیں نکلتی ہے یہ معلوم ہوتا ہی کہ بعض مقدار بعض اکابر کے نزدیک خیر میں داخل نہ تھی نہ یہ کہ اس سے زیادہ خیر میں داخل ہے اور کسقدر زیادہ ہو تو داخل ہے ان اقوال سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خیر سے مراد اسجگہ مال کثیر ہے اس سے تائید قول ثانی کی ہوتی ہے؛

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ وصیت کی جاوے والدین کے لیے یعنی ماں باپ کے لیے اور ممکن ہے کہ دادا دادی بھی مراد ہوں لیکن اگرچہ کسی نے اس کی تصریح نہیں کی ہے اور لفظ اقربین سے رشتہ دار مراد ہیں عام اس سے کہ والدین ہوں یا دوسرے ہوں بعض نے والدین کو نکالدیا ہے اسجگہ تو اقربین سے بالضرور والدین خارج ہیں۔ ابوزید کہتے ہیں کہ مراد اسجگہ اقربین سے صرف اولاد ہیں ابن عباس اور مجاہد مراد لیتے ہیں کہ علاوہ ولد کے دیگر اقربا مراد ہیں بعض کہتے ہیں تمام قرابتمند بعض کہتے ہیں کہ وہ قرابتمند جو وارث نہوں ظاہر اسب مراد ہیں سوائے والدین کے گو ایک دوسرے سے مقدم ہیں۔

بِالْمَعْرُوْفِ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے معروف سے مراد طریقہ جمیلہ اور جو موافق عقل و شرع اور انصاف کے ہو تو اگر کوئی شخص کسی غنی کو وصیت کرے اور عیالدار کو چھوڑ دے تو یہ معروف کے خلاف ہے یا ماں باپ کو چھوڑ دے دوسرے قرابتمندون کو دے یا باپ اور چچا کو برابر کردے یا بھائی اور دادا کو برابر کردے یا ایک کو دے دوسرے کو چھوڑ دے تو یہ سب طریقہ جمیلہ سے خارج اور معروف نہیں ہے ان امور کا لحاظ کرکے وصیت کرے؛

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ وصیت بالمعروف لازم و حق ہے پرہیزگارون کے اور جو ازروے مذہب و طریقہ پرہیزگار ہیں اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے بعد اسکے کہ مان لیا جاوے کہ وصیت کا وجوب اس آیت سے ثابت ہوتا ہے آیا یہ منسوخ ہے یا نہیں ابومسلم خراسانی اس

آیت کو منسوخ نہین کہتے ہین انکے نزدیک تو قرآن شریف مین کوئی آیت منسوخ ہی نہین ہی اس آیت مین جو وجوہ
نسخ کے ہین انکی وہ تردید کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ یہ آیت کس آیت سے منسوخ ہوگی اسواسطے کہ آیت میراث
جس سے جمہور نسخ مانتے ہین وہ اسکے ناسخ ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی ہی اسواسطے کہ نسخ تو اس صورت
مین ہوتا ہی جب منسوخ اور ناسخ کے درمیان مین منافاۃ ہو یہان منافاۃ ممنوع ہی وہ کہتے ہین کہ اس آیت سے
واجب ہے کہ والدین اور اقربین کے لیے وصیت کیجادی اور آیت میراث سے انکے حصونکا تقرر کیا گیا ہی تو حکم اس آیت کا یہ ہی
کہ تم لوگ یا جو موت کا یقین کرلے وہ وصیت کرے والدین اور اقربین کیلیے کہ جو الله نے یوصیکم الله کی آیت مین حصص مقرر
کردیے ہین ان کے موافق تقسیم کیجاوے کسی پر ظلم نہ ہو کوئی حصہ دار محروم نہ کردیا جاے جسطرح الله نے حصے مقرر
کردیے اسیطرح تمکو وصیت کرجانا چاہیے اور بالفرض اگر منافاۃ بھی مانی جائے کہ وصیت موافق حصص مقرر کرنہ بھی ہو تو
اس صورت مین بھی آیت میراث اس کی ناسخ نہین ہوسکتی ہی غایۃ ما فی الباب اس آیت سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ والدین اور اقربین کو وصیت کرنا چاہیے اور آیت میراث سے ورثہ کے حصص
مقرر کردیے گئے ہین اور یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ حصے وارثون کے ہین وہ آیت دلالت کرتی ہی
کہ ورثہ کو مقررہ حصے دیے جائین ان کو وصیت کی حاجت نہین مگر اب ایسے لوگ بھی رہگئے
جو وارث نہین اور والدین اور اقربین مین داخل ہین مثلاً والد قاتل ہے یا کافر ہے یا عبد ہے
تو اس صورت مین وارث نہین ہے اسکے حق مین یہ آیت ثابت ہی دیگر اقربا بعض ایسے ہین کہ کبھی
وارث ہوتے ہین اور کبھی نہین جیسے پوتا ہے اگر بیٹا ہو تو وارث نہین ہے اگر نہ ہو تو وارث ہی
اسکے حق مین یہ آیت ثابت ہے اس صورت مین جبکہ وہ وارث نہ ہو اور بعض ایسے ہین کہ
کبھی وارث نہین ہوتے ہین یا ان کی وراثت مین اختلاف ہی مگر اقربین مین داخل ہین جیسے
ذوی الارحام تو ان کے حق مین یہ آیت ثابت ہی اسوجہ سے یہ تخصیص ہوئی نسخ نہین ہوئی جمہور اور اکثر
علماے اسلام اسکو منسوخ کہتے ہین یعنے وصیت کا حکم اب واجب نہین رہا یہ حکم اسوقت تک
تھا جب تک وراثت کا کوئی قاعدہ مقرر نہین ہوا تھا اور لوگ قدیم عادت جاہلیت کے طور
وصیت کرجاتے تھے مستحق اور قریب کو چھوڑ کے محض فخر اور شہرت کے لیے دوسرون کو جو غیر مستحق ہوتے تھے
وصیت کرجاتے تھے اسوقت وصیت واجب ہوئی تھی مگر جب وراثت کا قاعدہ مقرر ہوگیا تو اب وصیت کے
ایجاب کی ضرورت نہین ہی کیونکہ وصیت اگر موافق حصص مقررہ کے ہوگی تو فضول ہے محض تاکید کی غرض سے
ایجاب غیر معقول ہی اور اگر مخالف حصص مقررہ کے ہی تو ظاہر ہی کہ اسکا اختیار بندہ کو نہین ہی البتہ مستحب ہے یا جائز
ہی کہ اپنے اعزا یا دیگر امور خیر مین وصیت کرے یا لیکن اسقدر نہین کہ جس سے حق ورثہ کا تلف ہو اسکو ثلث تک وصیت کا حق ہے

اگر اس سے بھی کم وصیت کرے تو بہتر ہے اسواسطے کہ حدیث سعد بن ابی وقاص مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ثلث بہت ہی اور اسکے اوپر تک منع فرماتے رہے معلوم ہوا کہ ثلث سے زیادہ مین حق نہین ہے اس قول مین پھر یہ اختلاف ہی کہ آیا یہ آیت کس دلیل سے منسوخ ہوئی ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ آیت میراث سے یہ آیت منسوخ ہوئی ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ والدین اور غیر اقربا جنکے حصص مقرر نہین ہین انپر وصیت کرنے کا حکم بطور ایجاب کے نہین ہے بلکہ آیات یا دلائل جن سے انکی وراثت باطل ہوتی ہے دلالت کرتی ہین کہ ان کو استحقاق مال مین نہین رہا یہ دوسری بات ہی کہ مرنیوالا خود کافر یا قاتل کو کچھ دیدے یہ بھی غیر مسلم ہے کہ کسی قرابت دار کو حق نہین دیا گیا ہی ذوالارحام کے حقوق بھی مقرر کر دیے گئے ہین ضرورت وصیت کی کیا ہی البتہ جو اعزا محروم ہو گئے انکو ثلث سے وصیت کرنے کا اختیار ہے ایجاب پر کوئی دلیل نہین ہے یہ آیت دلیل نہین ہو سکتی ہے اسواسطے کہ محتمل ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ آیت حدیث ان اللہ اعطے کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث اللہ نے ہر صاحب حق کو اسکا حق دیدیا آگاہ رہو کہ وارث کے لیے وصیت نہین ہی یہ حدیث بمنزلہ متواتر کے ہے اور علما نے اسکو قبول کیا ہے اسواسطے اس سے نسخ کتاب کا صحیح ہے اصول حدیث کے اعتبار سے یہ قول بھی قوی ہے گو وہ لوگ جو اصول وضوابط کسی کو نہین مانتے اسمین کلام کرین بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت بوجہ اجماع کے منسوخ ہے اجماع منسوخ نہین کر سکتا ہی مگر جب سند اجماع منصوص ہو ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث لا وصیۃ مشہور ومعروف درمیان صحابہ کے تھی اور اُن کے بعد بھی مشہور رہی اس حکم پر اجماع بھی ہو گیا حکم صریح کے خلاف کوئی کچھ کر نہین سکتا تھا درحقیقت اجماع دلیل نہوا بلکہ حدیث مذکور مجمع علیہا ناسخہ دلیل ہوئی جو حکم مین متواتر کے ہے اسجگہ قابل غور یہ بات ہی کہ یہ آیت منسوخ ہوئی یا نہین یہان تک کہ نسخ کا ثبوت ہو چنانچہ محققین کہتے ہین کہ یہ اُن آیتون سے ہے کہ بالاتفاق منسوخ ہی اتفاق صحابہ کا مراد ہے جس مین اختلاف ابو مسلم خراسانی مبتدع کا کچھ قادح نہین ہی کہ منکرین نسخ اسمین قول ابو مسلم سے حجت پکڑتے ہین وہ ہرگز اجماع سابق کو رفع نہین کر سکتا ہے جن احادیث سے وصیت کا ثبوت ہوتا ہے وہ احادیث جواز وصیت ثلث پر دلالت کرتی ہین جو بالاتفاق جائز ہے اور اسی وصیت کی طرف من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین مراد ہے اس وصیت پر یہ آیت

نہ دلالت کرتی تھی نہ اُسکے منسوخ ہونے سے وہ حکم منسوخ ہوگیا باوجود اسکے کہ ابومسلم خراسانی نسخ کے منکر ہین اس حکم کے مقر ہین کہ وصیت وارث کو نہین صحیح ہے بلکہ ترکہ موافق سہام مقررہ کے تقسیم ہوگا لہذا یہ اختلاف ابومسلم کا نہ تو قول عدم نسخ کے لیے صلاحیت دلیل ہونے کی رکھتا ہے خصوصاً جبکہ صحابہ اسکے نسخ کے قائل ہین اور اس کے حکم کے منسوخ ہونے پر ان کا اجماع ہے نہ یہ قول ان کا دلیل ہو سکتا ہے اِس حکم پر کہ باوجود اسکے کہ آیت میراث نازل ہوچکی ہے اب بھی حق ہے کہ جو مالدار ہبت ہو وہ جس کو چاہے وصیت کرے اُسکی وصیت کے موافق تقسیم ہوگی اگر وہ وصیت نہ کرسکا تو البتہ آیت میراث کے موافق تقسیم ہوگی اس حکم اتحادی کے تو ابومسلم بھی قائل نہین ہین +

تیسرا قول اس جگہ ابن عباس اور حسن بصری اور مسروق اور طاوس اور ضحاک اور مسلم بن یسار اور علا بن زیاد کا ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی اُس شخص کے بارے مین کہ جو وارث ہی اور غیر منسوخ ہے اس شخص کے بارے مین کہ جو وارث نہین ہے ضحاک سے مروی ہوا ہے کہ جو شخص مر جاوے اور اپنے اقربا کے لیے وصیت نہ چھوڑ جاوے تو اُسنے اپنے آخر وقت گناہ کیا اور طاوس سے مروی ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی احباب کو اور اقارب کو چھوڑ دیا تو اسکی وصیت توڑ دیجائیگی اور وہ اقارب پر عود کر آئے گی بعض لوگون نے کہا ہی کہ آیت دلالت کرتی تھی کہ وصیت حق قریب مین واجب ہے مگر حق وارث قریب مین اس کا حکم ترک کر دیا گیا بوجہ آیت میراث کے یا بوجہ حدیث کے یا بوجہ اجماع کے اور حکم باقی رہا حق مین غیر وارث قریب کے اسوجہ سے آنحضرت نے فرمایا کہ ہر شخص کو جو مالدار ہو وصیت ضرور لکھ رکھنا چاہیے دو روز یا تین روز بھی اسپر ایسے نہ گذرین کہ وصیت اسکی مکتوب نہ ہو۔ بعض لوگ ایسے احکام کو ابتدائے زمانہ پر محمول کرتے ہین بہرحال ایسی صورت مین جب کہ ایک بیٹا مر جاوے اور دوسرا بیٹا زندہ ہے اور پوتا یتیم موجود ہو ثلث مال سے وصیت کرنا چاہیے چاہے یہ حکم عموماً واجب رہا ہو یا وجوب اسکا منسوخ ہوگیا ہو اسواسطے کہ یہ صورت شفقت پدری سے بعید ہے کہ پوتا محروم کر دیا جاوے جبکہ خدا نے اختیار دیا ہے لیکن احکام کلی ہوتے ہین پوتا بیٹا برابر نہین پوتا پوتا برابر ہے جس پوتے کا باپ مرگیا اور جس پوتے کا باپ زندہ ہے نسبت برابر ہے اگر ایک پوتا کہے کہ اسکا باپ مرگیا ہے اُس کو حصہ ملنا چاہیے کیونکہ اسکا کیا قصور ہے تو دوسرا پوتا بھی کہہ سکتا ہے کہ اس کو ملنا چاہیے اُسکا باپ زندہ ہے اسمین اسکا کیا قصور ہے ممکن ہے کہ اسکا باپ جائداد تلف کر ڈالے تو یہ دادا کی جائداد سے محروم ہے اس صورت مین

جب کہ اسکا ہمعصر اور مرتبہ کا دوسرا شخص پارہا ہے اسواسطے پوتا یتیم ہو یا غیر یتیم بیٹے کے مقابل استحقاق وراثت نہین رکھتا مگر حق قرابت موجود ہے اسکے لیے دادا کو وصیت کرنا چاہیے یہ حکم بنا بر ایک قول کے واجب ہے اگر ترک کیا جاوے گا تو گناہ عظیم ہوگا اسکا لحاظ ضروری کرنا چاہیے جیسے لڑکا مرے اور پوتا موجود ہو اسی وقت وصیت کرے اور ثلث سے وصیت کرے تاکہ اسکو بعد مرنے کے ملجاوے واللہ اعلم۔

اِس جگہ اوپر کے تیسرے قول پر ایک امر یہ باقی رہگیا کہ وصیت غیر وارث کا کیا حکم ہے تو اس قول کی بنا پر غیر وارث کے حق مین وصیت واجب نہین ہے اُن کے نزدیک تین حال ہین ایک یہ کہ شخص وارث ہو اُسکے لیے وصیت کی ضرورت نہین وصیت منسوخ ہے اور اگر وصیت کی جاوے گی تو بدون اجازت ورثہ کے نافذ نہ ہوگی دوسرے وہ ہین جو قرابتدار ہین مگر وارث نہین ان کیلیے وصیت کا حکم منسوخ نہین ہوا واجب ہے تیسرے وہ لوگ جو قرابتدار نہین ہین ان کے لیے وصیت واجب نہین ثلث مال سے نافذ ہوگی ۞

الحاصل حکم وصیت کا کل مال سے غیر وارث یا وارث قریبی کے لیے واجب نہین رہی آیت میراث مانع ہے چاہے نسخ کے قائل ہون یا نہ ہون ظاہرا یہ نزاع لفظی ہی معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم ۞

فائدہ - جو لوگ اس امر کے قائل ہین کہ یہ آیت غیر منسوخ ہے اُس عزیز کے بارہ مین جو وارث نہو ان کے دو قول ہین ایک یہ ہی کہ یہ وصیت فقرا کے لیے ہوگی اسکو ابن مسعود سے روایت کیا ہے دوسرا قول امام حسن بصری کا ہے کہ ان کے نزدیک فقرار اور اغنیا سب برابر ہین جسطرح وارث بلکہ وہ کہتے ہین کہ اگر کسی نے عزیز قریب کے حق مین وصیت کی تو ثلث الثلث اسکو ملیگا اور دو ثلث اسکو ملین گے جو قریب غیر وارث ہے ۞

اس جگہ ہندؤن کے ایک اعتراض کا دفعیہ ضروری ہے جو وہ اکثر کیا کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ اسلام مین پوتے کا کوئی حصہ نہین رکھا گیا ہے اگرچہ وہ جائداد موروثی ہو جسمین اُسکی حق تلفی ہے ایک لڑکا جو بڑا تھا وہ مر گیا دوسرا جو چھوٹا تھا وہ تو وارث ہوا جو بڑے لڑکے کا لڑکا تھا وہ محروم ہو گیا اس کی حالت عورت سے بھی بدتر ہے کہ لڑکی کو تو ملجاتا ہے اور لڑکے کو نہین ملتا ہے اس کا جواب یہ ہی کہ اسباب ارث بطور قواعد کلیہ کے ہین قربت اور قرابت باعث ارث ہین اور وہ اکثری حالات مین انسان کے پائے جاتے ہین ان کا لحاظ ضروری ہے اسمین کس کو شک ہوگا کہ لڑکے کو قربت اور قرابت بہ نسبت پوتے کے زائد ہے پوتے پوتے سب برابر ہین

اگر ایک پوتے کو دلایا جاے تو دوسرے کو بھی دلانا چاہیئے ایک اگر کہے کہ میرا قصور کیا ہی کیونکہ میرا
باپ مرگیا تو دوسرا پوتا بھی کہہ سکتا ہے کہ اسکا قصور کیا ہے جو اسکا باپ زندہ رہگیا اندیشہ
ہے کہ اسکا باپ کل مال تلف کردے اور اسکے بیٹے تک نہ پہونچے اس صورت مین چاہیے
کہ دونون پوتون کو دیا جائے حالانکہ یہ خلاف ہی اسواسطے کہ ابھی دوسرے پوتے کی حجب کے
باعث حقیت ہے وہ خود موجود ہے اسکے حصہ کا حقدار یہ شخص نہین اسمین شریعت نے ایک خاص
صورت مین خاص حکم دیدیا کہ اگر رشتہ دار قریبی حصہ شرعی کا مستحق نہ رہے تو اسکو وصیت کے
ذریعہ سے مال دینا چاہیے استحقاق رشتہ کا موجود ہے اگرچہ ارث کی حیثیت جاتی رہی یہ وصیت
واجب ہے اکثر مفسرین کے نزدیک جیسا کہ گذرا مگر جمہور اہل اسلام کے نزدیک واجب نہین ہے
اسواسطے کہ بعض صورتون مین اصل وارث کو واجب کرنے مین نقصان ہوجاتا ہے مثلاً ایک پوتا
اور تین لڑکے ہوے تو اگر ثلث وصیت پوتے کیلیے واجب ہو تو پانچ آنے چار پائی پوتے کو ملینگے
اور دس آنہ آٹھ پائی تینون لڑکون پر تقسیم ہوجاوینگے اسی طرح پوتے کو بیٹی کی موجودگی مین ثلث
مقرر کردیا گیا تاکہ استحقاق وصیت سے وہ بہت نہ لیجاے :۔

ہم کو اسجگہ بحث نسخ کے متعلق واضح و مختصر بیان ثبت کرنا ہی تاکہ شبہات دفع ہوجاوین اگرچہ آیہ
ما ننسخ کے تحت مین یہ بحث گذر چکی ہے حسن اتفاق سے بعد اس بحث کے تحریر کرنے کے ہمارے پاس
تفسیر پارہ الم کی مولانا الشیخ عبد العزیز چاؤش بھی موصول ہوئی ہے اسکے مطالعہ کی نوبت آئی
اسکے دیکھنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اس زمانہ کے بھی قابل مفسر نے بحث نسخ مین بہت کچھ منصفانہ طرز
اختیار کیا ہے اس سے ہمارے بیان کو مدد ملی ورنہ زمانہ حال کے مفسر بعد سرسید کے اس بحث
مین خلط ملط کرنے کے عادی ہین اور مخالفین کی تردید کے بجاے ان کی تائید کرتے ہین بعض
تو سرے سے نسخ کے جواز کے منکر ہین یہ یہود و نصارے کے اعتراضات سے مرعوب ہوگئے ہین
بعض عقلاً جواز کے قائل ہین انپر ابو مسلم کے دلائل کا اثر پڑا ہے اور انکی رد نہین کرسکے ہین بعض
محض اپنی قابلیت دکھانے کے لیے اور اگلون کے نقص کو عوام پر ثابت کرنے کے لیے بے سمجھے
بوجھے اس بحث مین خلط ملط کررہے ہین ایسے لوگون مین یہ قابل اطمینان بات ہے کہ شیخ عبد العزیز
اپنی تفسیر مین جواز نسخ کے قائل ہوے اور وقوع نسخ کے بھی مقر ہین صرف بعض ایسی آیات کو
کہ جو منسوخ ہین ان کی کوشش ہے کہ ان مین سے جہانتک کم منسوخ رہین وہ اُن کے نزدیک
بہتر ہے بہرحال ان کی تفسیر اس زمانہ کے موافق ہے مگر اس مسئلہ مین اسوقت کے مفسرین کے خلاف ہے

امید ہے کہ اُن کی تفسیر کا اچھا اثر پڑے گا اگرچہ ان کا دار و مدار مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر کے اظہار الحق پر ہے جو انھون نے رد نصاریٰ مین لکھا ہے اور اسمین نسخ کو ثابت کیا ہو چاہیے کہ وہ دونون کتابین مطالعہ کی جاوین ؂

ہم اپنی رائے اِس مسئلہ مین لکھتے ہین اور تحقیق کرنے کے بعد ہم نے جو مسلک اختیار کیا ہے اُسکو بیان کرتے ہین خدا سے امید ہے کہ وہ صواب کی راہ بتائے گا اور صحیح مسلک پر قایم کرے گا چاہے اگلون کے موافق ہو یا مخالف ہو چاہے اسمین تحقیق جدید نہ ہو تقلید ہو ہم اچھون کی پیروی اور ان کی تقلید کو حکم خدا و رسول صلعم سمجھتے ہین بُری بات کو از خود یا دوسرے کی تقلید مین اختیار کرنے کو مذموم سمجھتے ہین یہی وہ تقلید ہے جس کو قرآن و حدیث مین منع کیا گیا ہے اور جو بار بار بطور ذم کے ذکر کی گئی ہے یہ تقلید باطل چاہے اپنی ہوا و خواہش کی ہو یا اپنے گردپیش کی یا دوسری اقوام کی یا باپ دادا کی یہ سب معیوب مگر حق کی پیروی سلف صالح کی اتباع ائمہ مجتہدین کی تقلید عین قرآن و حدیث پر عمل ہے اسکی تحریض کی گئی ہے نہ کہ اسکی کہین مذمت ہو۔

شرعًا نسخ کہتے ہین کسی ایسے حکم کے بعد کوئی حکم وارد ہو جو پہلے حکمون کے منافی ہو اور وہ پہلا حکم نہ تو مقید کسی وقت کے ساتھ ہو یا اسمین اِس امر کی صراحت ہو کہ ہمیشہ یہ حکم قایم رہنے کے لیے وارد کیا گیا ہے بلکہ اگلے لوگ جنپر پہلا حکم نازل کیا گیا ہے وہ نہ رہین یا وقت اگلے حکم کا بدلجاوے یا جہت حکم سابق کی دوسری ہو اور حکم ثابت کی دوسری ہو وعدہ یا خبر نہ ہو چاہے گذشتہ کے بارے مین یا آیندہ کے بارے مین و اذکار حمد ثنا سے متعلق ہو اِس قسم کے حکم کو ناسخ کہتے ہین اور دوسرے حکم کو منسوخ کہتے ہین اور اس فعل کو نسخ کہتے ہین تمام اہل اسلام اس امر کے قائل ہین کہ نسخ ایک شریعت کا دوسری شریعت سے ایک حکم شریعت کا دوسرے حکم سے اسی شریعت کے ہو سکتا ہے ابو مسلم اسکے قائل ہین کہ ہر حال مین ہو سکتا ہے یہان تک کہ خود قرآن شریف مین بھی اِس قسم کا نسخ ہو سکتا ہے جیسا کہ عامہ اہل اسلام کی رائے ہے مگر ان کے نزدیک ایسا حکم واقع ہے اور ابو مسلم کے نزدیک واقع نہین ہے یعنی قرآن شریف موجودہ حالت مین ایسا ہے کہ اسمین کوئی آیت منسوخ نہین ہے عام اہل اسلام کہتے ہین کہ ایسی بہت سی آیات ہین جو منسوخ ہو گئی ہین ان کے نزدیک نسخ کی چند صورتین ہین اور وہ سب قرآن شریف مین موجود ہین سوائے ایک صورت کے کہ حکم بھی منسوخ ہو گیا ہو اور قرأت بھی منسوخ ہو گئی ہو تو قرآن شریف مین موجود نہین اور یہ کہ حکم ثابت اور قرأت بھی ثابت ہے یہ اکثر قرآن شریف مین ہے اور یہ بھی ہے کہ حکم منسوخ قرأت ثابت اور حکم ثابت قرأت منسوخ

یہ سب موجود ہین بلکہ ایک جماعت تو صرف آیت قتال سے مین سو سے متجاوز آیات کو منسوخ ٹھیراتی ہے اور ارباب تحقیق نے کم کرتے کرتے پانچ آیات کو منسوخ کہا ہے اور شیخ عبدالعزیز چاویش نے کم سے کم تین یا دو آیات کو منسوخ مانا ہی ابو مسلم نے اِن آیات کو بھی ثابت غیر منسوخ بتایا ہی *

یہود و نصاری کہتے ہین کہ نسخ احکام آلہیہ مین نہین ہو سکتا ہی کیونکہ یہ خدا کے جہل اور عاقبت اندیشی پر دلالت کرتا ہی حالانکہ خدا اِس سے بری ہے اسواسطے کہ اگر کوئی حکم دے اسکے بعد اسکو معلوم ہو جائے کہ اس حکم مین نقصان ہے یا اسپر عمل ناممکن ہے تو اسکو بدلدیتا ہے یہ عواقب سے ناواقف ہونے کا باعث ہے اور باوجود واقفیت کے اگر ایسا کیا جاوے تو یہ سفاہت یا شرارت ہی اور یہ تمام احتمالات اللہ کے حق مین باطل ہین لہذا نسخ باطل ہے مقصود ان کا اِس سے یہ ہے کہ شریعت محمدی نے شرایع سابقہ کو جو نسخ کیا ہے وہ ثابت نہ ہوا ور شریعت سرے سے باطل ٹھیرا دیجاے جاہل اہل سلام نے اِس اعتراض کو دفع کرنے کے بجائے نسخ ہی کا انکار کیا اور عدم وقوع نسخ پر ابو مسلم کے دلائل سے تمسک کیا اور عدم امکان پر یہود و نصاریٰ کے سابق بیان پر اکتفا کی لیکن تعریف نسخ مین غور و فکر کرنے کے بعد خود بخود امکان نسخ ثابت ہو جاتا ہے جب کہ اللہ جلشانہ کے علم مین ہے کہ یہ حکم عارضی ہے اور ایک مدت تک رہے گا مگر اسکے انقراض کی مدت بندو نپر اُس نے ظاہر نہین کی تو یہ جہل بندون کو ہے نہ کہ خداوند عالم کو وہ تو پہلے سے جانتا ہے اسی وجہ سے جس آیت مین کوئی مدت مقرر کی جاتی ہے وہ منسوخ نہین ہوتی قبل مدت گذرنے کے نسخ ہوتا تو احتمال تھا کہ جہل یا سفاہت یا شرارت ہوتی بعد انقراض مدت کے ظاہر ہے کہ حکم تمام ہو گیا ہی ایسے ہی جس آیت مین دوامًا اس حکم کا برقرار رہنا بتادیا گیا اُس آیت مین بھی نسخ نہین ہوتا ہی جیسا کہ قرآن شریف مین پہلی مثال کے طور پر آیت ہی حتی یاتی امر اللہ درباۂ قتال تو قبل حکم قتال کے اعراض وغیرہ کے احکام منسوخ نہین ہوئے اسی طرح قرآن مین دوسری مثال ہے لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا قاذف کی شہادت کبھی معقبول نہ ہوگی عدم قبول شہادت قاذف کی منسوخ نہین ہو سکتی ہے کیونکہ اس حکم مین تابید ہے اُس کے خلاف حکم البتہ قباحت مذکورہ کا باعث ہو گا لیکن ایسا حکم جو علم الٰہی مین موقت ہے اسی وجہ سے نہ تو اُسمین مدت بتائی گئی ہے نہ اُسمین تابید ثابت کی گئی ہے اسوقت مخصوص مین منسوخ کر دیا جاوے تو یہ عین علم اور حکمت ہی کوئی جہل یا حماقت نہین ہے

جس طرح کوئی طبیب اپنی حکمت سے پہلے سے واقف ہوتا ہی کہ یہ دوا چار دن تک مفید ہوگی چار دن
کے بعد دوسری دوا کی ضرورت ہوگی یہ ترک کردیجاوے گی اُسنے نسخہ مرتب کردیا نہ یہ کہا کہ
چار دن پینا نہ یہ کہا کہ ہمیشہ پیتے رہنا تمھارے لیے یہی مرتے دم تک مفید ہے تو ایسی صورت
مین جب چار دن کے بعد نسخہ بدلدے تو اُسکو جہالت یا حماقت نہین کہتے ہین ہان اتنی تو صرف
اسقدر ہے کہ مریض نہین جانتا کہ کے دن تک مفید ہوگا اور مریض نہین جانتا کہ کب تک
پیا جاوے گا مگر حکیم وقت تجویز سے جانتا ہے اور اُس کی حکمت کا مقتضٰے ہے البتہ چار دن کے قبل
بدلدے یا دوامًا کہتے کے بعد ماہ دو ماہ کے بعد بدلدے تو اسکی تشخیص کی غلطی یا اسکا جہل ہے
کہ وہ نہین جانتا کہ آیندہ کیا تغیر ہوگا یہ البتہ خدا کے لیے نہین ہوسکتا ہے جس شریعت کو خدا نے
دوامًا جاری رکھنے کا حکم دیا ہے اُس شریعت کو اسطرح بنایا ہے کہ وہ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر
وقت کے لیے قابل عمل ہو اور جب تک ایسی تکمیل شریعت مین نہین ہوئی برابر نسخ جاری رہا الیوم
اکملت لکم دینکم اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اب نسخ نہین ہوسکتا ہے
اسکے قبل نسخ کا ہونا مقتضائے فطرت ہے ظاہر ہے کہ ایسا قانون جو نامکمل ہو اوقات اور حالات
اور اشخاص کے بدلنے سے بدلا جاسکتا ہی نہ بدلنا خلاف عقل ہے شریعت موسوی مین خود نسخ
ہوا ہے ایک حکم دوسرے حکم کو منسوخ کرتا ہی پہلے شرایع کو منسوخ کرتا ہے شریعت عیسوی مین
نسخ کا ثبوت ہی شریعت محمدی نے بھی شریعت موسوی وعیسوی کو منسوخ کیا ہان وہ منسوخ اب
نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ اسمین اِس قسم کے احکام ہین کہ انپر ہر حالت ہر ملک ہر قوم کے لحاظ سے
عمل ممکن ہے اس جگہ ہمکو یہ بتانا رہگیا ہے شریعت موسوی وعیسوی مین نسخ ہوا اور شریعت
محمدی مین ہر وقت عمل کی صلاحیت ہی پہلے ہم اس امر کو ثابت کرتے ہین کہ اسلام ایک ایسی شریعت
ہے جسپر عمل ہر وقت ہر جگہ ممکن ہے اس کے متعلق سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہی جو مجھ سے عرصہ ہوا
ولایت سے دریافت کیا گیا تھا کسی پادری نے اعتراض کیا ہے کہ بانی شریعت اسلام جغرافیہ
سے واقف نہین اگر واقف ہوتے تو روزے مین اتموا الصیام الی اللیل نہ ارشاد ہوتا یعنے
رات تک روزہ پورا کرو بلکہ کوئی اور معیار ہوتا اسلیے کہ قطب شمالی مین اس حکم پر عمل ناممکن ہے
وہان چھ ماہ کی رات اور چھ ماہ کا دن ہوتا ہے اسکا جواب اگلون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس
قسم کے ممالک مین انسان کا وجود اور بقا ناممکن ہے احکام ممکنات کے متعلق ہین محض احتمال
عقلی کے اوپر احکام نہین بنائے گئے ہین بعض لوگون نے کہدیا کہ ایسے موقع پر اوسط ایام عرب پر تعین مدت

ہو گی جب مجھ سے دریافت کیا گیا تو مینے کہا کہ بانی اسلام قادر مطلق علام الغیوب ہو اُسنے
ایسا حکم نہین دیا کہ جو نا قابل عمل ہو یہ دوسری بات ہی کہ تم اُن احکام کو غور سے نہ دیکھو. شریعت
مین روزے کے تین حکم ہین ایک یہ کہ اگر روزہ رکھ سکتے ہو تو روزہ رکھو رات تک اگر نہین
رکھ سکتے ہو تو یا عذر زائل ہونے والا ہے تو قضا کرو یا زائل نہین ہونے والا ہے تو فدیہ دو
یہ تین حکم ہین قطب شمالی پر بھی عائد ہین اسواسطے کہ یا تو وہان کے باشندون کو اسقدر قدرت
ہو گی کہ وہ چھ ماہ کا روزہ رکھ سکین کیونکہ جب وہان پیدا ہون گے اور رہ سکین گے تو قوی القوۃ
بھی ہون گے ان کی قوت ہماری قوت کی ایسی نہ ہو گی یا بطور مسافت کے جاوین گے تو انکو
قضا کرنا چاہیے یا وہان مقیم ہون گے مگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو گی تو دوامًا فدیہ دینگے
اسمین کیا مشکل ہے البتہ قطب شمالی یا جنوبی کی تخصیص سے کوئی حکم نہین اُسکی تخصیص کی
ضرورت بھی نہین اسی طرح تمام احکام اسلامیہ ہین جن کی تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے
کہ انپر عمل ہر وقت ہر ملک مین ہر شخص کر سکتا ہی اب رہگیا یہ امر کہ شرایع موسوی وعیسوی وغیرہ
مین نسخ ہوا ہے اُس کے مفصل حالات تو اظہار الحق مین ہین مگر ہم بعض امور ذکر کرتے ہین جن سے
نسخ یقینًا ثابت ہے اگر موسی کی شریعت مین نکاح سگے بھائی کا بہن کے ساتھ ایسے ہی سوتیلی بہن
کے ساتھ جایز نہین بلکہ بمنزلہ زنا کے ہے مگر حضرت آدم کی شریعت مین نکاح سگے بھائی بہن کا
از روے توراۃ ثابت ہے اور ایسے ہی حضرت ابراہیم کا نکاح حضرت سارہ کے ساتھ اُنکے
مذہب کے موافق جایز تھا وہ حضرت ابراہیم کی سوتیلی بہن تھین اسیواسطے آپنے اُن کو اپنی بہن
کہا اگرچہ ہملوگون کے نزدیک یہ محقق نہین کہ وہ سوتیلی بہن تھین اگر یہ نکاح اُن کے نزدیک جایز
نہ ہوتا تو حرمت کے مرتکب ہوتے جو انبیاء سے بعید ہے حضرت موسیٰ نے دونون شریعتون کو منسوخ
کر دیا خود بعض احکام اپنی شریعت مین متعلق سبت کے غیر نافذ و ممنوع ٹھیراے حضرت عیسیٰ نے حکم
دیا کہ طلاق بدون زنا کے نہین جایز ہے اگر کوئی مطلقہ بغیر علت زنا کے کسی کے ساتھ نکاح کرے
تو وہ حرام ہو گا جب حضرت عیسیٰ سے کہا گیا کہ حضرت موسیٰ نے تو طلاق کا حکم دیا تھا تو آپنے
فرمایا کہ یہ تمھاری قسوت قلبی کے باعث حکم ہوا تھا ورنہ حکم طلاق کا جس طرح مین نے دیا ہے
اسی طرح حضرت موسیٰ کی قبل بھی تھا اور اب مین دیتا ہون اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے حضرت موسیٰ کے حکم کو منسوخ
کیا اور حضرت موسیٰ نے اگلے انبیاء کے احکام کو منسوخ کیا بلکہ عیسوی شریعت مین تو حضرت عیسیٰ کے تلامذہ سے حضرت
عیسیٰ کے احکام کا نسخ مذکور ہے اب امر نسخ اسلام کے اندر قابل غور ہے اسمین شک نہین کہ عقلاً نسخ ممکن ہی خصوصًا

انسانکی طبائع اور ازمان کے اختلاف کے باعث جیساکہ اوپر گذرا واقع ہی یا نہین تو ابو مسلم قرآنین عدم وقوع کے قائل ہین اور ایک جماعت علماء کثرت سے وقوع کی قائل ہے مگر محقق یہ ہے کہ بکثرت وقوع نسخ نہین ہے جیساکہ اہل اسلام کی رائے ہے بلکہ جن آیات کو لوگ منسوخ سمجھتے ہین وہ منسوخ نہین جیسے لکم دینکم ولی دین وغیرہ ملکہ ازمان وحالات کے لحاظ سے اُن کا حکم موجود ہے مثلاً کوئی دار الکفر مین ہے تو وہ سوائے اُسکے اور کس امر پر عمل کرے گا جمہور اُسکے عمل پر لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا کو پیش کرتے ہین اور جو لوگ کہتے ہین کہ یہ آیت منسوخ نہین وہ کہتے ہین کہ اس آیت کا حکم باقی ہے ایسے مواقع پر مرتفع نہین ہوا اسی طرح ابو مسلم کا قول کہ قرآن مین نسخ نہین قابل تسلیم نہین ہے۔

ایک آیت متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے مین ہے جسمین حکم ہوا ہے کہ سال بھر عدت مین بیٹھے دوسری آیت سے یہ منسوخ ہوگیا ہے کیونکہ حکم ہوا ہے کہ چار ماہ دس دن تک عدت مین رہے اس جگہ ابو مسلم کی تاویل بالکل رکیک ہے وہ کہتے ہین کہ اگر کسی عورت کو حمل ہی اور سال بھر کا حمل ہوا تو اُس آیت پر عمل موجود ہے کہ ایک سال کی عدت کرے اسکی رکاکت ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ عدت حمل کے باعث سال بھر اسکو عدت کرنا پڑا ہے نہ کہ اسوجہ سے کہ اس کی عدت مقررہ سال بھر کی ہے نسخ مقرر عدت کے حکم مین ہوئی ہے یہ دوسری بات ہے کہ حاملہ کی عدت مین یہ عدت ادا ہوسکتی ہے اسوقت کو حاملہ کی عدت مین کچھ دخل نہین ہے اسکی عدت چار ماہ دس دن کی بھی ہوسکتی ہے مگر وہان تعین مقصود نہین بلکہ وضع حمل مقصود ہے۔ ایسے ہی ابو مسلم کی یہ تاویل بھی رکیک ہے جو وہ کہتے ہین وہ آیت جسمین کہا گیا ہے کہ دس آدمی دوسو کے مقابل ہون منسوخ نہین ہے اُس آیت سے جسمین حکم ہوا ہے کہ ایک ہزار دو ہزار پر غالب ہوسکتے ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ دونون آیتین برابر برابر ہین حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ محض ترتیب مین دونون آیتون کا برابر ہونا نزول مین ایک کے بعد دوسرے کا فوراً نازل ہونا ضروری نہین ہے۔ پہلے لوگ کم تھے اپنے اوپر بھروسا زیادہ تھا ہمت اور دلیری اور شجاعت بھی زائد تھی اسواسطے وہ حکم ہوا پھر جب اہل اسلام زائد ہوگئے بھروسا دوسرون پر بھی ہوگیا ہمت کم ہوگئی شجاعت کم ہوگئی اسواسطے اب حکم نہین رہا۔ اسجگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر اب بھی یہ حالت ہو تو حکم باقی ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ باقی نہین اب فرض نہین ہے کہ اگر دس مسلمان ہون تو سو کے مقابل لڑجاوین یہان تک کہ یہ سمجھا جاوے کہ منسوخ نہین ہے اسی طرح یہ آیت ہے وصیت کے بارے مین یہ منسوخ ہے

آیت میراث سے یہ دوسری بات ہی کہ وصیت جایز ہے وارث کے علاوہ قریبی اور غیر قریبی کے لیے مگر وہ دوسرے دلائل سے اور چونکہ نفس جواز وصیت قایم ہے اسواسطے دوسری آیت نازل ہوئی جس مین حکم ہوا کہ اگر وصیت کی جاوے تو گواہ کر لیے جاوین اُس کا سبب یہ ہی کہ جسوقت یہ آیت منسوخ ہوئی تو سرے سے منسوخ ہوگئی ضرورت ہوئی کہ جواز کے لیے دوسری دلیل ہو قرآن کی دوسری آیت اور احادیث اور اجماع صحابہ اور عمل امت اسکے جواز پر دلیل ہین ۞

امام ابوحنیفہ کے لیے ضرورت ان دلائل کی ہے ورنہ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کسی حکم کی فرضیت ساقط ہو جاوے تو اسکا جواز باقی رہتا ہی جیسے صوم یوم عاشوراء اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سرے سے اسکا مشروع ہونا باطل ہو جاتا ہے اُن کے نزدیک استحباب یوم عاشوراء کی دلیل ہے اسواسطے اسکا استحباب پھر ثابت ہو گیا ہے اسجگہ بھی ان کے نزدیک بعض نسخ فرضیت حکم وصیت کی دلیل سے جواز وصیت ثابت ہی یہ حدیث الا لا وصیۃ للوارث سے امام شافعیؒ مفہوم مخالف کے باعث ثابت کر سکتے ہین کہ غیر وارث خواہ قریبی ہو یا غیر قریبی اسکے لیے وصیت جایز ہے اگرچہ ان کو اسکی حاجت نہین ہے قریب کے حق مین کیونکہ یہ آیت وجوب کے ساقط ہونے کے بعد اباحت پر دال ہے مگر غیر قریبی کے حق مین یہ حکم اِس حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حکم اِس حدیث مین مسکوت عنہ ہے بوجہ اسکے کہ نصوص مین اُن کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر نہین ہے لہذا امام ابوحنیفہ حدیث حضرت سعد کو جواز وصیت پر دلیل لاتے ہین اور افعال صحابہ اور تعامل امت اُسکی مؤید ہے ثلث سے زیادہ نافذ نہین ہو سکتی ہے بوجہ اِس حدیث کے اسمین آنحضرتؐ نے فرمایا الثلث کثیر اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وصیت ثلث سے کم ہی کرنا چاہیئے اور مال ورثہ کے لیے چھوڑنا چاہیئے ۞

اس جگہ یہ شبہہ ہوا کہ خدا نے فوراً آیت میراث کیون نازل نہ کر دی اسمین تدریج سے کیا فائدہ ہوا وصیت کا حکم وارد کرنے سے کیا نتیجہ تھا اسکا جواب یہ ہی کہ وہ عادی تھے عام طور پر غیر اعزا کو نام و نمود کی خاطر وصیت کرتے تھے ان کو مانوس و مالوف کرنے کی خاطر پہلے وصیت کا حکم ہوا مگر اقرباء کے لیے مخصوص حکم ہوا تا کہ ایک امر اپنی عادت کا وہ چھوڑین پھر چند دنون کے بعد وراثت کا حکم نافذ ہو گیا وصیت کی حاجت نہ رہی اسپر یہ شبہہ ہوا اسطور پر جو نو مسلم ہین فائدہ اٹھا سکتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ عرب کی حالت اسوقت ایسی تھی کہ شریعت اسلام پر

نظیر نہ تھی کہ عمل کیا جاسکتا ہو اور نہ کوئی جماعت عامل اُن احکام پر تھی اسواسطے مقتضی الحکمت کا یہ تھا کہ اُن کو حکم تدریجی دیا جاوے برخلاف ایسے اوقات کے جبکہ اسلام پر عامل موجود ہین اور اُن کی نظائر غیر مسلمون کے ذریعہ موجود ہین اور ان کو یقین ہے کہ ایک گروہ کی عادات اگر ہم اختیار کرین گے تو بیگانگت نہ ہوگی اسواسطے اب اسکی حاجت نہین رہی کہ غلط حکم کے اور کسی وقت بھی عمل مین تساہل روا رکھا جاوے اور اوقات مشکل مین لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور اذا ابتلی ببلیتین فیختار اہونہما وغیرہ غیر منسوخ نصوص سے وہ اشکال دفع ہوسکتے ہین۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ٭

فَمَنۡ بَدَّلَهٗ بَعۡدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثۡمُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يُبَدِّلُوۡنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ پھر جنے اسکو بدلدیا بعد اسکے کہ اُسنے سن لیا تھا تو اسکا گناہ انھین پر ہوگا جنھون نے اسکو بدلدیا ہی یقیناً اللہ سننے والا جاننے والا ہے ٭ آیت سابقہ چاہے منسوخ ہو یا منسوخ نہ ہو بالاتفاق وصیت کا نفاذ شرعًا ضروری ہے ایسی صورت مین جبکہ وہ وصیت خلاف احکام شرع نہ ہو کسی کا حق تلف نہ ہوتا ہو نہ کسی کا نقصان ہوتا ہو جو لوگ وصیت کی آیت مذکورہ بالا کے حکم کو ثابت مانتے ہین اُن کے نزدیک تو وصیت والدین واقربا کے لیے کرنا ضروری ہے جبکہ وہ بوجہ رق کے یا کسی دوسری وجہ سے جو مانع ارث ہی وارث نہ ہوسکین کیونکہ اقربا کی تین حالتین ہین یا تو وہ وارث ہونگے یا وارث نہ ہون گے مگر ہوسکتے ہین یا وارث ہی نہین کسی وقت مین پہلے ورثے کے لیے وصیت بالاتفاق اہل اسلام نافذ نہین وہ ورثہ ذوی الفروض وعصبات ہین انکے لیے وصیت اُسی وقت نافذ ہوسکتی ہے کہ وہ یا تو مانع ارث کی وجہ سے وارث نہین جیسے باپ کافر ہے یا غلام ہے یا اختلاف دارین ہے تو ان سب موانع کے ہوتے ہوے باپ وارث نہین ہوسکتا ہے اس صورت مین اسکے لیے وصیت ہوسکتی ہے بلکہ اس قول کے موافق فرض ہے یا پوتا ہے کہ اسکے لیے بیٹے کی ہونے کی حالت مین وصیت فرض ہے ایسے ہی حجب حرمان کی صورت مین ورثہ غیر وارث ہوتے ہین اُن کو بھی وصیت کرنا لازم ہے جو لوگ ذوی الارحام کو وارث نہین ٹھیراتے ہین ان کے نزدیک وہ اقربا ہین جو کبھی وارث نہین ہوتے ان کے واسطے وصیت لازم ہے تو جب آیت وصیت کا حکم ثابت ہو تو ان صورتون مین وصیت فرض ہے جیسا کہ ابن عباس کے نزدیک ہی اور سب کے لیے جایز ہے اور جمہور کے نزدیک گو یہ آیت منسوخ ہے مگر حکم وصیت غیر وارث کے لیے ثابت ہے اور

وصیت کردیجاوے تو نافذ ہے حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص کی وجہ سے کہ آنحضرت سے عرض کیا یا رسول اللہ مین مالدار ہون میری ایک لڑکی ہے مین نصف مال کی وصیت کردون آپنے فرمایا نہین تو انھون نے عرض کیا کہ تلث کی تو آپنے فرمایا کہ ثلث بہت ہی ورثہ کے لیے چھوڑ دو تاکہ وہ خود دوسرون کے روبرو دست سوال دراز نہ کرین اس سے معلوم ہوا کہ وصیت کا حق ثلث ہی تو بھی اسوقت جبکہ وارث اغنیا ہون اگر وارث فقرا ہون گے تو وصیت ثلث کی بھی نہ کرنا چاہیے خواہ کچھ وصیت نہ کرے یا وصیت کرنا اگر ضروری ہو تو ثلث سے کم بقدر ضرورت ہی وصیت کرے پھر اقربا غیر وارث ذی رحم محرم ہین اگر ورثہ نہ ہون تو رشتہ دار رضاعت کی مقدم ہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ رضاعت بھی مثل نسب کے رشتہ ہی اگر اقربا رضاعی بھی نہون تو پھر وہ اعزا ہین جو سسرالی کہلاتے ہین مصاہرت بھی ایک قسم کا رشتہ ہے۔ وہ بھی نہ ہون یا مستحق نہون تو پھر ہمسایہ ہین وہ بھی نہ ہون تو پھر عام طور پر جو مستحق ہون وجوہ بر وخیر مین وصیت کی جا سکتی ہے قریب کو چھوڑ کے بعید کو وصیت نہ ہو۔کسی کا نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو یہ سب باتین معروف مین داخل ہین البتہ ثلث سے زائد یا وارث کو اگر دیگر ورثہ وصیت نافذ کرنے پر راضی ہون تو وصیت نافذ ہو سکتی ہے بہر حال جب وصیت معروف یعنی مشروع اور معقول طریقہ سے ہو جاوے تو پھر اسکو تبدیل کرنا یا تغیر دینا جائز نہین ہے جو اسکو تغیر دے گا وہ گناہ گار ہو گا اس آیت مین اسی کا بیان ہے ارشاد ہوتا ہے ؎

فَمَنْ بَدَّلَهُ جو اسکو بدلے گا اور تغیر دے گا ضمیر اس کی وصیت کی طرف بھی پھر سکتی ہے اور جو الفاظ وصیت کرنے والے کے منہ سے نکلے ہین ان کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور مراد جو سے وصیت کرنے والا بھی ہے اور وصی جس کے سپرد وصیت کا نفاذ ہے وہ بھی اور جو اُس کے شاہد ہین وہ بھی ہین اور جو اسکے نفاذ کی قدرت رکھتے ہین جیسے حکام وغیرہ وہ بھی ہین۔ حاصل یہ ہے کہ معروف و مشروع وصیت کر کے چاہے خود موصی جور و ظلم کرے یا وصی موافق شروط موصی کے اور تصریحات موصی کے عملدرآمد نہ کرے یا شاہد شہادت جھوٹی دین اور وصیت کو تغیر دلاوین یا حکام وقت اسکے عملدرآمد مین رخنہ ڈالین اور وصیت مین تغیر ہو جاوے تو یہ سب صورتین من بدلہ مین ہین لیکن گناہ اُسوقت ہے جبکہ وصیت ثابت ہو جاوے بَعْدَمَا سَمِعَهُ بعد اسکے کہ تغیر دینے والا وصیت کو سن لے یعنی متحقق ہو جاوے اور علم حاصل کر لے عموماً عرب اُمی ہوتے تھے لکھنا نہین جانتے تھے اکثر قول سے وصیت کرتے تھے اللہ جلشانہ نے سمعہ فرمایا کہ اسکو سن لے اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہی کہ کاتب لکھے تو اسکو پڑھ لے کے موصی اور وصی

اور شہادت دینے والے سب سن لین اس لحاظ سے کتابت مین بھی عموماً سماعت ہوگی اصل مقصد حصول علم ہے کہ جب اسکو وصیت کا علم ہوگیا تو پھر تغیر دینا لازم نہین اگر تغیر دیا جاوے گا۔ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ تو اس کا گناہ انھین پر ہوگا جھنون نے وصیت کو تغیر کیا ہے چاہے حکام ہون کہ وہ وصیت کا نفاذ خلاف وصیت کرین یا وصی ہو کہ وہ موافق تصریح میت عمل نہ کرے یا شاہد ہون کہ ان کی جھوٹی شہادت کے باعث وصیت بدلدیجاے بلکہ جاہئے خود موصی ہو کر اُسنے پہلے وصیت حق کے موافق کی ہو پھر اس کی راے بدلگئی ہو اور خلاف کرے کیونکہ اسکو وصیت کے تغیر کا اختیار ہے تو اس تغیر کا یا خلاف وصیت واقع پر عملدرآمد کا گناہ اسی تغیر دینے والے کو ہوگا دوسرے جو اس تغیر مین شریک نہین ہین گناہگار نہ ہونگے مثلاً مورث نے اپنی ترکے مین اپنے پوتے کو جو محروم الارث ہے دلایا اسکو وصی نے نہ دیا یا حاکم نے نہ دیا یا شاہدون نے غلط بیانی سے اسکو محروم کرا دیا تو اب اسکا گناہ وصیت کرنے والے کو نہ ہوگا اسی طرح باپ کے اعزا کو ذی رحم کو اُسنے وصیت کی ان لوگون نے غیرون کو دلایا تو اسکا بھی گناہ اسکو ہوگا غرضکہ کسی کو نقصان پہونچا خواہ جسکے نام وصیت ہو یا دوسرے ورثہ مستحقین کو جو بعد وصیت موافق کے اس تغیر سے کوئی تعلق میت کو نہ ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص کے کردار کا دوسرا جوابدہ نہین ہے چاہے ایک شخص کی نیکی سے دوسرے نفع اٹھائین اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ لڑکے ایماندارون کے ایماندارونکے ساتھ ہون گے اور مشرکین کے لڑکے ان کے شرک کی وجہ سے جہنم مین نہ جائین گے بلکہ جہنم سے وہ نجات پائین گے۔

اسی طرح اگر کسی نے اپنی جائداد کے بقدر قرضہ چھوڑا اور اُسنے ادائی قرضہ کی وصیت کی تو وہ بری الذمہ ہوگیا۔ اعزا اگر اس کی وصیت کے خلاف تصرف بیجا کرینگے تو اسکا وبال انکو ہوگا اسکو نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص غاصب ہے اسنے اپنی جائداد کو بتادیا کہ یہ غصب تھی اسکو فلان کو دینا کہ وہ اسکا مستحق ہے تو اسپر اگر عمل نہ کیا گیا تو پھر گناہ اسکو نہ ہوگا اسی طرح کوئی سودخوار ہے اُسنے وصیت کی کہ سود کا روپیہ واپس کردیا جاے پھر اسکے اوپر عملدرآمد نہ ہوا تو وہ ملزم نہوگا کسی نے وصیت کی کہ مجھپر زکاۃ فرض تھی مین نے ادا نہین کی ہے اور اسکے بقدر روپیہ چھوڑا تو اسکے ادا نہ کرنے کا گناہ اس کو نہ ہوگا کسی نے فدیہ نماز و روزہ کی وصیت کردی یا حج بدل کی وصیت کی اور روپیہ اسکا کافی ہے پھر اسکو لوگون نے ادا نہین کیا تو اس صورت مین بھی گناہ اسکو نہ رہیگا۔

ادائے دین مہر مثل دیگر قرضون کے ادا کرنے کے ہے اسکی اگر وصیت کردی تو پھر اسکو ادا کرنا ہوگا
اگر ادا نہ ہوا تو گناہ وصیت پر عمل نہ کرنے والے پر ہوگا البتہ جو حقوق اللہ ہین اگر ان کی وصیت
کرجاوے گا تو لازم ہوگا کہ ادا کیے جاوین اگر نہ ادا ہون گے تو اسکو گناہ نہ رہے گا خدا مستغنی
ہے اسواسطے اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی تو پھر حقوق اللہ کی ادائی اسکے ورثہ کے ذمے
نہین جیسے زکوۃ یا فدیہ روزہ و نماز یا حج بدل مگر قرضہ خواہ عورت کا مہر ہو یا کسی کا ہو صحت کا ہو
یا مرض کا ہو سب ورثہ پر مقدم ہے ورثا پر تو ثلث مال سے وصیت بھی مقدم ہے عموماً جو فتوون
مین توریث کے لکھا جاتا ہے بعد تقدیم ما تقدم و رفع موانعہ ترکہ زید اسطرح نفیے پر تقسیم ہوگا تو اسکا مطلب
یہی ہے کہ تجہیز و تکفین اوسط درجے پر سب سے زیادہ مقدم ہے پھر دین پھر وصیت اسی طرح رفع
موانعہ مین رق خواہ وافر ہو یا ناقص ہو سب مانع ارث ہین ناقص مین ماذون جس کو تجارت
کرنے کا حق مالک نے دیا مکاتب جس کو لکھ دیا کہ اسقدر مال دیدے تو آزاد ہو جاوے گا یا مدبر
خواہ خاص جو کہ کہا جاوے کہ اگر اس مرض مین مین مرجاؤن تو یہ آزاد ہے یا عام ہو کہ کہا جاوے کہ جب مین
مرجاؤن تو یہ آزاد ہو جاوے گا یہ سب رق مین داخل ہین ان کو ترکہ نہین پہونچسکتا ہے انکے
لیے وصیت ہوسکتی ہے اسی طرح قتل عمد کے مرتکب کو بھی مانع ارث پائے جانے کے باعث
ترکہ نہین پہونچسکتا ہے وصیت اسکو ہوسکتی ہے اختلاف دارین و دینین کے باعث بھی ترکہ
نہین پہونچسکتا ہے اسکو وصیت کرسکتا ہی ۔ موالے العتاقہ یعنے آزاد کرنے والا وارث ہوتا ہی
تو وصیت اسکے حق مین نہین جن صورتون مین وارث نہین تو وصیت اسکو ہوسکتی ہی بعض صورتون
مین غلام کو ترکہ ملجائے گا تو وہ بھی بوجہ ارث کے نہین ایسی صورت مین اسکے لیے وصیت
ہوسکتی ہے جسطرح بنت رضاعی یا بنت المعتق کو ترکہ ملتا ہی مگر وہ وارث نہین بلکہ اقرب
الی المیت مین بیت المال ہے ۞

بیت المال کہتے ہین کہ مال رکھا جاوے کسی امین کے قبضہ مین تاکہ وہ مصارف اہل اسلام
مین صرف کرے اگر وہ منتظم ہو تو مولی الموالاۃ سے مقدم ہے مولی الموالاۃ کہتے ہین دو ایک شخصون
کو کہ جو مشہور النسب نہون کہ ایک دوسرے سے کہے کہ جب مین مرجاؤن تو تو میرا وارث
ہوتا اگر مین کوئی خیانت کرون تو تو دیت ادا کرنا دوسرا بھی ایسا ہی کہے تو دونون عدم ورثہ اور
عدم مولی العتاقہ کی صورت مین وارث ہون گے اس حالت کے علاوہ ان کو بھی وصیت
کی جاسکتی ہے ایسے ہی مقر لہ بالنسب علی الغیر ہے کہ جب وارث نہ ہو وصیت کی جاسکتی ہے

یہ سب بیت المال سے مقدم ہین لیکن اگر بیت المال غیر منتظم ہو یعنے مصارف شرعیہ مین اپنے مصرف نہ ہو تو اسوقت ہر وہ شخص جس کو کوئی بھی نسبت ہو ترکہ پاے گا نہ اسوجہ سے کہ وہ وارث ہے بلکہ اقرب الی المیت ہی بیت المال ہے باوجود اسکے وہ ہر وقت مستحق ہے کہ اسکو وصیت کی جاے کسی نے وصیت کی اور اُسپر عملدرآمد نہ ہوا تو وہ بری الذمہ ہے اسجگہ ایک سوال ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص غلام ہے اسکا باپ آزاد ہے تو وہ غلام اسکا وارث کیون نہ ہوگا اُسکو وصیت کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اگر وہ وارث ہو جاوے تو اپنے روپیہ سے اپنی گلوخلاصی کرا سکتا ہے اسکا جواب یہ ہی کہ اگر وصیت کرے گا تو اُسنے منظور کر لیا کہ اُسکا مال ایک غیر شخص کو جو غلام کا آقا ہے ملجاوے گا اسواسطے اسکو اختیار ہے کہ وہ غیر کو دیدے مگر بدون وصیت کے اگر جبری حق غلام کو ہو گا تو وہ کچھ پاے گا نہین کیونکہ خود مملوک ہی اسکا مالک پا جاوے گا اس صورت مین نہ وہ آزاد ہو گا نہ عزیز کو روپیہ ملیگا بلکہ بالکل ایک اجنبی شخص کو ورثہ ملے گا ہان اگر اسکو وصیت کردیجاے کہ یہ مال دیکر آزاد کرا دیا جاوے اور اپنے سامنے آزاد کرا دے تو پھر ورثہ ملسکتا ہے صرف وصیت کی صورت مین وصیت نافذ ہوگی وقت موت کے چونکہ غلام ہے اسواسطے وارث نہ ہوگا ماذون اور مکاتب و مدبر بھی اس حکم مین شریک ہین ؛

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ یقیناً اللہ سننے والا ہے جو وصیت کرنے والے نے کہا جو شاہد نے گواہی دی جو حاکم نے حکم دیا جو وصی نے شرائط کیے دیکھنے والا ہی جاننے والا ہے سب امور کا جو وصیت کی گئی جس طرح اسکو بدلا گیا جیسے گواہی دے کے اسکا ثبوت کرایا گیا جو حکم ہوا جو عمل ہوا اگر موافق حق کے ہوا جزا دے گا اگر مخالف حق کے ہوا تو سزا دے گا۔ انسان کو اچھی طرح سے غور کر لینا چاہیے اُس کے بعد ایسی صورت کی جانب توجہ دلاتا ہے کہ جب موصی نے جور و ظلم کیا ناحق اُسنے وصیت کی تو اسوقت کیا کرنا ہو گا ابن عباس وغیرہ کے نزدیک فرض ہے کہ اسکی وصیت کالعدم کردیجاے جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ اسکی وصیت ثلث سے نافذ ہو گی بشرطیکہ وارث کے حق مین نہ ہو یا وارث اجازت نہ دیدے ورنہ نافذ نہ ہوگی لازم ہے کہ باطل امر سے باز رکھا جاوے صلح کرائی جاوے ؛

فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا جنف کہتے ہین کسی غلط کام کو کرنا نا واقفیت سے یا تاویل سے اور اثم کہتے ہین سراسر دیدہ و دانستہ غلط کام کرنا اور خوف کے معنی کسی آیندہ ہونے والی شے کا اندیشہ اور کبھی مطلقاً ظن و علم پر بھی بولا جاتا ہے اور اکثر ظن کے موقعہ پر علم کا ادر

علم کے موقعہ پر ظن کا اطلاق کیا جاتا ہے اِس اعتبار سے اسجگہ خوف مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ قبل نفاذ وصیت کے جب معلوم ہو گیا کہ نا انصافی اور حق تلفی کی گئی ہے خواہ وصی کرنے والا ہے یا حاکم حکم دینے والا ہے یا شاہد اسکے کسی نے اصلاح کی تو اسپر تغیر کا کوئی گناہ نہین ہے موصی بھی یہان مراد ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اگرچہ وصیت ہو چکی ہے مگر چونکہ ناحق ہے اسواسطے اسکو وصیت کے مسترد کرنے کا مشورہ ہو کیونکہ اسکو مشورے کا حق حاصل ہے اور اسکو مسترد کرنے کا حق حاصل ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وصی ہو یا شاہد مراد ہو مثلاً کسی نے وصیت کرنا چاہی اُسنے مشورے کے لیے وصی و شاہد کو بلایا اسکے اظہار راے سے معلوم ہوا کہ جور و ظلم کی وصیت کرنا چاہتا ہے حقدار کا حق تلف کرنا چاہتا ہے شاہد نے خواہ وصی نے اُسکو مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو تو اسکے بارے مین یہ آیت نازل ہوئی اگر علم و ظن مراد ہو تو موصی کی تحریر وصیت کے بعد اور اسکی موت کے بعد بھی یہ آیت شامل ہے مثلاً کسی نے وصیت نامہ کسی کا لکھا دیکھا اُسنے کہا کہ یہ خلاف شرع ہے ظلم ہے اسکو بدلدو وہ بدل سکتا ہو یا بعد اسکے ہے کہ وصیت نامہ لکھدیا گیا ہے اور جور دفع ہو سکتا ہے جور کا تعین ہو گیا ہے اور بعد موت موصی کے تو امر ظاہر ہے اگر باہم وصی اور موصی لہ اور دیگر متعلقین لوگون کے درمیان اندیشہ جور و ظلم کا ہو اور کسی نے بیچ بچاؤ کر دیا تو یہ اوپر کی آیت مین داخل نہین ہے فرماتا ہے کہ جسکو خوف ہوا کہ بتاویل یا بجہالت مسئلہ کے باعث موصی نے خلاف مشروع وصیت کی ہے یا دیدہ و دانستہ خلاف مشروع وصیت کی ہے تو اس خوف کرنے والے نے اصلاح کر دی تو اس صورت مین کوئی گناہ اسپر نہین ایسی وصیت کے تغیر مین ثواب ہے نہ کہ گناہ ہو اسمین اس جانب سے بھی اشارہ ہے کہ بسا اصلاح کرنے والے ایسے امور کر گذرتے ہین جو ناجائز ہین تو یہ معاف ہے بلکہ اصلاح ذات البین مین برائی کا پوشیدہ کرنا جھوٹ نہین اور جایز ہے اس لحاظ سے کہا گیا کہ کوئی گناہ نہین یقیناً اللہ بخشنے والا ہے بعد اسکے کہ اصلاح سے باطل مٹ جاوے یا صلح کرانے والے سے جو لغزش ہو گئی اور اس پر رحم کرنے والا ہے۔ واللہ اعلم ؁

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ

اے ایمان والو فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے ان

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ

لوگون پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو گنتی کے دن ہین تو تم مین سے

كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى

جو کوئی مریض ہو یا سفر کی حالت پر ہو تو شمار کرلے دوسرے دنون سے اور جو لوگ

الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

طاقت سے روزہ رکھ سکتے ہین ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے پھر جس نے از خود بہتری

فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

کی تو وہ بہتری اسکے لیے ہے اور اگر تم روزہ رکھو تو تمھارے لیے بہتری ہے اگر تم کو علم ہو ؎

اس آیت کے قبل دو آیتون مین اس لفظ کُتِبَ سے احکام دیے گیے ہین ایک قصاص کا حکم ہے دوسرے وصیت کا قصاص سے مارا جانے والا اس امر سے مطمئن ہوتا ہے کہ اسکے خون کا بدلہ ہوگیا اور وصیت سے مال کا اطمینان ہوجاتا ہے کہ موافق مرضی کے صرف ہوگا اب اس آیت مین ایسے امر کا حکم دیا گیا جو باعث اطمینان قلب اور حفاظت دولت روحانی کا ہے صیام کا حکم دیا گیا اور یا ایہا الذین آمنوا بڑھا دیا گیا اس وجہ سے پہلے یا ایہا الذین آمنوا مین اور اس حکم مین فصل ہوگیا ہے یا اسوجہ سے کہ امر وصیت شاق نہین ہے مگر امر صیام شاق ہے تو اسکے لیے تنبیہ کی اور خطاب کی زیادہ ضرورت ہے اسیوجہ سے یہان پر يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارشاد ہوا ہے ایمان دارون کو اللہ کے ساتھ محبت ہونا چاہیے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہوا ہے يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ مین بحث محبت الٰہی گذر چکی ہے محبت کا مقتضٰے ہے کہ جب محبوب ندا کرے خطاب کرے کان اٹھ جاوین دل متوجہ ہوجاوے جیسا کہ صرف ندا و خطاب پر اکتفا نہ کی جاوے بلکہ تنبیہ بھی ہو ایماندار ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو جس کا مقتضٰے یہ ہے کہ ہر امر بطیب خاطر قبول کی جاوے لہذا عبادت شاقہ روزہ نہایت خوشی و مسرت سے ادا ہو اور کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سہل ہوجاوے ؎

الصِّيَامُ - جمع صوم کی ہے صوم کے معنے باز رہنے کے ہین کسی شے سے باز رہنے پر صوم کا اطلاق

ہوسکتا ہے۔ بولنے والا بات نہ کرے کلام سے باز رہے تو اسکو بھی روزہ کہتے ہین حضرت مریم فرماتی
ہین - انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا اسی طرح جب زوال ہوجاوے
اور دن ڑھنے سے باز رہے تو کہا جاتا ہے صام النہار اُن گھوڑون کو جو بغیر دانہ کھائے کھڑے
رہین تو کہا جاتا ہے خیل صیام اور بکرۃ صائمۃ بہرحال باز رہنے کے معنی لغت مین ہین
اور شریعت کی اصطلاح مین نیت کرکے صبح صادق سے غروب شمس تک کھانے پینے سے
اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے باز رہنا یہ ظاہری روزہ ہے اسکے ساتھ تمام منہیات
شرعیہ سے توبہ کرنا پھر ما سوا اللہ کی جانب التفات سے باز رہنا اسی وجہ سے بعض معاصی کے
لیے ارشاد ہوا ہے کہ وہ روزے کو توڑ دیتے ہین جیسے غیبت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت
اس روزے کی جو انسان کو مشابہ عالم ملکوت کے کرے صرف ظاہری اشیائے ثلثہ کے امساک
پر منحصر نہین ہی گو حکم شرع سے وہ بھی مقبول ہو اور روزہ باطن کے لیے وہ لازم ہوا ایک شخص
آنحضرت کے پاس آیا آپنے فرمایا کہ تیرے مُنہ سے گوشت کی بو آتی ہے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مین روزے سے ہون آپنے ارشاد فرمایا کہ تونے غیبت کی ہوگی تو نے اپنے مردہ بھائی کے گوشت
کو کھایا ہے اسواسطے تو روزہ دار نہین ہے بعض علما ایسے ہی احادیث سے غیبت کو بھی مفطر صوم
سمجھتے ہین ورنہ مفطر صوم وہ اشیا ہین جو سوراخون سے داخل ہون یا خروج منی کا ہو
شہوت و ارادے کے ساتھ جماع مین یا مساس وغیرہ مین البتہ وہ اشیا جو اضطرارًا چلی جاوین
جیسے دھوان یا مکھی وہ معاف ہی ایسا ہی نسیان بھی مرفوع ہے بھولے سے کھانے پینے سے روزہ
رہتا ہے۔ دن کی مقدار شرع کی رو سے طلوع فجر سے غروب شمس تک ہے اسمین روزہ لازم ہے
اگر کسی حصہ مین دن کے روزہ نہ ہوا تو پورے دن کا روزہ نہ ہوگا سوائے ایک عالم حضرت اعمش
کے اور کوئی خلاف نہین ہے اُن کے نزدیک طلوع شمس سے غروب شمس تک روزہ رکھنا
کافی ہے - ایسا ہی بعض رات آجانے پر روزہ کا وقت افطار سمجھتے ہین مگر حتی یتبین لکم الخیط
الابیض من الخیط الاسود من الفجر اور واتموا الصیام الی اللیل جمہور کے موافق ہے جیسا
کہ آگے آتا ہے روزہ رات کے آنے سے قبل ہی کھولنا چاہیے اسیوجہ سے افطار مین تعجیل
مستحب ہے چونکہ یہ مشقت ہے اسواسطے شبہ ہوتا تھا کہ اللہ جلشانہ اس کی تکلیف نہ دے گا اسواسطے
ارشاد ہوگیا کہ یہ تکلیف ہمیشہ دی گئی یا یہ تکلیف تمھارے ساتھ خاص نہین ہے بلکہ تمھاری اگلی اقوام
بھی اسکی مامور تھین انھون نے اسکو ادا کیا ہے یہ عادت قدیم ہے جدید نہین ہے فرمایا۔

مفطر صوم

دن کی مقدار شرعی

كما كتب على الذين من قبلكم جیساکہ لکھا گیا روزہ اور اُسکی فرضیت ہوئی ان لوگون پر جو
تمہارے قبل تھے مراد اُن سے یا تو عام طور پر بنی آدم ہین اسواسطے کہ حضرت آدمؑ نے روزہ رکھا ہے
مگر صحیح یہ ہے کہ فرضیت اُسکی زمانہ طہمورث سے ہوئی جو حضرت آدم کی اولاد مین تیسرا بادشاہ ہے اسکے
زمانہ مین قحط پڑا اسوقت اغنیا پر روزہ رکھنا فرض ہوا تاکہ اپنے دوسرے وقت کا کھانا فقرا کو دیدین
لہذا لوگون نے کہا مُراد اُن سے جو ما قبل ہین یہود و نصاریٰ ہین بعض صرف نصاریٰ سے کہتے ہین
اسواسطے کہ نصاریٰ ہی وہ امت ہے کہ قبل اہل اسلام کے ہے پھر اس امر مین اختلاف ہے کہ تشبیہ کس بات
مین ہے آیا فرضیت مین روزے کی کہ جس طرح اگلون کو روزہ رکھنا فرض تھا اسی طرح تمپر بھی فرض
کیا گیا ہے جیساکہ توراۃ و انجیل سے روزہ ثابت ہوتا ہے حضرت موسیٰ نے ایام قیام طور مین روزہ
رکھا اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ عزلت مین روزہ رکھا بعض کہتے
ہین کہ تشبیہ وقت صوم مین ہے کہ جس طرح اگلون کو روزہ صبح سے شام تک لازم کیا گیا تمپر بھی لازم
ہے یہان تک کہ تم روزہ کھولنے کے بعد سونے کے قبل تک کھاپی سکتے ہو اُسکے بعد کچھ نہین کھاپی
سکتے یہ حکم قبل اسلام کے تھا اور بعد کو بھی رہا اُسوقت تک جب تک کہ وہ منسوخ ہوا بعض کہتے ہین
کہ مراد اُس سے تعداد ہے کہ جسطرح ایک روزہ عشرہ کا یہود پر فرض تھا اُسی طرح تمپر بھی فرض ہوا
بعض کہتے ہین کہ تین روزے ہر ماہ مین فرض ہوے جس طرح اگلون پر فرض ہوئے اور اُن
تینون کے بارے مین اختلاف ہے کہ کون روزے تھے اور پھر وہ منسوخ ہوگئے اور اب اُن کا
رکھنا مستحب ہے امام مالک کہتے ہین کہ بلا تعین دن کے روزہ رکھنا ہر ماہ مین بعض کہتے ہین کہ ہر
ماہ کے اول سے تین روزے رکھے جائین یہ امام حسن بصری کا قول ہے بعض نے کہا کہ بارہ تیرہ
چودہ اور بعض تیرہ چودہ پندرہ کہتے ہین بعض نے کہا ہے کہ نوچندی ہفتہ سے شروع کیا جاوے
پھر منگل سے دوسرے ماہ مین پھر جمعہ سے تیسرے ماہ مین اسی طرح برابر پھیرتا رہے بعض
نے کہا ہے کہ نوچندی جمعرات پھر دوشنبہ پھر پنجشنبہ بعض دوشنبہ نوچندا پھر پنجشنبہ پھر دوشنبہ
کہتے ہین اور ابو الدردا کہتے ہین کہ پہلا دن پھر دسوان پھر بیسوان بعض نے آخر ہر عشرہ کا مراد
لیا ہے امام نخعی کہتے ہین کہ آخر کی ستائیس اٹھائیس اور انتیس تاریخ مراد ہین یہ سب اقوال اس
بابت ہین کہ علاوہ رمضان کے اور ایام کا روزہ فرض ہوا اور رمضان سے اسکی فرضیت
ساقط ہوگئی مگر ایک جماعت اور یہی محقق ہے کہتی ہے کہ مراد اس سے رمضان کا روزہ ہے بعض تو
کہتے ہین کہ تشبیہ بھی تعداد ایام مین ہے اور یہی رمضان کا روزہ اگلی امتون پر بھی فرض تھا مگر یہود نے

رنجک روزہ — روزہ عشرہ — روزہ ایام — روزہ رمضان

اُسکو چھوڑ کر ایک روزہ رکھنا شروع کیا اور نصاریٰ نے رمضان کو بوجہ گرمی مین پڑنے کے بدلدیا
جاڑے مین کر دیا اور دس روزے بڑھا دیے اور آخر مین دس اسوجہ سے بڑھائے کہ کسی بادشاہ
کے وقت مین اسکی صحت کی منت مانی گئی تھی پہلے سات بڑھے پھر تین بڑھے اور بعض کہتے
ہین کہ ایک ایک کر کے بڑھائے گئے یہان تک کہ پچاس روزے کر دیے بہرحال مقصود اس
روزے سے بھی رمضان ہے پہلے اللہ نے فرمایا کہ تمپر روزہ فرض کیا گیا پھر ارشاد ہوا کہ ایسا
ہی تمھارے اگلون پر بھی فرض ہوا تھا پھر اُس سے زیادہ تصریح ہوئی کہ ارشاد ہوا کہ وہ روزے
چند ایام کے ہین پھر صاف کہدیا گیا کہ وہ تیس روزے ایک ماہ رمضان کے ہین ظاہر
بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ روزے غیر رمضان کی فرضیت اس آیت سے ثابت نہین ہوتی
ہے اور رمضان کا کسی روزے کو منسوخ کرنا مستلزم اسکو نہین ہے کہ وہ روزے اس امت
پر فرض ہون اور اگر فرض بھی ہون تو لازم نہین آتا ہی کہ اسی آیت سے فرض ہون معلوم ہوتا ہی کہ روزہ
رمضان کے علاوہ پہلے روزے رکھے جاتے تھے مگر وہ حتمی تھے یا نہ تھے اسپر کوئی قوی دلیل قایم نہین اور
رمضان کے روزون کی فرضیت بحالہ باقی ہے روزون کی علت بتائی جاتی ہے ؛

روزے کی علت

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ شاید کہ تم متقی اور پرہیزگار ہو کیونکہ روزہ انسان کو برائی اور نازیبائی سے روکتا
ہے آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوجوانو اگر تمکو قوت نکاح کی ہو تو نکاح کرو ورنہ روزہ رکھو کیونکہ روزہ
مرد کی قوت کو کمزور کرتا ہے کثرت سے روزہ رکھنے سے خواہشات کم ہو جاتی ہین روزے سے
قوت ملکوتی مین اعانت ہوتی ہی مشابہت ملاءِ اعلیٰ سے ہوتی ہی جس سے قرب ہوتا ہی اور اتقا حاصل ہوتا ہی یہ بھی
مراد ہو سکتی ہے کہ امر صیام پر عمل کرو اور اگلون کی تکلیف کا خیال کرو جس سے تم پرہیزگار
ہو جاؤ اللہ کے حکم کے خلاف نہ کرو پھر ارشاد ہوتا ہی ؛

ایام معدودات

اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ تھوڑے سے دن روزے کے لیے مقرر ہوئے تھے بلحاظ اسکے کہ روزہ ایسی
عبادت ہی جس سے قرب الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے ہر روز روزے
کا حکم دیا جاتا خصوصًا اسوجہ سے کہ اغنیا ، فقرا کی حالت کا اندازہ کرین بھول نہ جائین مگر یہ
حکم نہ دیتے کہ اللہ نے صرف چند دنون کا روزہ فرض کیا ہے اگر مراد تین دن اور یوم عاشورا
ہے تو ظاہر ہے کہ بہت کم دن ہین ہر ماہ مین اگر تین دن روزہ رکھے تو گویا سال بھر روزہ رکھا
کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کا ہوتا ہے اور تین نیکیون کا ثواب تیس کا ہوگا جو لوگ کہتے
ہین کہ رمضان مراد ہے وہ کہتے ہین کہ تین سو ساٹھ دن سال کے ہوتے ہین ان مین سے تیس

دن کا روزہ فرض کیا گیا جو بہت نہین چاہیے تھا کہ چھ اور زائد کردیے جاتے اسی وجہ سے
آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے ایک ماہ کا روزہ رکھا پھر چھ روزے
شوال کے رکھے تو اُسنے گویا سال بھر روزہ رکھا اُسکی یہ مہربانی ہے کہ فرض اسنے رمضان کے
صرف تیس روزے کیے ہین - معدودات سے مقررات بھی مراد ہوتے ہین یعنے بلا تعین روزہ
فرض نہین ہوئے بلکہ معین و مقرر ہین وہ تیس دن ہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسے
علیہ السلام کو تیس دن تک قیام طور کا حکم دیا گیا تھا دس دن بعد کو زیادہ کیے گئے ان کا لحاظ
نکرکے وہی تیس دن کے روزے ہمپر فرض کردیے گئے - پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حکم غیر معذورونکا ہے
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ اور اگر تم مین سے کوئی
مریض ہو یا سفر کی حالت پر ہو تو شمار دوسرے دنونکا کرنا اسپر فرض ہے مراد فرض سے بعض
علما مثل ابن سیرین اور حسن بصری کے مطلقاً فرض لیتے ہین کہتے ہین کہ وہی لوگ روزہ رکھین
جو بالکل اچھے ہون جن کو کچھ بھی مرض ہو وہ روزہ نہ رکھین یہان تک کہ ابن سیرین کو لوگون نے
کھانا کھاتے دیکھا دریافت کرنے پر انھون نے جواب دیا کہ میری انگلی مین درد ہے وہ
اسکو خدا کی رخصت سمجھتے ہین بعض نے ایسا مرض مراد لیا ہے جو مہلک ہو مگر عام مسلک یہ ہے
کہ وہ مرض جو خود روزے کی وجہ سے بڑھجانے کے قابل ہو یا روزے مین اسکے دوا وغیرہ کا
تدارک نہ ہوسکتا ہو تو اُس روزے کو یہ مریض چھوڑ سکتا ہے ایسا ہی مسافر بھی کون مراد ہے اسمین
اختلاف ہے داؤد ظاہری فرماتے ہین کہ ہر وہ شخص جو وطن سے نکلے اور جسپر مسافرت کا اطلاق
ہو خواہ کوس تین کوس پر جاوے یا اس سے زیادہ چلے اور اسکا ارادہ اسی قدر جانے کا ہو وہ مسافر ہے اسکو
روزہ چھوڑنے کا اختیار ہے امام اوزاعی ایکدن کے سفر کو معتبر سمجھتے ہین امام شافعی سولہ فرسخ کو قرار دیتے ہین
ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور ہر میل بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے اور ہر تین قدم ایک خطوے کے ہوتے ہین
یعنی چار ہزار ہیراونٹ کی ایک میل ہین اور اسکی مقدار بلحاظ موجودہ میل کے قریب پینتالیس میل کے ہوتی ہے
اور امام ابو حنیفہ تین منزل مدت سفر قرار دیتے ہین جسکی مقدار میل جدید سے قریب چھپن میل کی ہوتی ہے جو شخص اس قدر
مقدار کے سفر کیلیے نکلے وہ مسافر ہے چاہے پیدل چلے یا سواری پر ریل گاڑی پر یا ہوائی جہاز پر سب پر
یہی حکم ہے یہ حکم کہ افطار کرے لازم ہے یا نہین اسمین بھی علمانے اختلاف کیا ہے ابن عباس و
ابن عمر قائل اسبات کے ہین کہ روزہ نہ رکھنا چاہیے یہان تک کہ ابن عمر تو کہتے ہین کہ جو کوئی مریض
یا مسافر روزہ رکھیگا تو اسکو قضا کرنا ہوگی یہی قول ابن عربی کا ہے جمہور کہتے ہین کہ فطر واجب نہین ہے

چاہے تو روزہ رکھہ سکتا ہے بعض روزہ رکھنے کو افضل سمجھتے ہین صحابہ مین سے حضرت انسؓ کا
یہی قول ہے اور ائمہ مین سے امام ابو حنیفہ امام مالک امام سفیان ثوری امام ابو یوسف امام
محمد امام شافعی کا یہی قول ہے اور بعض افطار کو افضل سمجھتے ہین سعید بن المسیب اور اوزاعی اور
امام احمد حنبل کا یہی قول ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اگر مشقت سفر ہو تو افطار افضل ہے ورنہ
روزہ افضل ہے احادیث اور ادلہ کی تطبیق سے قول ائمہ کبار مقدم معلوم ہوتا ہے؂

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ اور ان لوگون پر جو طاقت سے روزہ رکھہ سکتے ہین
فدیہ ہے جو ایک مسکین کا کھانا کھلانا ہے اسمین يُطِيقُونَهُ کی ضمیر کو بعض نے فدیہ کی طرف پھیرا
ہے اور کہتے ہین فدیۃ طعام مسکین مبتدا ہے اور عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ خبر ہے گو مقدم ہے
مگر حکماً موخر ہے اسواسطے ضمیر يُطِيقُونَهُ کی فدیہ کی طرف راجع ہوسکتی ہے اور اضمار قبل الذکر لازم
نہین آتا کیونکہ حکماً فدیہ مقدم ہے اور معنی یہ کہتے ہین کہ جو لوگ فدیہ کی قدرت رکھتے ہین وہ فدیہ دین
بعض کہتے ہین کہ یہ حکم ثابت ہے اب بھی مال والے فدیہ دیسکتے ہین بعض کہتے ہین کہ یہ منسوخ
ہوگیا اب فدیہ نہین دیا جاسکتا ہے مگر ظاہر ہے کہ اسمین ضمیر اگر صوم کی طرف نہ پھر سکے تو البتہ
فدیہ کی طرف پھیری جا سکتی ہے حالانکہ ذکر اوپر روزے کا ہے اسواسطے اس کی طرف پھیرنا لازم
ہے اب معنی یہ ہوے کہ جو روزے کی طاقت رکھتا ہو وہ فدیہ دے اسجگہ ظاہراً کوئی معنی نہین بنتے
ہین مگر یہ امر بوجہ عربی کے محاورے کی ناواقفیت کے ہے ورنہ اسکے معنی واضح ہین اسواسطے کہ جو
شخص روزے کو بتکلف رکھہ سکتا ہے وہ فدیہ دے اسواسطے کہ عربی مین دو لفظین ہین ایک فلان شی
وسعت مین ہے ایک طاقت مین ہے اور دونون کے معنی علیحدہ علیحدہ ہین برخلاف اردو کے کہ
اسمین ایک ہی موقع پر دونون کا استعمال ہوتا ہے اسوجہ سے دھوکا پڑجاتا ہے؂

وسعت کہتے ہین کسی شے پر اختیار ہونے کو جو بلا تکلف کی جا سکے اور طاقت کہتے ہین کسی شی پر اختیار
ہونے کو جو بتکلف کی جا سکے تو معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ بتکلف روزہ رکھہ سکتے ہین تو وہ فدیہ دین
پھر بعض کے نزدیک یہ منسوخ ہے اور اکثرون کے نزدیک منسوخ نہین وہ کہتے ہین کہ بیان اسکا
حدیث سے ہوا ہے بعض مخصوص اس حکم کو شیخ فانی کے لیے کہتے ہین اور بعض مرضعہ اور حاملہ کو
بھی اسی حکم مین رکھتے ہین کہ یہ لوگ روزہ رکھہ تو سکتے ہین مگر بمشقت و کلفت روزہ رکھہ سکتے ہین
تو ان کو فدیہ دینا جایز ہے حاصل یہ ہوا کہ جو روزہ بلا تکلف رکھہ سکتا ہے وہ روزہ رکھے اور
جو معذور ہو مرض و سفر کے باعث تو وہ قضا کرے اور جو بتکلف روزہ رکھے جیسے شیخ فانی یا حاملہ

و مرضعہ تو وہ فدیہ دے لیکن بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ جو روزہ رکھنے کی طاقت
ہی نہ رکھے کیونکہ اطاقت باب افعال سے ہے اور ہمزہ افعال سلب ماخذ کے لیے بھی آتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جو
طاقت روزے کی نہ رکھتا ہو نہ امید اسکو قضا کرنے کی ہو تو وہ فدیہ دے وہ صرف شیخ فانی
ہے اور کوئی نہین ہے اسوجہ سے کہ حاملہ و مرضعہ پھر قضا کرسکتی ہین اس تفسیر کی تائید حضرت حفصہ کی
قرأت لایُطِیقُونَہٗ بھی کرتی ہے ؂

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ جو زیادتی کرے اپنی طرف سے تو یہ اسکے لیے بہتر ہے یعنے جو فرض
پر زیادہ کرے تو اُسکے لیے بہتر ہوگا فرض کی زیادتی کی ایک صورت مجاہد نے بتائی ہے کہ وہ
بجائے ایک یا دو مُد کے چار مد یا اور زیادہ کرکے دے ابن عباس فرماتے ہین کہ روزہ بھی
رکھے اور فدیہ بھی دے یہ صورت جمع کی اصول کے خلاف ہے گو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مرضعہ
اور حاملہ کے لیے فدیہ دینے کا حکم دیتے ہین اور ساتھ ہی اسکے بعد عذر دفع ہونے کے قضاے
روزہ بھی رکھے اسکو حنفیہ لازم نہین سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک جبکہ وہ قضا رکھ سکتے ہین تو اُن کو
فدیہ کی حاجت نہین ان کو حنفیہ مریض و مسافر کے حکم کے اندر داخل کرتے ہین اولا انکو روزہ
رکھنے کا حکم دیتے ہین ورنہ قضا کو لازم سمجھتے ہین فدیہ کو واجب نہین سمجھتے ہین۔ شافعیہ حکم مین
لَایُطِیْقُوْنَہٗ کے داخل کرتے ہین۔ اسجگہ پر یہ امر پیش ہوتا ہے کہ آیا یہ آیت منسوخ ہے یا ثابت
ہے اسکی مختصر تفصیل کرنا ضروری ہے ؂

فضیلت زیادتی

فدیہ مرضعہ

آیت کا منسوخ ہونا یا نہین

یہ آیت چاہے یُطِیْقُوْنَہٗ کو کسی طرح پڑھا جاوے احتمال نسخ کا بھی رکھتی ہے اور عدم نسخ کا بھی
رکھتی ہے لیکن قابل غور جو امر ہے وہ ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ جو شخص روزہ رکھنے کی وسعت
رکھتا ہے وہ روزہ رکھے اور جو کسی عذر سے نہ رکھ سکتا ہو اور وہ عذر زائل ہونے والا ہے تو
قضا کرے اور جو عذر زائل ہونے والا نہین ہے تو اِس صورت مین فدیہ دے یہ ہر حال مین
مسلم ہے چاہے آیت منسوخ ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ روزہ رکھنا دونون آیتون کے ثابت رکھنے
پر بالاتفاق معلوم ہوتا ہے ایسا ہی مریض و مسافر کو قضا کرنے کا جواز بھی ہر تقدیر پر ہے
عاجز و لاچار مثل شیخ فانی کے روزہ نہین رکھ سکتے اُن کو فدیہ دینا بھی ثابت ہے چاہے
آیت سابقہ منسوخ ہو یا ناسخ ہے اِس مین کوئی فرق نہین ہوتا ہے باقی رہ گئی وہ صورت جسکو
ثابت کرنے کے لیے نسخ سے انکار کیا جاتا ہے اسکو دیکھنا ہے کہ ثابت ہوتی بھی ہے یا نہین
جبکہ وہ ثابت نہین ہوسکتی ہے تو پھر عدم نسخ کے ثبوت سے یا نسخ کی ثبوت سے کیا فائدہ ہے اسوجہ سے ضروری ہے

کا اسجگہ غور سے وہ صورت دیکھنا چاہیے وہ صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو روزہ رکھنے کی قدرت
ہے مگر وہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ دے تو یہ صورت نہ تو بتقدیر ثبوت نسخ ثابت ہے نہ بتقدیر عدم
ثبوت نسخ ثابت ہے اگر فرض کرو کہ پہلی آیت منسوخ ہوگئی تو پھر فدیہ کا حکم کہان رہا بلکہ ظاہر ہے
کہ فَلْيَصُمْهُ سے لزوم ہوگیا اور اگر کہا جاوے کہ یہ آیت منسوخ نہین ہوئی تو اسمین احتمال ہے
کہ يُطِيقُونَهُ سے مراد بہ دشواری روزہ رکھنا ہے یعنے جو لوگ روزہ مشکل سے رکھہ سکتے ہین اُن
کو فدیہ دینے کا حکم ہوا ہے اس احتمال کے ہوتے ہوئے کیونکر استدلال صحیح ہوگا اسواسطے کہ
اگر استطاعت کے معنے مطلقاً وسعت کے لیے جاوین تو دوسرا احتمال بھی موجود ہے اذا جاء الاحتمال
بطل الاستدلال لهذا قابل احتجاج نہ ہوگا باوجود اسکے کہ مجرد احتمال ہے استدلال کو قایم نہین
رہنے دیتا دوسرے قراین جیسا کہ اوپر گذرا اور صاف قرائت حضرت حفصہؓ کی کہ لَا يُطِيقُونَهُ
تائید احتمال عدم جواز کو کرتی ہے اگر اس تقدیر مین صوم کی طرف ضمیر پھیری جاوے اور کہا جاوے
کہ جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر ہے تو معنے بالکل صاف ہوجاتے ہین اسجا
جگہ یہ شبہہ ہوتا ہے کہ ضمیر صوم کی طرف کیونکر پھر سکتی ہے حالانکہ وہ مذکور جمع سے ہے صیام کا لفظ
آیا ہے اُسکی طرف ضمیر مؤنث کی پھرنا چاہیے تو ہم کہین گے کہ صیام مین صوم مذکور ہے اُس کی
طرف پھر سکتی ہے باوجود اسکے ضمیر فدیہ کی طرف اگر پھیری جاوے تو کوئی معنے نہین ہوتے
ہین کیونکہ جس کی قدرت مین فدیہ نہین ہے وہ فدیہ دے یہ تکلیف ما لا یطاق ہے ظاہر ہے
کہ ایسے شخص پر فدیہ واجب نہین ہے بلکہ ایک شخص جسپر کفارہ واجب تھا بوجہ عدم مقدرت
کے اسکو کفارہ دینے کا حکم نہین ہوا بلکہ جو کچھ اسکو دیا گیا تھا کہ اُس سے کفارہ ادا کرے وہ
اُسیکو دیدیا گیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بوجہ عدم استطاعت کے نہ فدیہ دینا لازم
نہ روزہ رکھنا واجب ہے بہر حال یہ صورت کہ چاہے روزے کی قدرت ہو بھی روزہ رکھے
یا فدیہ دے ثابت نہین ہوسکتی ہے ؛

ہم کو خود شوق نسخ ثابت کرنے کا نہین ہے مگر جب اُن فقہاء کا ان وجود روایت کرین کہ نسخ ہے تو پھر
محض احتمال سے عدم نسخ کیونکر ثابت ہوجاوے گا حضرت سلمۃ بن الاکوع سے روایت ہے
کہ اُنھون نے فرمایا کہ پہلے ہم چاہتے تھے روزہ رکھتے تھے چاہتے تھے فدیہ دیتے تھے تا آنکہ آیت
ثانیہ نازل ہوئی پھر یہ ہم نہین کر سکتے تھے اُسنے اس تخییر کو باطل کردیا اور خود ناسخ ہوگئی اسکو
بخاری مسلم ابو داود ترمذی نسائی طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے یہ حدیث ضعیف ہے یا آحاد ہے

نہین ہی بلکہ مشہور و مستفیض ہے اسواسطے اس سے کتاب اللہ کا نسخ ثابت ہوسکتا ہے۔ حاصل یہ ہی
کہ روزے کا ایجاب مطلقا آیت سابقہ اور لاحقہ دونون سے ہوتا ہے فلیصمہ بھی دلیل
وجوب ہی اور کتب علیکم بھی دلیل وجوب ہی اس جگہ کتب کے لفظ کے متعلق پھر گفتگو
ہوئی کہ کس نے یہ لکھا اسکا جواب یہ ہے کہ اس جگہ فاعل کوئی مذکور نہین مگر یہ سمجھنا کہ اس فعل
کا فاعل اللہ نہین ہوسکتا ہر طرح صحیح نہین ہے کیونکہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی وغیرہ واقع
مین کتب کا فعل اپنی طرف منسوب کیا ہے تو اسکو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اُسنے لکھوایا جس طرح
کوئی مکان بنواتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اُسنے بنالیا یہ کہ کتب کے معنی جمع کے ہین تو اُسنے جمع
کرایا اور عام طور پر یہ لفظ کتابت اور لزوم پر بولا جاتا ہے صلوۃ مکتوبۃ کہتے ہین اور
معنی اُسکے مفروضہ ہوتے ہین۔ اسی طرح یہان بھی روزے کو فرض کیا گیا ہے مُراد ہوگا
جب روزے کی فرضیت ثابت ہوگئی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ کوئی اس سے مستثنیٰ بھی
ہے یا نہین سوائے مسافر اور مریض کے کوئی مستثنیٰ نہین لہذا آیت سابقہ اپنے مقصود مین محکم نہین ہی منسوخ ہوئی
خواہ عام طور پر اسکا اثبات ہی نہین ہو تو اُسکے نسخ کی کیا ضرورت ہی وہ تو شیخ فانی کے لیے ہی مگر وہ حکم
غیر شیخ فانی کا نہین ہے اس کے اعتبار سے نسخ کی بحث مقصود مین بالکل بے محل
ہے ؎

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اور اگر روزہ رکھوگے تو تمھارے لیے بہتر ہے خواہ اول حالت
ہو کہ جب حکم فدیہ دینے کا بھی تھا کہ اگر فدیہ دو اور اسمین اپنی طرف سے زیادہ دو یا فدیہ تم پر
واجب نہ ہو مسافر ہو یا مریض ہو ہر صورت مین روزہ رکھنا بہتر ہے جو لوگ روزہ مسافر کو
بہتر نہین سمجھتے ہین وہ اسکو محض لَا يُطِيْقُوْنَهٗ کے متعلق کہتے ہین کہ جو طاقت فدیہ کی رکھتے ہین وہ
روزہ رکھین تو اچھا ہے ؎

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم واقف ہو عظمت سے روزے کی یا عظمت سے خدا کے حکم کی یا تم وصف
علم رکھتے ہو جہالت تم مین نہین ہے تو تم روزے کو بہتر سمجھوگے۔ روزہ اسوجہ سے مامور کیا
گیا ہے کہ لوگ عادت پر قابو رکھین تو اگر معتاد مثل حقہ اور حرٹ چھوڑنے مین تکلیف ہو تو وہ
معذور نہین ہے البتہ طبیب حاذق روزے کو منع کرے تو قضا کر سکتا ہی واللہ اعلم ؎

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ
وہ رمضان کا مہینہ ہے کہ جسمیں قرآن نازل ہوا ہے جو ہدایت ہے لوگون
وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۝
کے لیے اور کھلے ہوئے دلائل ہین ہدایت سے اور فیصلہ کرنے والا ہے ؛

شَهْرُ رَمَضَانَ یا تو مبتدا ہے کہ خبر الذی انزل ہے یا بدل ہے الصیام سے یا معدودات سے یعنے وہ روزے جن کو اللہ نے فرض کیا ہے وہ رمضان کے مہینے کے روزے ہین یا وہ گنتی کے دن ماہ رمضان ہے جس مین اللہ نے قرآن نازل کیا بعض نے اسکو شهرا رمضان بالنصب پڑھا ہے اس قرأت کی رو سے معنی یہ ہون گے کہ وہی ایام کون ہین ماہ رمضان ہے اس صورت مین بدل ہوگا ایاماً سے لہذا جو لوگ آیت سابقہ اور اس آیت کو ماہ رمضان کے لیے کہتے ہین وہ الصیام سے یا معدودات سے یا ایاماً سے بدل لیتے ہین اور جو اوپر کی آیت کو ماہ رمضان کے علاوہ دوسرے روزون کے بارے مین سمجھتے ہین وہ شَهْرُ رَمَضَانَ کو مبتدا کہتے ہین اور آگے الذی سے آخر تک کو خبر کہتے ہین مگر اس صورت مین یہ آیت گویا ماہ رمضان کی فضیلت مین نازل ہوئی ہے نہ روزے کے بارے مین بلکہ روزے کا حکم ضمنی معلوم ہوتا ہے اور پہلی تاویل مین کہ یہ بدل ہے الصیام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی دربارہ روزے کے نازل ہوئی ہے - اور رمضان کا وصف ضمنی ہے ظاہرا یہی احتمال اچھا معلوم ہوتا ہے ؛

تحقیق لفظ شہر رمضان

شہر ماخوذ ہے شہرت سے معنی اسکے ماہ کے ہین اس مدت اور ایام کو شہرت ہو جاتی ہے اسواسطے شہر کہتے ہین مراد یہان ماہ ہا ے قمری ہین جو رویت ہلال سے شروع ہوتے ہین - رمضان یا تو علم ہے ماہہاے قمری سے ایک مہینہ کا جو درمیان شعبان اور شوال کے ہوتا ہے یا اللہ کے اسماء سے ہے بعضے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماے الٰہی سے رمضان ہے اس کی طرف یہ ماہ منسوب ہے اس لحاظ سے اس کے معنی ماہ الٰہی یا شہر اللہ کے ہین بعض آثار سے بغیر شہر کے اضافت کیے بولنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے مگر محقق اسکے خلاف ہی برابر احادیث نبویہ مین بغیر اضافت کے بولا گیا ہے من قام رمضان یا من صام رمضان اس جگہ شہر کی اضافت رمضان کی جانب نہین ہے اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ چاہے شہر رمضان کہین یا صرف رمضان کہین جائز ہے اگر اسم الٰہی بھی ہے
تو مختص مثل رزاق یا رحمن کے نہین ہے بلکہ مثل رحیم کریم کے ہے بعض نحوی بھی شہر رمضان یا شہر
ربیع کو بدون لفظ شہر کے بولنے کو صحیح نہین سمجھتے ہین مگر سیبویہ اور دیگر نحوی اسکو جایز رکھتے
ہین جب اضافت خاص کی طرف عام طور پر جائز ہے تو چاہے شہر کہو یا ماہ کہو دونون درست
ہین اور ہر ماہ کی طرف شہر کی اضافت صحیح ہے جس طرح شہر رمضان کہنا جایز ہے اسی طرح
شہر شوال کہنا بھی جایز ہے اور جس طرح شوال کہنا جایز ہے اسی طرح رمضان کہنا بھی جایز
ہے اس بنا پر کہ رمضان ماہ کا نام ہے جب مہینے کے اسما قایم ہوے اور دوسرے الفاظ
سے ان الفاظ کی جانب انتقال کیا گیا تو اسوقت جو ماہ جس فصل مین تھا اسکا لحاظ اگر
ہوسکا تو رکھا گیا جیسے ربیع الاول ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی ذالحجہ وغیرہ اسیطرح
رمضان ماخوذ رمضاء سے ہے جس کے معنے حر شمس کے ہین یہ ماہ اسوقت شدت گرمی مین ہوا
تھا بعض کہتے ہین ماخوذ رمض سے ہے اُس پانی کو کہتے ہین جو آخر فصل خزان مین ہوتا ہے
اور دھول و خاک و خاشاک سے روے زمین کو صاف کر دیتا ہے ؛

اس ماہ کو اسوجہ سے رمضان کہتے ہین کہ یہ گناہان بندہ معاف کرا دیتا ہے اور لوگ اسکی
وجہ سے پاک و صاف ہوجاتے ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ رمض بمعنی احتراق کے اُسکا
ماخذ ہے اسمین بوجہ پیاس کے گویا احتراق ہوتا ہے یا معصیت سوخت ہوجاتی ہے بعض
کہتے ہین کہ اس ماہ مین کفار اپنے ہتھیار کند کر لیتے ہین جو رمض کے معنی ہین اسکو رمضان کہنے
لگے کیونکہ یہ ماہ شوال سے پہلے ہے اور وہ اشہر حرم سے ہے اسواسطے اسکو رمضان کہنے لگے بعض اسکا عکس کہتے ہین
کیونکہ یہ دو شہرون کے درمیان مین ہے یعنی رجب و شوال کے درمیان جو دونون ماہ اشہر حرم سے ہین جنمین
قتال نہین ہوتا اور اسمین قتال ہوتا ہے بہرحال اسکی کوئی وجہ تسمیہ ہو مگر اسمین اب علمیت راجح ہے یہ ایام مخصوص
کا نام ہے جو درمیان شعبان و شوال کے ہین اسکی صفت ماجرا ارشاد ہوتی ہے جس سے اسکی فضیلت ثابت
ہوتی ہے اور وجہ روزے کی معلوم ہوتی ہے ؛

اُنزِلَ فِیهِ القُرآن اسمین قرآن نازل ہوا ہے اسمین یہ شبہ ہوا کہ نزول کے معنی اوپر سے اترنے کے ہین
اور کلام الٰہی اوصاف الٰہیہ سے ہے جس کا اوپر سے اترنا اور چڑھنا غیر معقول ہے اسکو غیر مسلم کہتے ہین کہ خدا
کے لیے جہت اور شکل ثابت کرنے کے باعث ہے ؛

اسکا جواب یہ ہے کہ نزول بلا شک اوپر سے اترنے کو کہتے ہین مگر اوپر اور نیچے رفع و خفض

سطح کے لیے کسی طرح پر ہے اور مستدیر کے لیے کسی طرح پر ہے کرہ ہی کا اسکا ہر نقطہ اپنے ماقبل یا مابعد کے اعتبار سے مرتفع اور اعلے ہے برخلاف سطح کے کہ وہان ایک معین ہی کرہ اور شکل کروی مین جب اسقدر تفاوت ہی توجسمانی اور روحانی علو اور سفل مین تو اس سے بھی زیادہ تفاوت ہوتا ہے وہان علو مکانت کے سوا کچھ نہین ہے لہذا نزول کے معنی تو اوپر سے نیچے آنے کے ہین مگر جسم کے اوپر سے نیچے آنے کے معنی دوسرے ہین اور روحانیات کے اوپر سے نیچے آنے کے معنے دوسرے ہین خدا اور اسکے کلام کے نزول و عروج کے معنے اسکی ذات کے جو لائق ہین وہی ہین اہل اسلام مین گو ایک فرقہ ہے جو خدا کے سطحی ارتفاع اور علو کا قائل ہے بلکہ وہ ہاتھ پیر کان منھ سب ہی اعضا ثابت کرتا ہے وہ مجسمہ ہین اور ایک ہی کہ وہ ید ثابت کرتا ہی قدم ثابت کرتا ہے نزول ثابت کرتا ہی مگر کہتا ہے کہ ہمارے ایسے اوصاف اسکے یہ اوصاف نہین یہ حنابلہ کا فرقہ ہے ایک کہتا ہے کہ یہ امور ثابت ہین مگر ان کی کنہ غیر معلوم ہے اور اسکا علم اللہ کو ہے یہ سلف کا قول ہے باوجود ان سب اقوال کے جو قول معتبر ہے وہ یہ ہے کہ اوپر ہونا اور اترنا یہ سب اسکی مناسب ہین مثلاً نزول کے معنی توجہ کے ہین جیسے۔ ان اللہ ینزل الی سماء الدنیا مین کہا جاتا ہی اسجگہ کلام کا نزول ہی اسمین کوئی استحالہ نہین ہے یہ نزول رمضان مین یا تو باعتبار اسکے ہے کہ ابتدا نزول کی رمضان مین ہوئی پھر تیئیس برس مین باوقات مختلفہ نزول ہوا جیسا کہ لیلۃ القدر کی توصیف سے معلوم ہوتا ہے یا مراد یہ ہے کہ آسمان دنیا مین لوح سے پورا نازل ہوا پھر بتدریج تیئیس برس مین نازل ہوا یہ فلاسفہ کے قول کے بالکل مطابق ہے اسواسطے وہ عقل عاشر کو جو سمار دنیا کی عقل ہے عقل فعال اور جبرئیل کہتے ہین اسمین نازل ہونے کے یہی معنی ہین کہ جبرئیل نے لوح سے پورا ایک وقت مین حاصل کیا پھر بتدریج حسب مصلحت اتارا اسمین خدا کی مصلحت تھی جس کی تفصیل یہان مناسب نہین ہے ❊

اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ نازل ہوا اسمین قرآن۔ اس جملہ کے مطلب مین تین قول ہین ایک یہ کہ نازل ہوا در بارۂ فضیلت رمضان کے قرآن جس طرح کہا جاتا ہی نزل القرآن فی علی یعنی قرآن کے بعض آیات فضیلت مین حضرت علیؑ کے نازل ہوئی ہین نزلت سورۃ اللیل فی ابی بکر سورۂ واللیل فضیلت مین حضرت ابو بکرؓ کے نازل ہوئی ❊

دوسرا قول یہ ہی کہ قرآن نازل ہوا فرضیت مین صوم رمضان کے جسطرح کہا جاتا ہی کہ نزل

القرآن فی الزکوۃ او نزل القرآن فی الخمر قرآن نازل ہوا فرضیت مین زکوۃ کی اور قرآن نازل ہوا حرمت مین خمر کی پہلے احتمال سے بعض اس احتمال کو قوی کہتے ہین کیونکہ آیت سابقہ دجوب صیام مین نازل ہو چکی تھی مگر کوئی آیت فضل رمضان مین نازل نہین ہو چکی تھی جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہوتا تیسرا قول یہ ہو کہ قرآن نازل ہوا رمضان مین یعنی نزول قرآن ہوا اس ماہ مبارک مین یہ احتمال سب سے زیادہ مناسب ہے اسواسطے کہ اسمین کسی قسم کے حذف کی ضرورت ہو نہ خواہ نخواہ ماننے کی ضرورت ہو کہ آیت سابقہ حق مین صوم رمضان کے ہے اب یہ امر کہ قرآن شریف کل کا کل رمضان مین نازل ہوا یا نہین اوپر مذکور ہو چکا ہے درحقیقت ابتدا نزول قرآن رمضان کی شب قدر مین ہوئی اور آخر مین حضرت جبرئیل نے پوری قرآن شریف کا دورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی رمضان مین کیا ؂

هُدًى لِّلنَّاسِ ۔ ہدایت ہے لوگون کیلئے ۔ یہ صفت ہے قرآن شریف کی اور حال ہے اُس سے کہ وہ نازل ہوا اس حال مین کہ ہدایت ہو لوگون کے لیے اگر الف لام عہد کا ہے تو مراد اُس سے وہ لوگ ہین جن کو متقین کر کے ابتدا سورہ بقر مین ذکر کیا ہے هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ سے جو لوگ مراد ہین وہی الناس سے بھی مراد ہین اور اگر عہد نہین بلکہ استغراق ہے تو تمام مخاطب و مکلف لوگ مراد ہین هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ مین خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ قرآن سے ہدایت حاصل کرنے والے بھی تھے اور هُدًى لِّلنَّاسِ اسوجہ سے کہا ہو کہ قرآن کا مقصد نزول ہدایت ہی تمام لوگون کے لیے اگرچہ لوگ خود اُس سے نفع نہ اُٹھائین پہلی آیت مین لحاظ مخاطب کا کیا گیا ہو اس لحاظ سے ہدایت منفعت بخش پرہیزگارون کے لیے بھی ان کی تخصیص کی گئی اور اس آیت مین صفت قرآن شریف کی ذکر کی گئی ہے لحاظ اسکا زیادہ ہے تو وہ اپنے اعتبار سے کل بنی نوع انسان کو جو اسکے مخاطب ہین ہدایت کا باعث ہو ؂

وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۔ یہ دوسری صفت ہو اور حال پر معطوف ہو ترکیب مین حال ہے فرماتا ہو کہ وہ قرآن خود ہدایت ہے بلکہ وہ ہدایت کی عام قسم سے نہین ہے خاص بیّنات ہین کھُلے دلائل راہ کے ہین یا مراد هُدًى سے اصول دین ہین اور بَيِّنَاتٍ سے فروع دین مُراد ہین تیسرا وصف اُسکا یہ ہو کہ فرق دلانے والا ہے وہ قرآن نازل کیا گیا اس حال مین کہ وہ فارق درمیان حق و باطل کے ہو یہ وصف کل کتب منزلہ آلہیہ کا ہے اسوجہ سے اسکا اطلاق تورات پر بھی ہوا ہے اور انجیل پر بھی ہو سکتا ہے اِس جگہ قرآن پر ہوا ہے ؂

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا

پس جو تم مین سے اس ماہ کو پاوے تو اسکو چاہیے کہ اسکا روزہ رکھے اور جو تم مین سے مریض ہو

أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ

یا مسافر ہو تو وہ شمار کرے دوسرے دنون سے اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے

وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ

اور نہین چاہتا تمھارے ساتھ دشواری کو اور چاہیے کہ تم وقت معین پورا کرو اور اللہ کی

عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

بڑائی ظاہر کرو شاید کہ اللہ کے شکر کرنے والے ہو جاؤ۔

یہان سے روزے کی فرضیت ثابت کی جاتی ہے اگر اوپر کی آیت منسوخ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حکم ناسخ ہے پہلے اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے روزہ رکھو یا فدیہ دو اور احتمال یہ تھا کہ وہ حکم رمضان کے بارے مین ہے یا کسی دوسرے روزے کے بارے مین اس حکم سے رمضان کے بارے مین صاف روزے کا رکھنا لازم کیا گیا اور فدیے کا اختیار باقی نہین رہا جیسا کہ صحاح کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے اختیار تھا پھر منسوخ ہو گیا لیکن اگر اوپر کی آیت محکم ہے اور ثابت ہے تو دو احتمال ہین یا تو وہ کسی دوسرے روزے کے لیے ہے اور یہ آیت خاص رمضان کے لیے ہے مگر یہ احتمال قوی نہین ہے اسواسطے کہ کوئی روزہ ایسا نہین ہے جو علاوہ رمضان کے روزے کے ہو اور فرض ہو اور اسمین اختیار دیا جاوے یا دوسرا احتمال ہے وہ یہ کہ اوپر کی آیت کسی خاص جماعت کے لیے ہو اور یہ کسی خاص جماعت کے لیے ہو بظاہر یہ احتمال درست معلوم ہوتا ہو اوپر کی آیت شیخ فانی کے لیے ہے۔ اور جو کسی طرح روزہ نہین رکھ سکتا ہو اسکے بارے مین ہے اور یہ آیت اُسکے بارے مین ہے جس کو کہا جا سکتا ہو کہ اُسنے رمضان کا روزہ پایا پانے مین یہ بھی داخل ہے کہ وہ رکھ سکتا ہے جو نہین رکھ سکتا ہو وہ گویا روزہ رمضان بلکہ رمضان کا پانے والا ہی نہین جیسا کہ مریض جو پانی استعمال نہین کر سکتا ہو وہ بھی فمن لم یجد الماء مین داخل ہے اس صورت مین یہ حکم غیر شیخ فانی مین ہے کہ اسکو روزہ رمضان فرض ہے اسکو فدیہ دینا کافی نہین ہے سوا اُس کے کہ جو مستثنے ہین مسافر و مریض وہ خارج ہین ؛

تحقیق نسخ

اَلشَّہر سے مراد خاص ماہ رمضان ہے جو ایک مدت متعین ہو سیر شمسی قمری دونون کو ملحوظ رکھنے کے بعد وہ بارہوان حصہ سال قمری کا ہے اور تیس یا انتیس دن کا وہ حصہ ہوتا ہے عرف عرب مین اور حکم شرع مین شہر وہی ہے اس اعتبار سے جہان تعین ماہ رمضان کا نہ ہوگا وہان چاہیئے کہ روزہ فرض ہی نہ ہو جیسے قطب جنوبی یا قطب شمالی کے ماتحت جو مقامات ہون گے وہان روزہ فرض اسوجہ سے نہ ہوگا کہ وہان رمضان کا تعین نہین وہان صادق نہین آتا کہ ماہ رمضان آیا اسجگہ مشہور اعتراض دفع ہوگیا کہ حکم روزہ ونماز اسلام کا اسطور پر ہے کہ قطب جنوبی یا شمالی کے باشندون کے لیئے ناممکن ہے کہ اسپر عمل کیا جاوے جواب اسکا اولا یہ ہے کہ وہان تعین ماہ رمضان کا نہین ہوتا ہے اسواسطے روزہ فرض ہی نہین ہے اگر وہان چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے تو وہان رمضان کے مہینے کا تعین سینکڑون برس مین بھی نہین ہو سکتا ہی ؛

حقیقت یہ ہے کہ ایسی جگہ آبادی انسان کی ناممکن ہے احکام مکلفین پر ہین اور ان ملکون کے اعتبار سے ہین جہان مکلفین انسان پائے بھی جاسکین اور یہ مقامات ایسے ہین کہ جہان انسان کا پایا جانا ہی ناممکن ہے اگر بفرض محال وہان کوئی آدمی پایا جاوے یا وہان خود آبادی ہو تو احکام آلہیہ اسکو بھی حاوی ہین اب سوال یہ ہوگا کہ وہ لوگ روزہ رکھ سکتے ہین یا نہین اگر کہا جاوے کہ رکھ سکتے ہین کیونکہ وہان قوی بھی بہت ہون گے تو جواب کی ضرورت نہین رہتی ہے اور اگر کہا جاوے کہ نہین رکھ سکتے ہین تو دریافت کیا جاوے گا کہ ان لوگون کا معذور ہونا عارضی ہے یا دوامی اگر عارضی کہا جاوے تو جواب ہوگا کہ قضا کرین گے بعد دفع معذوری کے ؛ اور اگر کہا جاوے کہ دوامی ہی تو جواب ہوگا کہ فدیہ دین قرآن شریف مین یہ سب حکم موجود ہین اگر تعین ماہ رمضان کا ہوتا ہی تو روزہ رکھے ورنہ روزہ فرض نہین ہے اور پھر اگر تعین ہوتا ہے تو یا روزے کی قدرت ہے تو روزہ فرض ہے اگر قدرت نہین تو یا یہ عدم قدرت کسی عارض سے ہی جس کا زوال ہوتا ہی تو بعد زوال مانع قضا کرے ورنہ فدیہ دے گا یہ سب احکام اسجگہ ثابت ہوئے واللہ اعلم ؛

اب شہود شہر کی دو صورتین ہین یا تو خود چاند دیکھے یا چاند ہونے کا علم دوسرے سے ہوجاوے تو اگر خود چاند دیکھے تو ظاہر ہے کہ فورًا روزہ اسکو رکھنا لازم ہوجاوے گا۔ اس صورت مین چاہیے

[حاشیہ: تعین ماہ رمضان کا قطبین پر نہین]

[حاشیہ: شہود شہر]

اُس کا قول دوسرے لوگ مانین یا رد کرین اس چاند کے دیکھنے والے پر روزہ رکھنا ضروری
ہے دوسری صورت یہ ہے کہ دیکھنے والے سے علم ہو تو اسوقت روزہ واجب ہوتا ہے
اِس صورت مین مسئلہ یہ ہے کہ اگر مطلع پر گرد وغبار ابر یا کوئی دوسری علت ہے جس سے
چاند دکھائی نہین دیتا ہی رمضان کے چاند کو ایک شخص نے دیکھا اور اُسنے گواہی دی
یا صاحب امر سے خبر کی تو اسکی ثقاہت کے ثابت ہوتے ہی حکم رمضان کے روزے کا
دیدیا جائیگا لیکن اگر ثقاہت وعدالت ثابت نہین مگر ظاہر اعدالت ہی یا ظاہر اعدالت نہین مگر صاحب عزت
ومروت ہی تو اسکے قول پر بھی رمضانیت کا حکم ہوجاویگا اور جس صورت مین کوئی علت نہ ہو
اور پھر چاند نہ دکھائی دے اور ایک شخص گواہی دے تو جمہور علمار کے نزدیک اِس صورت
مین بھی روزہ رمضان کا حکم دے دیا جاوے گا اور عید الفطر اور عید الضحیٰ کے چاند مین
ایسا نہین ہے بلکہ جب تک دو آدمی گواہی نہ دین ثبوت رویت نہین ہوتا ہی اگر مطلع
صاف نہین ہے اور دو آدمیون نے گواہی دی اور کہا کہ مین باہر شہر سے دیکھ کے آیا
ہون یا مکان مرتفع سے تو اس صورت مین ثبوت رویت ہوجائے گا لیکن اگر مطلع صاف
ہے اور دو آدمیون نے گواہی چاند دیکھنے کی دی تو اس صورت مین امام ابوحنیفہ کے نزدیک
ثبوت رویت کا نہ ہوگا اور ائمہ کے نزدیک ہوجاوے گا اس صورت مین امام ابوحنیفہ کے نزدیک
کثیر جمع کی ضرورت ہے اور ہر جانب سے خبر آنا چاہیے فرق ماہ رمضان وغیر رمضان مین یہ ہی
کہ غیر رمضان کی رویت کے اثبات مین شروط شہادت کا اعتبار ہے اور رمضان مین شروط
اخبار کا اعتبار ہے خبر مین قول ثقہ دیانات مین معتبر ہے اسلیے ایک قول پر بھی حکم دیا جاویگا
اور شہادت مین معتبر نہین اسواسطے ایک قول سے دوسرے ماہ کی رویت ثابت نہ ہوگی
اسجگہ یہ امر بیان کردینے کے قابل ہے کہ اگر لوگ چاند دیکھنا چھوڑ دین اور چند لوگ دیکھتے ہون
تو اس صورت مین کہ جب مطلع صاف نہ ہو دو شخصون کی گواہی سے ثبوت رویت غیر رمضان
کا بھی ہوجاتا ہے اگرچہ جم غفیر نہ ہو اور یہ بھی بیان کردینے کے قابل ہے کہ اگر ایک آدمی
کی خبر سے رمضان ثابت ہوجاوے تو عید کے لیے کیا حکم ہے اسمین اختلاف ہی بعض علمار
کے نزدیک اگر مطلع صاف ہو اور تیس کو چاند نہ دکھائی دے تو ثبوت رویت نہ ہوگا۔ بلکہ
اکتیسوان روزہ بھی رکھا جائے گا جس طرح ایک شخص چاند دیکھے اور اسکے قول کا اعتبار نہو
وہ اُسی دن سے روزہ رکھیگا پھر اکتیسوین دن بھی رکھے گا اگر چاند نہ ہو لیکن جمہور کا قول یہ ہی

که رمضان جب ایک شخص کی خبر سے ثابت ہو جائے تو پھر تیس دن کے بعد خواہ عید چاند ہو نگی
بعض احکام ہین که وه اصالتاً کسی سے نہین ثابت ہوتے بلکه ضمناً ثابت ہو جاتے ہین ۔ البته جو
شخص دیکھے اور اسکا قول مانا نه جاوے تو اس صورت مین رمضان ثابت نہین ہوا وه اکتیسوان
روزه بھی رکھیگا کیونکه پہلا روزه اسکا محض احتیاطاً ہو۔

اختلاف مطالع

اسجگه ایک اختلاف اور بھی ہے وه یه ہے که آیا دنیا مین کسی جگه چاند ہو اگر دوسری جگه گواہی
ہو چکیگی تو رمضانیت ثابت ہو جائیگی یا نہین ۔ حنفیه کے نزدیک اختلاف ہی بعض کہتے ہین که مشرق
کی شہادت سے مغرب کے لوگون پر روزه واجب ہو جاوے گا اسکی تائید ظاہر احادیث سے
ہوتی ہے اور یہی ظاہر الروایة اور مفتی به ہے دوسرے لوگ کہتے ہین که اختلاف مطالع کا لحاظ
رکھا جائے گا ۔ ایک ماه کی مسافت سے زیاده پر اگر رویت ہلال ہوئی ہے تو اسکا اعتبار نہو گا
یه قول آثار صحابه سے مؤید ہے اور امام شافعی وغیره نے اسی پر فتوی دیا ہے اس صورت سے
جب رمضان ہونا ثابت ہو جاوے روزه واجب ہو جاوے گا اگر خبر پہلی تاریخ ایسے
وقت مین آئی که روزے کی نیت نہین کر سکتا ہے یا اسکے قبل کچھ کھا پی چکا ہے تو اس
صورت مین بقیه دن مین کچھ کھانا پینا نه چاہیے امساک فرض ہے تو ثواب ملیگا مگر روزے
کی قضا بھی لازم ہو گی اگر نیت کرنیکے وقت تک انتظار کرے تو مستحب ہے مگر انتظار واجب
نہین ہے اس دن کا روزه صوم یوم الشک کہلاتا ہے ایسا شخص جو مذبذب ہو اسکو یه روزه
نرکھنا چاہیے لیکن جو عادةً یا ارادةً نفل کا روزه رکھے اسکو جائز ہے اگر رمضان ثابت ہو جائیگا
تو یه روزه رمضان کا ہو جاوے گا ۔ اس جگه ایک شبهه ہوتا ہے که ارشاد فرمایا ہے که جو شخص
رمضان کے مہینے کو پائے وه اُس ماه کا روزه رکھے مہینا تو تیس دن کا ہوتا ہے یا چاند
سے چاند کے دوبارا نکلنے کے وقت تک انتیس دن کا ہوتا ہی جب تک یه مدت تمام نہو جاوے
شہود شہر صادق نه آئے گا اور جب یه صادق آویگا تو انہین روزه رکھنا محال ہو جاوے گا
کیونکه مدت گذر جاوے گی ۔ اسکا جواب یه ہے که مقصود اس کلام کا محاورے کے موافق
یه ہے که جب جزو شہر آجاوے تو گویا شہر آگیا اسی وجه سے حضرت علی کرم الله وجهه فرماتے
ہین که جو مقیم ہو اور چاند رمضان کا ہو جاوے تو پھر اسکو روزه رکھنا لازم ہے اور سفر
حرام ہے حاصل یه ہے که جزو اول کے داخل ہونے سے رمضان کا روزه فرض ہو جاویگا
جمہور نے یه قول اختیار کیا ہی که جزو اول کے داخل ہونے سے روزه فرض ہو جاوے گا مگر یه قول

اختیار نہین کیا ہے کہ مقیم کو سفر جائز ہے کیونکہ برابر سفر صحابہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رمضان
مین ثابت ہوا ہے غالبًا حضرت علی کہین گے کہ یہ واقعہ قبل نزول اس آیت کے ہے امام ابو حنیفہ کا
مسلک حضرت علی کے موافق ہے اسیوجہ سے جو بیہوش ہو جاوے اسکو وہ کہتے ہین کہ اگر جزو اول
رمضان کا حالت ہوش مین گذر گیا تو اسپر روزہ پورے ماہ کا فرض ہے مگر مسافر اور مریض کو بوجہ
نص کے اس حکم سے خارج سمجھتے ہین فرماتا ہے *

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ - جو مریض ہو یا مسافر وہ دوسرے ایام
کو شمار کرے اسکی تفسیر گذر چکی ہے، چونکہ حکم بغیر فدیہ کے روزہ کا تھا اسواسطے احتمال تھا کہ جسطرح
فدیہ کا اختیار اسکو نہین ہے اسی طرح قضاء کا حالت سفر اور مرض مین بھی نہین ہے اسکو اس
جملہ سے دفع کیا مکرر بلا فائدہ نہین ہے -

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ - اللہ آسانی چاہتا ہے یہ بطور کلیہ کے ارشاد ہوا کہ جسقدر احکام شرع
ہین سب آسان ہین اللہ مشکل و دشواری نہین چاہتا ہے جب احکام دشوار ہو جاوین تو انکی
ادائی لازم نہین اسی قاعدے مین قضاے روزہ مسافر و مریض کے لیے ہے کہ وہ بھی آسانی کی
غرض سے ہے *

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ - اور چاہیے کہ مدت پوری کرو مراد اس سے ماہ رمضان ہے یا قضاء روزہ
رمضان ہے جو حالت سفر و مرض مین چھوٹ گئے تھے *

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ اور چاہیے کہ اللہ کی بڑائی ظاہر کرو کہ اسنے تم کو ہدایت کی ہے یا بعد اسکے
کہ توفیق تم کو روزے سے فراغت کی دی ہے تو تمکو تکبیر کہنا چاہیے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ
واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد یہ تکبیر بعض علما کے نزدیک عید الفطر کے چاند دیکھنے کے ساتھ شروع ہونا
چاہیے بعض کے نزدیک یوم عید کے طلوع ہونے کے وقت اور مختار حنفیہ کا یہ ہے کہ جب نماز کے لیے
جانب مصلے کے چلے اور اسکا اتمام بعض کے نزدیک بعد نماز بعض کے نزدیک وقت ابتداء خطبہ کے اور مختار
حنفیہ کا یہ ہے کہ عید گاہ مین جسوقت پہونچ جائین پھر مؤکد تکبیر عید الفطر ہے یا عید الضحیٰ اسمین اختلاف ہے ایسے
ہی بالجہر و بالسر مختار حنفیہ عید الفطر مین سر ہے اور اضحیٰ مین جہر ہے *

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ - شاید کہ تم شکر کرو - واللہ اعلم *

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا
اور جس وقت کہ دریافت کرین تم سے میرے بندے میری حالت سے تو مین انکے نزدیک ہون قبول کرتا ہون پکارنے

دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○
والے کی پکار کو جب وہ پکارتا ہی چاہیئے کہ میری بات کو میرے بندے سنین اور میرے ساتھ یقین رکھین شاید کہ راہ راست پاجاوین

ایک قسم کے کلام کے درمیان جب کوئی کلام بولا جاتا ہی جو پہلے اور بعد کے کلام سے نہین ہوتا ہے بلکہ کسی خاص ضرورت سے وہ بولا جاتا ہے تو اسکو جملہ معترضہ کہتے ہین اسی طرح اسجگہ یہ جملہ بھی معترضہ ہی اسواسطے کہ اوپر روزے کا ذکر ہے اور اس آیت کے بعد بھی روزے کا ذکر ہے اور اس آیت مین روزے کا ذکر نہین ہی مگر اسکو آیت سابقہ کے بعد لانے کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت مین رمضان کا ذکر ہے جسمین قرآن نازل ہوا ہے اور اُسکی برکت سے یہ ہی کہ روزہ اسکا فرض کیا گیا ہے روزہ ایسی مخصوص عبادت ہے جسکی جزا خود اللہ جلشانہ ہے اسمین خاص قرب حاصل ہوتا ہے اُس قرب کے متعلق یہ آیت نازل کی گئی ہے یا یہ کہ روزہ رکھنے کا حکم ہوا اور رمضان کی پوری مدت کا اندازہ کرنا اور اسکے چھوٹے ہوے روزون کی قضا کرنا مذکور ہوا ہے اللہ کی بزرگی بیان کرنا اور اسکا ذکر کرنا تکبیر کہنا مذکور ہوا ہی تو اسکی وجہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جلشانہ بندون کی عبادت اور تسبیح تکبیر سے اُن کے احوال سے باخبر ہے یا نہین خصوصًا روزے کی حالت کہ بغیر واقف اسرار ظاہری و باطنی کے یہ نہین معلوم ہو سکتا ہے کہ روزہ رکھنے والے نے پورا دن روزے مین گذار دیا اور کوئی بات خلاف روزہ کے نہین کی پانی چھپا کے نہین پیا کھانا نہین کھایا وغیر ذالک پھر ذکر تو دلسے ہوتا ہی زبان سے ہوتا ہی اُسکا اگر خدا کو علم نہ ہو تو فضول وقت کا رایگان ہوتا ہے اسی وجہ سے حدیث شریف مین شان نزول کے بارے مین وارد ہوا ہے کہ صحابہؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ یارسول اللہ اقریب ربنا فنناجیہ ام بعید فنادیہ کیا رب ہمارا نزدیک ہی کہ اُس سے ہم سرگوشی کرین یا دور ہے کہ اُسکو ہم پکارین تو اُسپر یہ آیت نازل ہوئی بعض مفسرین یہ بھی کہتے ہین کہ چونکہ فدیہ کا حکم منسوخ ہوا اور روزے کا حکم دیا گیا تو شبہہ ہوتا تھا کہ یہ کیون نسخ حکم ہوا اسکا جواب دیا گیا کہ ہم پورے طور پر تمہارے حالات سے آگاہ ہین تمہارے لیے جس حکم کو ہم مناسب سمجھے نازل کیا اور وہ حکم ایسا ہی ہے کہ جس مین کسی قسم کی دشواری نہین ہے مگر زیادہ مناسب توجیہ بالا ہے ہر حال مین یہ جملہ معترضہ ہے اوپر کے جملہ مین خطاب ایمانداروں سے تھا اور بعد کے جملہ مین بھی خطاب

انھین سے ہی مگر اس جملہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا ہی اس عزت خطاب سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی اظہار عظمت ہے اور اس خطاب کی بھی عزت افزائی ہے اور اظہار شان عبادیھی ہے ۔

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ جو میرے بندے مجھ سے دریافت کرین اسمین عبادی کہنے سے خصوصیت اور توقیر بندون کی ظاہر کی گئی ہے عنی سے مُراد عن قربی او بعدی ہے اسواسطے کہ ذات الٰہی سے جواب نہین ہے مگر جواب سے پتہ چلتا ہی کہ سوال حالت قرب یا حالت بعُد سے ہے جیسا کہ اوپر شان نزول مین مذکور ہوچکا ہے مقصود یہ ہی کہ اگر بندے میرے دریافت کرین تم سے ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ مین اُن سے قریب ہون یا بعید ہون تو آپ ان کو جواب دیجیے کہ مین قریب ہون فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہنا چاہیے تھا وہ خود ارشاد کردیا گیا۔ اسمین مرتبہ قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر ہوا۔ فقل لہم یا محمد فانہ قریب تقدیر عبارت جواب ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کام کا خود اللہ نے تکفل کرلیا آپ کا ارشاد عین ارشاد حضرت حق جل جلالہ ہی بتادیا گیا کہ مین قریب ہون مجھے ضرورت نہین ہی کہ چیخ کے پکارو اسی وجہ سے سواے مخصوص حالات کے ذکر بالجہر اور دعا جہر مفرط سے ثابت نہین ہے بلکہ اکثر اس سے روکے گئے ہین ، اب قرب کے ثبوت کے لیے ارشاد ہوتا ہی کہ بوجہ قرب کے مین اجابت دعا کرتا ہون جب مجھ سے میرے بندے دعا کرتے ہین لفظ اذا دوام واستمرار پر دلالت نہین کرتا ہی اسواسطے ضروری نہین ہے کہ ہر دعا قبول ہو لہذا کسی جواب کی ضرورت نہین اس اعتراض کا کہ جو کہا جاتا ہی کہ بہت سی دعائین ہم کرتے ہین وہ مقبول نہین ہوتی ہین اس آیت مین اسکا وعدہ بھی نہین ہے کہ ہر دعا کو ہم مقبول کرینگے اگر اس لفظ اذا کا لحاظ نہ کیا جاوے تو اِس شبہہ کے جواب مین چند اقوال مذکور ہوے ہین جن مین سے ہم بعض یہان ذکر کرتے ہین بعض کہتے ہین کہ اجابت دعا مستلزم نہین ہی کہ انجاح مقاصد بھی ہو بلکہ انجاحِ مقاصد تو امر آخر ہی کہا جاتا ہی کہ فلان بادشاہ یا حاکم نے وفد کو قبول کرلیا اس سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ جو مقصد وفد نے عرض کیا ہے وہ بھی اُسنے مان لیا اور وہ مقصود پورا بھی کردیا گیا محض خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ لبیک یا توجہ فرمانا ہی کافی ہی یہ ندا کرنے والے اور دعا کرنیوالے کے لیے ہوتا ہے پھر اگر اسکی دعا قابل ہے کہ اسکے موافق کیا جاوے خدا کرتا ہے ورنہ نہین کرتا ہے اسواسطے کہ وہ بندون کے حالات سے زیادہ تر واقف ہے جو بندون کی بہتری ہوتی ہے وہ کرتا ہے یہ ضروری نہین کہ بندہ جو مانگے وہی بہتر ہو۔ بعض کہتے ہین کہ دوسری آیتون مین یہ موقوف

مشیت پر ہے تو اس آیت مین بھی مشیت ملحوظ ہے یعنی اجیب لو کان فی مشیّتی قبول کرتا ہون
مین جب کہ وہ میری مشیت مین ہو، اگر مشیت مین نہ ہوا تو قبول نہین ہوتی، بعض کہتے ہین
کہ مخاطب اِس آیت مین وہی لوگ ہین جو بزرگ اور مخصوص بندے ہین انکی دعاؤن کو اللہ
قبول کرتا ہے اِس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ ہر شخص کی دعا قبول کرے دعا کرنے والا متقی پرہیزگار
خدا کا خاص بندہ ہو تو اسکی دعا قبول ہو جو دعا مین خصوصیت کے قائل ہین وہ کہتے ہین کہ دعا
وہی قبول ہوتی ہے جسمین گناہ کی بات نہ ہو رشتے ناتے کے قطع کرنے کا حکم نہ ہو جیسا کہ احادیث
سے ثابت ہوتا ہی جو دعا بندہ مانگتا ہی وہ قبول ہوتی ہی سوا اسکے کہ اثم اور قطع رحم کی دعا نہو
بعض کہتے ہین کہ دعا وہی قبول ہوتی ہے کہ اُسکے آداب اور شروط کے ساتھ دعا کی جاوے۔ بعض
لوگ کہتے ہین کہ دعا وہی قبول ہوتی ہے جو مقتضی حال کے موافق ہو ورنہ قبول نہین ہوتی ہے
یہ اللہ کی حکمت اور رحمت ہے کہ بندہ جسطرح ضدی لڑکا اپنے نقصان رسان شی کو مانگتا ہی مگر
مہربان عقلمند باپ اُسکو بھلا دیتا ہے ضد اس کی پوری نہین کرتا اسی طرح لوگ اپنے ضرر کی
دعا کرتے ہین مگر اللہ اُسکو قبول نہین کرتا ہے اسواسطے کہ مقتضی حال یا وہ دعا جو بندہ
کی لسان حال طالب ہے قبول ہوتی ہے اگر کسی محتاج کو فراغت پہونچجاوے تو وہ معصیت مین مبتلا
ہوجاوے اسکی زبان جسم کی طالب فراخی اور لسان حال طالب تنگدستی ہے تاکہ خدا سے غفلت
نہ ہو تو اللہ اسوقت اسکی دعاے حالی قبول کرتا ہے، بعض لوگ کہتے ہین کہ قبولیت دعا کا یہ
مطلب نہین ہے کہ جو مانگے وہ پاوے بلکہ اُسکا مطلب جو احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے
کہ یا تو اللہ اسکے مطلوب کو دنیا ہی مین عطا کرتا ہی یا آخرت کے لیے اُٹھا رکھتا ہی وہان اُسکو پاویگا
یا اللہ اجر دے گا یا اُسکے گناہ معاف کرے گا اُسکے درجات بلند کرے گا اس سے معلوم ہوتا ہی
کہ کوئی دعا رد نہین ہوتی ہے ؀

اس جگہ بعض لوگ کہتے ہین کہ دعا مثل دوا کے ہی کہ اسمین تاثیر صحت مرض کی اللہ نے دی ہے
مگر کبھی نہین بھی اثر ہوتا ہی اسمین یہ بھی شبہ ہے کہ تشخیص کا قصور ہوتا ہے یہان خدا سے دعا ہے،
اور اُس کا وعدہ قبولیت کا ہے وہان خطا کرنے کے کوئی معنی نہین، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جسطرح
بدپرہیزی سے دوا فائدہ نہین کرتی اسی طرح آداب و شروط کے نہ پائے جانے سے دعا
قبول نہین ہوتی ہے اسمین خداوند عالم کی طرف سے کمی نہین بلکہ دعا کرنے والیکا قصور ہے لیکن اربابِ
معرفت کہتے ہین کہ دعا محض قضای معلق کو رد کرتی ہے جسمین مشیت ہی کہ اگر دعا کیجاوے گی تو یہ قضا رد

لوٹ جاوے گی اگر دعا نہ کیجاویگی تو یہ قضا نہ لوٹے گی مگر تقدیر علمی اور قضائے مبرم نہین لوٹتی ہے کیونکہ اُسمین مشیت ہے کہ قضا نہ لوٹے گی دعا نہ کی جاوے گی اسی وجہ سے جو قضای الٰہی کے متعلق علئین ہین اکثر وہ ارباب معرفت نہین کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے منجنیق سے پھینکا تو حضرت جبرئیل نے آکر عرض کیا کہ آپ کو کچھ میری حاجت ہے ارشاد کیا کہ نہین اُنھون نے عرض کیا کہ پھر جس سے حاجت ہے اُس سے عرض کیجیے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے حال سے مجھ سے زیادہ واقف ہے باوجود اسکے پھر حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تو یہ انجاح مقاصد کیلیے نہین تھی نہ قضامین تغیر دینے کے لیے بلکہ عین قضا کی موافق دعا تھی وہ دعا محض بغرض عبادت ہی اور اظہار عبدیت ہے چنانچہ خدا اسے خود دعا کو عبادت کر کے تعبیر کیا ہے فرماتا ہی

ان الذین یستکبرون عن عبادتی اور مُراد اُس سے دُعا لی ہے اب جبکہ دعا عبادت ہوئی تو پھر مقصود اُس سے انجاح مقاصد نہین بلکہ خدا کی خوشنودی ہے اسیلیے حضرت حافظ نے ارشاد فرمایا ہی ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

اور یہی وجہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام برابر دعائین مانگتے تھے اور تھوڑی تھوڑی حاجتین بھی اللہ سے عرض کرتے تھے چاہے قبول ہون یا نہ قبول ہون ٭

حضرت موسیٰ کی دعا دیر مین قبول ہوتی تھی فرعون کی دعا جلد قبول ہو جاتی تھی بلکہ اسکو دعا کرنیکا موقعہ بھی نہین دیا جاتا تھا کہ اسکا مقصود پورا کر دیا جاتا تھا حضرت موسیٰ نے اسکی وجہ دریافت کی ارشاد ہوا کہ تمھاری دعا ہم کو پسند ہے اسواسطے تمکو بتاخیر مقصد عطا فرماتے ہین اور اُس کا ہاتھ پھیلانا اور دعا کرنا ہم کو ناگوار ہے اسواسطے اُسکے دلمین حاجت گذرتی ہی اور وہ ادھر پوری کر دیجاتی ہے تو کبھی دعا کی قبول نہ ہونمین حکمت ہے حضرت جدی و مرشدی مولانا محمد عبد الرزاق قدس اللہ سرہ العزیز سے ایک شخص نے اپنے لڑکے کی صحت کی دعا کرائی جیسا کہ عموماً لوگون کی عادت تھی اور اُن کو فائدہ بھی ہوتا تھا قضائے الٰہی سے وہ مرگیا حضرت قدس سرہ نے اس سے فرمایا کہ مین نے دعا کی مگر خدا نے قبول نہین فرمائی اسمین بندے کا کیا قصور ایک دعا قبول نہ کرنے کی وجہ سے بندہ خفا نہین ہوسکتا ہے اکثر اہل اللہ کی دعا ہی قضا و قدر کے موافق ہے ورنہ وہ دعا ہی نہین کرتے ہین بہرحال دعا عبادت کی غرض سے ہونا چاہیے اور دعا کر کے اسباب کو چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ اسباب حصول مقاصد بھی اختیار کرین جو ہون وہ کرنا چاہیے کیونکہ دُعا بھی

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ

روزے کی رات تمھارے لیے حلال کردی گئی زن و شوئی کی بات اپنی عورتون کے ساتھ کرد

لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ

وہ تمھارے لیے لباس ہین اور تم انکے لیے لباس ہو اللہ نے جان لیا کہ تم اپنی ذاتون سے خیانت کرد گے

أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ

تو اللہ نے تمھاری توبہ قبول کرلی اور تم کو درگذر کردیا تو اب تم اپنی عورتون سے ملو اور تلاش کرو

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ

اس شے کو جسکو اللہ نے تمھارے لیے مقرر کردیا ہے اور کھاؤ اور پیو یہانتک کہ ظاہر ہوجاے تم کو

الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ

سفید دھاری سے سیاہ دھاری فجر کی پھر تم روزون کو تمام کرو رات تک

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

پھر صحبت نہ کرنا اپنی عورتون سے جس حال مین کہ تم اعتکاف بیٹھے ہو مسجدون مین یہ اللہ کی رکین ہین انکے نزدیک

فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

نہ جاؤ اسی طرح اللہ اپنی نشانیان تمھارے لئے ظاہر کرتا ہے شاید کہ تم پرہیزگاری کرو

بقیہ صـ۱۳۴) ایک سبب مثل دیگر اسباب کے ہے اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي چاہیے کہ امیدوار میری دعا کی قبولیت کے اور طالب اسکے رہین اور بعض نے
کہا ہے کہ اجابت و استجابت ہم معنی ہین تو مراد یہ ہے کہ جسطرح مین انکی دعا قبول کرتا ہون اسی طرح وہ
میرا ارشاد مانین مجھپر ایمان لائین میرے احکام کی پابندی کرین اور چاہیے کہ یقین رکھین تاکہ ثمرۂ دعا حاصل ہو
یا ایمان پر ثابت قدم رہین چاہے مقصد حاصل ہو یا نہو یہانتک کہ راہ راست رضا بالقضا حاصل ہوجاوے واللہ اعلم
اِس آیت کے اوپر جو آیت مذکور ہوئی ہے وہ جملہ معترضہ ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے ورنہ یہ آیت
اپنی اگلی آیتون سے مرتبط ہے روزون کی فرضیت کا حکم ہونے کی بعد ہی روزون کے احکام
کا بتانا ضروری تھا اسواسطے یہ آیت نازل ہوئی۔ روزہ کہتے ہین ایک وقت سے دوسرے
وقت تک کھانے پینے جماع سے باز رہنے کو نیت و ارادے کے ساتھ اسمین پہلے یہ ضروری
تھا کہ بتایا جاوے کہ وہ وقت کیا ہے جسمین مقصود صیام ہے اور جسمین ان اشیا سے امساک کو بہ نیت

عبادت کے صوم کہتے ہین اسلیے پہلے اسی امر کا بیان کیا گیا

یہود و نصاریٰ کا طریقہ روزے مین یہ تھا کہ سوا افطار کے وقت کے پھر کچھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ نہ جماع کرتے تھے وہ اسوقت تک جبتک کہ سونے جائین اگر سویرے ہی سو گئے تو پھر کچھ نہین کرتے تھے جیسا کہ اب ہم کو فجر کے طلوع ہونیکے بعد سے کرنا چاہیے۔ ابو مسلم خراسانی چونکہ نسخ کے منکر ہین اسواسطے وہ کہتے ہین کہ یہ محض یہود و نصاریٰ کی عادت تھی اور اُسیکے موافق مسلمان بھی کرنے لگے تھے اور سمجھتے تھے کہ اللہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے حالانکہ وہ حکم خدا کا نہ تھا پھر بھی گناہ سمجھ کے اور قبل اسکے کہ اسکے جواز کا حکم ہو مسلمان کرنے لگے تو اُن کے اوپر وہی الفاظ بولے گئے جو ایک معصیت کے ارتکاب پر بولے جاتے ہین اور اللہ کا صاف حکم دینا اور سہولت کرنا فتاب علیکم وعفا عنکم سے بیان کیا گیا ہے اُن دونون لفظون کے معانی متعارف یہان مراد نہین ہین بہر حال اُنکے نزدیک پہلے سے کوئی حکم ایسا نہ تھا جو اس آیت سے منسوخ کیا گیا ہو +

جمہور مفسرین چونکہ جواز نسخ کے قائل ہین اسواسطے وہ کہتے ہین کہ اِس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی حکم تھا جس کی خلاف ورزی مسلمانون سے ہوئی اور پھر اللہ نے اپنے کرم اور رحم سے اسکو معاف کیا توبہ قبول کی اور اسپر عمل کا دشوار ہونا بھی ظاہر ہو گیا اسواسطے وہ بدلدیا گیا لفظ اس آیت کی جمہور کے قول کی تائید کرتی ہے اور روایات بھی اسی کے موافق ہین چنانچہ مروی ہے کہ ایک انصاری حرمۃ بن قیس یا قیس بن حرمہ یا عمرو بن قیس نامی اپنے گھر آئے دن بھر کے روزے سے تھے کھیتی باڑی کے کام مین مشغول تھے تھکے ماندے گھر پہونچے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے اُنھون نے جواب دیا کہ کھانے کو تو نہین ہے۔ مگر مین اُسکی فکر کر کے لاتی ہون وہ کھانا لانے گئین یہ لیٹ گئے اتفاق سے آنکھ لگ گئی جب بیوی آئین تو بہت صدمہ ہوا انھون نے ان کو جگایا کہ کھانا لائی ہون مگر وہ پھر کھا نہ سکتے تھے روزے پر روزہ رکھ لیا دوسرے روز جب آدھا دن گذرا ان کو تاب نہ رہی غش کھا کے گرے خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی اسی طرح ایک شب حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے رات کو کچھ باتین کرتے رہے دیر ہوگئی لوٹ کے گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی سو رہی ہین اُنھون نے ان کو جگایا اور ان سے مقاربت کی اُنھون نے عذر کیا کہ مین سو چکی ہون مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین تو نہین سویا ہون حضرت عمرؓ کو اپنی اس حرکت سے ندامت ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپنے اسپر ارشاد فرمایا کہ یہ تمھاری شان کے خلاف تھا اُسپر یہ آیت نازل ہوئی

بعض روایات مین ہی کہ حضرت عمرؓ آکے سو رہے سوتے سوتے اُٹھے اور اُن سے یہ حرکت سرزد ہوگئی بہرحال اس واقعہ کو جسوقت حضرت عمرؓ نے بیان کیا تو پھر دوسرے صحابہ نے بھی ایسے واقعات کا ارتکاب بیان کیا اُن سب کے واقعات اس آیت کا شان نزول ہو سکتے ہین ارشاد ہوا کہ یہ حرام کیا گیا تھا کہ روزے کی رات کو رفث نہ کرو اب حلال کردیا گیا اسمین دو قول ہین کہ کس وقت ممانعت کی گئی بعض کہتے ہین کہ چونکہ شریعت ما قبلنا ہمارے لیے حجت ہے اسمین حرام تھا وہی ہمارے لیے حکم حرمت باقی رکھا گیا بعض کہتے ہین کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ سے ممانعت ظاہر ہوتی تھی اسواسطے کہ جسطرح کے روزے اہل کتاب پر لازم تھے ویسے ہی ہم پر لازم کیے گئے لفظ اُحِلَّ صاف دلالت کرتا ہے کہ ممانعت تھی رفع کی گئی، حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم پہلے نہ تھا تو اب یہ خیال کہ اہل کتاب کی عادت تھی حکم نہ تھا درست نہین معلوم ہوتا ہے بلکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اگلا بدلا گیا اور حلال ہوگیا ؛

تفسیر لیلۃ الصیام

لیلۃ الصیام یعنی رات روزون کی مراد یا اسم جنس کے طور پر ہے کہ جو واحد و زیادہ علے الواحد پر بولا جاتا ہے یا اضافت چونکہ حقیقت صیام کی طرف ہے تو وہ بمنزلہ لیلۃ القدر وغیرہ کے ہی کہ ایک حقیقت پر جسکے بہت سے افراد ہین اطلاق کیا جاتا ہی مراد یہ ہے کہ جو رات ایسی ہو جس کی صبح کو روزہ رکھنا ہے اسمین رفث جایز کیا گیا رفث ہر اُس بات کو کہتے ہین جو عورتون سے لطف صحبت مین کی جاتی ہے جماع اور دواعی جماع سب پر بولا جاتا ہی یہان مراد خاص کر کے جماع ہے اسکا اطلاق گالیون پر بھی ہوتا ہے اس جگہ دوسرے الفاظ جو کنایۃً جماع کے لیے مستعمل ہین بولے نہین گئے اسواسطے کہ یہ ایسی حالت کا تصور ہے جو ممنوع ہوتی اسکی علت کا حکم ہے اسواسطے یہ لفظ زیادہ مناسب ہے لیلۃ الصیام یا تو متعلق الرفث کے ہے یا احل کے ہی یعنے حلال کیا گیا رفث کہ جو روزے کے رات مین ہو یا روزے کی رات کے اندر حلال کیا گیا رفث اِلَى نِسَآئِكُمْ یعنی زن و شوہر کے تعلقات اپنی عورتون سے کرنا جایز کیا گیا تو یہ الی سے تضمین کے قاعدے سے ہی ؛

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ لباس عورتون کو مردون کا اسواسطے کہا کہ وہ ستر کا باعث ہوتی ہین جسطرح لباس سے ستر پوشی ہوتی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ نکاح سے آدمی دو ثلث دین کی حفاظت کر لیتا ہے یا اسوجہ سے کہ لباس سے جسم کو راحت و زیبایش ہے اسیطرح عورت سے بھی راحت و زینت ہی اور اسی طرح مرد بھی عورتون کے لیے لباس ہین۔

وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ - ارشاد فرمایا مگر مقدم مردون کو کیا اسواسطے کہ سبقت خواہشات کی مرد ظاہر کرتے ہین علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم اللہ کو معلوم ہو گیا یعنے تم نے ظاہر کر دیا یا اللہ پہلے ہی سے اس امر سے آگاہ تھا کہ تم سے حکم سابق کی پابندی نہ ہو سکے گی - ابو مسلم تاویل کرتے ہین کہ حکم اسوجہ سے دیا گیا، کہ اللہ تعالی کو علم ہے کہ تم اسپر کاربند نہ ہوسکو گے یہ تم پر شاق ہوگا مگر ظاہر ہے کہ یہ تاویل اُن کے قرآن سے کے صاف و صریح الفاظ کے خلاف ہے اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خیانت حکم کے نہ بجالانے کے باعث ہوگی یہ ایسی صورت مین صاف ہے جبکہ کہا جاوے کہ حکم سابق کے متعلق یہ امر خدا کے روبرو بلاوجہ انکار کے ظاہر کر دیا گیا اور یہ کھل گیا کہ تمھاری بے خبری اس حکم کے خلاف ضرور ایسے امر کا ارتکاب کر دے گی جو اپنے نفسون کی اور ذاتون کی خود خیانت ہوگی ایسے امر کی طرف تم راغب ہوگے جس کے باعث سے تمھارے لیے جو ثواب رکھا گیا ہے اسمین نقصان ہوگا تو اس سے تم اپنی ذاتون کی خود خیانت کروگے یا بجاے نفع و ثواب پہونچانے کے تم مستحق عذاب ہوگے جو خیانت کی صورت ہے اور وہ خیانت خود اپنے ہی ساتھ کروگے ؞

فَتَابَ عَلَيْكُمْ اللہ نے تمھاری توبہ قبول کر لی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ارتکاب اس فعل کا اس قابل تھا کہ اُس سے توبہ کیجاوے اور مباح کے ارتکاب سے توبہ لازم نہین آتی جسکو اللہ قبول کرے خواہ نخواہ کی تاویل بلا ضرورت ہے ؞

وَعَفَا عَنْكُمْ مزید برآن ہے اسکے معنی سہولت کے کسی جگہ آئے ہون مگر اسجگہ اسکے یہ معنی کہنا اپنی بات کی تپچ ہے اور کوئی ضرورت نہین ہے اللہ نے ارتکاب فعل کو معاف ہی نہین کیا بلکہ اُسپر کاربند ہونے مین آسانی کر دی یہ بھی معنی درست ہو سکتے ہین ظاہر ہے کہ عفو اس طور پر بھی ہو سکتا ہے کہ حکم ہی نہ کہا جاوے اور اسطرح پر بھی ہوتا ہے کہ قصور پر درگذر کر دیا جاے یہان عفو کی پہلی صورت ہے کہ توبہ قبول کی گئی اور حکم ہی رفع کر دیا گیا جو مشکل تھا ؞

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ تو جب یہ حکم باقی نہ رہا تو تم کو اختیار ہے کہ مباشرت یعنی مجامعت اپنی عورتون سے کرو یہ امر اباحت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہین ہے ؞

وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اور تم طلب کرو جو اللہ نے تمکو لکھ دیا ہے اسکو اتبعوا بھی پڑھا گیا ہے کہ در پے اسکے ہو جو اللہ نے لکھ دیا ہے مقصود یہان یہ ہے کہ مباشرت کی اجازت دی گئی مگر چاہیے کہ مباشرت صرف قضاے شہوت کے لیے نہ ہو بلکہ اُس سے جو اصل غرض ہے وہ حاصل ہو

ابو مسلم جو غلط تاویل

كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ سے مراد ایک گروہ کہتا ہے کہ لیلۃ القدر ہے ارشاد ہوتا ہے کہ مباشرت روزے کی رات مین جائز تو کر دی ہے مگر اُسی مین منہمک ہو جاؤ رمضان کی رات کی روح لیلۃ القدر ہے اسکی تلاش سے غافل نہ رہو۔ اُسکو ڈھونڈھو اور اسکی تلاش مین لگے رہو مباشرت غفلت مین نہ ڈالے ایک گروہ کہتا ہے کہ

مَا كَتَبَ اللّٰهُ یعنے جسکو اللہ نے مقرر کر دیا ہے اولاد سے اسکی طلب کرو مقصود قوت جماع نے سے بھی ہے کہ ابقاء نوع انسانی ہو سکے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ کثرت سے نکاح کرو تاکہ امت کی کثرت ہو مقصود جماع سے تحصیل ولد ہو نہ کہ قضاے شہوت دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ارشاد ہوتا ہے کہ جس جگہ مجامعت کو اللہ نے جائز کیا ہے اور مقرر کر دیا ہے اسی جگہ اپنی خواہش پوری کرو خلاف وضع فطری حرکت سرزد نہ ہو اسکی تفصیل آگے آتی ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ عزل نہ کرو یعنے اسطرح قضاء شہوت عمداً نہ کرو کہ جس سے نم رحم مین منی نجاے اور لڑکا نہ ہو یہ امر اپنی لونڈی مین تو جایز ہے مگر حرہ اور منکوحہ مین جائز نہین جب تک کہ وہ اجازت نہ دے اُسپر بھی یہ فضول بات ہے اسواسطے کہ جو اللہ نے مقرر کر دیا ہے وہ ہو کے رہے گا چاہے کتنی ہی احتیاط کی جاوے کچھ نہین ہو سکتا ہے جب متعلق احکام جماع کے حکم دے دیا گیا تو اب اکل و شرب کے بارے مین ارشاد ہوتا ہے ؛

فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور پیو اسمین غذاے طبع کے علاوہ وہ طریقہ بھی داخل ہے جس سے کوئی شے منفذ سے داخل ہو جیسے ناک کان اور قبل و دبر یا جو زخم کہ پیٹ یا سر مین ہو ان منفذون کی راہ سے سواے ایسے دھوئین اور خاک دھول کے جس سے محفوظ رہنا مشکل ہے سب اشیاء کا داخل ہونا اکل یا شرب مین داخل ہے بھول سے ہو تو معاف ہے ورنہ قلیل و کثیر سواے ایک نخود کے دانے کے اُس شے کے کہ جو دانتون مین لگ جاتی ہے اور اضطراراً منہ مین چلی جاتی ہے سب اکل و شرب کے حکم مین داخل ہے حقہ اور حرٹ کا دھوان بھی داخل ہے ان سب کی اجازت اسوقت تک ہے کہ طلوع فجر نہ ہو جسکی علامت ایسی صاف الفاظ مین ارشاد فرما دی گئی کہ اشتباہ نہ رہے حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ یہانتک کہ ظاہر ہو جاوے تمھارے لیے سفید دھاری سیاہ دھاری سے سیاہی کا مخروط جسکو رات کہتے ہین جب افق کے نیچے جانے لگتا ہے تو سفیدی کا مخروط جسکو صبح کہتے ہین اسکا حصہ آنے لگتا ہے اسوقت دونو کے قاعدونکے آخری حصون کی ملاقات ہوتی ہے آخری خط سفیدی کا اور آخری خط سیاہی کا معلوم ہونے لگتا ہے برخلاف اسکے قبل صبح

روشنی ہوتی ہے وہ مستدیر نہین ہوتی ہے بلکہ مستطیل ہوتی ہے وہ اُس مخروطے سے قبل ہوا کے کرہ مین شعاعون سے ظاہر ہوتی ہے وہ صبح کاذب کہلاتی ہے اور دوسری مستدیر صبح صادق کہلاتی ہے یہی مراد اس جگہ ہے بعض لوگون نے صبح کاذب کو ابتداے وقت صوم شمار کیا ہی اور خیط اسود و ابیض سے اوپچے خطوط شعاعی مراد لیا ہے مگر یہ عرف کے بالکل خلاف ہی ابتداے صبح کی اُن سے نہین ہوتی ہے اسی طرح اعمش کہتے ہین کہ مراد اس سے طلوع شمس ہے کہ اس سے خیط ابیض و خیط اسود مین امتیاز ہو جاتا ہے مگر یہ قول بالکل اعتبار سے ساقط ہے اسی وجہ سے مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہ جب اعمش کی عیادت کو گئے تو اُنھون نے اظہار ناراضگی کیا آپ سے لوگون نے کہا کہ آپنے اسکا جواب کیون نہین دیا تو آپنے فرمایا کہ ایسے شخص سے کیا مخاطب ہونے کی ضرورت ہی کہ جس نے نہ کبھی روزہ ٹھیک کھا نہ نماز یعنے جس کے نزدیک بعد طلوع فجر طلوع شمس تک کھانا روزے مین جائز ہے جس سے کوئی روزہ نہین ہوتا ہے اسی طرح اُسکے نزدیک کسل سے اگرچہ عورت سے صحبت فاحشہ ہو غسل واجب نہین ہوتا لهذا کوئی نماز اسکی درست نہین تو اُس سے مخاطبت عقل کے خلاف ہی۔ اِس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اگر کوئی شخص حالت جنابت مین صبح کرے تو روزہ اُسکا ہو جائے گا اسواسطے کہ جب جماع و کھانا پینا آخر وقت تک کہ طلوع فجر ہو جائز ہے تو جو اسپر عمل کرے لازم آئیگا کہ جنابت کی حالت مین طلوع فجر ہو اور اِس استدلال کی تائید حضرت عائشہ وغیرہ صحابہ کی روایات بھی کرتی ہین ایسے ہی اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نیت روزے کی صبح کو بھی ہو سکتی ہے کیونکہ جب طلوع فجر ابتداے صوم ہے تو قصد اسوقت ہونا ضرور ہے اور وقت صبح کے اجزا سے ہے لیکن صوم کامل یہی ہے کہ شب ہی سے نیت ہو اسی وجہ سے حدیث شریف مین اسکی تاکید آئی ہے اس جگہ یہ شبہہ ہو سکتا ہی پھر چاہیے کہ دن بھر مین جسوقت چاہے نیت کر لے زوال کی قید فضول ہے تو یہ شبہہ اسطرح دفع ہوتا ہے کہ اکثر وقت کا اعتبار ہوتا ہے اور للاکثر حکم الکل مقررہ قاعدہ ہے تو زوال کے بعد تک اگر بے نیت رہے گا تو حکماً پورے دن بے نیت ہو گیا اسلیے ضروری ہے کہ نصف دن سے کچھ زیادہ مدت مین اسکی نیت ہو اور وہ وقت زوال کے قبل تک نیت ہونے کی صورت مین ہی اس جگہ یَتَبَیَّنَ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی کہ جب تک ظہور طلوع فجر کا نہ ہو روزہ لازم نہین آتا ہے جب تک طلوع فجر کا یقین نہ ہو لے کھانا پینا جائز ہے برخلاف غروب کے کہ اگر یقین غروب کا نہ ہو احتمال سے غروب ثابت نہ ہو گا کیونکہ آفتاب کا اوپر ہونا متیقن ہے شک سے غروب

نہ ثابت ہوگا ہان قرائن سے اگر غروب ہونے کا ظن غالب ہو تو روزہ کھولنا جایز ہے۔ پھر اگر معلوم ہو جاوے گا کہ غروب نہین ہوا تھا تو قضا کرنا چاہیے کفارہ نہین ہے کفارہ روزہ کا ایک بردہ آزاد کرنا ہے یا ساٹھ روزے رکھنا ہے یا ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلانا ہے احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ مین نے روزہ رمضان کی حالت مین اپنی بیوی سے ہم بستری کی تو ارشاد ہوا کہ کفارہ دے وہ فقیر تھا جب غلہ آیا تو آپنے اُس سے ارشاد فرمایا کہ یہ لے اور اسکو کفارے مین دے اُسنے اپنی حاجت عرض کی آپنے فرمایا کہ یہ خود تو اپنے اہل پر صرف کر اس سے ایجاب کفارہ ہوا اگر سہو و نسیان بلکہ ادنی شبہہ سے بھی کفارہ ساقط ہوجاتا ہے، چنانچہ ایک شخص اگر بھولے سے کھانا کھائے اور سمجھے کہ اسکا روزہ ٹوٹ گیا پھر عمداً کھانا کھائے تو قضا ہے کفارہ نہین ہے کفارہ صرف ماہ رمضان مین رمضان کے روزے کو توڑنے سے واجب ہوتا ہے یہانتک کہ قضاء رمضان توڑنے سے کفارہ نہین ہوتا ہے ایسے ہی نفل کے روزے سے بھی کفارہ واجب نہین ہوتا اگر توڑ ڈالے تو ہمارے نزدیک اسکی قضا کرے کفارہ صرف متیقن صورت مین ہے شبہہ سے بھی ساقط ہوجاتا ہے۔

مِنَ الْفَجْرِ یہ بیان ہے خیط ابیض کا اسی سے حل خیط اسود کا ظاہر ہوگیا مگر یہ بیان اس غرض سے نہین ہے کہ جملہ سابق اپنے اظہار مطلب مین قاصر ہے مجمل ہے مگر وہ ظاہر المراد ہے یہ بیان غایت ظہور کے لیے ہو اگرچہ اسی ارشاد کے قبل استعارہ تھا جو ابلغ ہے اور اُسکے بعد تشبیہ ہوگیا لیکن بعض بھولے لوگ جیسے عدی بن حاتم نے سیاہ و سفید تاگا رکھ چھوڑا تھا وہ جب ظاہر ہوتا تو سمجھتے کہ روزہ رکھنے کا وقت آگیا چنانچہ آنحضرت سے اُنھون نے عرض کیا کہ مین نے سرہانے سفید و سیاہ تاگے رکھے ہین تو آپنے فرمایا کہ تو اب تمھارا تکیہ بہت دراز ہے مطلب یہ ہے کہ اتنی افق کی لکیر گویا تمھارے تکیہ کے اندر آگئی اس سے ان کے ضعف فہم کی جانب اشارہ ہے اور اسی لیے من الفجر نازل ہوا تاکہ ایسے لوگ بھی سمجھ لین تو اب یہ شبہہ نہ ہو کہ بیان بتاخیر لاحق ہوسکتا ہے یہان تک کہ تکلیف مالا یطاق لازم آئے ؛

ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ پھر یعنے پورے دن روزہ رکھ کے رات تک روزہ کو تمام کرے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ رات تک ہونا چاہیے اور چونکہ رات جنس مین صیام کے داخل نہین ہے اسواسطے رات حکم مین داخل نہین ہے لازم ہے کہ روزہ اسوقت پورا کر دیا جاے اس سے صوم وصال یعنی بلا افطار روزے پر روزہ رکھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے جس کا حکم احادیث

مین ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنس روزہ خواہ فرض ہو یا نفل شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے نفل روزہ اگر رکھا گیا تو تمام اسکا واجب ہے اور واجب ہونے کے بعد توڑ ڈالنے سے قضا لازم آوے گی نفل چونکہ اختیاری ہے اسواسطے کفارہ واجب نہ ہوگا یہان تک صیام کے احکام ذکر ہوئے۔ رمضان شریف مین چونکہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اسواسطے اسکے متعلق ارشاد ہوا۔ کہ رمضان مین یہ اجازت ہے مگر معتکف اس حکم سے خارج ہے اسکو صحبت عورت سے جائز نہین ✤

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ اور اُن سے مباشرت نہ کرو یعنی جماع اس حالت مین جبکہ تم مسجدون مین معتکف ہو اس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف مین روزہ کو دخل ہے اسیوجہ ایک جماعت فقہاء کی روزہ اعتکاف کے لیے شرط کرتی ہے اور بعض اسی وجہ سے ایک دن رات سے کم اعتکاف کو جائز نہین کہتے اعتکاف کے معنی ٹھیرنے کے ہین مگر اس جگہ مراد مسجد مین قیام کرنا ہے عبادت کی نیت سے بعض نے کہا ہے کہ صرف مسجد حرام مین اعتکاف جائز ہے اور کہتے ہین کہ مساجد کا اطلاق مسجد حرام پر آتا ہے بعض کہتے ہین کہ مسجد نبوی مین بھی اعتکاف ہوسکتا ہے بعض نے مساجد ثلثہ یعنی حرم مکہ و مدینہ اور بیت المقدس مین اعتکاف کو جائز رکھا ہے بعض ہر مسجد جامع مین اعتکاف جائز کہتے ہین بعض عام مسجدین جائز کہتے ہین اور ہر مسجد مین جہان جماعت ہوتی ہے آخر ماہ رمضان کے دس دن مین اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر ایک آدمی بھی اعتکاف کرلے تو حق مسجد ادا ہوجاتا ہے اعتکاف کی حالت مین صحبت جائز نہین البتہ چھوجانا عورت کا جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت مین اپنا سر نکالدیتے تھے اور حضرت عائشہ کنگھی کرتی تھین اس سے معلوم ہوا کہ مباشرت سے یہ مطلب نہین کہ جلد سے جلد لجائے بلکہ خاص حالت ہے ✤

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا یہ جو کچھ احکام بتائے گئے یہ اللہ کی حدود ہین یعنی روکین جن سے آگے بڑھنے کی ممانعت ہے احکام کو روکین اسی طرح کہا ہے کہ جسطرح حدیث شریف مین آیا ہے کہ محارم اللہ اللہ کے حمی ہین حمی کہتے ہین اُن چراگاہون کو جن کو حاکم اپنے مویشیون کے لیے مخصوص کرلے ارشاد فرماتے ہین کہ وہ اللہ کے حمی ہین اگر اُن کے گرد آدمی پھرے تو اندیشہ ہے کہ اندر نہ جا پڑے جو باعث ناگواری حاکم کا ہوگا اسی طرح حدود اللہ ہین کہ ان کے قریب تک جانے کی ممانعت کی گئی ہے یہ حدود ہر حکم الٰہی ہے اُس کے مراتب مین فرض۔ واجب

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ

اور تم اپنے مالون کو اپنے درمیان بذریعہ باطل کے نہ کھاؤ نہ حکام تک اس مال کے باعث پہونچو

لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

تاکہ لوگون سے گناہ کے ساتھ کچھ کھاؤ حالانکہ تم جانتے ہو

بقیہ (۱۴۲) سنت مستحب ۔ مباح ۔ مکروہ ۔ مکروہ تحریمی ۔ حرام ۔ درجہ بدرجہ تاکید و تسہیل ہے
فَلَا تَقْرَبُوْهَا ان کے حدود کے قریب تک نہ جاؤ یہ جائے کہ اُن کے اندر داخل ہو
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اسی طرح جیسا کہ یہان احکام بتائے ہین ہر
جگہ وہ اپنے آیات صاف واضح کر کے لوگون پر ظاہر فرماتا ہے شاید کہ تم پرہیزگاری کرو یعنی
تقوے کی راہ اختیار کرو کیونکہ احکام جب ظاہر ہوگئے تو عمل آسان ہو جاتا ہے ؀

اُوپر اللہ جلشانہ نے روزون کا حکم دیا ہے اور سلسل یاایہا الذین آمنو کتب علیکم الصیام
سے وہی روزون کا مضمون چلا آرہا ہے اس سے فراغت کر کے یہ حکم دیا گیا ہے اس سے
اور اوپر کے حکم سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ روزے کا اثر یہ ہے کہ دل مین خشیت الٰہی پیدا
ہو اور دنیا کی جانب سے بے رغبتی ہو جب یہ حالت ہو چکی تو ظاہر ہے کہ دنیاوی مال و
متاع کوئی شے نہ رہجاویگا اسوقت یہ حکم نہایت مناسب ہے کہ پرایا مال بطریق حرام نہ کھاؤ
اس حکم کو مانو اور حق حلال کا مال کھاؤ حکام کو رشوت وغیرہ مت دو جس سے دوسرون کا
حق مارا جاتا ہے ؀

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حکم روزے کا ہوا اور اُسپر عمل بھی مسلمانون نے کیا تو معلوم ہو گیا کہ
یہ لوگ اپنے نفس پر قابو رکھتے ہین خدا کے حکم سے مباح کو ایک مدت تک ترک کر سکتے ہین لہذا
ان کو حکم ہوا کہ جب تم مباح کو چھوڑ سکتے ہو تو تم کو چاہیے کہ حرام کو اور دوسرون کے مال کو
تم ہاتھ تک نہ لگاؤ اسکی طرف رخ تک نہ کرو ؀

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اوپر روزے کی متعلق تمام امور ظاہر کر دیے گئے کہ روزہ کسطرح رکھو کس وقت سے
کسوقت تک روزہ رکھو اور کون کون اشیاء ترک کرو کھانا پینا جماع طلوع فجر سے غروب شمس تک
چھوڑنا نیت کے ساتھ روزہ ہے اور اسکے بعد روزے کا افطار ہے ۔ اب بتایا جاتا ہے کہ افطار
کس شے سے ہو فرماتا ہے کہ وہ اشیاء نہ کھاؤ جو اللہ کے حکم کے خلاف ہین جنکی اباحت شرع نے

نہین کی ہے اور وہ باطل ہین حق کے خلاف ہین۔ کبھی تو اشیاء محرمہ کا تناول ہوتا ہی کبھی طریقہ
اکتساب حرام ہوتا ہے اور وہ کبھی اپنی قوت سے ہوتا ہے کبھی اکتساب مین دوسرون سے
مدد لی جاتی ہی اعموماً جسپر خود قابو نہین ہوتا ہے حکام کے ذریعہ سے جھوٹے دعوے کرکے
گواہیان بناکے حاصل کیا جاتا ہے تو اسجگہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کل طریقے جو باطل ہین اور
خلاف شرع ہین اُن سے حاصل کرکے کچھ نہ کھاؤ بلکہ حلال روزی کھاؤ تو روزے کا افطار
بدرجہ اولیٰ حلال سے ہونا چاہیے ؛

لَا تَاْکُلُوْا نہ کھاؤ سے مراد صرف یہ نہین ہے کہ منہ مین نہ ڈالو بلکہ محاورہ ہے ہر شی کے تناول
کو اکل سے تعبیر کرتے ہین اُردو مین بھی بولتے ہین کہ فلان شخص اپنی تمام جایداد کھا کے بیٹھ رہا۔
مراد یہ ہے کہ تصرف بیجا کرکے ضایع کردی صرف کھانا ہی مراد نہین ہے لہذا اسجگہ مطلب یہ ہے
کہ کسی طرح مال حرام پر تصرف نکرو ؛

اَمْوَالَکُمْ سے مراد یہ بھی ہے کہ تم خود اپنا مال کہ جو تمھارے درمیان ہے نہ کھاؤ اور یہ بھی مراد
ہوسکتی ہے کہ اسمین ایک دوسرے کا مال کہ جو باہم لین دین سے حاصل کیا جاتا ہے باطل طریقہ سے
حاصل کرکے تصرف مین نہ لاؤ اور یہ دونون امور ممنوع ہین اس آیت مین داخل ہین کیونکہ اپنے
مال مین بھی ہر تصرف جائز نہین ہے بیجا تصرف کی ممانعت کی گئی ہے اور غیر کا مال تو بدرجہ
اولےٰ ہر حالت مین مباح نہین ہے ؛

بِالْبَاطِلِ سے مراد ضد حق ہی کہا جاتا ہی کہ فلان شے باطل یعنے ذاہب ہے بیکار ہے اور فلان
شے باطل ہے یعنی حق کے خلاف ہے اسجگہ مراد باطل سے وہ ہے جسکو شرع نے مباح نکیا ہو
عدم اباحت کبھی نفس شے کے باعث ہوتی ہے تو وہ چاہے اپنی ہو یا غیر کی اسکا تصرف باطل
ہے اور کبھی اکتساب کی وجہ سے ہوتی ہے اور وہ طریقہ اکتساب غیر مشروع ہوتا ہے تو اسکا
تصرف بھی باطل ہے یعنے جایز و مباح نہین ہے اُس طریقہ سے حاصل کیے ہوئے اشیاء کو تصرف
مین نہ لاؤ جسقدر اشیاء عالم مین ہین یا تو جمادات سے ہین یا نباتات سے ہین یا حیوانات سے
ہین شرعاً حیوانات مین دو قسم کے جانور ہین بعض کا کھانا ذبح کرکے حلال کیا گیا ہے اور مچھلی اور
ٹڈی کا کھانا بغیر ذبح بھی حلال کیا گیا ہے باقی جانورون کا کھانا خصوصاً بلا ذبح کے حرام ہے
تو جو حلال جانور اپنے ملک مین ہین ان کو ذبح کرکے کھانا تو شرعاً جایز ہے اور جو حلال نہین ہین یا
حلال ہین انکو ذبح نہین کیا ہی تو اُن دونون قسم کے اگرچہ اپنی ملک ہون انکا کھانا ممنوع کیا گیا ہی

امور مباح و غیر مباح

اور جمادات و نباتات مین اپنی ملک کی اشیاء مین سب مُباح ہین سوائے اُن کے جو مہلک ہوتے
ہین جیسے سموات، یا جو صحت کو زائل کرتی ہین جیسے مضرات یا جو عقل کو نقصان پہونچاتی ہین جیسے
مسکرات و مخدرات کہ ان کا تناول اگرچہ اپنی ملک مین ہو جایز نہین ہے اسی طرح اسراف کرنا اور اپنا مال
غیر مشروع امور مین صرف کرنا جایز نہین ہے اور اس آیت کی نہی مین داخل ہو اسی حکم مین وہ اشیاء
بھی ہین جو مباح الاصل ہین جیسے دریا کا پانی جنگل کی گھاس و لکڑی اگر کسی کی مخصوص نہین تو انکا
تناول بغیر اسراف کے جایز ہے لیکن جو امور اخذ کے محتاج ہین تو اُن کی دو صورتین ہین یا بغیر اختیار کے
کوئی شے حاصل ہو یا اسمین اختیار بھی ہو چاہے اخذ کرے چاہے نہ کرے تو پہلی صورت مین ارث ہے
کہ کسی کا وارث مرگیا اور اس نے اسکا حصہ شرعی مال سے چھوڑا تو وہ اسکی ملک ہو گیا چاہے یہ
اپنے اختیار سے لے یا نہ لے یہ حلال ہے بشرطیکہ مورث نے ایسا مال نہین چھوڑا جس کو اُسنے
بطریق حرام حاصل کیا اور اسپر اُسکی رد لازم تھی اسنے قبضہ کیا اور رد نہ کیا اور اگر کسی کا مال اُسنے
لے لیا تھا اور وارث جانتا تھا تو اسکا تناول حلال نہین وہ اس آیت کی نہی مین داخل ہے ؏
دوسری صورت جس کے اخذ مین اختیار ہے تو یا تو وہ مباح الاصل اشیاء ہین اُن کا تناول جایز ہے
جیسا کہ اوپر گذرا یا وہ مباح الاصل نہین بلکہ حق غیر بھی ہے تو اس صورت مین یا تو بطریق قہر
و غلبہ کے اُن کا اخذ کی صورت ہوتی ہے یا باہمی لین دین سے تو پہلی صورت کی دو قسمین
ہین ایک یہ ہے کہ کوئی شے لیجاوے بطریق قہر و غلبہ کے بغیر اسکے کہ اسکے لینے کا استحقاق ہو تو یہ مباح
ہے اور محرم بھی ہے مباح تو مغنم ہے کہ جو کفار کی لڑائی مین حاصل ہوتا ہے اسکا تناول جایز ہے
اگر اسمین خمس ادا کیا جا چکا ہے اور وہ تقسیم شرعی سے حاصل ہوا ہے ورنہ وہ بھی اس آیت کی نہی
مین داخل ہے جس طرح غصب چوری وغیرہ سے حاصل کیا ہو منہی ہو اور اس آیت کی نہی مین داخل ہے
دوسری صورت یہ ہے کہ استحقاق سے کوئی شے بطریق قہر و غلبہ کی لیجاوے جیسے کسی غاصب کے
پاس اپنا مال دیکھا تو اُسکو لے لیا یا زکوۃ کا حق ہے اور صاحب مال زکوۃ نہین دیتا ہے نفقہ کا
استحقاق ہے اور غنی نفقہ نہین دیتا ہے صاحب حق نے بقدر حق لے لیا یہ مباح ہے اسکو اخذ
بالباطل نہین کہتے ہین، لین دین خرید و فروخت مین بھی دو صورتین ہین ایک بلا عوض دوسری بعوض تو
بلا عوض جیسے ہبہ ہے، وصیت ہے یہ بھی حسب ارشاد کے ہو اگرچہ اسکو لینا اختیاری ہے بعوض مین تمام
دیگر عقود یہان تک کہ بیع و شرا مہر و قرض سب داخل ہین موافق شرع نہ ہون تو باطل ہین
اُن سے تناول اموال کا حرام ہے اور اس آیت کی نہی مین داخل ہین یہ طریقہ تو بغیر دوسرے

واسطے کے ہے اب دوسرے طریقہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ تدلوا بہا الی الحکام ادلا کہتے ہین ڈول کے ساتھ کنوین مین رسی کو ڈالنا اور دلا کہتے ہین نکالنا پھر کسی سبب سے کسی شئے کو حاصل کرین تو اسکو ادلا کہنے لگے ہین یہان اسی طریقہ کا استعمال ہے اور بہا کی ضمیر مال کی طرف پھرتی ہے اور با سبب کے لیے بھی ہے اور وسیلے کے لیے بھی ہے تو مطلب یہ ہے کہ مال کے ذریعہ سے حکام تک نہ پہنچو تاکہ گناہ سے لوگون کے اموال کو تناول کرو حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ خلاف شرع ہے اِس سے رشوت دینے کی ممانعت ہوئی اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ تم جان بوجھ کے اپنے کو ناحق دعوے کرکے حکام کے سامنے نہ پیش کرو تاکہ لوگون کا مال حاصل کرلو اسمین رشوت لینا اور دینا دونون کی ممانعت ہوئی اسی طرح دعوے کرنا جھوٹی گواہی دینا جھوٹی قسم کھانا ناحق وکالت کرنا مظلوم کو دبا کے صلح کرانا ظالم کی سفارش کرنا سب داخل ہین یہ آیت امرءالقیس کندی کے بارے مین نازل ہوئی ہے اپیر ایک حضرمی نے نالش کی آنحضرت صلعم نے قسم دلانا چاہی وہ فرمایا جو جھوٹی قسم کھا کے کوئی مال مسلم حاصل کرنے گا تو آگ ہوگی اُسپر وہ دونون ڈرے آپ نے ان کو حق کی پابندی کرنے کا حکم دیا اور مصالحت کرنے کا مشورہ دیا اور بھی ارشاد فرمایا لوگ اپنے مقدمات لاتے ہین اور بعض بعض سے زیادہ حجت لا سکتا ہے اُسکے موافق مین تصفیہ کردیتا ہون اس سے کوئی فائدہ نہین جو ناحق کسی کا مال لیتا ہے تو اگرچہ جیسا ہی کیون نہ ہو وہ آگ کا انگارہ لیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حکم حاکم خلاف حق ظاہراً نافذ ہوتا ہے حقیقۃً نہین ہوتا ہے خصوصاً اموال مین جیسا کہ عام ائمہ کا اتفاق ہے البتہ امام ابوحنیفہ کہتے ہین معاملات مین نکاح وطلاق کے حاکم کا حکم ظاہراً وباطناً نافذ ہوتا ہے اسواسطے کہ حضرت نے دو گواہون کی وجہ سے ایک عورت کے نکاح کا حکم دیا اُس عورت نے عذر کیا کہ نکاح ہوا نہ تھا آپنے فرمایا کہ ان گواہون نے تمھارا نکاح کردیا ؛

حاصل یہ ہے کہ اگر خلاف واقع ان معاملات مین حکم حاکم شرعی ہو گیا تب امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظاہراً و باطناً حکم نافذ ہے اور علاوہ اُن کے تمام ائمہ کے نزدیک نافذ نہین اور اموال مین تو کسی کے نزدیک بھی نافذ نہین یہ اختلاف بھی حکام شرع کے رُسے مین ہے ورنہ کفار کا حکم سوائے جبر کے نافذ نہین ہے ؛

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ

تم سے دریافت کرتے ہین چاندون کے بارے مین تم کہو کہ وہ وقت ہین لوگون کے لیے اور حج کے لیے

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

اور نیکی یہ نہین ہے کہ تم گھرون مین ان کی پشتون سے آؤ اور لیکن نیکی اسی کی ہے جو

مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

پرہیزگاری کرے اور گھرون مین تم لوگ اُنکے دروازون سے آؤ اور اللہ سے ڈرو شاید

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

کہ تم فلاح پاؤ ❊

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم سوال کیے گئے ہین نسبت انبیای سابقین کے کل جمع چودہ سوالون کا پتہ چلتا ہی جس کے جوابات کے لیے قرآن شریف کی آیت نازل ہوئین آٹھ تو صرف سورۂ بقر مین ہین ایک دعا کے بارے مین جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اور دوسرے یہی چاندون کے بارے مین اور بقیہ چھ آگے آتے ہین۔ نوان سوال سورۂ مائدہ مین ہی یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبات الآیہ دسوان سوال اور اسکا جواب سورۂ انفال مین ہے یسئلونک عن الانفال الآیہ گیارھوان سورۂ بنی اسرائیل مین ہے یسئلونک عن الروح بارھوان سورۂ کھف مین ہے یسئلونک عن ذی القرنین تیرھوان سورۂ طٰہٰ مین ہے یسئلونک عن الجبال چودھوان سوال سورۂ نازعات مین ہے یسئلونک عن الساعة ایان مرسٰھا غرضکہ منجملہ چودہ سوالون کے یہ دوسرا سوال ہے اسکے سوال کرنیوالے کون تھے اس بارے مین دو قول ہین ایک یہ ہے کہ سوال کرنے والے یہود تھے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنھون نے سوال کیا یا حضرت معاذ بن جبل سے انھون نے دریافت کیا اور حضرت معاذ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا اس صورت مین جمع یسئلونک لانا ظاہر ہے اور حضرت معاذ سے دریافت کرنے کو آنحضرت صلعم سے دریافت کرنا بھی معلوم ہے کہ حضرت معاذؓ سے سوال اسی وجہ سے کیا گیا تھا کہ وہ آنحضرت صلعم سے دریافت کرین۔ دوسرا قول یہ ہی کہ یہ سوال یہود کا نہین ہے بلکہ حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبة بن غنم انصاری نے از خود سوال کیا تھا اس صورت مین جمع یا تو اس وجہ سے لائی گئی ہے کہ کبھی فوق الواحد پر بھی صیغہ جمع کا استعمال

ہوتا ہے یا اسوجہ سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہی کہ گو سائل دو ہی تھے مگر جواب کے منتظر کل حضار مجلس تھے
اسواسطے کہ جواب سننے کے اُنہین ہر ایک صحابہ مشتاق تھے تو بمنزلہ سائل کے ہو گئے۔ مروی ہی کہ
سوال یہ تھا کہ چاند کے مختلف حالات ہونے کی کیا وجہ ہے کیونکہ جب نکلتا ہی تو پتلی دھاری
ہوتی ہے پھر یوماً فیوماً بڑھتا جاتا ہے یہان تک کہ پورا ہوجاتا ہے پھر برابر اسی طرح گھٹتا جاتا
ہے یہان تک کہ پھر پورا غائب ہوجاتا ہے اور پھر سے دھاگے کے طور پر نکلنا شروع ہوتا ہی
یہی حالت برابر رہتی ہے اس روایت کے اعتبار سے اور آیت کے اور اسکے جواب کے اعتبار
دو احتمال ہین یا تو سائل نے دریافت کیا تھا کہ قمر کے تشکلات جو برابر متغیر ہوتے رہتے ہین انکی
کیا علت ہی اور کس سبب سے اسطرح اختلاف ہوتا ہی یا یہ کہ ان کی کیا غرض ہے اور اسپر کیا حکمت
مرتب ہوتی ہے بہرحال یا تو یہان محذوف ہی اور ماننا پڑے گا کہ یہ محذوف ہی کہ کیا سبب یا کیا
حکمت ہی قمر کے اختلافات مین یا کہا جاوے گا کہ سوال اہلّہ سے ہی یعنے چاند دن کے مختلف اسلئے
کیون ہوتے ہین اس سے بھی رجحان ان کی تشکلات نورانیہ کے اختلاف کی جانب ہوتا ہی
اور یہی مقصد حدیث شریف کا بھی ہے ؁

اَلاَهِلَّةِ۔ جمع ہلال کی ہے ماخوذ ہے استھل الصبی جبکہ اول اول لڑکا آواز دے تو کہا جاتا ہی کہ استھل
الصبی اور اسی طرح کہا جاتا ہی اہل الحاج معنے اس کے مطلقاً آواز بلند کرنے کے ہین ہلال پر
چونکہ عموماً آواز بلند کی جاتی ہے اور ایک دوسرے سے کہا جاتا ہی کہ ہم نے چاند دیکھا وہ دیکھو وہ
ہے تو اسوجہ سے قمر کو پہلے دن کے ہلال کہنے لگے پھر بعض لوگ دو راتون تک لفظ ہلال بولتے
ہین بعض تین راتون تک بعض اُسوقت تک ہلال کہتے ہین جب تک پورا قرص نہ دکھائی دے
اگرچہ اسمین روشنی نہ آوے مگر جب پورا قرص حلقہ سیاہ کے طور پر دکھائی دینے لگتا ہی تو وہ ہلال
نہین کہلاتا اسکے بعد پھر بدر کہلاتا ہے جب پورا ہوجاوے بعض تیرہ چودہ پندرہ راتک چاند کو بدر کہتے
ہین پھر جب کم ہوتے ہوتے اتنا ہوجاتا ہے کہ سیاہ حلقہ کامل دکھائی دے تو پھر بعض ہلال کہتے
ہین بعض صرف آخر کی تین راتین ہلال کہتے ہین لیکن پہلی اور دوسری تاریخ تک ہلال کا
اطلاق عام طور پر ہے یہان مراد عام ہے جسوقت تک تغیر اشکال مین ہووے ؁

(تحقیق لفظ ہلال)

حاصل یہ ہے کہ آپ سے دربارۂ اختلاف اہلہ کے دریافت کرتے ہین کہ کن اسباب سے یہ اختلاف
ہے یا کیا غرض اس اختلاف سے ہی اور کیا کیا فوائد مرتب ہوتے ہین ؁

قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ۔ فرمادیجے جواب مین اس سوال کے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ یہ موقتیت ہین

مواقیت میقاۃ کی جمع ہے میقات کے معنی کبھی وقت کے آتے ہین جیساکہ ارشاد ہوتا ہی
فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ حضرت موسے نے انتہائی مدت اپنے پروردگار کی چالیس راتین
پوری کین اسی سے میقات حج ماخوذ ہے کہ وہی جگہ ہے جو منتہائے حل ہے اُسکے بعد جو کوئی داخل
ہو اُسکو لازم ہے کہ اگر بقصد مکہ شریف کے جارہا ہے تو احرام باندہ کے جاوے ہجگہ دونون معنی
صحیح ہو سکتے ہین یہ بھی کہ وہ اہلہ وقت ہین لوگون کے لیے اور حج کے لیے یا انتہائے اوقات اہلہ
سے ہوتا ہی لوگون کے لیے اور حج کے لیے ؛

لوگ اپنے معاملات لین دین مین عدت مین اور دیگر امور مین حساب کرتے ہین عام طور پر اکثر
امور مین انھین سے حساب کیا جاتا ہے گو ان تمام امور مین حج بھی داخل تھا مگر اُسکو خاص
طور پر ذکر کرنے کا سبب یہ ہی کہ حج ایک ایسی عبادت ہی جس کا پورا دارو مدار انھین اہلہ پر
ہے خواہ ادا ہو یا قضا بدون ذی الحجہ کے حج نہین کیا جاسکتا ہے روزے کا ذکر اوپر ہو چکا تھا اسواسطے
اسکو لانے کی ضرورت نہ تھی اور یہ بھی کہا جا سکتا ہی کہ حج کو جسقدر تعلق اُس سے ہی روزے کو اتنا
نہین ہے کیونکہ قضا مین اُسکے اہلہ کا اعتبار نہین ہے اگرچہ دیگر عبادات سے اسکو زیادہ تعلق
ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہی کہ روزے کا ذکر اوپر ہو چکا ہی معلوم ہو چکا ہی کہ وہ موقوف شہر رمضان پر ہے جسکا
حساب اہلہ سے ہوتا ہے دیگر عبادات ایسے ہین جن کا دارو مدار اہلہ پر نہین ہے مثلاً نماز
ہے کہ ہر روز سورج کی گردش پر موقوف ہے زکوۃ ہے کہ وہ سال بھر کا دورہ تمام ہونے پر موقوف
ہے اہلہ پر موقوف نہین جہاد بھی ضرورت سے ہوتا ہی ایام یا شہور و اعوام کا لحاظ نہین ہے عبادات
مین صرف حج باقی رہگیا تھا جسکا اعتبار اہلہ پر ہے اسواسطے اُسکا ذکر کیا گیا کہ معاملات مین لوگونکے
اُنھین سے اندازہ کیا جاتا ہے اور عبادات مین علاوہ صیام کے حج ہی کہ اُسکا دارو مدار بھی اہلہ پر ہے۔
سوال کا مقتضے یہ تھا کہ اُسکی علت باطنی ظاہر کی جاتی کہا جاتا کہ چاند مین خود خدا کی قدرت سے
روشنی پیدا ہوتی ہے یا بوجہ سورج کے انعکاس کے پیدا ہوتی ہے اور اُسکے محاذات کے بدلنے کے
باعث تشکلات قمری بدلتے ہین جیساکہ حکما مین ایک گروہ کی رائے ہی یا بتایا جاتا ہے کہ زمین
کی گردش اور سورج کے مقابلہ سے یہ تشکلات مختلف ہوتے ہین جیساکہ بعض حکما کی راے
ہے اسکی وجہ یہ نہین ہے کہ علت حقیقیہ اگر بیان کی جاتی تو صحابہ کی سمجھ مین نہ آتی اسواسطے
کہ صحابہ کے وفور عقل اور جودت فہم کے اتنے امثلہ موجود ہین کہ یہ احتمال صحیح ہو ہی نہین سکتا ہے
نہ یہ کہ خدا کو اسکا علم نہ تھا معاذ اللہ یا اُسکے رسول کو علم نہ تھا کیونکہ جواب سے علم کا بھی پتہ چلتا ہی

بلکہ اصل یہ ہی کہ نبی کی شان نہین ہے کہ حکمت کے وہ اصول بتائے جو عقلا اپنی فراست سے حاصل کر لیتے ہین اور اُن کی آرا مین اختلاف بھی ہونا رہتا ہے بلکہ نبی کی شان یہ ہے کہ وہ ایسے مقصد شرع متعلق ہے اسکو ظاہر کرے یہان اسی اسلوب حکیم سے جواب دیا گیا ہے سچ تو یہ ہی کہ سوال تشکلات نورانیہ کے اختلافات سے ایک بصیر کو کرنا فضول ہے اسواسطے کہ کمال قدرت الٰہیہ کا نمونہ ہے جس کے ادراک سے عقلا عاجز ہین باوجود اسکے جو فوائد مرتب ہین اُن کے حاصل ہونے مین شبہ نہین ہے لہذا جواب مین وہی حکمت و فوائد کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ اس قابل ہے کہ اسکی علت ہو سکے اور بھی علت بتانا ایک معلم کا فرض ہے یا یہ کہ اس قسم کے سوالات کرنے سے جن سے صرف اسباب و علل اشیا معلوم ہو جائین کوئی فائدہ نہین ہی بلکہ سوال جس شے سے کرنا چاہیے وہ ہی حکمت و فوائد ہین جو اسپر مرتب ہوتے ہین اسواسطے جواب مین وہی ذکر کیے گئے تاکہ ذہن اُن کے ذریعہ سے جواب کی جانب منتقل ہو جاوے بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ سوال ہی اسی طرح پیدا ہوا کہ جب ہلال کے دیکھنے پر روزہ رکھنے کا حکم ہوا اور اسی کو دیکھ کے کھولنے کا حکم ہوا تو ذہن کو تفتیش حال کی طرف توجہ ہوئی سوال کیا گیا جواب اسی کے موافق دیا گیا۔ حاصل یہ ہے کہ رات و دن تو ہر حرکت شمس سے منضبط ہوتے ہین سال بھی دوران کل سے مرتب ہوتا ہی مہینے کے لیے چاند کا اندازہ بہت ہی مناسب ہے اس کے اجزا نصف ربع ثلث کا انضباط چاند سے ہوتا ہی یہ اسقدر آسان ہے کہ ہر قوم مین رائج ہے اسکا مقصد یہ نہین ہے کہ دوسرے طور سے انضباط ہو ہی نہین سکتا ہی بلکہ اسوجہ سے کہ یہ سہل و آسان اور ہر شخص کے لیے اُسکی معرفت ممکن ہے اس لیے اسپر حساب عام طور پر ہر قوم مرتب کرتی ہے خصوصًا وہ اقوام جو اُمی ہین جیسے عرب تھے اور اہل ہند یہ دوسری بات ہی کہ اہلہ سے ابتدا ہو جیسے عرب کے نزدیک یا بدر سے ابتدا ہو جیسا کہ ہندیون کے نزدیک تھا ؎

وَلَيْسَ الْبِرّ اس جگہ جملہ ہذا کے لانے کی وجہ مین اختلاف ہی بعض کہتے ہین کہ معنی حقیقی اسکے مراد نہین ہین بلکہ مجازی مراد ہین کہ نیکی یہ نہین ہے کہ گھر کے پیچھے سے آؤ بلکہ تقوی و پرہیزگاری اصل نیکی اور ہر شے کو اسکے سبب سے حاصل کرو راہ راہ چلو بے راہ نہ ہو تاکہ فلاح پاؤ یہ جملہ گویا اس قسم کے سوالات پر زجر کے طور پر لایا گیا کہ فضول سوالات نہ کرو بلکہ کام کی بات کرو ؎

بعض کہتے ہین کہ جملہ مجازی ہے مگر مقصد اس سے یہ ہی کہ نسئی کا جو طریقہ جاری ہی کہ ایک مہینا بڑھا دیتے ہے ادھر کا اُدھر کر دیتے ہو بیت کر دو اسی قول کو ابو مسلم نے کہا ہے ؎

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا

اور قتال کرو — اللہ کی راہ میں — ان لوگوں سے جو تم سے قتال کریں اور حد سے نہ بڑھو

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○

اللہ دوست نہیں رکھتا ہے ان لوگوں کو جو حد سے بڑھ جانیوالے ہیں

بقیہ صفحہ ۱۵۱ دوسری جماعت کہتی ہے کہ یہاں پر یہ جملہ اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہے لوگ جب کبھی کسی حاجت کے لیے جاتے تھے اور وہ پوری نہ ہوتی تو گھر واپس آنے میں دروازے سے نہ آتے بلکہ دیوار توڑ کے یا پشت خیمہ سے آتے اور دروازے سے آنے کو فال بد سمجھتے تو یہ ممانعت اس کی گئی بعض کہتے ہیں کہ عرب عموماً یا انصار خصوصاً سوائے قریش وغیرہ معزز قبیلہ کے سب احرام باندھنے کے بعد پھر اگر گھر میں جاتے تو دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ پشت سے مکان کی یا سیڑھی لگا کے اوپر سے داخل ہوتے اور اگر خیمے میں بود و باش ہوتی تو پشت خیمہ سے آتے اس کی ممانعت کی گئی بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ احرام باندھ کے گھر میں دروازے سے داخل ہوئے ایک انصاری بھی دروازے سے داخل ہوئے آنحضرتؐ نے ٹوکا کہ تم احرام باندھ کے دروازے سے کیوں داخل ہوئے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکو میں نے داخل ہوتے دیکھا میں بھی داخل ہوا آپنے فرمایا کہ میں تو اس قبیلہ سے ہوں جو داخل ہو سکتے ہیں انھوں نے عرض کیا کہ جیسے تو آپکا طریقہ اختیار کیا ہے اسپر یہ آیت نازل ہوئی انجگہ لانے کی علت یا تو یہ ہو کہ سوال دونوں باتوں سے کیا گیا تھا یا واقعہ ساتھ ہی ہوا تھا اسلیے ذکر صرف ایک سوال کا ہوا اور جواب میں دونوں باتیں مذکور ہو گئیں، بعض کہتے ہیں کہ سوال ایک ہی تھا مگر جواب میں تصریح اسوجہ سے کر دیگئی کہ مسائل حج سے اسکا تعلق تھا یا چاند کے جواب کے تحت میں بدشگونی کا ذکر اسوجہ سے کیا گیا کہ لوگ ستاروں و سیاروں سے عموماً اور چاند سے خصوصاً شگون لیتے تھے، اسکی تردید کر دی گئی۔ ولکن البر کی تاویل وہی ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔ واللہ اعلم

اوپر روزے کا ذکر ہوا جو ماہ رمضان میں ہوتا ہے پھر حج کا ذکر ہوا جو ذی الحجہ میں ہوتا ہے ان دونوں مہینوں کے درمیان وہ مہینے ہیں جن میں قتال اہل عرب ممنوع سمجھتے تھے باوجود جھگڑوں اور بکھیڑوں اور فتنہ و فساد کے اشہر حرم ہیں، بالخصوص حرم محترم کے گرداگرد خاص سمجھ کر حج کرنے کے لیے جو احرام باندھ چکے تھے اطمینان سے حج پورا نہیں کرنے دیتے تھے مگر کفار مکہ نے قاعدے کو

مسلمانون کے لیے توڑ دیا اور انھون نے نہ تو شہر حرم کی کچھ پروا کی نہ مسجد حرام کی نہ اس امر کا
احترام کیا کہ مسلمان احرام باندھ کے بغرض حج مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جا رہے ہین چونکہ یہ واقعہ
متعلق حج کے پیش آیا تھا اور بعد ماہ رمضان کے تو اسواسطے اسکا ذکر بعد اوقات حج اور بعد
بیان فضیلت رمضان کی مناسب تر ہوا اس صورت مین ہی جب کہ آیات مذکورہ کا تعلق
خاص واقعہ حجاج سے ہو اور اگر یہ آیت عام لیجاے تو مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت
مین تقوے کا حکم ہوا ہے اور بتا یا گیا ہے کہ اگر تقوے اختیار کیا جاے تو فلاح کی بھی امید ہے
شوق فلاح سے رجحان طبایع کا تقوے کی جانب ہو گیا تو اسوقت وہ فرد تقوی کا ذکر کیا
گیا جو سب سے زیادہ نفس پر شاق تھا خصوصًا ابتدائی حالت اسلام مین جہان مسلمانون کی قلت
تھی اور لڑائی اپنے اعزا اور اقارب کے ساتھ کرنا پڑتی تھی اور جو اسباب لڑائی کے عمومًا
ہوا کرتے تھے اُن اسباب کے علاوہ ایک جدید سبب یہ تھا کہ دعوت اسلام کے روکنے
سے یہ لڑائی کی جاتی تو اپنی نوعیت مین جدید تھی ان وجوہ سے قتال اسوقت آسان نہ تھا اور
تقوے کے اعلی و اشق ترین افراد سے تھا لیکن وہ لوگ جو فلاح دارین کے طالب تھے اُن کو
جب معلوم ہو گیا کہ تقوے پر یہ فلاح موقوف ہے ان کے لیے یہ حکم قتال دیگر احکام کے موافق
ہو گیا*

شان نزول اس آیت کا احتمال اول کی تائید کرتا ہے کیونکہ مروی ہوا ہے کہ یہ آیت سنہ ۷ھ
مین نازل ہوئی اسوقت جب کہ مسلمان بارادہ ادائے عمرہ کے دوبارہ چلے سنہ ۶ھ مین پہلے
عمرے کی نیت کر کے ماہ ذیقعدہ مین آنحضرت مع دیگر اہل اسلام مدینہ طیبہ سے نکلے مکہ معظمہ
پہونچنے بھی نہین پاے تھے مقام حدیبیہ مین تھے جو ایک سرسبز و شاداب منزل ہے کفار نے
آکے روکا اور قتال کرنا چاہا آخر صلح کر لی اس بات پر کہ سال آیندہ اجازت عمرہ ادا کرنے کی اور
مکہ معظمہ مین داخل ہونے کی دینگے اس شرط پر کہ مسلمان تین دن مکہ مین رہین طواف کرین سعی
صفا و مروہ کی کرین احرام عمرے کا کھولین جانور قربانی کے ذبح کرین چوتھے دن واپس چلے جائین
اس عہد کے بعد آنحضرت واپس آگئے تھے جب سنہ ۷ھ ہجری مین ارادہ کیا تو صحابہ کی ایک جماعت
کو شبہ ہوا کہ کہین کفار مانع نہ ہون اور نوبت قتال کی آئے تو دشواری ہو گی اسواسطے کہ احرام
کی حالت مین اور شہر حرم مین حرم کے قریب کیونکر قتال کیا جائیگا تو اسکا جواب دیدیا گیا کہ اگر وہ
لڑینگے تو پھر دفاع مین ان سے لڑنے کا حکم تم کو بھی ہے اور جسطرح انھون نے شہر حرم کا پاس

نہین کیا تم کو کرنے کی بھی ضرورت نہین ایسا ہی مسجد حرام کی حرمت ہی کہ ان کی ابتدا کرنے سے
باعث اُسکے وہی ہون گے تم کو اسکا وبال نہ ہوگا ٭

وہ قتال جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو اسمین ہر طرح کا قبح ہے اشہر حرم مین حالت احرام مین قرب مین
حرم بہت ہی شدید ہو جاتا ہی مگر جو قتال اللہ کی مرضی کے موافق ہو اسکا حکم یہ نہین ہی بلکہ وہ خود
ایسی حرمت رکھتا ہی کہ اسکا بجا لانا عین عبادت ہی اسی وجہ سے ارشاد ہوا کہ
فی سبیل اللہ اللہ کی راہ مین قتال کرو اسکی مرضی کے موافق اسکی اطاعت و فرمانبرداری کی غرض سے قتال ہو تو وہ فی
سبیل اللہ ہی اسی وجہ سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو قتال اس غرض سے ہو کہ خدا کا بول بالا اور اسکا کلمہ بلند ہو وہ قتال فی سبیل اللہ
ہے ورنہ شجاعت کے دکھانے کے لیے نام آوری کی غرض سے حمیت قومی کے باعث غنیمت کی طمع سے خواہ مال و اسباب کی طمع
ہو یا ملک گیری کی ہوس ہو ان سب صورتون مین جو قتال ہو وہ فی سبیل اللہ نہین ہی بلکہ محض ریا و سمعت ہی اگر
قتال ہو تو وہ بھی بے اجر ہے اور رائیگان ہے قتل بنی نوع انسان کی فلاح کا ذریعہ نہین ہے
بلکہ ہلاکت کا باعث ہی اس وجہ سے اسمین کوئی کمال نہین ہے نہ یہ موجب اجر آخرت ہو سکتا
ہے بلکہ یہ سراسر قبیح ہے اسمین قباحت بلحاظ ذات فعل کے ہی البتہ اس معنی کر کے حسن ہوتا ہے
کہ کسی کا دشمن قتل ہو جاے تو وہ اسکی عداوت سے محفوظ ہو گیا اس اعتبار سے زید کا قتل مثلاً اسکے دشمن
کے لیے اچھا ہے اُسکے لڑکے بیوی اعزا احباب دوستون کے لیے برا ہے اسمین حسن و قبح
اعتباری ہے اور اس اعتبار سے کہ اجر اُخروی ہو یا عذاب آخرت ہو حسن و قبح کا حکم اُسکو دیا جاوے
تو اُسکے حُسن کا حکم اسی وقت ہوگا جب حکم الٰہی کے موافق ہو کہ موجب ثواب آخرت ہی حسن ہے
اور اگر حکم الٰہی کے ماتحت قتل نہ ہو تو وہ موجب عذاب آخرت ہی ایسی صورت مین قبیح ہی حاصل
یہ ہے کہ صفت کمال یا صفت نقصان کے اعتبار سے اگر دیکھا جاے تو یہ کسی طرح حسن نہین ہو سکتا
ہے اگر موافق غرض کے یا مخالف غرض کے لحاظ کیا جاوے تو ایک ہی قتال ایک شخص کے
اعتبار سے حسن ہے دوسرے کے اعتبار سے قبیح ہے اگر موجب ثواب ہی اس اعتبار کر کے حسن ہے
تو ظاہر ہے کہ وہی قتال حسن ہے جس کی اجازت خدا کی طرف سے ہی ورنہ حسن نہین ہی اس
لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ یہ قبیح لذاتہ ہے حسن لغیرہ ہے جب تک وہ غیر موجود نہ ہو قبیح ہے مگر اس
غیر کی موجودگی مین پھر یہ قبیح نہین رہتا ہے جو لوگ حسن لغیرہ ہونے کا لحاظ نہین کرتے ہین اسواسطے
ایک معلم و مرشد دینی کی شان سے بعید سمجھتے ہین اور جو غیر کا لحاظ کرتے ہین جس کی وجہ سے قتال
کیا گیا ہی تو ان کو کوئی تعجب نہین ہوتا ہی کہ ایک معلم دینی قتال کرے عام اس سے کہ وہ قتال کی

قتال فی سبیل اللہ

حربی کافر سے قتال کیا جاوے گا اُسی طرح حربی مسلم سے بھی قتال کیا جاوے گا اگر کوئی شخص مصالحت کر لے تو وہ اسلام لانے پر مجبور نہ ہوگا۔

ان لوگون کے اوپر حملہ قتال نہین ہو سکتا ہے جنکو دعوت اسلام نہین ہوئی ہے دعوت اسلام ہونے کے بعد ان سے کہا جاوے گا کہ یا اسلام قبول کر و یا اسلام کے قوانین کے تحت مین آجاؤ ہم کو ان قوانین کے نافذ کرنے کا موقعہ دو تمھاری جان و مال کی حفاظت کرینگے اسکے عوض مین اتنا ہم کو جزیہ دو اگر وہ جزیہ دین تو پھر ان کا جان و مال محفوظ اُن سے قتال حرام ہے مقصد اسکا یہ ہے کہ تبلیغ اسلام اچھی طرح کی جاسکے کیونکہ بعض طبایع کے لیے تبلیغ حق معمولی طور سے مفید نہین تشویق کی غرض سے تفریق درمیان طالب حق و غیر طالب حق کے دکھانا ضروری ہے سوا اسکے کسی قسم کے اشتداد کو شریعت اسلام نے روا نہین رکھا بلکہ معاملات غیر مسلم مین مسلمان بادشاہ کو دست اندازی کا حق نہین ہے البتہ قاضی شرع کی طرف اگر رجوع کرین تو اُن کو موافق شریعت کے حکم دیا جاوے گا اس صورت مین ان سے سوائے ایسی حالت کے کہ جب احکام الٰہیہ نافذ نہ کیے جاسکین قتال روا نہ ہوگا اگر اس طرح معاہدہ بھی نہ کرین نہ اسلام قبول کرین نہ دعوت اسلام کی آزادی دین تو اسوقت قتال کا حکم دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مدینہ طیبہ مین بھی چین سے دعوت اسلام کرنے کا موقع کفار نے نہین دیا اور آپ ان کے اسلام سے مایوس ہوگئے اور سوائے اُسکے کوئی چارہ نہ ہوا کہ ان کے اصلاح قتال سے کی جاوے ورنہ اُنکا شر منجر مفاسد کثیرہ کو ہوگا قتال حضرت نے شروع کیا یہ آیات قتال سے پہلے آیت ہی اسجگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام کی اشاعت مین شمشیر کو کسقدر دخل ہے جب دعوت اسلام ہوئی تو پہلے لبیک کہنے والے وہ لوگ تھے جن کے ظاہری مراتب داعی اسلام سے بڑھے ہوئے تھے ایسا نہ تھا جیسا کہ دیگر انبیا کے مومنین تھے کہ وہ کوئی حیثیت نہین رکھتے تھے حضرت عیسیٰ کے چند دھوبی معتقد ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لانے والون مین ایک ان کی بیوی دوسرے اُن کے یار غار دوست جو بچپن کے حالات سے آگاہ تھے دونون کے مال سے آنحضرت کو مدد ملی پھر آپ کے اصل قبلیہ والے مسلمان ہوئے جن کی بسالت و شجاعت ایسی تھی کہ اُنھون نے کسی کے اثر کو قبول ہی نہین کیا تھا بجز اس اثر نبوت کے وہ کسی کے رعایا اور مطیع ہو ہی نہین سکتے تھے وہ جبر سے کوئی کام نہین کر سکتے تھے یہ حال عرب کا تھا اور یہی بنی اسرائیل کا کہ انھین سے بھی معزز ترین ہستیون نے اسلام قبول کر لیا تھا اُوس

وخزرج کے بڑے بڑے قبائل مسلمان ہوگئے تھے اسوقت تک ایک تلوار بھی اسلام کی نہین چلی تھی حضرت حمزہ وحضرت عمر کے ایسے شجاع گردیدہ اسلام ہوگئے تھے تلوار سے اسلام نے کوئی حملہ نہین کیا تھا یہ دلون کو مسخر کرنے والا صرف کلام الٰہی اور صداقت اسلام تھی جب اشرار کہ جنکو حب ریاست یا حسد وبغض مانع تھا تو اسوقت اُن سے دُنیا کو پاک کرنے کا حکم ہوا تاکہ اُن کی شر سے تمام آیندہ آنے والی نسلین محفوظ رہین اور جو کمزور ہین ان کے اثر سے بھی وہ آزاد ہو جائین اور حق کی ندا ان کے کانون سے دل تک جاسکے بعینہ یہ صورت وہی ہے جیسے ایک طبیب آکلہ کے مرض کے باعث عضو ماؤف کو قطع کردیتا ہے یہ قطع کرنا اسکا اگرچہ اُس عضو کے حق مین کیسا ہی باعث الم ہو مگر تمام جسم کے لیے نعمت ہے اسی طرح وہ قتال رحمت تھا جس سے فساد کا قلع قمع ہوتا اور شرک سے ملک عرب پاک ہوتا اگر شان نزول کا لحاظ کیا جاوے تو یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب کہ مسلمانون کو اندیشہ ہوا کہ عرب ایفاے عہد نہ کرین اور صلح حدیبیہ پر عامل نہون تو ہم کیا کرین کیونکہ احرام باندھکر حرم کے اطراف مین اشہر حرم کے اندر کیونکر قتال کیا جاوے گا؛

اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ جو تم سے لڑین اُن سے تم خدا کی راہ مین لڑو اس احتمال پر مراد اس سے وہی لوگ قریش سے ہین جن کی متعلق تمھارا شبہ ہے کہ وہ ایفاے عہد نکرینگے اگر وہ واقعی ایسا ہی کرین تو تم کچھ پرواہ نہ کرو کہ حالت احرام ہے یا قرب حرم ہے یا ماہ ذیقعدہ ہے تم بھی اُن سے قتال کرو چونکہ یہ قتال اسوجہ سے ہے کہ عمرہ لانے سے اور حرم شریف مین داخل ہونے سے قربانیان پیش کرنے سے یہ لوگ روکتے ہین تو یہ قتال محذور شرعی نہین ہے بلکہ یہ حکم خدا کے موافق ہے جو قبیح نہین بلکہ حسن ہے اسکا حکم ملجانے سے مسلمانون کو اطمینان ہوگیا کہ اگر وہ ایفاے عہد نہ کرین گے تو لڑائی ہوگی یہ تو اُس بنا پر ہے کہ مراد اس آیت سے مخصوص شان نزول ہو لیکن اگر بقاعدہ مقررہ اصولی العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص المحل تو یہ حکم عام ہوگا اور اس صورت مین الذین یقاتلونکم کے معنی مین چند اقوال مذکور ہوئے ہین وہ مراد ہون گے بعض لوگ کہتے ہین کہ مراد اس سے وہ لوگ ہین جو قتال کرین ارشاد ہوتا ہے کہ انھین کو مارو جو تم کو مارین اور جو تم سے نہ لڑے اس سے نہ لڑو مگر اس قول کے قائل کہتے ہین کہ یہ منسوخ ہے اور اب حکم یہ ہے کہ ہر کافر سے لڑو لیکن محققین کہتے ہین کہ نسخ کے قائل ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے اسواسطے کہ اس آیت سے حکم اس سے لڑنے کا ہوا جو لڑے اور جو نہ لڑے اسکے واسطے اسمین کوئی حکم نہین ہے اُسکے بعد ایک بارے مین حکم قتال کا ہوا اس سے لڑنیوالے

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ
اور مار ڈالو تم اعداے دین کو جہان کہین پاسکو انھین اور نکالو تم ان کو جہان سے
أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ط
اُنھون نے تم کو نکالا ہے اور فتنہ سخت تر ہے قتل سے

بقیہ صفحہ ۱۵۶ سے لڑنا ممنوع نہین ہوا تھا پھر نسخ کہان سے ہوا - دوسری جماعت کہتی ہے کہ مراد اس سے وہ لوگ ہین جو صلاحیت قتال کی رکھتے ہین یعنی وہ کافر حربی جو قابل قتال ہین جاہین لڑین یا نہ لڑین بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے ہر کافر ہے کیونکہ وہ کل مسلمانون کو موقع پاکے قتل کرنے پر آمادہ ہین -

وَلَا تَعْتَدُوْا زیادتی نہ کرو اہین ورپکے احتمال کے مقابل احتمال ہے اگر مراد وہی لوگ ہین جو صلح کر چکے تھے اور اُن سے اندیشہ لڑنے کا تھا تو یہان مراد یہ ہی کہ تم خود ہی ابتدا انکو نہ خلاف عہد کوئی بات کرنا اور اگر مراد مباشرین قتال ہین تو یہان مراد یہ ہی کہ جو تم سے لڑتے نہین ہین اُنسے نہ لڑو اور اگر مراد وہ لوگ ہین جنمین استعداد قتال کی ہے تو مراد یہان یہ ہی کہ وہ لوگ جو استعداد نہین رکھتے انکو نہ قتل کرو جیسے لڑکے بوڑھے عورتین اور اگر مراد عام کفار حربی ہین تو یہان مراد یہ ہے کہ تم معاہدین سے صلح کرنیوالون سے نہ لڑو نہ قتال مین حد سے تجاوز کرو بغیر دعوت کے اچانک جا پڑو نہ کسیکو مثلہ کرو کہ زندہ کے اعضا کاٹو اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اللہ تعالی تجاوز کرنے والون کو پسند نہین کرتا ہے تم کو زیبا نہین ہی کہ ایسی حرکت کرو جس سے تم معتدین مین داخل ہو شان اہل اسلام کی یہ ہی کہ اللہ کے ساتھ وہ محبت رکھتے ہین اور اللہ کی محبت رکھنے کی تمنا کرتے ہین تو جب اعتدا از حد سے گذر جانا اللہ کو پسند نہین ہے تو مسلمان بھی اِس صفت کو پسند نہ کرینگے اور اپنے مین ایسی صفت نہ پیدا کرینگے جس کے باعث اللہ کے ناپسندیدہ بندے ہو جاوین واللہ اعلم

اِس آیت کو اِس محل سے بظاہر کوئی نسبت نہین معلوم ہوتی ہے جو بزم کو بزم سے مناسبت ہے وہی اِس آیت مبارکہ کو اِس محفل شریف سے ہو پھر تلاوت کرنے کی کیا ضرورت ہے اسکو ظاہر کر دینا ضروری ہے مین واعظ نہین ہون نہ مجھی قوت بیانیہ ہے نہ اپنی زبان کو اِس قابل سمجھتا ہون کہ ذکر فضائل حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کرسکون مگر اتفاقا سے مجبوری سے اِس موقعہ پر مجھے یہ اہم خدمت انجام دینا ہوتی ہے جو وارد ہوتا ہے وہ عرض کر دیا کرتا ہون آجکل جو کچھ ذہن مین ہے وہ مکالمہ ہے جو مین اپنے چند بھائیون سے کیا کرتا ہون قرآن مجید کے آیات پڑھی جاتی ہین اور ان کے متعلق جو اللہ توفیق دیتا ہے وہ عرض کر دیا جاتا ہے روز نہین بلکہ جمعہ اور دوشنبہ کو

آج اتفاق سے دوشنبہ کا مُبارک دن ہے اور اِس مکالمہ کا یہی وقت ہے لہذا دل مین یہی آیا کہ
اِس آیت کو تلاوت کردن کیونکہ جمعہ کو اسکے قبل جو آیت ہے اس کی تلاوت کی گئی تھی مجھے چونکہ اس
امر کا یقین ہے کہ قرآن مجید ذکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین نازل ہوا ہے اس واسطے جو آیت
تلاوت کی جاوے اُس کو ضرور حضرت کے کسی نہ کسی قسم کے ذکر سے تعلق ہے خصوصاً حضرت کی بعثت سے
اور جس غرض سے بعثت ہوئی ان احکام سے جو حضرت نے خدا کی طرف سے ہم کو پہونچائے آپکی
رسالت کی تصدیق کے دلائل مین آپ کی ارہاصات آپکے معجزات آپکے اخلاق آپ کی معاملات
آپ کے وفات آپ کی ولادت قرآن شریف انھین امور کے بارے مین نازل ہوا ہے مجلس
میلاد شریف مین بھی انھین امور کا تذکرہ ہوتا ہے لہذا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آیت
تلاوت کی جاوے اُسی کی تلاوت اِس مجلس کے لیے مناسب ہے اور اُسی کی تفسیر کرنا اِس مجلس
کے انعقاد کی غرض ہے ؀

اس آیت شریف کی تفسیر کرنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے
واقعات اور اس زمانے کے حالات ذکر کرین کیا حالت عالم دنیا کی تھی عرب کس حال مین تھے
خدا کی فضل و رحمت کا مقتضے تھا کہ ایسی حالت مین کوئی مرشد اور قائد اعظم مبعوث کرے اس کے
کس قسم کے اوصاف ہون وہ کس امر کی دعوت لایا ہو اس کی تبلیغ کا کیا طریقہ ہونا چاہیے اسکے
بعد اس آیت کی تفسیر ہوسکتی ہے ؀

بعثت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عام فیل سے نصف صدی بعد ہوئی اور پونے سات سو
سال تقریباً زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام سے گذرا اسوقت تک دنیا مین بہت سے اقوام ہوئین اور
ہزارون ملوک و بادشاہ گذر گئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہوئے اُن کے علاوہ سیکڑون حکما اور
لاکھون عقلا گذرے جب کوئی مرض مہلک کسی قوم مین پیدا ہوا تو اسکے علاج کے لیے کوئی نہ کوئی
معالج خدا نے پیدا کیا مگر جسطرح افراد انسانی کے اعمار و اسنان مختلف ہوتے ہین اسی طرح اقوام
کی بھی اجل ہے لکل امۃ اجل اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ہر ایک
امت کی مدت ہے کہ جب وہ آگئی تو پھر نہ ایک گھنٹہ تاخیر کرسکتے ہین نہ اسپر تقدم کرسکتے ہین لڑکا پیدا
ہوتا ہے اسمین نشو و نما کی قوت ہوتی ہے جوان ہوتا ہے بوڑھا ہوجاتا ہے طبیب ہر عمر کے اعتبار سے
اگر کوئی مرض لاحق ہو اسکا علاج کرتا ہے مگر جب سن انحطاط آجاتا ہے تو اسکا علاج صرف حالت موجودہ
پر قایم رکھنے ہی کے لیے ہوتا ہے بس باوجود ہر وقت کی دیکھ بھال کے اور ہر قسم کے تدارک کے جب

موت آجاتی ہے تو پھر کوئی علاج کارگر نہین ہوتا بعینہ یہی احوال اقوام کے ہین قومین بنتی ہین اُنکا نشو ونما ہوتا ہے ان کی ترقی کا شباب آتا ہی پھر توقف ہوتا ہی پھر تنزل شروع ہوتا ہی عوارض لاحق ہوتے ہین معالجین آتے ہین اگر قوم کی ابتدائی حالت ہی ان کو صحیح و تندرست کر کے وہ مصلحین راہ ترقی پر لگا دیتے ہین اگر آخری عمر ہوتی ہے تو وہ جہان تک ہو سکتا ہی تدارک کرتے ہین مگر جب وقت آجاتا ہی کچھ نہین کر سکتے حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ حضرت صالح حضرت لوطؑ وغیرہم کے احوال ان سب امور پر شاہد ہین حضرت موسیٰؑ حضرت یوشعؑ کی کامیابی اُن کی قوم کو راہ ترقی حاصل ہونا یہ سب انھین اسباب کے زیر اثر ہے "

یہ تو سب گذر گئے اور عمر اقوام دنیا کی بھی پوری ہو گئی کوئی قوم ایسی نہین رہی کہ جس کو زندہ قوم کہتے اور جسکے متعلق یہ کہا جا سکتا کہ اس قوم کی ترقی کا شباب ہی جو ہلاک ہو گئین ان کا ذکر ہی کیا جو موجود تھین اور سمجھا جاتا تھا کہ انھین کے ہاتھ مین دنیا کی بادشاہت ہی وہ قعر تنزل کے کنارے پہونچ چکی تھین نہ کسی نبی کی ہدایت کا اثر تھا نہ شریعت کی پابندی تھی نہ حکمت پر عمل تھا شرک و کفر ظلم و تعدی کا چارجانب عالم کے بادل گھر ا ہوا تھا البتہ ایک قوم تھی کہ جس کو یہ کہا جا سکتا تھا کہ وہ ابھی اپنے شباب کو نہین پہونچی ہے اُسکے اندر نشو ونما کی قوت ہی وہ ترقی کی استعداد رکھتی ہے وہ قوم عرب کی تھی اسمین آثار ترقی کے پائے جاتے تھے ؛

عرب مین اور دیگر اقوام عالم مین اسوقت یہ فرق تھا کہ اقوام عالم کی جہالت ان کی عمر طبعی کی تمامی کے باعث تھی جس طرح ایک بوڑھا سٹھیا جاتا ہے اور عرب کی جہالت ان کی ابھی عمر اپنی جوانی تک نہ پہونچنے کے باعث تھی جسطرح ایک بچہ نادان ہوتا ہے بوڑھے طوطے پڑھ نہین سکتے اور لڑکے مکتب مین جا کے بڑے بڑے قابل اور عالم ہو کے نکلتے ہین ؛

تمام اقوام عالم تعیش کے مرض مزمن مین مبتلا ہو چکی تھین ان کے معالجہ سے اطباے حاذقین تھک چکے تھے تمام تدابیر کر چکے تھے عرب گہوارہ حیات مین تھا اسمین آثار نشو ونما کے ظاہر ہو رہے تھے اسکے لیے کوئی ضرورت تھی تو یہ تھی کہ اسکو تعلیم دیجاے اسکے قوی کام مین لگائے جاوین اور اُس سے مرض ضلالت شرک کا دور کیا جاوے جس سے وہ خود بھی بیزار ہو چکا تھا عرب نے اسوقت تک غلامی اور عبدیت کی لعنت کبھی قبول نہین کی تھی اسمین حریت کے جوہر تھے اسمین شجاعت تھی سخاوت تھی صلہ رحم کا مادہ تھا وہ مہمان نواز تھے وہ صدق و امانت کی قدر کرتے تھے وہ وعدے اور معاہدے کے پابند تھے ان کو قومی وقار اور قبیلہ کی حرمت کا پاس تھا ان کو عزت نفس کا

خیال غالب رہتا تھا یہ سب اوصاف ہین جو ایک زندہ قوم مین ہوتے ہین ساتھ اسکے وہ
تعلیم الٰہی سے بہت دور تھے توحید باری کے نور کے پرتو سے کبھی کبھی کوئی قلب منور ہو جاتا تھا
مگر شرک کے مراسم قدیمہ کا بادل انپر ہر طرف سے چھایا ہوا تھا گھر گھر خدا بنا رکھے تھے اگرچہ وہ
سب ان کی دلگی اور مذاق سے زیادہ نہ تھے انھون نے مافوق العادت قوت سوائے خدا کے کسی
کو تسلیم نہین کیا تھا کبھی کبھی مجاور اقوام کے باعث وہ ستارہ پرستی آتش پرستی عیسٰی پرستی کرنے لگتے
تھے مگر ان امور کو ثبات نہ تھا عرب کے ان حالات کو ان کے دوست و دشمن دونون نے مفصل
قلمبند کیا ہے لیکن ہم اسجگہ چند احادیث ذکر کرتے ہین جن سے عرب کی فضیلت کا پتہ لگتا ہے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عرب کے داء جہل کے طبیب حاذق تھے اور آپکا معالجہ کامیاب علاج کہا جا سکتا ہے
آپنے جو تشخیص قوم عرب کی استعداد کی کی ہے اور جسکو آپنے مختلف مواقع پر ظاہر فرمایا ہے وہ تمام شواہد سے وقیع ترہے
ترمذی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جلشانہ نے مخلوق کو
دو فرقون مین کیا پھر ان مین قبائل کو پیدا کیا پھر زمین سویت کو مگر سب سے بہتر قبیلہ مین مجھی کیا اور قبیلون مین سب سے
بہتر گھرانے مین مجھی کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ و علے آبائہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے
ہین کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ جلشانہٗ مخلوق کو پیدا کیا اُسکے دو نصف کیے جو بہتر نصف تھا اسمین مجکو کیا
غالبًا مراد اسجگہ یہ ہے کہ ایک گروہ اشرار کا ایک گروہ اخیار کا بنایا پھر اخیار مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے نور کو منتقل کیا پھر ارشاد فرماتے ہین کہ اُس نصف کو جسمین مجھے پیدا کیا تین حصون پر
منقسم کیا غالبًا اولاد نوح علیہ السلام کو وقت جسطرح تین لڑکون کی اولاد مین بنی آدم منقسم ہوگئے
اسی کی جانب اشارہ ہے۔ حام و سام و یافث کی اولاد مین تین گروہ ہوگئے فرماتے ہین کہ جو
ان مین سب سے بہتر تھا اسمین مجکو کیا پھر ان تینون گروہ سے جو افضل تھا اسکی اولاد سے عرب
کو منتخب کیا عرب مین قریش کو قریش مین بنی ہاشم کو بنی ہاشم مین بنی عبد المطلب کو اور انمین
آپ ارشاد فرماتے ہین کہ مجکو منتخب کیا اس حدیث کو پروایت ابن سعد نے روایت کیا
ہے کہ حضرت واثلہ بن اسقع نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جلشانہ نے
اولاد آدم مین حضرت ابراہیم کو منتخب کیا اور ان کی اولاد مین اولاد اسماعیل کو اور اولادِ
اسماعیل مین کنانہ کو اور کنانہ مین اولاد قریش کو اور قریش مین بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم مین مجکو
منتخب کیا ہے اسکو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کتب حدیث مین اسکے ہم معنے
احادیث وارد ہوئے ہین اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ خیر القرون قرنی

آنحضرت صلعم بلحاظ نسب [illegible] — افضل عرب

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے حدیث حضرت ابن عباس مین ہی وہ خیر القرون جنمین مین پیدا ہوا ہون اُنکے ایسے لوگ ہین کہ جو خدا کی حمد کرتے ہین اچھے کامون کو بتاتے ہین بُرے کامون سے روکتے ہین اسکو ابن عساکر نے روایت کیا ہی اور بھی انھین ابن عساکر نے روایت کیا ہی کہ جب اولاد معد بن عدنان چالیس آدمیون تک پہونچگئی تو انھون نے حضرت موسیٰ کے لشکر پر حملہ کیا حضرت موسیٰ نے ارادہ کیا کہ ان کو بددعا دین ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ ان کے لیے بددعا مت کرو اسواسطے کہ ان کی اولاد مین نبی اُمّی ہین جن کی امت امت مرحومہ ہے وہ تھوڑسے رزق پر مجھ سے راضی ہوجانے والے ہین اور مین ان کے تھوڑے عمل کو قبول کرونگا اور اُن سے راضی رہونگا وہ محض ایک قول کی وجہ سے جنت مین جاوینگے وہ قول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین نبی تھے اسی طرح حضرت کی امت بہترین امت ہی خدا نے خود اُن کی تعریف کی ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تومنون باللہ۔ تم بہترین اُمت ہو جو لوگون کے نفع کے لیے پیدا کیے گئے ہین تم اچھائیون کو بتاتے ہو اور بُرائیون سے روکتے ہو اور اللہ کے اوپر ایمان لائے ہو۔ باوجود اسکے ایک گروہ ان ہی عربین ایسا بھی تھا جس کی شان مین قرآن شریف مین ارشاد ہوا ہے سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون ختم اللہ علےٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلےٰ ابصارھم غشاوۃ برابر ہے کہ ان کو آپ ڈرائیے یا نہ ڈرائیے وہ ایمان نہین لاوینگے ان کے دلون پر اللہ نے مہر کردی ہے اور ان کے کانون پر اور ان کی آنکھون پر پردے پڑے ہوئے ہین وہ نہ اچھی بات کا ادراک کرسکتے ہین نہ حق بات سن سکتے ہین نہ واقعات عالم کو دیکھ سکتے ہین کہ اُن سے نتائج کو اخذ کرین انھین مین وہ لوگ بھی ہین جن کے بارے مین ارشاد فرمایا ہی کہ الاعراب اشد کفرًا ونفاقًا واجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ انھین گنوارون مین وہ ہے جو نہایت سخت کفار ہے ہی اور سخت تر نفاق رکھنے والا ہے اور سزاوار ہے کہ وہ حدود ما انزل اللہ سے ناواقف رہے ایسے دو گروہ متضاد مین اللہ جلشانہ نے آنحضرت کو ظاہر فرمایا درحقیقت نبی کی بعثت بھی ایسے ہی گروہ مین ہوتی ہے جہان خلط ملط ہوگیا ہو صالح وظالم مین امتیاز نہ ہوسکے نبوت کا فائدہ ایسے مواقع پر ظاہر ہوتا ہی کہ صالح قبول احکام نبوت کرتا ہے اور برا جو سدا کا منحوس ہے وہ نور الٰہی کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے کان الناس

امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على
الله حجة بعد الرسل لوگ ایک ہی گروہ تھے کہ اللہ نے انبیاء کو مبعوث کیا خوشخبری دینے والے
اور ڈرانے والا تاکہ لوگون کے لیے اللہ کے اوپر حجت قایم ہوجاوے رسولون کے بعد جب تک
رسولون کو نہین بھیجتا ہے عذاب نہین کرتا ہی ثواب کا استحقاق کسی کو نہین ہوتا ہی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ نے اسوقت جب کہ رسولون کی آمد موقوف ہوچکی تھی تعلیم کو بھلا
چکے تھے دور جہالت تھا امت امیہ مین مبعوث کیا صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی بعثت کا مقصود
یہ تھا کہ ایک جدید قوم پیدا ہو اور اسکی نشوونما کی جو قوت ودیعت ہی وہ کام مین لائی جاوے
اسکے باعث دنیا کو جہالت سے نجات ہو اور ظلمت کفر و شرک کی جگہ نور ایمان ظاہر ہو توحید
کا آفتاب طلوع ہو حضرت کی اصلی دعوت توحید تھی اور باقی جسقدر امور تھے سب اسی توحید
کی حفاظت کے لیے تھے جتنے احکام امر و نہی ارشاد ہوے سب کا مقصد صرف یہی ہے کہ ان
لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله
یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نکرین اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین ایک دوسرا خدا کے سوا
باہم رب نہ بنایا جاے یہی وہ دعوت تھی جو حضرت نوح نے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور
حضرت یعقوب نے حضرت صالح و ہود نے حضرت داؤد و سلیمان نے حضرت موسے و عیسی نے
مخلوق تک پہونچائی وہی اصل شریعت ہے جو آدم علیہ السلام کے وقت سے تا ایندم بحالہ ناسخ ہی
اسکو کسی نے منسوخ نہین کیا ہی یہی مقصد اعلی ہے تخلیق آدم سے یہی ہی مکلف کی پیدایش کی
علت غائی رہے وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ہم نے انسان اور جن کو صرف عبادت
کے لیے پیدا کیا ہی اسجگہ عبادت سے مراد خاص توحید ہے اصل مقصد ذوی العقول کی پیدایش
کا اس سے معلوم ہوگیا کہ شرک نہ کرنا اور خداے واحد قہار کو ایک اللہ ماننا اسکے ساتھ کسی کو معبود نہ سمجھنا
نہ اسکی عبادت مین شریک کرنا نہ اسکی محبت مین شریک کرنا نہ اسکے سوا کسی دوسرے کی اطاعت
و فرمانبرداری کرنا اگر غیر کی محبت ہو تو اسی کے لحاظ سے اور اگر کسی کی تابعداری ہو تو اسی کے
مرضی کے موافق ورنہ وہی معبود وہی مقصود وہی قابل اطاعت ہی اسی تعلیم کی غرض سے
حضرت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاے اپنا نصب العین شرک کو مٹانا اور توحید کو
پھیلانا قرار دیا اور اس نصب العین سے کسی وقت غفلت نہین کی کوئی لمحہ وہ نہ تھا کہ حضور
اپنے اس مقصد کی تبلیغ مین مشغول نہ ہون۔"

خدا نے آپ کی پیدایش کے ساتھ وہ سب اسباب جمع کر دیے جو ایک مبلغ اعظم نبی مکرم کے لیے
ضروری ہین معجزات ہون یا ارہاصات ہون سب موجود تھے حضرت کے اوصاف آپ کی تعلیمات
واحکام سب اس امر پر شاہد تھے کہ آپ عالم کی ہدایت کے لیے رحمت کاملہ ہو کے تشریف لائے
ہین قبل اسکے کہ حضور تولد ہون چند ایسے اشخاص اللہ نے پیدا کر دیے جو خود موحد ہوئے اور
عرب سے شرک دور کرنے کی فکر کی گو اُن کو تائید غیبی نہ تھی وہ کامیاب نہین ہوئے لیکن انکا
وجود مین آنا بھی خالی از حکمت الٰہیہ نہ تھا لوگ خدائے واحد کے نام سے آشنا ہو چکے تھے
اور عبادت اصنام کی مذمت سننے لگے تھے مزید بران یہود و نصاریٰ کے عرب نے یہ سنا تھا کہ ایک
نبی آنے والا ہے تورات مین اسکی خبر تھی انجیل مین اسکی بشارت تھی فارقلیط جس کے معنی احمد
کے ہین صاف انجیل مین موجود تھا زبور مین بھی فاران سے ایسے شخص کے ظاہر ہونے کا تذکرہ تھا
کہ صلح و جنگ دونون کا مالک تھا برابر یہود کہتے تھے کہ عنقریب نبی ظاہر ہونے والے ہین جنکی
رفاقت کر کے ہم دشمنون پر غالب ہون گے کاہنون نے آپ کی تشریف آوری کی خبرین برابر
دینا شروع کر دی تھین خود آنحضرت ؐ نے اس امر کو ظاہر کیا ہے حضرت ابن عباس سے ابن عساکر
نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا مین آدم علیہ السلام کے صلب مین تھا جب کہ
وہ جنت مین تھے اور حضرت نوح ؑ کے صلب مین تھا جب کہ وہ کشتی مین تھے اور حضرت ابراہیم ؑ
کے صلب مین تھا جبکہ ان کو نمرود نے آگ مین گرایا میرے باپ داداؤن مین کسی نے سفاح
جاہلیت سے میرا نور منتقل نہین کیا برابر اللہ مجھکو اچھی صلبون سے طاہر ارحام مین منتقل کرتا رہا پاکیزہ
اور ہدایت پایا ہوا اسی طرح جہان دو شاخین ہوئین تو مجھے بہتر شاخ مین اللہ نے کیا۔
میری نبوت کا میثاق لیا اسلام کا عہد ہوا میرے ذکر کو اللہ نے تورات و انجیل مین مشتہر
کیا ہر نبی نے میری مدحت سرائی کی میرے نور سے اللہ نے زمین کو روشن کر دیا بادلون کو
میرے مُنہ کے نور سے منور کر دیا اور مجھے کتاب کی تعلیم اسمار سے کی میرے نام کو اپنے نام سے
مشتق کیا کیونکہ خداوند عالم اور ذوی العرش کا اسم گرامی محمود ہے اور مین احمد ہون مجھے
حوض کوثر کا وعدہ دیا گیا ہے اور وعدہ ہوا ہے کہ مین سب سے پہلے شفاعت کرون گا اور سب سے
پہلے میری شفاعت مقبول ہوگی مجھے بہترین زمانے مین اُٹھنے پیدا کیا ہے کہ وہ زمانہ میری
امت کا ہے وہ اللہ کی حمد کرنے والے ہین اچھی باتون کو بتاتے ہین اور بری باتون سے
لوگون کو روکتے ہین طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ جب معد بن عدنان کی

اولاد چالیس آدمیون سے متجاوز ہوگئی تو اسوقت اُن لوگون نے حضرت موسیٰ کے لشکر پر
حملہ کیا حضرت موسیٰ نے ارادہ کیا کہ انپر بد دعا کرین ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ اس قوم کے حق
مین دعاے بد نہ کرو کیونکہ ان مین سے نبی اُمی ہون گے جو ڈرانے والے اور بشارت دینے
والے ہین میرے چنندہ ہین ان کے اصلاب سے اس نبی کی امت ہے وہ امت مرحومہ ہے کہ وہ
امت محمدی ہے ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ سے تھوڑے سے رزق عطا کرنے سے
راضی ہو جاتے ہین اور اللہ ان کی تھوڑی عبادت سے خوشنود ہو جاتا ہی ان کو صرف ایک
کلمہ کے باعث جنت مین داخل کرے گا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے یہ فضیلت ان کو انکی نبی کے
باعث ہے وہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہین وہ نہایت متواضع ہین ان کے سکوت سے
عقلمندی ظاہر ہوتی ہے ان کے کلام سے حکمت ٹپکتی ہے ان کو مین نے بہترین گروہ سے پیدا
کرنا چاہا ہے وہ قریش سے ہون گے اور قریش مین اولاد ہاشم سے اور اولاد ہاشم سے جو
برگزیدہ اولاد عبد المطلب کی ہوگی انمین سے وہ ہونگے وہ سب خیر و خوبی مین رہینگے اور انکی امت بھی خیر ہی خیر مین ہوگی
حضرت شداد بن اوس سے ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ فرماتے تھے ایک دن ہم لوگ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے کہ ناگاہ ایک شخص بنی عامر کے قبیلہ سے
حاضر ہوا اور کہا کہ عبد المطلب کے فرزند کہان ہین آپ نے فرمایا مین ہون کہنے لگا کہ تم نے
ایک بڑی بات منہ سے نکالی ہے کیونکہ دنیا بھر کی خوبیان بنی اسرائیل مین تھین انھین مین گھرانا
نبوت کا تھا انھین مین گھرانا بادشاہت کا تھا تم تو ایک شخص عرب کے لوگون مین سے
ہو تم سے اور نبوت سے کیا تعلق ہے ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے تم اپنے امر نبوت
کی حقیقت کیا رکھتے ہو اسکو بیان کرو آپنے فرمایا کہ میرے قول کی حقیقت تفصیل طلب ہے تم بیٹھو تو
مین تم کو بتاؤن وہ بیٹھ گیا اور زانو سے زانو ملا کے بیٹھا آپنے فرمایا کہ میرے کلام کی حقیقت اور
میری حالت کی ابتدا یہ ہے کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون
اور اپنے بھائی عیسےٰ علیہ السلام کی بشارت ہون اور اپنی مان کا پلوٹھی کا لڑکا ہون جو سخت
گران تھا یہ ابتدا کی حالت تھی جتنا جتنا زمانہ حمل کا بڑھتا گیا گرانی و کسل دور ہوتا گیا بلکہ مسرت
اور شگفتگی بڑھنے لگی میری مان نے خواب مین دیکھا کہ نور ظاہر ہوا ہے اور اس نے مشارق
و مغارب کو گھیر لیا ہی پھر جب مین بڑھا تو مجھے بُت بُرے لگنے لگے اور مجھے شعر گوئی سے نفرت
ہوگئی میری رضاعت جشم بن بکر قبیلہ مین ہوئی آپنے قصہ شرح صدبیان فرمایا کہ ایک دن لڑکون

کے ساتھ میدان مین کھیل رہے تھے کہ تین شخصون کو سب نے آتے دیکھا انھون نے آپکا دست مبارک پکڑا اور جنگل کی طرف لیچلے لڑکون نے کہا کہ یہ لوگ پکڑنے آئے ہین لیجاوینگے یا ہلاک کرینگے سب لڑکے آنحضرتؐ کو بہت پیار کرتے تھے سب نے روکا مگر انھون نے کسی کی نہ سنی ناچار لڑکے گھرون کی طرف دوڑے اور آنحضرتؐ کے اسم مبارک کو لیلیکے چیخ چیخ کے پکارتے تھے کہ وہ ہلاک کیے جاتے ہین حضور فرماتے ہین کہ انمین ایک شخص سنے نہایت نرمی سے لٹایا اور پیٹ چاک کرکے اندرون کو دھویا دوسرے نے ایک مہر نکالی اور قلب پر کردی اور قلب کے اندر نور ایمان بھردیا پھر تیسرے نے ہاتھ پھیرا آپ اچھے ہوگئے اس اثنا مین لڑکون کے غل سے لوگ جمع ہوگئے اور آپ کی دایہ غالبًا حلیمہ سعدیہ بھی روتی پیٹتی آئین آپ فرماتے ہین کہ مجھے اندازہ تھا کہ شاید یہ لوگ ان تینون کو دیکھ رہے ہین مگر معلوم ہوا کہ وہ ان لوگون کو دکھائی نہین دیتے تھے آپ نے کھڑے ہوکے اُن کو تسلی دینا شروع کی اور وہ تینون غائب ہوگئے ان لوگون کو شبہ ہوا کہ کسی جن یا مرض کا اثر ہے کاہن کے پاس لیے گئے کاہن نے کہا کہ یہ لڑکا بہت بڑے مرتبے کا ہوگا بہتر ہے کہ اسے ہلاک کرڈالو ورنہ یہ عرب کا مالک ہوگا نجات میری اور تمھاری اسی مین ہے کہ اسکو ہلاک کرڈالو یہ لوگ اور دایہ حلیمہ سعدیہ اُس کاہن سے خفا ہوکے چلے آئے اور آپ کو آپ کے گھر پہونچا دیا جب حضرتؐ نے اس قصہ کو بیان فرمایا تو اس عامری نے کہا کہ مین تم سے کچھ اور دریافت کرنا چاہتا ہون آپنے فرمایا جو چاہو دریافت کرو اسنے سوال کیا کہ نیکی مین کیا شے زیادتی کرتی ہے آپنے فرمایا کہ زمانہ مدیدتک کرنا اسنے کہا کہ کیا بعد گناہ کے نیکی نفع کرتی ہے آپنے فرمایا ہان توبہ گناہ کو معاف کراتی ہے اور نیکیان برائیون کو مٹاتی ہین اور جب اللہ کو بندہ فراخی مین یاد کرتا ہے تو اللہ اسکو ابتلا مین مدد دیتا ہے اُسنے کہا کہ یہ کیونکر آپنے فرمایا کہ اللہ کبھی اپنے بندے کے لیے دو خوف اور دو بیخوفیان جمع نہین کرتا ہے اللہ فرماتا ہے کہ اگر میرا خوف دنیا مین نہین رکھتا ہو تو وہ آخرت مین خوفزدہ ہوگا اور اگر وہ میرا خوف دنیا مین رکھتا ہے تو اسکو امن مین رکھونگا مین اسدن جب کہ مین حظیرہ قدس مین اپنے بندون کو جمع کرونگا اُسنے کہا کہ آپ کس شے کی دعوت دیتے ہین آپنے فرمایا مین دعوت دیتا ہون اللہ کی عبادت کی اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کیجیے اسی کی تنہا عبادت کیجاوے اور شریک و ندا سکے چھوڑ دیے جادین اور لات وعزیٰ سے انکار کیا جاوے اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے خواہ کتاب ہو یا رسول اسکا اقرار کیا جاوے

اور نماز پانچوقت پڑھی جاوے اُن کے حقوق کی ادائی کے ساتھ اور رمضان کے روزے
رکھے جاوین اور زکوۃ دیجاوے اپنے مال کی اگر ایسا کیا گیا تو اللہ تم کو پاک کریگا اور تمہارے
لیے وہ مال طیب ہوگا اور حج بیت اللہ کیا جاوے اگر راہ ہو اور جنابت سے غسل کیا جاوے
اور اقرار کیا جاوے کہ بعد موت کے اُٹھنا ہے اور جنت و نار کا اقرار کیا جاوے اُسنے کہا کہ
جب مین ایسا بجا لاؤن تو میرے لیے کیا ہے آپ نے فرمایا جنات عدن ہین جن کے نیچے
نہرین بہتی ہین جنمین ہمیشہ رہنا ہے یہ جزا ہے اُس کی جس نے اپنے کو پاک کرلیا ہو اُسنے
کہا اِس کے ساتھ کچھ دنیا مین بھی چیز ملنے والی ہو آپ نے فرمایا ہان نصرت ہو اور بلاد مین
قدرت و تمکن حاصل ہونے کی توقع ہے وہ شخص اسلام لایا اسکو ابونعیم نے بھی دلائل النبوۃ
مین لکھا ہو یہ تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا اسکے علاوہ جو صحابہ ایمان لائے ہین وہ اس قسم
کے واقعات بیان کرتے ہین جن سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت کی تشریف آوری سے وقت
اکثر اہل علم نے تشریف آوری کی خبر دی تھی۔ چنانچہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہین
کہ مین سات یا آٹھ برس کا تھا کہ اسوقت جو کہا جاتا تھا مین سنتا تھا ناگاہ ایک یہودی تیرب کے
ٹیلو نپر چڑہ کے پکارنے لگا جس کو مین نے سنا کہ اے یہود لوگو آج کی رات وہ ستارہ طلوع
ہوا ہے جس کو نجم احمد (احمد کا تارا) کہتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ پیدا ہوگئے حضرت ابوبکر
اور عمرو بن نفیل اور امیۃ بن ابی الصلت وغیرہم کے واقعات تاریخون مین مذکور ہین ایسے
ہی حضرت عمر اور ابن عمر کے واقعات کے جو اشعار جنون سے انھون نے سنے کعب الاحبار
سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نے ایک پتھر پڑا ہوا پایا جسمین چار سطرین لکھی ہوئی تھین پہلی
سطر مین تھا انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی دوسری سطر مین تھا محمد رسولی طوبی لمن امن
بی واتبعہ تیسری سطر مین تھا من اعتصم بی نجا چوتھی سطر مین تھا الحرم لی والکعبۃ
بیتی من دخل بیتی امن من عذابی اسکو بھی ابن عساکر نے روایت کیا ہے اسیطرح
حضرت عمرو بن العاص سے بعض قسیس نے آنحضرت کی اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی
خبر دی اور اُن کو قرن حدید کرکے تعبیر کیا کہ یہ مشارق و مغارب کو عدل و انصاف سے
بھر دینگے اسی طرح آنحضرت صلعم کے دلائل نبوت سے ایک مہر نبوت دوسرے صدقہ کا نہ
قبول کرنا اور ہدیہ کو قبول فرمانا اور حرب کا واقع ہونا اور پھر وفات کی خبر یہ سب پہلے ہی
اُسنے بتا دیے حضرت ابوسفیان سے امیۃ بن ابی الصلت نے دریافت کیا کہ عتبہ بن ربیعہ

کیسے ہین اُنھون نے اُسکے اوصاف بیان کیے کہ وہ کریم الطرفین ہے اور مظلومون کی داد رسی
کرتا ہی محارم کا احترام کرتا ہی پھر اُسنے عمر پوچھی تو ابو سفیان نے کہا کہ وہ ساٹھ ستر سے متجاوز
ہے اُسنے پھر جب شام مین ملاقات کی اور آنحضرت نے دعوے نبوت کیا تو ابو سفیان
نے اس قصہ کو یاد دلا یا کہ تم سمجھتے تھے کہ شائد عتبہ نبی ہو مگر جب اُن کی عمر چالیس سے متجاوز
ہوگئی تو تم نے کہا کہ یہ نبی نہین ہو سکتا ہے پھر آنحضرت کا ذکر آیا اُسنے کہا کہ یہی نبی ہین
مگر مین اُنپر ایمان اسوجہ سے نہین لاتا کہ لوگ مجھے سمجھتے تھے کہ شاید مین ہی موعود نبی ہون ٭
اسی طرح حضرت سلمان فارسی اور حضرت عبد اللہ بن سلام کا قصہ ایمان مشہور ہے کہ وہ
بھی علامات اور حالات پہلے سے سن چکے تھے حضرت عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ توراۃ مین
مین نے یہ آیت پڑھی تھی جو نبی آخر الزمان کی شان مین ہی یا ایھا النبی انا ارسلناك
شاھدًا ومبشرا ونذیرا انت عبدی و رسولی سمیتك المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ
ولا سخاب فی الاسواق لا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضہ
اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء حتی یقولوا لا الہ الا اللہ ویفتح بہ اعینا عمیاء
واذانا صماء وقلوبا غلفا اسکو بھی ابن عساکر نے روایت کیا ہی دار قطنی نے امام مالک سے
غرائب امور مین روایت کیا ہے کہ جب قادسیہ کی فتح ہوئی اور سعد بن وقاص ونضلہ بن
معاویہ ایک پہاڑی کے قریب پہونچے تو نضلہ نے اذان دینا شروع کی جیسے ہی کہا اللہ اکبر
کسی نے جواب دیا کبرت کبیرا۔ اسی طرح جب کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو جواب آیا
کلمۃ الاخلاص پھر کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ جواب آیا۔ ھو النذیر ھو الذی بشر عیسے
وعلی راس امتہ تقوم الساعۃ۔ جب انھون نے کہا کہ حی علی الصلوۃ تو جواب آیا طوبی لمن
مشی الیھا و واظب علیھا جب کہا حی علی الفلاح تو اُسنے کہا قد افلح من اجاب محمدا پھر جب
نضلہ نے کہا اللہ اکبر۔ تو جواب آیا احسنت فحرم اللہ بھا جسدک علی النار جب نضلہ نماز
سے فارغ ہوے تو ان کو تعجب ہوا کہ اس کفرستان مین کون ہے انھون نے ندا دی
کہ تم جن ہو یا ملک یا انس جو ہو ظاہر ہو تو اُسنے اپنا سر نکالا بہت بڑا سر تھا اسکے سر کے
اور داڑھی کے بال نہایت سفید تھے اُسے کہا السلام علیکم لشکر اسلام نے کہا وعلیکم
السلام تم کون ہو اُسنے جواب دیا کہ مین ذریب بن برتیلا وصی عیسی علیہ السلام ہون آپنے
میرے لیے دعا کی ہے کہ مین اسوقت تک زندہ رہون جب تک وہ آسمان سے نازل

نہ ہون اسکے بعد اُسنے کہا کہ اب کون خلیفہ آنحضرت کے ہین لوگون نے جواب دیا کہ عمر بن الخطاب تو اُسنے کہا کہ حضرت سے کہدو بعد سلام کہ اے عمرؓ راہ راست اختیار کرو اور قریب بجق ہو اور ان کو خبر دو کہ جب یہ باتین امت اختیار کرلے گی تو گریز کرنا چاہیے یعنی مرد مرد سے اور عورت عورت سے اکتفا کرلے اور بلا نسب کے نسب مقرر کرلین اور غیر موالی کی طرف نسبت کرین اور بڑا چھوٹے پر شفقت نکرے نہ چھوٹا بڑے کی تعظیم کرے اور امر بالمعروف کہنا اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دین اور علمار علم کو دنیا طلب کرنے کیلیے اختیار کرین اور بارانی برسے مگر مفید نہ ہو اور لڑکا باعث غبطہ ہو اپنے باپ کے لیے اور گھر بڑے بڑے بنائے جاوین اور مصاحف منقش کیے جائین اور مساجد خوش رنگ کیے جاوین اور رشوت ظاہری طور پر کھانے لگین اور اپنی خواہشون کی پابندی کی جاوے اور دین کو دنیا کی عوض مین فروخت کردیا جاوے اور اپنے آبار کی تذلیل کی جاوے اور رشتہ ناتے قطع کرنے کی پرواہ نہ ہو اور حکم بیچا جاوے اور سود کھایا جاوے اور اسکو فخر سمجھا جاوے اور غنی عزت کا باعث ہو اور آدمی گھر سے نکلے اور اسکی تعظیم اس سے جو بہتر ہے اسکو کرنا پڑے اور اسکو وہ پہلے سلام کرے اور عورتین گھوڑون پر سوار ہونے لگین پھر وہ غائب ہوگیا اسی طرح بہت سے واقعات ہین یہود و نصارے تو اپنی کتب سے آگاہ تھے اور عرب کاہنون اور علماے یہود و نصارے کے بیانات سے آگاہ تھے صرف اوصاف ہی نہین بلکہ آپ کی تصویر تک بعض جگہ موجود تھی ؞

حضرت بلال بن حارث سے طبرانی نے روایت کیا ہو کہ ان کو ایک راہب نے شام مین تصویر آنحضرت صلعم کی اور حضرت ابی بکر کی دکھائی اور کہا کہ یہ تمھارے نبی اور تمھارے خلیفہ کی تصویر ہے حضرت عبادۃ بن الصامت اور عمرو بن العاص اور عدی بن الکعب وغیرہ کو حضرت ابوبکر نے ملک روم کے پاس بطور وفد بھیجا جب وہ جبلہ بن الایہم کی وساطت سے قسطنطنیہ پہونچے اور حضرت ابوبکر کا پیام اور دعوت اسلام بادشاہ کو پہونچایا تو اُسنے کہا کہ یہ باتین تمھارے لیے زیبا نہین یہ تو وہ لوگ ہین جو سمرا ہین حضرت عبادہ وغیرہ نے دریافت کیا کہ سمرا کون لوگ ہین اس نے کہا کہ جو دن کو روزہ رکھین اور رات کو نماز مین پڑھین تو ان لوگون نے کہا کہ خدا کی قسم یہ ہمین لوگ ہین اُس نے نماز و روزے کے حالات دریافت کیے پھر کہا کہ جب تم شہر مین داخل ہوئے تھے تو کیا کہا تھا انھون نے اللہ اکبر کی تکبیر کہی اسوقت ایک

پرند دکھائی دیا جس سے تمام دربار پر ہیبت و جلال ظاہر ہوا پھر اُس نے اُن سب کو علحدہ مکان مین رہنے کا حکم دیا شب کو بلایا اور دریافت کیا کہ تم جس کسی شہر کو فتح کرتے ہو تو کیا کہتے ہو ان لوگون نے اُسی کلمہ کا اعادہ کیا اُسنے کہا کہ جو واقعہ جانور کا پیش آیا وہ ہمیشہ پیش آتا ہی اُنھون نے جواب دیا کہ ایسا نہین ہے بلکہ یہ اتفاقی بات ہی اُسنے کہا کہ مین نے اسی وجہ سے دریافت کیا تھا کہ تمھاری سچائی کا اندازہ کرون تم لوگ سچے ہو اگر جھوٹے ہوتے تو اپنے کلمہ کی عظمت دکھانے کے لیے یہ نہ کہتے جو تم نے کہا ہے پھر اُسنے تصویرین دکھائین پہلے حضرت آدمؑ کی پھر حضرت نوحؑ کی پھر حضرت ابراہیمؑ کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب حضور کی تصویر ان صحابہ نے دیکھی تو بیتاب ہوگئے رونے لگے اور کہا کہ یہ تصویر ہمارے پیغمبر کی ہے اُسنے قسم دیکے دریافت کیا انھون نے کہا کہ بلا شبہ ہمارے پیغمبر کی ہے اُسنے کہا کہ مین نے ان کی تصویر جلدی سے دکھائی تھی یہ بعد حضرت عیسیٰؑ کے ظاہر ہونے والے تھے پھر حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ کی تصاویر دکھائین اور کہا کہ یہ حضرت آدم کے خزائن سے ذوالقرنین کو ہاتھ لگی تھین اور اُن سے حضرت دانیال نے حاصل کر کے ہمارے لیے درست کیا اور یہ ہم تک ملوک کی وساطت سے پہونچی ہین غرضکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حلیے تک سے واقف تھے نام سے واقف تھے خلیفہ سے واقف تھے اوصاف سے واقف تھے احکام سے واقف تھے اسی وجہ سے یہود کی صفت مین ارشاد ہوا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وہ اِس طرح جانتے ہین آنحضرتؐ کو جس طرح اپنی اولاد کو جانتے ہین کہ کوئی شبہ اُن کو نہین ہوتا ہی اِس سے زیادہ واقفیت کے اور کون اسباب ہین پھر جب حضرت تشریف فرما ہوئے تو وہ امور جن کو مخلوق علامت نبوت کہتی ہے وہ سب ذاتِ والاصفات مین کماحقہ موجود تھے۔ معجزات سے عوام کو نبوت کا یقین ہوتا ہے احکام سے خواص کو حالات و مشاہدات سے اخص الخواص کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اِن سب امور کو خدا نے جمع کر دیا تھا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم معجزہ عادت کے خلاف ہوتا ہے عقل کے خلاف نہین ہوتا ہے اسواسطے عقول متوسطہ اور عقول عالیہ کے لیے حجت نہین ہے حکما اور صوفیہ دونون معجزہ کو دلیل نبوت نہین گردانتے ہین مگر عوام چونکہ عجائب پسند ہین اُن کے نزدیک معجزہ بڑی چیز ہے اللہ نے ایسے امور خارق عادات اپنے رسلون سے دکھلوائے تاکہ عوام بھی گرویدہ ہوجائین لیکن اِس امر کا لحاظ رکھا گیا ہی کہ معجزہ اکثر انھین امور کے متعلق ہوتا ہے جو مخاطب اقوام مین درجہ کمال کو پہونچے ہوئے ہین تاکہ یہ عذر نہ رہے کہ اس صنعت سے ہم

[illegible]

بیان معجزات

واقف نہین اگر واقف ہوتے تو ہم بھی ایسا کر دکھاتے جو امور ان کی صنعت مین ہوتے ہین
بلکہ کمال صنعت انکو حاصل ہوتا ہے انھین امور مین خرق عادت ہوتی ہے یہان تک کہ قابل اشخاص
سمجھنے لگتے ہین کہ یہ صنعت سے بالاتر ہے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہی معجزات دیے گئے
جن کو دیکھ کے ساحر دنگ ہوگئے، اُن کے زمانہ مین سحر کی صنعت درجہ کمال کو پہونچی ہوئی تھی اسی طرح
حضرت داؤد کو زبور کا ترنم عطا کیا گیا یہان تک کہ اس زمانہ کے موسیقی کے قابل اشخاص جن کو
دعوے کمال کا تھا اور اپنی قوم مین باعث فخر تھے وہ بھی متحیر ہوگئے حالانکہ صنعت علم موسیقی اُن کی
قوم مین کمال کو پہونچی ہوئی تھی جسوقت حضرت داؤد علیہ السلام زبور سے ترنم کرتے تو در و دیوار
چرند و پرند سب محو حیرت ہوجاتے لوگون کو ان کی مافوق العادت امر ظاہر کرنے مین شبہ نہین رہا
ایسا ہی حضرت عیسیٰ ع کے وقت مین صنعت طب کمال کو پہونچی ہوئی تھی حضرت عیسیٰ ع نے مردے
کو جلا دیا اطبا کو حیرت ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب مین پیدا ہوئے عرب کا سرمایہ ناز
فصاحت و بلاغت تھی اپنے مقابل کسی کو متکلم نہین سمجھتے تھے حتیٰ کہ دیگر اقوام کو عجمی یعنی جانور یا گونگا
سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ آنحضرت کو قرآن کا معجزہ عطا کیا گیا اور چونکہ رسالت دائمی تھی اسواسطے دلیل
رسالت معجزہ بھی دوامی ہوا پہلے ارشاد ہوا کہ ایک سورۃ ہی لاؤ دس آیات ہی لاؤ ایک آیت ہی لاؤ تنہا یا سب ملکے
یہانتک کہ جن وانس باہم اعانت کرو تو بھی تم اسکا مقابلہ نہین کرسکتے باوجود اس تحدی اور ادعا
کے اس کلام کے مطابق کلام نہ لا سکے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کلام اسکا مقابلہ نہین
کرسکتا ہے یہ عجیب تر معجزہ قرآنی ہے کہ ہر زبان اپنے تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی جاتی ہے
مگر زبان عربی ہی ایک ایسی زبان ہے کہ وہ تنزل کرتی جاتی ہے اگر ترقی تو قرآن شریف کے نازل ہونے
تک ہوئی اگر زبان اُسوقت سے ترقی کرجاتی اور قرآن اسوقت کی زبان کے مطابق نازل ہوتا
تو نتیجہ یہ نکلتا کہ زبان قرآن سے ترقی کرجاتی خدا نے وہان عکس کردیا عرب نے جتنی ترقی کی اتنا ہی
زبان عربی کو تنزل ہوا قرآن شریف اسوقت تک معجزہ ہے اور قیامت تک معجزہ رہے گا یہ معجزہ
ایسا ہے کہ اس سے رسالت آنحضرت ہی کی صرف ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ کل انبیا کی رسالت
ثابت ہوتی ہے اگر یہ معجزہ آنحضرت کا نہ ہوتا تو نہ حضرت نوح کی نبوت ثابت ہوتی نہ حضرت ابراہیم
کی نہ حضرت موسیٰ ع و حضرت عیسیٰ ع کی اسواسطے کہ طریقہ ثبوت کسی کا قابل اعتبار نہین اور ایسا نہین
جسکا مخالف تسلیم کرے حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت ہی کی رسالت سے تمام رسل کی رسالت کا ثبوت
ہے کسی رسول کا معجزہ بالتواتر ثابت نہین ہے مگر آنحضرت کا معجزہ قرآن بالتواتر ثابت اور مشاہدہ

اُسکے ثبوت کے اوپر دلالت کرتا ہے کون فصاحت کا دعوی کرتا ہے اور علم بلاغت سے واقف ہی جو اِس
کلام معجز نظام کے اعجاز سے منکر ہو یا اسکا مقابلہ اسوقت بھی کر سکے اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد
و بارک وسلم آنحضرت کے معجزات کا ثبوت چند طریقون سے ہر گذشتہ بات کیونکر ثابت ہوتی ہے
اسکے واسطے ایک قاعدہ کلیہ مقرر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مخبر کے اقوال اگر معلوم ہون کہ یہ سچ بولتا ہے
عقل رکھتا ہے جیسا کسی امر کو دیکھا یا سُنا ایسا ہی یاد رکھ کے بیان کرسکتا ہی تو ایسے مخبر کی خبر مین ظن غالب
یہ ہے کہ واقعیت ہوتی ہے پھر ایک سے زیادہ ایسا ہی خبر دینے والا ایک ہی واقعہ کو ذکر کرے
تو تقویت ہو جاتی ہے یہان تک کہ اگر ایک جماعت معتبر اشخاص کی کسی بات کی خبر دے اور اتنی قوت
ان کی خبر مین ہو کہ عقل ان سب کا غلط بات پر مجتمع ہونا نہ قبول کرے اور یہی حالت ابتدا سے انتہا
تک ہے تو ایسی خبر کو متواتر کہتے ہین اس سے جو امر ثابت ہو اسکے وقوع کا یقین ہو جاتا ہی آنحضرت
کے معجزات بطریق تواتر بھی ثابت ہین مشہور بھی ہین آحاد بھی ہین بسند صحیح بھی مروی ہین بسند حسن بھی
اور ضعیف اسناد سے تو اسقدر معجزات مروی ہین جن کا احصار ناممکن ہے گو یہ ضعیف طرق بھی
توراۃ و انجیل سے بدرجہا اقوی ہین اور ان کا قدر مشترک تو تواتر معنوی تک پہونچ جاتا ہی پھر معجزات
تمام اکوان و اجرام فلکی اور اجسام طبیعی سب کو شامل ہین اعراض و جواہر سب پر معجزات کے ذریعہ
سے تصرف ہو گیا ہے جسقدر معجزات آنحضرت کے ہین انبیاے کرام مین سے کسی کو اُتنے معجزے
نہین ملے ولقد اتینا موسیٰ تسع آیات بینات سے نو معجزے حضرت موسیٰ کو دینا ثابت ہوتا
ہے آنحضرت کے معجزات نو لاکھ سے بھی زیادہ ہون گے باوجود اسکے پھر حضرت نے ہمیشہ معجزہ دکھانے
کو کوئی بڑی شی نہین کہا بلکہ ارشاد فرمایا کہ مین معجزہ دکھانے کو نہین آیا ہون اور واقعی حضور نے جو کچھ
معجزات دکھائے وہ حضور کے منصب عالی سے بدرجہا ادون تھے اگرچہ اولو العزم رسل بھی ان معجزات
کے ظاہر کرنے سے قاصر تھے وہ معجزات جو بالتواتر منقول ہین اُن مین سے ایک یہ ہے کہ حنین کی
لڑائی مین آنحضرت صلعم نے مٹھی بھر خاک کفار کے لشکر کیجانب پھینکی وہ سب اندھے ہو گئے اور شکست
کھا کے بھاگ گئے جس کا ذکر قرآن شریف مین اسطور پر ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی آپنے
نہین پھینکا خاک کو جبکہ پھینکا اور مگر اللہ نے اسکو پھینکا یعنے وہ پھینکنا قوت بشری سے باہر تھا قوت
آلہیہ کام کر رہی تھی اسمین اشارہ یہ ہے کہ انبیا معجزات کو اپنی قدرت سے جو اُن کو بوجہ ولایت کے
حاصل ہے نہین دکھاتے ہین بلکہ خدا اپنی قدرت کاملہ سے بلکہ اختیار نبی کو ظاہر کرتا ہے اسی وجہ سے
نبی کے معجزے کو خدا کی طرف نسبت حاصل ہوتی ہے اور کرامت کو ولی کی طرف منسوب کرتا ہے

معراج

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم ۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ آنحضرت رات ہی رات مسجد
حرم سے مسجد اقصے تک پہونچے صبح کو جب آپ سے سوالات کیے گئے تو آپنے وہان کے تمام
امور کے سوالات کا اسطرح جواب دیا کہ گویا آپ اسوقت ملاحظہ کر رہے تھے تیسرا معجزہ شق قمر
کا ہے کہ آنحضرتؐ نے چودھوین رات کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا بعض نے کہا ہے کہ آثار قیامت
سے چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے مگر اسکو قرأت وقد انشق القمر رد کرتی ہے اسواسطے کہ قد
ماضی قریب کے اوپر لایا جاتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے نزدیک بہترین تاویل
یہ کی ہے کہ اسوقت اس قسم کا جرم حائل ہو گیا جس سے رویت مخلوق مین چاند دو ٹکڑے ہو گیا
اس قسم کی حیلولت وقت تحدی کے ایک معجزہ ہے مگر یہ سب تاویلون کی راہین ہین حقیقت یہ ہے
کہ خدا کی قدرت اس سے کہین زیادہ ہے اور وہی قوت کام کر رہی تھی اگلے معترضین نے یہ دعوی
کیا ہے کہ اگر اتنا بڑا واقعہ پیش آتا تو دوسرے زمین کے لوگ دیکھتے اور مورخین اسکو لکھتے حالانکہ اس
واقعہ کو سوائے عرب کے کسی نے نہین لکھا مگر یہ امر بالکل مہمل ہے اسواسطے کہ نصف کرہ ارض مین
تو اسوقت چاند دکھائی نہین دیتا تھا اور نصف مین بعض جگہ آخر شب مین تھا بعض جگہ نصف شب
مین ان مقامات کے لوگون کو دیکھنے کی کیا ضرورت تھی عرب مین اوائل ماہ مین دکھائی دیا انھون
نے اسکو روایت کیا لیکن جسقدر واقعات کھلتے جاتے ہین اسی قدر یہ امر بھی واضح ہوتا جاتا ہے
کہ یہ معجزہ صرف عرب ہی مین نہین دکھائی دیا بلکہ سندہ اور مالابار اور چین مین بھی اس معجزے کا
لوگون نے مشاہدہ کیا تاریخون سے اور وقایع نگارونکی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی معجزے
کے دیکھنے سے ان مقامات مین اسلام پھیلا ہے سرکاری کاغذات اور رپورٹون سے مالابار
اور چین کی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہان چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کو لوگون نے دیکھا اور تحقیق کی
جب واقعہ معلوم ہوا تو اسلام قبول کیا جو لوگ اسلام کے مخالف تھے انھون نے اس واقعہ
کو دیکھکر بھی نہ بیان کیا ہوگا اسواسطے کہ تعصب سے بہت سے وقایع ذکر نہین ہوتے ہین غرضکہ عرب
مین یہ معجزہ بالتواتر مروی ہے اور دوسرے ملکون مین بھی اسکا تذکرہ ہے خصوصا جو ممالک ایسے
ہین جہان چاند کو اسوقت لوگ دیکھ سکے وہان تو رویت پورے طور سے ہوئی اس معجزے نے عقول
کو متحیر کر دیا اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم معجزات کے علاوہ احکام آنحضرت کے
اور اخلاق اوصاف آنحضرت کے ایسے ہین جنکو غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ ایک امی بدون تائید الہی
کے ایسے احکام نہین دے سکتا ہے اور ایسے اخلاق نہین رکھ سکتا ہے اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد

شق القمر

بیان اخلاق

وبارک وسلم حضور کے جمال جہان آرا کو دیکھ کے ارباب بصیرت خود مشاہدہ ہی سے شناخت کر لیتے
تھے کہ یہ صورت کاذب کی نہین ہے چنانچہ حضرت صدیق اکبر کو تو تحیر تھا کہ آپ کی صورت ہی
آپ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے پھر کیون لوگ ایمان نہین لاتے ہین حضرت عبداللہ
بن سلام نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ نبی ہین غرضکہ آنحضرت کی نبوت جملہ وجوہ اثبات نبوت
سے ثابت ہو چکی تھی باوجود اسکے پھر کسی کا ایمان نہ لانا سراسر اس کی بدبختی اور شقاوت تھی
اسکے سوائے کوئی احتمال نہین ہے اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم حضرت نے
دعوت اسلام جس طریقہ سے کی وہ بھی نہایت خوش آیند تھا حضرت موسیٰ ایک شب کو فرعون کے
یہان پہونچے حضرت ہارون نے ان کو روکا پہلے تقریب کی جب فرعون نے موسیٰ کو طلب
کیا تو اُن کو لے کے وہ آئے حضرت موسے نے فرعون کے پاس پہونچتے ہی حضرت ہارون سے
کہا بلغ رسالۃ ربی حضرت ہارونؑ معصوم تھے نبی کا حکم پاتے ہی کھڑے ہوگئے فرعون سے کہا
کہ رب العلمین پر ایمان لاؤ وہ نہ سمجھا فضول بکنے لگا برخلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
کہ آپنے پہلے دعوت کی حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اعزا کو اپنے بلواؤ چنانچہ بنی ہاشم اور بنی عبدمناف
اور صناد ید قریش جمع ہوئے جب کھانا کھا چکے تو ابولہب نے کہا کہ غالباً محمدؐ کو کوئی حاجت ہے
جب ہی تو اُسنے اس فقیری اور یتیمی کی حالت مین دعوت کی ہے اسلیے بہتر یہ ہے کہ قبل
اسکے کہ وہ کچھ حاجت کو ظاہر کرین چلدو چنانچہ وہ سب چلدیے حضرت اندر مکان کے تھے انتظام
کھانے کا کر رہے تھے جب باہر نکلے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ سب چلدیے آپنے
فرمایا کچھ مضائقہ نہین ہے پھر دعوت کرو چنانچہ دوبارہ دعوت کی اور قبل کھانے سے فراغت کے
آپنے دعوت اسلام شروع کر دی اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم حضرت کے ہاتھ پر جو لوگ
ایمان لائے ان مین اسے سب کے پہلے آپ کے بھائی جو آپکے ہمراہ رہتے تھے ہر امر سے آگاہ تھے
اور آپ کے یار غار جو بے تکلف دوست تھے اور آپ کی بیوی جو اندرونی حالات سے آگاہ
تھین اور آپکے غلام جنکو حسن معاشرت کا پورا تجربہ تھا ایمان لائے یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا ایمان لانا چاہے اسقدر تعجب انگیز نہ ہو مگر حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر کا ایمان
لانا بڑا ہی تعجب انگیز ہے کسی نبی پر اول اول ایمان لانے والے نہ تو اعزہ تھے نہ اہل ثروت تھے
حضرت عیسیٰ کے اوپر چند دھوبی ایمان لائے اور والدہ اور دیگر اعزہ سے آپ دور دور پھرتے
رہے حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر کا مال آنحضرت کی ابتدائی دعوت مین صرف ہوا جسکی منت خداوند عالم

طریقہ دعوت اسلام

نے بھی آنحضرت پر رکھی ہے - ووجدک عائلا فاغنی اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا
محمد بارک وسلم حضرت پر جو لوگ ایمان لائے انھین طرح طرح کی اذیت دی گئی مگر وہ اپنے ایمان
سے نہین پھرے حضرت کو ہر طرح کا لالچ دیا گیا سردار بنانے کی خوبصورت عورت کے ساتھ
عقد کرانے کی مال و دولت دینے کی طمع دلائی گئی مگر آپنے اپنے مقصد تبلیغ توحید اور شرک کی
مذمت سے منہ نہ موڑا آپ کی خواہش صرف یہ تھی کہ لوگ موحد ہوجائین آپ کو مکہ مین تنگ کیا
مسلمانون کو بارہا ہجرت کرنا پڑی لاچار ہوکے حضور مدینہ طیبہ مین آئے وہان بھی تبلیغ سے
باز رکھا اب اِن امور سے اچھی طرح اندازہ ہوگیا کہ یہ بدبخت ایمان دلائل سے نہین لاسکتے
ہین ان مین بعض حسد سے ایمان نہین لاتے اور بعض بڑون کے دباؤ سے ایمان نہین لاتے
ہین اِس حالت مین بجز اسکے کوئی چارہ نہ تھا کہ ایسے لوگون سے دنیا پاک کردیجاوے جو دعوت
حق مین سدّ راہ تھے اور ان کا شر کسی طرح دفع نہین ہوسکتا تھا حالانکہ اسباب ایمان لانے
کے سب موجود تھے دلائل آپ کی صداقت پر قایم تھے دعوت آپ کی باحسن اسلوب تھی پھر بھی
یہ نہ محض خود محروم تھے دوسرون کو بھی محروم رکھتے تھے ایسے لوگون کا قتل عقل کے موافق ہے
اسکا ثبوت تو اُوپر کی آیت کے تحت مین گذر چکا ہے یہان اسی پر اکتفا کی جاتی ہے کہ جسطرح
آکلہ کے مرض کے باعث کوئی عضو شریف کاٹ ڈالا جاتا ہے کہ دوسرا جسم محفوظ رہے اسی طرح
اِس وجود کو بھی نیست و نابود کرنا حکمت کے موافق ہے جو عالم انسانی کی تخریب کا باعث ہے اور اُسکی
روحانی موت کا سبب ہوتا ہے ورنہ حقیقۃً قتل کسی طرح اچھا نہین ہے حضرت داؤدؑ نے بحکم الٰہی
طالوت کو قتل کیا تھا مگر ان سے ہیکل قدس تیار نہ ہوسکی جب عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ تم نے
ہماری بنائی ہوئی عمارت کو ڈھایا ہے تم سے ایسی عمارت کا اختتام نہین ہوسکتا ہے جو میری طرف
منسوب کی جاوے ناچار حضرت داؤد نے دُعا کی کہ اگر مجھ سے نہ ہو تو میری اولاد سے کوئی شخص
ایسا ہو جس سے اتمام کو یہ عمارت پہونچے اسوقت ارشاد ہوا کہ یہ دعا تمھاری قبول کی جاتی ہے
چنانچہ حضرت سلیمانؑ سے اُسکی تعمیر ہوئی بہرحال یہ امر قتال حسن لذاتہ نہین ہے اسکا حسن ہونا
محض عارضی ہے اوپر کی آیت پہلے ہی جواز قتل پر مشتمل ہے اسکا شان نزول بیان کردیا گیا ہے
کہ صلح حدیبیہ مین طے پایا تھا کہ سال آیندہ مسلمانون کو تین دن مکہ مین رہنے کی اجازت ہوگی احرام
عمرہ کا باندھکر مکہ مین آئین ارکان عمرہ ادا کرین قربانی کرین اور چلے جاوین تین دن سے زیادہ
قیام نہ کرین عمرہ ذیقعدہ مین لانا تھا مسلمانون کو تحیر ہوا کہ اگر کفار عہد پر قایم نہ رہین تو کیا کرنا ہوگا

حضرت کے ساتھیون کا ایمان پر قایم رہنا

موذیون کا قتل

قتال حالت احرام مین کیونکر کیا جاوے گا پھر ذیقعدہ اشہر حج مین ہے پھر قرب حرم سے ہتک حرمت حرم کا اندیشہ ہے اسلیے یہ آیات نازل ہوئین پہلے کی آیت مین ارشاد ہوا کہ جو تم سے لڑے اُس سے تم لڑو مگر کسی قسم کی تعدی نکرو پھر اِس آیت مین ارشاد ہوا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ اُن کو قتل کرو جہان کہین اُن کو پاؤ اگر قتل کرنا ممکن ہو اور اگر قتل ممکن نہ ہو۔

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ اور نکالو تم اُن کو جہان سے تم کو اُنھون نے نکالا ہے مراد اس سے صرف مشرکین مکہ ہین تو مطلب یہ ہے کہ مکہ سے جس طرح تم کو مشرکین مکہ نے نکالا اسی طرح تم بھی اُنکو مکہ سے خارج کردو اگر مراد اُس سے یہود و نصاریٰ ہین اور آیت عام ہے تو مقصود یہ ہے کہ اُن کو جزیرۃ العرب سے خارج کردو خواہ خود خارج کردیا برابر اس فکر مین رہو کہ خارج ہو جائین اور اگر مراد تمام روے زمین کے کفار ہین تو مقصود یہ ہے کہ دار الحرب مین جسطرح تم تسلط کے ساتھ نہین رہ سکتے اسی طرح تم بھی دار الاسلام مین اُن کو نہ رہنے دو مگر مراد اول ظاہر تر ہے اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ سخت تر ہے قتل سے مراد فتنہ سے یا تو مسلمانون کا ابتلاء و آزمایش مین گرفتار ہونا ہے کہ وہ قتل سے زیادہ تر سخت ہے اسکو دفع کرنا لازمی ہے چاہے منجر بہ قتل ہی کیون نہ ہو یا مراد اس سے ارتداد ہے کہ مسلمانون کو کفار مجبور کرتے تھے کہ کفر اختیار کرین ایمان سے پھر جاوین تو اُسکے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ یہ امر قتل سے زیادہ تر سخت ہے مسلمانون کا ارتداد اُن کے قتل ہونے سے زیادہ قابل حفاظت ہے یا مسلمانون کا ارتداد ایسا ہے کہ اسکی حفاظت کے لیے قتل تک اختیار کرو اسواسطے کہ وہ سخت تر ہے قتل سے یا مراد فتنہ سے کفر ہے یا شرک ہے تو مطلب یہ ہے کہ شہر حرام اور حرم محترم مین کفر و شرک ہوتا ہے اُن دونون سے تو قتال سخت نہین وہ تو قتال سے بھی سخت تر ہین یہ سب احتمال فتنے سے ہو سکتے ہین اسواسطے کہ لغت مین فتنہ کہتے ہین آگ پر سونا رکھنے کو تاکہ اُسکا کھوٹ دور ہو جاوے اور پھر عموماً ہر تکلیف دہ شے کو کہنے لگے اس اعتبار سے کل امور مذکورہ فتنہ سے مراد لیے جا سکتے ہین حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اخبار پہلے سے سن چکے تھے دلائل نبوت بھی اچھی طرح دیکھ لیے تھے بعض مین استخاص نے اُن مین سے ایمان قبول کر لیا تھا سوائے معاندین اور حاسدین کے یا مغلوب لوگون کے ایمان سے کوئی محروم نہ تھا مثلاً ابولہب سے حبیب ابوسفیان نے حالت کفر مین

کہا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو غلبہ ہوتا جاتا ہے مین سمجھتا ہون کہ یہ وہی نبی ہین ان سے عداوت نہ کرنا چاہیے تو اُسنے جواب دیا مجھے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے عداوت تھوڑی ہے وہ تو میرا لخت جگر ہے مجھے تو رب محمد سے عداوت ہے کہ اُسنے نبو ہاشم مین مجھ بوڑھے کو چھوڑ کے میرے ایک لڑکے کو نبی کیا ایسے ہی دیگر کفار تھے اُن کا عناد اور حسد اِس حد کو پہونچگیا تھا کہ اگر ان کو دور نہ کیا جاتا تو برابر مسلمانون کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اُن کو ارکان اسلام ادا کرنیکا موقع نہ تھا جو مرکز توحید تھا وہ مرکز شرک بنا ہوا تھا اسکو بدون قتال کے صاف نہین کر سکتے تھے جب تمام تر امیدین اور توقعات اُن کے ایمان کے باقی نہ رہے لڑنے پر بھی خود آمادہ ہوگئے تو اسوقت حکم ہوا کہ تم جہان پاؤ قتل کرو اور جسطرح تم نکالے گئے ہو اُن کو بھی نکالو اُن کے قتال سے فتنہ سخت تر ہے اسکا دفع کرنا ضروری ہے اب یہ امر باقی رہگیا کہ آنحضرت کے تولد کے وقت کیا اعجاز ظاہر ہوئے اُن کو اکابر نے حضرت آمنہ اور شفا والدۂ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے تفصیل اسکی محافل میلاد مین ہوتی ہے واللہ اعلم۔

بیان ولادت

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت مختون پیدا ہوئے اور مروی ہے کہ آپ اسطرح نور مین گھرے ہوئے تھے کہ کوئی ستر آپ کا دیکھ نہین سکتا تھا حضرت آمنہ سے مروی ہو کہ زمانہ حمل مین اول اول مجھے کسل معلوم ہوا پھر جتنا جتنا آپ کا زمانہ قرب ولادت آیا وہ گرانی کم ہوتی گئی نور زشیت بڑھتی گئی یہ مروی ہے کہ جب زمانہ ولادت باسعادت آیا اور آثار درد زہ نمایان ہوئے تو حضرت آمنہ نے تنہائی کے باعث دعا شروع کی کہ مین اسوقت گھر مین تنہا ہون کاش قریش کی عورتین آجاتین حضرت آمنہ کی یہ دعا تمام نہین ہوئی تھی کہ پورا گھر اون کا خوبصورت عورتون سے پُر ہوگیا اُن مین تین بیویان نہایت خوبصورت صاحب وقار تھین کہ ایک نے ان مین سے کہا کہ ہم حوا ہین اسواسطے تشریف لائین کہ جدہ محترمہ ہین دوسری نے کہا کہ ہم آسیہ اور تیسری نے کہا کہ ہم مریم ہین اور یہ حورین ہین تمھاری خدمت زچگی کے لیے ہم کو خدا نے جنت سے بھیجا ہے عنقریب تم سے نبی آخرالزمان پیدا ہونا چاہتے ہین اس واقعہ کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے مفصل لکھا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مخصوص ان دونون بیویون کو حضرت آمنہ نے اسواسطے دیکھا کہ یہ جنت مین ازواج مطہرات کے گروہ مین شامل کی جائینگی اسی طرح حضرت آمنہ فرماتی ہین کہ ایک پرند سفید رنگ موافق مرغ کے آیا اور اُسنے اپنا پر ملدیا جو خوف عجائب قدرت کے دیکھنے سے مجھے ہوا تھا وہ سب جاتا رہا پھر فرماتی ہین کہ ایک پرند میرے گھر مین

وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن

اور ان مشرکون سے مقاتلہ مسجد حرام کے نزدیک نہ کرو یہان تک کہ وہ خود تم سے وہان

قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انتَهَوْا

مقاتلہ کرین تو اگر وہ خود تم سے مقاتلہ کرین تو تم ان سے مقاتلہ کرو یہی جزا کافرونکی ہے

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

پس اگر وہ باز رہین پس تحقیق اللہ مغفرت کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے

(بقیہ صفحہ ۱۷۶) آیا اور وہ ایک جوان خوشرو ہوگیا ایک کاسہ اُسنے شراب طہور کا پیش کیا جو شیرین شہد سے زیادہ اور سفید دودھ سے زیادہ تھا اُسنے مجکو پلایا اور با صرار سیر ہوکے پلایا پھر وہ ہوکر بیٹھا اور میرے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا اسجگہ یہ امر اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ واقعات سب عالم مثال کے ہین عالم مثال ایک عالم ہے جہان روحانیت مشکل ومجسم ہوتی ہے اللہ کو اختیار ہے کہ جسپر چاہے اسکو ظاہر کردے اکثر لوگون کو سونے مین انکشاف عالم مثال ہوتا ہے کبھی کسی کو بیداری مین ہوتا ہے خصوصًا اُن لوگون کو جن کا قلب صاف ہو اور وہ تزکیہ کرچکے ہین اُنپر مشاہدہ عالم مثال بہت ہوتا ہی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے ملائکہ کے اجسام مثالی صحابہ نے بیداری مین مشاہدہ کیے اسی طرح حضرت ہی کی برکت تولد کے باعث حضرت آمنہ کو اللہ نے یہ اجسام مثالی بیداری مین مشاہدہ کرائے جسطرح لوگ خواب مین نامحرم عورتونکو دیکھتے ہین یا درعورتین انکو دیکھتی ہین اور باہم شرم وحیا نہین ہوتی خلاصہ عالم اجسام کا ہی اسی طرح اِس حالت مین نہ ہونا ممکن ہے یہی باعث ہی کہ حضرت آمنہ نے ایک غیر محرم مرد کو دیکھا اور اُسنے پیٹ پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اسپر حضرت آمنہ کو کوئی حجاب نہین ہوا وہ حضرت جبرئیل امین تھے آپکی تشریف آوری کی وجہ سے آئے تھے مؤدب ہوکے کہنے لگے ظاہر ہون آپ اے نبی اللہ کے ظاہر ہون آپ اے رسول اللہ کے ظاہر ہون آپ اے بہتر خلق خدا کے ظاہر ہون آپ اے نور ایسے کہ اللہ کے نور سے بلا توسط حاصل ہی آخر عرض کی بسم اللہ اظہر یا محمد بن عبد اللہ اللہ کے نام اور بسم اللہ کی برکت سے بارھوین تاریخ ربیع الاول روز دوشنبہ وقت صبح صادق کے اس عالم مین حضور رونق افروز ہوئے ۞

اوپر ذکر ہوا ہے کہجہان کہین کفار ملجائین تم ان سے مقاتلہ کرو اِس آیت مین یہ ظاہر کردیا گیا ہے کہ حرمت مسجد حرام کی امر قتال مین بحال ہے البتہ اُن کے مقاتلہ کرنے کے بعد تم کو انھین دفع کرنا چاہیے۔ اِس آیت مین اِس امر کا بیان ہے کہ ابتدا ءِ قتال کی ممنوع جسطرح پہلے عام طور پر تھی اور وہ منسوخ

ہو گئی حرم محترم مین اُسی طرح ممنوع ہے۔ اور اگر نسخ نہ مانا جاوے تو مقصود اِس سے بیان شرط جواز
قتال ہے نزدیک حرم محترم کے بہر حال مسجد حرم مین قتال کا حکم اِس آیت مین ہے بعض لوگ کہتے
ہین کہ اِس آیت کو وَقَاتِلُوهُمْ کی آیت نے منسوخ کیا ہے اور یہ آیت ابتدار اسلام سے
وَقَاتِلُوهُمْ کے نازل ہونے تک محکم رہی یہ قتادہ سے مروی ہوا ہے اور مقاتل بن حبان کہتے
ہین کہ یہ آیت ناسخ ہے اپنے ماقبل آیت کی اور منسوخ ہے اپنے مابعد کی آیت سے یعنے
وَقَاتِلُوهُمْ کو اِس آیت سے منسوخ کیا اور اس آیت کو آیت سیف نے منسوخ کیا تو اس
صورت مین یہ آیت ناسخ بھی ہے اور منسوخ بھی ہے اور مجاہد کہتے ہین کہ یہ آیت ابتک محکم ہے
منسوخ نہین ہوئی ہے جسقدر آیات قتال کی نازل ہوئی ہین وہ سب غیر قرب مسجد حرم مین
نازل ہوئی ہین۔ لیکن حرم مین ابتک ابتدا قتال کی ممنوع ہے چنانچہ حدیث ابی شریح کی صحاح
مین مروی ہے کہ اُنھون نے عمرو بن سعید سے اسوقت کہا جب وہ مکہ کو لشکر روانہ کر رہا تھا کہ اے
امیر مجھے اجازت دے تو مین ایک بات بیان کرون وہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ
کے دن کھڑے ہوئے میرے کان سنتے تھے اور میرے قلب نے اُسکو یاد کر رکھا اور میری دونون
آنکھین دیکھتی تھین جب کہ آنحضرت تکلم فرمارہے تھے آپ نے اللہ کی حمد کی اور اسکی تعریف کی پھر
فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے محترم کیا ہے لوگون نے اسکو حرم نہین بنایا ہے لہذا کسی شخص کو جائز نہین ہے
جو اللہ کے ساتھ اور آخرت کے دن کے ساتھ ایمان رکھتا ہے کسی خون کو بہائے یا کوئی درخت
اکھیڑے پھر اگر کوئی شخص رخصت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کے باعث تو اس سے
کہو کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کو اجازت دی اور تم کو اجازت نہین دی ہے اور مجھ بھی صرف
ایک ساعت اجازت تھی پھر اُسکی حرمت لوٹ آئی آج جس طرح کل اسکی حرمت تھی اور چاہیے
کہ اسکو ہر حاضر غائب کو پہونچا دے کسی نے ابو شریح سے دریافت کیا کہ پھر عمرو بن سعید نے کیا جواب
دیا تو اُنھون نے کہا کہ اسنے جواب دیا کہ مین ابو شریح تم سے زیادہ واقف ہون مگر گنہگار کو
پناہ نہین دیتا ہے نہ اسکو کہ جو خون کر کے بھاگ آیا ہو یا جو لوٹ مار کر کے بھاگا ہو اِس آیت سے
اور آیت بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرم مین قتل روا نہین ہے اِس آیت کی قرأت حمزہ
کے نزدیک بجائے وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ وحتی کے ہر جگہ تَقْتُلُوهُمْ مروی ہوئی ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقاتلہ
اور قتل دونون ممنوع ہین اسی وجہ سے حنفیہ نے کہا ہے کہ کسی کو حرم مین قتل نہ کرنا چاہیے جبتک
کہ وہ خود قتال نکرے یہان تک کہ وہ قاتل جو بھاگ کے حرم مین آچھپا ہو اسکو بھی قتل نہ کرنا چاہیے

بلکہ اسکو اسطرح تنگ کرنا چاہیے کہ وہ خود حرم سے باہر نکل آوے ❊ کذلک جزاء الکافرین ایسا ہی جزار کافرون کی ہے کہ وہ نہ تو حرمت حرم کی رکھتے ہین نہ اشہر حرم کی نہ احرام کی اسوجہ سے ان کے مقابل بھی اِن امور کا لحاظ کرنا فضول ہے اُن کی جزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جاوین۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ پھر اگر وہ رک جاوین یعنی قتل ترک کردین بمصالحت کرلین تو اللہ ان کی بھی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اُن کے اگلے قصور معاف کردیگا جو قتال ان سے سرزد ہو گیا ہے اُسکا مواخذہ نکرے گا، بلکہ مسلمانون کو حکم دے گا کہ اُن کو قتل نہ کرین اسجگہ مقاتلہ کا ذکر ہے اسی وجہ سے ایک جماعت نے مُراد یہی لی ہے کہ ترک مقاتلہ کرین تو ان کے ساتھ مہربانی اور مغفرت سے پیش آئے گا مگر یہ مہربانی اور مغفرت دنیا ہی کے اندر ہوگی بعض کہتے ہین مراد اسجگہ ترک کفر و شرک ہے یعنے اگر وہ کفر چھوڑ دین اور شرک سے توبہ کرین تو اللہ اُن کے گناہ معاف کرے گا اور انپر رحمت کرے گا بعض کہتے ہین کہ مراد ترک مقاتلہ سے یہ ہے کہ استحلال قتل سے توبہ کرے جو اسجگہ ایمان لانے کے مرادف ہے یہان یہ شبہ ہوتا تھا کہ اگر مراد ترک مقاتلہ ہو تو ظاہر ہے کہ محض ترک مقاتلہ سے خدا گناہ معاف نہ کرے گا اور انپر رحمت نازل نہ ہوگی لیکن یہ اسی صورت مین ہے کہ جب مغفرت و رحمت اُخروی مراد ہو ورنہ دنیاوی کفار کے حق مین بھی ممکن ہے اسی وجہ سے ایک جماعت نے پہلا قول مُراد لیا ہے لیکن جو لحاظ کرتے ہین کہ اِس قسم کے الفاظ اُخروی مغفرت و رحمت ہی مین مستعمل ہوتے ہین وہ قول ثانی یعنے ترک کفر و شرک ہی مراد لیتے ہین ❊

اِس آیت سے ایک جماعت استدلال کرتی ہے کہ قاتل مسلم کی توبہ بھی مقبول ہے اسواسطے کہ اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کفار مسلمانون کو قتل کرین اور پھر توبہ کرین تو اُن کے توبہ مقبول ہے تو اگر مسلم مسلم کو یا کافر ذمی کو قتل کرے اور توبہ کرے تو اسکی توبہ بدرجہ اولے مقبول ہونا چاہیے کیونکہ وہ مستحق رحمت بہ نسبت کفار کے زیادہ ہے۔

اِس جگہ مُراد قبول توبہ سے اگر مواخذہ اُخروی ہے تو یہ امر مسلم ہے کہ قتل مسلم سے مسلم اگر توبہ کرے یا ذمی کے قتل سے توبہ کرے اور دنیا مین قصاص خواہ دیت اِس سے لے لی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ اِس صورت مین بلاشبہ توبہ اسکی مقبول ہے اور ایسے ہی کافر کی توبہ بھی مقبول ہے اگر دل سے وہ ایمان لایا اور قتل سے اُسنے توبہ کی ہے بلکہ صرف ایمان لانے سے تمام معاصی سے درگذر ہو جاتی ہے حدیث شریف مین آیا ہے ❊ الاسلام یجب ما قبلہ اسلام تمام ماقبل کے

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا

اور ان سے لڑو یہان تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جاوے پھر اگر وہ رک جاوین

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

تو زیادتی نہ ہو مگر ظلم کرنے والون پر۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) امور کو منہدم کر دیتا ہی اور اگر مراد اِس سے مواخذہ دنیاوی ہی تو بلاشبہ مسلمان اُس سے سبکدوش نہین ہو سکتا ہے جب تک اُس سے قصاص لیا جاوے یا دیت نہ لیجاوے یا اولیای مقتول بنا حق معاف نہ کر دین برخلاف قاتل کافر کے کہ اگر وہ اسلام لے آیا تو پھر اُس سے قتل کا عوض نہ لیا جاوے گا وہ مقتول مسلم کے عوض نہ قتل ہوگا اسکا سبب یہ ہی کہ کافر مکلف نہین ہے اور مسلم مکلف ہی اسی وجہ سے کفار اگر اسلام لاوین تو ان کو حکم نہین دیا جاوے گا کہ وہ اپنی گذشتہ نمازون کو دُہراوین برخلاف مسلمانون کے کہ اگر وہ توبہ کرین تو اُن کو ضروری ہی کہ وہ نمازونکی قضا کرین بعض نے کہا ہی کہ قتل حق عباد سے ہی اور نماز حق اللہ سے ہی حق اللہ مین تساہل ہوتا ہے مگر حق عباد مین تساہل نہین ہوتا ہے اسواسطے امر قتل امر قضاء صلوۃ سے زیادہ اہم ہے واللہ اعلم۔ اسجگہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انتہاء سے مراد حق کفار مین یہ ہی کہ دل سے اور اخلاص سے ایمان لاوین اور کفر و شرک سے توبہ کرین تاکہ عذاب اخروی سے محفوظ ہو جاوین ورنہ انتہاء کفر سے اگر بظاہر ہو کہ دلسے ایمان نہ لائے مگر انقیاد احکام اسلامی کا کرے تو اس صورت مین احکام ظاہر کے لحاظ سے حکم ترک مقاتلہ کا ہو جاوے گا ؛

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہو کہ عند المسجد الحرام سے کیا مراد ہے احتمال اسکو رکھتا ہی کہ پورا جزیرۃ العرب مُراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اندرون میقات مُراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ حد حرم ہو اور یہ بھی احتمال ہے عین دروازہ مسجد حرام کا مراد ہو اور اسکے قرب و جوار کے محلات بعض نے اندرون مسجد بھی مراد لیا ہی مگر ان سب احتمالات پر غور سے نظر کرنے کے بعد ترجیح اسکو ہوتی ہے کہ مراد اِس سے حد حرم ہے کیونکہ احترام اسی بقعہ طاہرہ کا ہی اسکے اندر کوئی جانور شکار نہین ہو سکتا ہی کوئی درخت اکھیڑا نہین جا سکتا ہی لہذا اسکے اندر قتال بھی نہین ہو سکتا ہے

مقصد قتال

اِس آیت سے غرض قتال کی بتادی گئی کہ مراد اس جگہ اس قتال سے ملک ستانی نہین ہے بلکہ مقصد اسکا صرف دفع فتنہ ہے رفع فتنہ سے کیا مراد ہے اسمین اختلاف ہی جیسا کہ اوپر گذرا چاہے کفر و شرک مراد لیا جاوے یا مظالم کفار کے مسلمانون کے اوپر یا ارتداد کی کوشش جو کفار کرتے تھے

یہ امور تھے جنکے باعث قتال مسجد حرام کے نزدیک بھی اُس صورت مین مباح کیا گیا جب کہ کفار خود قتال کرین
اور غیر مسجد حرام کے نزدیک بھی اباحت قتال کی انھین وجوہ سے ہوئی اگر یہ وجوہ نہ ہو بلکہ محض
ملک ستانی ہو یا دیگر اغراض نفسانی ہون تو قتال کہین روا نہین ہے ابومسلم نے فتنہ سے جرم
مراد لیا ہے اسجگہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ خداوند عالم کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ قتال سے رفع
فتنہ ہوتا ہے اور لوگ کفر و شرک سے باز آتے ہین لیکن واقعہ اسکے خلاف ہی تو اس شبہ کے دو جواب
ہین ایک یہ ہی کہ اغلب حالت ایسی ہی ہے کہ قتال موجب ایمان کا ہوتا ہے خصوصاً ان عرب کے
قتال جن کا ذکر مفصل ہو چکا ہے ان کے ایمان لانے کے لیے سوائے صورت قتال کے کوئی
صورت باقی ہی نہین رہی تھی اور قتال سے ایمان کی توقع تھی جیسا کہ فتح مکہ کے وقت ظاہر
ہو گیا دوسرا جواب یہ ہی کہ مراد اسجگہ اظہار مقصود ہے کہ قتل سے غرض ایمان لانا ہی چاہیے کسی امر
خارجی کے باعث حاصل نہ ہو سوائے اسکے کوئی غرض نہین ہے یہ امر اس صورت مین صاف
ظاہر ہے جب کہ مراد فتنہ سے وہ ابتلاء ہو جو مسلمانون کو ایمان لانے کے باعث پیش آتے
تھے اُن کو چارہ نہ تھا کہ یا وہ ایماندار رہین اور طرح طرح کے مصائب جھیلین یا معاذ اللہ مرتد
ہو جاوین انکے لیے مقاتلہ کے سوائے کوئی چارہ نہ تھا اس مقاتلہ کے باعث وہ فتنے سے محفوظ
ہو گئے حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر کے قصہ کو روایت کرتے ہین کہ اُن سے زمانہ فتنہ حضرت
عبداللہ بن الزبیر مین کسی نے کہا کہ کیون آپ ابن زبیر کے ساتھ لڑائی کے لیے نہین نکلتے ہین
آپ نے جواب دیا کہ اسوجہ سے کہ مجھپر میرے مسلمان بھائی کا خون حرام ہے اُسنے کہا کہ کیا
آپنے اللہ تعالی کے اُس ارشاد کو نہین سنا ہے جسمین باغی سے لڑنے کا حکم دیا گیا آپنے فرمایا مجھے
اُس سے زیادہ پسند یہ ہے کہ مین اُس آیت کا پاس کرون جسمین قتل مومن کی جزاء کا ذکر ہے
اُس شخص نے کہا کہ کیا اللہ نے نہین فرمایا ہے کہ
قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے آنحضرت کے زمانہ مین ایسا
ہی کیا کیونکہ اس زمانہ مین ہر شخص اپنے دین کی خاطر ابتلاء مین پھنستا تھا یا قتل کر ڈالا جاتا تھا یا
طرح طرح کے عذاب مین گرفتار ہوتا تھا ایسی حالت مین ہم لڑے یہانتک کہ دین اللہ ہی کا ہو گیا
اسلام غالب ہو گیا اے میرے بھتیجے اب تو تم اسواسطے لڑتے ہو کہ فتنہ ہو اور دین غیر اللہ کے
لیے ہو جاوے حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہی کہ کسی نے ابن عمر سے دریافت کیا کہ زمانہ
فتنہ قتل کا کیا حکم ہے آپنے فرمایا تم کو کیا معلوم کہ فتنہ کسے کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانہ مین مشرکین سے قتال کیا جاتا تھا، اسواسطے کہ انکے پاس اگر کوئی مسلمان ہوتا تھا تو مختلف طریقون کے عذاب مین اسکو گرفتار کرتے تھے اُن سے قتال اسوجہ سے ہوتا تھا کہ مسلمان آزادی سے رہ سکین وہ قتال و بیانہ تھا جیسا کہ تمھارا قتال ہے تمھارا قتال تو محض اسوجہ سے ہو کہ بادشاہت حاصل ہو۔

وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ یہانتک قتال کیا جاوے کہ دین اللہ ہی کا رہجاوے دوسرا دین جزیرۃ العرب مین نہ رہے یا غلبہ دین کو حاصل ہوجاوے دوسرے بیدین مسلمانون کو تنگ نہ کرسکین اہل اسلام کو امن ہوجاوے۔

فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ پھر اگر وہ رکجاوین تو زیادتی نہین ہی مگر ظلم کرنے والونپر یعنے اگر وہ کفر چھوڑ دین اور اسلام لے آدین تو انپر کوئی راہ نہین ہے البتہ راہ اگر ہو تو انھین پر ہے جو کفر و شرک کرین اور ظلم کرنے والے ہون، اہل معانی کہتے ہین کہ عدوان اور ظلم کے ایک ہی معنی ہین مراد اس جگہ یہ ہے کہ اگر اسلام لادین تو پھر ان کو نہ تو لوٹا جاوے گا نہ وہ قید کیے جاوینگے نہ اُن کو قتل کیا جاوے گا نہ وہ گھر سے نکالے جاوینگے اور جو لوگ ایمان نہین لائے وہی ظالم ہین ان کے لیے یہ سب جائز ہے۔ ظلم کی جزار کو اسجگہ عدوان کہا ہے حالانکہ جزاء ظلم عدوان نہین ہے مثلاً کسی نے ظلماً کسی کو قتل کر ڈالا حاکم نے اس قاتل کو قتل کرویا تو یہ ظلم نہین ہے بلکہ عدل و انصاف ہے اس کو عدوان کہنا صنعت ازدواج سے ہے یا بطریق مجازات اور مقابلہ کے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے کہ ارشاد ہوتا ہے فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى[1] پس اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو تم بھی اُس پر تعدی کرو اُسی قدر جتنا اُسنے تعدی کی ہے تو اسجگہ جزاء تعدی کو تعدی کہا ہے ایسا ہی۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ہے جزا برائی کی اُسکے مانند برائی ہے حالانکہ بدلہ برائی کا برائی نہین ہے یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جزائے شے کو شے سے تعبیر کرتے ہین جیسے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ انھون نے مکر کیا اور اللہ نے اُن کو جزائے مکر دی اور کافر کو ظالم اسوجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے حالانکہ محل عبادت اللہ ہے تو وضع الشیٔ فی غیر محلہ ہے جو عین ظلم ہے۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

پس شہر حرام اُس شہر حرام کا عوض ہے اور آداب کے بدلے ہین تو جو تم پر زیادتی کرے

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

تم اسپر زیادتی کرو جس طرح اسنے زیادتی کی تمپر اور اللہ سے ڈرو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

اور جان لو کہ اللہ پرہیزگارونکے ساتھ ہے

اِس ذیقعدہ کو عوض مین گذشتہ ذیقعدہ کے سمجھو اوپر بیان ہوچکا ہے کہ سنہ ۶ ہجری مین آنحضرت سنے عمرہ کی غرض سے مکہ کیجانب کوچ کیا جب حدیبیہ مین پہونچے تو کفار سنے روکا اور سال آیندہ آنے کی اجازت دینے پر صلح کی چنانچہ دوسرے ذیقعدہ مین یعنی سنہ ۷ مین آنحضرت نکلے تو اسکی جانب اشارہ ہے کہ یہ ذیقعدہ اس ذیقعدہ کے عوض ہے جو امر اُسمین روا ہے وہی اسمین روا ہے یا یہ موافق اپنی صلح کے ہے کسی کو اسمین روکنے کا حق نہین ہے اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ حرمات خواہ اشہر حج کے ہون یا دیگر حرمات ہون ان کے عوض و بدلہ موجود ہین اگر کوئی شخص ہتک حرمت اشہر حج کی کرے گا تو اس کے مقابل قتال کیا جاوے گا اگر نہ کریگا تو اسی ماہ کا احترام رکھا جاوے اسی طرح اگر کسی سنے مکہ کی حرمت نہ رکھی وہان قتال کیا یا حالت احرام مین قتال کیا تو اسکا عوض ضرور کیا جاوے گا اور برابر قتال کیا جاوے گا کچھ پرواہ اُن حرمات کی نہ کیجاوے گی اسواسطے کہ یہان مقابلہ ان لوگون سے ہی جو ان حرمات اور آداب کا کچھ خیال نہین کرتے ہین البتہ عدل کا اعتبار لازم ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ پس اگر تمپر کوئی شخص زیادتی کرے کہ باوجود صلح کے تمسے لڑے تو تم کو چاہیے کہ تم بھی اسپر تعدی کرو مگر اسی طرح جسطرح اسنے کی کہ اگر وہ قتال کرے تو تم بھی قتال کرو جیسا کہ اوپر گذرا جزاء تعدی کی تعدی کہا گیا ہے محاورہ عرب کے موافق ورنہ وہ تعدی ہی نہین ہے بلکہ اس سے صیانت حرمت حرم اور کہ معظمہ مین حجاج و معتمرین کا راستہ کھلتا ہے ۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى
اور خدا کی راہ مین صرف کرو اور اپنے کو

التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
ہلاکت مین نہ ڈالو۔ اور احسان کرو۔ اللہ احسان کرنیوالون کو دوست رکھتا ہے ؂

تحقیق فی سبیل اللہ

اور جب قتال کا حکم بتایا گیا اور حرم اور احرام اور اشہر حرم کے قتال کی بھی اجازت دی گئی تو اب ضروری ہوا کہ جو اسباب قتال کے ہین ان کے حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی جاوے اسواسطے ارشاد ہوتا ہو کہ خدا کی راہ مین صرف کرو سبیل اللہ سے مراد دین اللہ ہے اور انفاق عموماً اسی صرف کو کہتے ہین جو حق پر صرف ہو نہ کم ہو نہ اسراف ہو اسکا مطلب یہ ہوا کہ موافق اللہ کے حکم کے قرینہ سے صرف کرو اسجگہ مفعول محذوف ہی عام رکھا گیا ہو بوجہ قرینہ کے حذف ہوا ہے پہلی صورت مین جان و مال اور تمام اشیاء جو صرف ہو سکتی ہین سب مراد ہین اور دوسری صورت مین صرف مال مراد ہے اسواسطے کہ اسباب کے تہیہ کے لیے مال ہی کی حاجت ہوتی ہے اور سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے کیونکہ اوپر ذکر اوسی کا ہو یا جہاد ہے اور حج ہے کیونکہ آیندہ حج کا بیان ہے یا کل وہ مصارف جو بحق شرع ہون زکوۃ ہو یا صدقہ مفروضہ یا غیر مفروضہ صلہ رحم ہو یا نفقات ہون سب اسمین داخل ہین کو مال اور جہاد ملحوظ رہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور نہ ڈالو اپنے کو ہلاکت مین بایدیکم مین بار یا تو زیادہ ہے مراد اسجگہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھون کو ہلاکت مین نہ ڈالو اور ہاتھون سے مراد ذات لی گئی ہے جسطرح کہا جاتا ہو فبما کسبت ایدیکم تو وہ مصیبت بوجہ اسکے ہے جسکو تمھارے ہاتھون نے کمایا حالانکہ مراد بما کسبتم ہے یعنے جو خود تم نے کمایا ہے ایدی بولا گیا ہو اور خود ذات اُسکی مراد ہوتی ہو بعض کہتے ہین کہ بار زیادہ نہین ہے بلکہ لفظ انفسکم محذوف ہے تقدیر یہ ہے وَلَا تُلْقُوْا انفسکم بایدیکم تم اپنے کو از خود ہلاکت مین نہ ڈالو القار جب بار کے ساتھ بولا جاتا ہو تو عموماً مراد فعل شر ہوتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ یہان بھی یہ امر خیر نہین ہے اسی وجہ سے اُسکی نہی کی گئی ہے لفظ تہلکہ یا تو بمعنے ہلاک کے ہے جیسا کہ محقق ہے اگرچہ عموماً تہلکہ کے وزن پر مصدر نہین آتا ہے بلکہ تجربہ کے وزن پر آتا ہو لیکن جب قرآن مین آیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ وزن بھی مستعمل ہے بعض نے کہا ہو کہ تہلکہ وہ ہے جو منجر بہ ہلاک ہو بعض نے کہا ہے کہ اگر امکان مین ہو

تحقیق [illegible]

تو تہلکہ ہے اگر امکان مین نہ ہو تو ہلاک ہی اِس جگہ یہ سب معانی محتمل ہین مگر قوی احتمال اوّل ہے *

اب اگر مال مفعول ہے اور وہ اسجگہ سے محذوف ہی تو مراد یہ ہے کہ خدا کی راہ مین مال صرف کرو اور بخل کر کے اور ترک انفاق کر کے اپنے کو ہلاک نہ کرو کیونکہ مال نہ ہوگا تو اسباب جہاد نہ مجتمع ہون گے نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم شکست کھائے گی اور افراد قوم کی ہلاکت ہو گی یہ قول حضرت حذیفہ اور قتادہ اور عکرمہ اور عطاء کا ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ مین خرچ کرے اگر کچھ نہ ہو سکے تو ایک تیر ہی سہی نہین تو ایک قینچی دے کوئی یہ نہ کہے کہ ہم کچھ نہین دے سکتے ہین سدی سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ کہا انھون نے کہ خرچ کرو اگرچہ ایک ہی کا ٹکڑا ہی کیون نہ ہو یہ نہ کہو کہ میرے پاس کچھ نہین ہے لہذا مین نہ دون گا سعید بن المسیب اور مقاتل بن حبان سے مروی ہے کہ جب مال کے خرچ کرنے کا حکم ہوا تو لوگون نے کہا کہ اگر ہم مال خرچ کر ڈالین گے تو پھر ہم محتاج ہو جاوینگے ان کے کلام کی رد کی گئی کہ ترک انفاق مین اندیشہ ہلاکت کا ہی ہلاکت سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ دنیاوی ترقی مین ملک و قوم کی بربادی ہو گی اور یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ جب خلاف حکم الٰہی کیا جاوے گا تو آخرت مین عذاب ہوگا وہ بڑی ہلاکت ہی گویا کہا گیا کہ اگر تم آخرت کے طلبگار ہو تو خرچ کرو اور اگر تم دنیا کے طلبگار ہو تو صرف کرو اسواسطے کہ ہلاکت سے بچنے کی یہی صورت ہی خواہ ہلاکت آخرت کی ہو یا دنیا کی ہو یہ تو اُس صورت مین ہے کہ جب مال محذوف ہو اور لاتلقوا سے مراد نہی ترک انفاق کی ہو اور اگر نہی ترک انفاق کی نہ ہو تو مراد یہ ہے کہ اسقدر نہ صرف کر ڈالو کہ جو تمھارے پاس معیشت کے بقدر باقی نہ رہے اور تم ہلاک ہو جاؤ -

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ بعض لوگ اپنے گھر سے نکل کھڑے ہوتے تھے حج کے لیے یا جہاد کے لیے چاہے ان کے پاس مال ہوتا یا نہ ہوتا بلا زاد و راحلہ بلا مصارف اِس امید پر کہ لوگ دینگے ایسے لوگون کو حکم ہوا کہ اس بے سر و سامانی سے نہ نکل کھڑے ہو دوسرون کی توقع پر گھر سے نہ جاؤ بلکہ تم کو چاہیے کہ اپنے اوپر خود اپنا مال صرف کرو زاد و راحلہ اور نفقہ لے کے نکلو ورنہ خلاف توقع واقع ہوا تو تم ہلاکت مین پڑ جاؤ گے خواہ ہلاکت دنیا ہو پریشانی اور مصائب یا آخرت کی ہلاکت ہو کہ نیت خالص نہ رہے ثواب نہ ملے - محمد بن سیرین نے اِس جگہ خاص تفسیر کی ہے وہ کہتے ہین کہ مراد القا بالنفس الی التہلکہ سے یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاوے ایسا ہی ابو قلابہ نے بھی کہا ہے وہ کہتے ہین کہ کسی شخص نے گناہ کیا پھر اسکو خیال ہو گیا کہ اب بخشش تو ہو گی نہین مایوسی کے باعث وہ طرح طرح کے

گناہون مین مبتلا ہو گیا ارشاد ہوتا ہو کہ یہ ہلاکت ہو اسمین اپنے کو نہ ڈالو بلکہ توبہ کرو کہ وہ نجات کا باعث ہے، اس تفسیر کی روسے یہان آیت مین مناسبت بہت بعید ہو جاتی ہے یہ کہہ سکتے ہین کہ جب لڑائی کا حکم ہوا اور بعض اوقات اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی کیونکہ یہ حکم بہت شاق ہے تو پھر یہ گمان ہو گیا کہ آخر گنہگار تو ہے ہی ہین اب کیا ضرورت ہے کہ اپنے اوپر مشقت قتال برداشت کرین اسکے دفعیہ کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ تم سے اگر گناہ ایک بار ہو گیا ہو تو اس سے مایوس نہ ہو توبہ کرو مایوسی ہلاکت ہو یہ احتمالات ہم نے ذکر کیے مگر آیت عام ہے مراد اس سے ہر قسم کا انفاق ہے چاہے جان کا ہو یا مال کا ہو یا آبرو کا ہو یا خانمان کا ہو سب کچھ اللہ کی راہ مین خرچ کر دینا چاہیے مگر اسی صورت مین کہ امید کامیابی کی ہو غلبہ اہل اسلام کا متوقع ہو اور اگر غلبہ اہل اسلام متوقع نہین ہے نہ کچھ قتل سے مسلمان کے کفار کو نکایت و بدسگالی کا باعث پیدا ہوتا ہے تو ایسی صورت مین ہلاکت ہے وہ نہ اختیار کرو۔

اس جگہ بعض کمزور طبایع یا ناواقف کہنے لگتے ہین کہ مراد یہ ہے کہ خواہ نخواہ قتال و جدال نہ کرو کہ موجب ہلاکت ہے بلکہ کوئی ایسی شے نہ اختیار کرو جس سے ہلاکت مین پڑ جاؤ حالانکہ عموماً تو یہ صحیح ہو مگر خدا کی راہ مین صحیح نہین ہے اسمین جان دینا ہلاکت نہین ہو بلکہ زندگی ہو شہادت ہو یہانتک کہ باوجود اسکے کہ متیقن ہلاکت ہو پھر بھی اگر نکایت اہل کفر کی مقصود ہو تو اس صورت پر اقدام بھی جایز بلکہ ادلی و افضل ہے اسپر بہت سے آثار دلالت کرتے ہین جنمین سے چند اسجگہ ہم ذکر کرتے ہین۔

صحاح مین مروی ہے کہ جب حضرت معاویہ کے زمانہ مین قسطنطنیہ مین فوج کشی کی گئی تو اسوقت ایک مہاجر نے صف روم پر تنہا حملہ کیا لوگ چیخ چیخ کے کہنے لگے کہ اسنے اپنے کو ہلاکت مین ڈالا تو حضرت ابو ایوب انصاری باہر نکلے اور انھون نے کہا کہ اس آیت کا یہ مقصد نہین جو تم لوگ سمجھے یہ آیت تو ہم انصار ہی کے بارے مین نازل ہوئی جب ہم لوگون نے دیکھا کہ اسلام کو ترقی ہو گئی ہے اور لوگ خدا کے دین مین فوج کی فوج داخل ہو رہے ہین۔ جہاد کے لیے کافی فوج مل رہی ہے تو ہم لوگون نے ارادہ کیا کہ جہاد ترک کر کے اپنی کھیتی باڑی مین لگ جاوین تو اسوقت یہ آیت نازل ہوئی اس سے مقصد یہ ہوا کہ تم ہر شے اللہ کی راہ مین صرف کرو اگر ایسا نہ کرو گے تو ہلاک ہو گے۔ مسلمان غور کرین تو معلوم ہو جاوے گا کہ ایسا ہی ہوا ہے جب سے جہاد ترک کیا گیا۔ ذلت و خواری ہلاکت قوم کی ہر طرف ہو گئی ہے حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص نہ جہاد کرے نہ نیت مین جہاد رکھے تو اسمین ایک شمہ نفاق کا ہے، امام شافعی نے روایت کیا ہے

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

اور پورا کرو تم حج کو اور عمرے کو اللہ کے لیے

کہ ایک شخص نے قبیلہ انصار سے آکر آنحضرت سے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر مین صبر کے ساتھ امید اجر رکھ کے شہید ہوجاؤن تو مجھے کیا ملیگا آپنے فرمایا تیرے لیے جنت ہی اُس شخص نے اعدا کی صفون کو چیر کے قتال شروع کردیا یہان تک کہ قتل ہوگیا یہ واقعہ حضور اقدس کے سامنے ہوا اسی طرح ایک شخص نے اپنی زرہ اُتار کے آنحضرت کے روبرو پھینکدی جب آنحضرت نے جنت کا ذکر کیا تو وہ صف اعدا مین گھس گیا اور شہید ہوگیا مروی ہے کہ ایک انصاری کسی سریّہ مین تھا اتفاق سے اُسکے ساتھی سب شہید ہوگئے تو اُسنے بھی کہا کہ مین قتال کرکے شہید ہوجاؤن گا مین وہان سے بچ کے نہ جاؤن گا جہان میرے ساتھی مارے گئے ہین چنانچہ اُسنے ایسا ہی کیا جب آنحضرت کے روبرو اسکا ذکر ہوا تو آپنے اسکی تحسین کی ؀

مروی ہی کہ ایک گروہ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا انمین ایک شخص تنہا اعدا پر حملہ کرکے شہید ہوگیا تو ہلکو کہا گیا کہ اُسنے اپنے کو ہلاکت مین ڈالا حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ جھوٹ ہی بلکہ اللہ نے فرمایا ہی و من الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضاة اللہ بعض لوگون مین سے وہ ہی کہ جسنے اپنے نفس کو فروخت کردیا اللہ کی خوشنودی کے بدلے ؀

اس آیت کے قبل قتال کے احکام ہین اور بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ اُن آیات سے اور اس آیت سے کوئی خاص مناسبت نہین ہی مگر حقیقت مین یسئلونک عن الاھلہ سے لیکر یہان تک سلسل مضمون ہی پہلے احکام نماز کے پھر صدقے کے ذکر کیے گئے ضمن مین صدقے کے وصیت اور قصاص کا ذکر آگیا جس کا تعلق جان و مال سے ہی پھر روزہ کے احکام مذکور ہوے اسکے بعد حج کے احکام شروع ہوئے پہلے میقات حج کا ذکر ہوا پھر احرام مین جو غلط طریقہ رائج تھا اسکی وضاحت کی گئی پھر احرام باندھنے کے بعد جن امور کا پیش آنا متوقع تھا اُن کے بارے مین احکام ذکر کیے گیے وہ حج و عمرہ کے احرام لانیکے بعد شہر حرام مین مسجد حرام کے گرد قتال کے احکام ہین جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صلح حدیبیہ مین سنہ ٦ ہجری مین واپسی کی وقت یہ طے کرلیا تھا کہ سنہ ٧ آیندہ مین ضرور حج کرینگے اور مکہ کے لوگون نے بھی یہ طے کردیا تھا کہ ہم تین دن تم کو مکہ مین قیام کی اجازت دینگے جس مین تم احرام کے اندر عمرہ کے جو مراسم کرتے ہو وہ ادا کرلو طواف کرو سعی کرو اپنی ہدی قربان کرو اور چلے جاؤ باوجود اس قرارداد کے مسلمانون کو کفار کے بدعہدی کا اندیشہ تھا اور یقین تھا کہ اگر انھون نے بدعہدی کی تو پھر قتال ضروری ہوگا اور قتال مین پس و پیش کر رہے تھے کہ

جن امور کا احترام کیا جاتا ہے وہ قتال سے مانع ہون گے احرام بندھا ہو گا ذیقعدہ کا مہینہ ہے جو اشہر حرم
سے ہے محل قتال حدیبیہ کے آگے ہوگا جو سرحد حرم پر واقع ہے اسکا جواب دیدیا گیا کہ جب وہ
قتال کرین تو تم بھی کرو اور جو قتال کا ارادہ کر کے بدعہدی کر چکے ان کو جہان کہین بھی پاؤ مارو خواہ
نکالو پھر قرب مسجد حرام مین اگر وہ قتال کی ابتدا کرین تو تم بھی لڑو انہین حرمت حرم محترم اور احرام
اور اشہر حرم کا خیال نہ کرنے والا وہ فریق ہوگا جس نے ابتدا کی ہے تو یہ احکام بھی متعلق احرام کے تھے
اب اسکے بعد ایک احتمال یہ ہوتا ہے کہ سال گذشتہ جسطرح احرام کھولا گیا تھا امسال بھی ایسا ہی
حکم ہوجاویگا یا نہین تو اسکا جواب دیدیا گیا کہ چاہیے تمکو کہ جب احرام باندھ چکو خواہ حج کا احرام باندھا ہو یا عمرے

اتمام حج و عمرہ

کا دونون کو پورا کرو شروع کر کے نہ چھوڑو جسطرح اوپر صوم مین ذکر ہوا ہی کہ صبح صادق تک کھاؤ پھر جب
روزہ شروع کر چکو تو اسکو توڑ نہ ڈالو بلکہ واتموا الصیام الی اللیل پورا کرو روزے کو رات تک اس حکم مین فرض
و نفل سب یکسان ہین اسیطرح روزے کا حکم اور حج کا حکم بھی یکسان ہی خواہ حج فرض ہو یا نفل عمرہ چاہی اسکو سنت کہو
یا واجب جب شروع کر چکو تو پھر اسکو پورا کرو چھوڑ نہ دو نہ قبل اتمام حج کا احرام کھول ڈالو یا نہ قبل عمرہ لانے کے احرام کھول ڈالو
اس جگہ اتمام حج کے معنون مین اختلاف ہوگیا ہی اسوجہ سے کہ عمرے کی فرضیت مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ کہتے ہین کہ
عمرہ سنت ہی اور اس آیت مین حج و عمرے کی اتمام کے حکم سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ حج ہو خواہ عمرہ شروع کرنے کے بعد اسکا پورا
کرنا واجب ہے اس آیت سے نفس فرضیت حج یا نفس فرضیت عمرہ ثابت نہین ہوتی ہی بلکہ حج کی فرضیت وللہ علی الناس
حج البیت سے ثابت ہوتی ہے لہذا اتمام کے معنی یہ ہین کہ شروع کر کے پورا کرو نہ کہ حج و عمرہ دونون کا اتمام یہ ہی کرنے
سرے سے حج و عمرہ لاؤ کہ اس آیت سے اسکی فرضیت ثابت ہو امام شافعی کہتے ہین کہ عمرہ بھی واجب ہے جسطرح حج لہذا معنی اس
آیت کے یہ ہین کہ تم حج و عمرہ کو پورے طور پر اسکے ارکان و شرائط کے ساتھ بجالاؤ یہ ظاہر ہے کہ قرآن شریف مین اتمام کے معنی
بجالانے کے بھی آئے ہین حضرت ابراہیم کے بارے مین ارشاد ہوتا ہو واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن جب حضرت
ابراہیم کو ان کے رب نے آزمایا چند امور سے تو انھون نے انکو تمام کیا یعنے بجالائے ان امور کو اسی طرح یہان بھی اسکے
معنے ہین کہ تم بجالاؤ حج و عمرے کو اللہ کے لیے اگر یہ معنی کیے جاوین تو زیادہ مناسب ہے اسوجہ سے
کہ آنحضرت نے قبل حج کے عمرہ ادا کیا اور اس آیت کے قبل کوئی آیت نازل نہین ہوئی اور اگر
اتمام کے معنے پورا کرنے کے ہین بعد شروع کے تو اسمین زیادہ فائدہ نہین ہے اور اس معنی کے اختیار
کرنے مین احتیاط زیادہ ہے علاوہ اسکے بعض صحابہ نے بھی ایسا ہی ارشاد کیا ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ جسطرح حج واجب ہی اسی طرح عمرہ بھی واجب ہی اور یہ بھی قابل غور ہے کہ وللہ
علے الناس حج البیت مین عمرہ بھی داخل ہے کیونکہ حج اکبر حج کو کہا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ کوئی

حج اصغر بھی ہے وہ عمرہ ہے تو عموم مفہوم حج مین عمرہ بھی داخل ہے جبکی فرضیت وللہ علی الناس
حج البیت سے ثابت ہو رہی ہے تو اسجگہ بھی اسی کے مطابق معنے کہنے زیادہ مناسب ہین اسکے علاوہ
حضرت ابراہیم نخعی نے اقیموا الحج پڑھا ہے بجاے اتموا الحج کے تو یہ قرأت اِس احتمال کو قوی کرتی ہے
غرضکہ بجالاؤ حج و عمرے کو اسکے معنی امام شافعی کے نزدیک مناسب تر ہین۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہین
کہ اتمام کے معنے بجالانے کے مجازی ہین اور شروع کرکے پورا کرنے کے حقیقی ہین علاوہ اسکے اگر
تمھارے معنے تسلیم کرلین تو عمرہ کی فرضیت کا قائل ہونا پڑے گا اور اسکی فرضیت ثابت نہین ہوتی
ہے بلکہ احادیث مین جہان فرایض اسلامی ذکر کیے گیے ہین وہان صرف حج ذکر کیا گیا ہے عمرے کا ذکر
نہین ہے اعرابی کی حدیث مین صرف حج کا ذکر ہے یہ کہنا کہ حج اکبر جبکہ حج ہے تو حج اصغر کون ہوگا
قابل لحاظ نہین ہے اسواسطے کہ حج اکبر احتمال رکھتا ہے کہ مراد اس سے وہ ہو جبکہ حج جمعہ کے دن پڑے
یا قید واقعی ہو احترازی نہ ہو اور پھر عمرہ پر اطلاق حج کا غیر مسلم ہے بلکہ عموماً اطلاق عمرہ کا افعال
مخصوصہ پر ہوتا ہے جنسے زیادہ پر حج بولا جاتا ہے تو حج و عمرہ اصطلاحات شرعیہ ہین اور ان کے معنی
علیحدہ علیحدہ ہین اور مصادیق علیحدہ علیحدہ ہین رہگیا یہ کہ اسجگہ اتمام سے دوسرے معنی لینا زیادہ فائدہ
دیتا ہے غیر مسلم ہے بلکہ فائدہ اسمین زیادہ ہے کہ اس آیت سے اتمام کا حکم ہو جاوے اور دوسری
آیت سے فرضیت کا حکم ایسا ہی احتیاط بھی اِس معنی مین غیر مسلم ہے بلکہ غیر فرض کو فرض کردینا
احتیاط کے خلاف ہی آنحضرت نے پہلے عمرہ ادا کیا اسواسطے کہ حج و عمرہ دونون قبل اسلام کے رائج
و مشروع تھے اور عمرہ مین سہولت بہ نسبت حج کے زیادہ تھی اور اسکے بجالانے سے حج کا بجالانا سہل
ہوسکتا تھا اور معلوم ہوجاتا کہ کیونکر حج ادا کیا جاسکتا ہے اور صحابہ مین مثل حضرت جابر و حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہما کے ایسے اقوال روایت کرتے ہین جن سے عدم فرضیت عمرہ ثابت ہوتی ہے اور حضرت
علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود و شعبی وغیرہم نے والعمرۃ للہ پڑھا ہے رفع کے ساتھ
اور اِس حصہ کلام کو علیحدہ کردیا ہے جس کے معنی یہ ہین کہ پورا کرو حج کو اور عمرہ اللہ کے لیے ہی یہ قرأت
اسی احتمال کو قوی کرتی ہے جس سے عمرہ کا وجوب نہ ثابت ہو غرضکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اتمام
سے مطلب یہی ہے کہ شروع کرکے پورا کرو توڑ نہ ڈالو حج کو بھی اور عمرہ کو بھی فرض ہو یا نفل ہو
اتمام کے معانی ان دونون مذکورہ معنی کے علاوہ بھی کیا ہے ... نے کیے ہین جن مین سے چند ذکر
ہوتے ہین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت ابن عباس رضوان اللہ
علیہم اجمعین فرماتے ہین کہ اتمام حج و عمرہ سے مراد یہ ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندہ کے چلے

بیان میقات حج

اسجگہ بعض نے احرام مین اسی کو افضل ٹھیرایا ہے پھر مسجد اقصیٰ سے احرام کو افضل کہا ہی اسکے بعد ابعد
میقات سے مثلاً اہل مدینہ کے لیے ایک میقات ذوالحلیفہ ہے ان کا وہان سے احرام باندھنا
افضل ہے جو بارہ منزل ہین باعتبار ان لوگون کے جو ذات عرق سے احرام باندھتے ہین کہ وہ
دو ہی منزل مکہ سے ہے یہ تو اُس صورت مین ہے جب کہ دو علیحدہ علیحدہ طرف ملک سے آنیوالے ہون
لیکن شام کے رہنے والون کو دو میقات آتے ہین پہلا میقات ذوالحلیفہ دوسرا جحفہ جس کو اب
رابغ کہتے ہین اس صورت مین اہل شام کو اختیار ہے کہ چاہے اول سے باندھین چاہے رابغ
سے باندھین مگر افضل ان کے لیے ذوالحلیفہ ہے اسجگہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اہل مدینہ کو روا نہین ہے
کہ ذوالحلیفہ سے احرام نہ باندھین احرام میقات پر باندھ کے اندر جانا حج وعمرہ لانیوالی کے لیے ضروری ہی غرضکہ مذکورین
صحابہ اتمام حج وعمرہ سے مراد یہ لیتے ہین کہ احرام مین پورا سفر ادا ہو تا کہ کل سفر حج وعمرہ مین گذرے اصم کہتے ہین کہ اتمام حج
وعمرہ سے مراد آداب کے ساتھ حج وعمرہ لانا ہی کوئی خلل نہ ہونے پائے ابو مسلم کہتے ہین اگر نیت کر لی ہی تو ضرور ادا کرو
حج وعمرہ کو وہ نیت کرنے پر وجوب کے قائل ہین انکے نزدیک حج وعمرہ خواہ واجب ہو یا نفل اسکی نیت کر کے تمام کرنا واجب ہی
بعض لوگ کہتے ہین کہ اتمام حج کا اور اتمام عمرہ کا مطلب یہ ہی کہ ایک سفر مین حج ادا کرو اُس مین
عمرے کی نیت نہ کرو اور دوسرے سفر مین عمرہ لاؤ اور اسمین حج کی نیت نہ کرو بعض کہتے ہین
کہ خالص نیت سفر مین حج وعمرے کی کرو تجارت یا تفریح یا دیگر مقصد نہ رکھو ان سب معانی کے
اعتبار سے سوائے ابو مسلم کے معنی کے یہ امر وجوب کا باقی نہین رہتا ہے اور ظاہر امر وجوب کے لیے ہے

بیان حج و عمرہ

اسواسطے تاویلات مذکورہ کبار نے قبول نہین کین ابو مسلم کی تاویل امام ابو حنیفہ کی تاویل کے قریب
ہی قریب ہے بلکہ اگر تفصیل کی جائے تو دونون تاویلین ایک ہی ہو جاوین گی اسجگہ یہ بات
بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ حج وعمرہ کی حقیقت کیا ہے اور وہ افعال مخصوصہ کون ہین جن سے
حج عبارت ہی اور وہ افعال کون ہین جو عمرہ لانے کے مصداق ہین حج مین ارکان ہین اور ابعاض
ہین اور ہیأت ہین - ارکان سے مراد وہ افعال ہین جن کے اوپر حج موقوف ہی اگر وہ نہ ہون
تو حج نہ ہو ابعاض وہ ہین جنپر حج موقوف نہین ہے لیکن ان کے بجا لانے پر نقصان لازم ہوتا
ہے دم سے ان کا جبر نقصان ہو سکتا ہے ماسوا ان دونون اقسام کے سب ہیأت مین داخل ہین
متفق علیہ ارکان حج مین وقوف عرفہ ہے یوم عرفہ مین اور طواف بیت اللہ ہے بارھوین تاریخ
ذی الحجہ تک اگر ایک ساعت بھی قبل غروب شمس قیام عرفہ ہو گیا تو حج کا رکن ادا ہو گیا اسیطرح
اگر چار شوط طواف کے ایام نحر مین ہو گئے تو حج کا رکن ادا ہو گیا ورنہ نہین ہوا ان دونون کے علاوہ

بیان افراد و قران و تمتع

سر منڈانا یا بال کترواناہی اور مختلف فیہ سعی درمیان صفا و مروہ کے ہی امام شافعی کے نزدیک رکن ہی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ابعاض سے ہی اور ابعاض ہی کو واجبات بھی کہتے ہین انمین سے اراقۃ الدم سے جن کا جبر و نقصان ہوجاتاہی احرام ہی اور رمی جمار ہی یہ دونون متفق علیہ ہین اور مختلف فیہ وقوف عرفہ ہی غروب شمس تک اور شب گذارنا مزدلفہ مین اور شبین گذارنا منیٰ مین اور طواف وداع ہی اور سنتون مین غسل ہے احرام کے وقت اور طواف قدوم ہے اور طواف مین رمل کرنا ہی اور سعی مین اور رکن حجر اسود کو بوسہ دینا اور چھونا اور خطبونکا پڑھنا و سننا اور دیگر اذکار ہین اور عمرے مین سوائے وقوف عرفات کی سعی صفا مروہ اور طواف کعبہ و احرام کا باندھنا ہی وقوف عرفات عمرے مین نہین کرنا چاہیے، حج کی ادائی کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ ایک سفر مین صرف حج ادا کیا جاوے دوسرے یہ کہ ایک ہی سفر مین پہلے عمرہ لایا جاوے تیسری صورت یہ ہی کہ حج و عمرہ یکسان کیا جاوے پہلی کو افراد کہتی ہین اور دوسرے کو تمتع اور تیسرے کو قران کہتے ہین اسمین اختلاف ہی کہ کون صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کی تھی اور وجہ اشتباہ کی یہ ہے کہ جو شخص سوق ہدی کرے یعنے اپنے ساتھ قربانی کرے تو اسکو لازم ہے کہ جب تک قربانی ادا نہ کرلے اُسوقت تک احرام نہ کھولے آنحضرت نے احرام کو نہین کھولا احتمال ہے کہ افراد بالحج کیا ہو یا تمتع کیا ہوگا مگر احرام نہ کھولنے کی وجہ سوق ہدی ہو لیکن صحابہ نے مختلف صورتین اختیار کین بعض نے نیت صرف حج کی کی بعض نے حج و عمرہ کی نیت کی بعض نے احرام باندھکر عمرہ ادا کیا پھر کھولڈالا اسکے بعد حج کے لیے احرام باندھا اور حج ادا کیا بعض نے پہلے حج کی نیت کی پھر اسکو عمرہ کیطرف منتقل کردیا اور عمرے کے افعال ادا کرکے احرام کھولڈالا پھر حج کیا لہذا امت نے سب صورتون کو بجز صورت اخیرہ کے کہ حج کی نیت کرکے تمتع کیا ہو روا رکھا ہے اور اس صورت کو مخصوص صحابہ کے لیے قرار دیا ہے یہ ہی باعث ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس تمتع کو متعہ حج کا نام رکھ کے کہا ہی کہ متعہ خواہ نکاح کے افعال کا ہو یا حج کے لیے ہو دونون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین چند ایام کے لیے جایز تھے پھر حرام کردیے گئے اس قول سے بعض سمجھے کہ تمتع یعنے پہلے عمرہ کے لیے احرام باندھنا اشہر حج مین اور پھر حج کے لیے احرام باندھنا ناروا ہے حالانکہ وہ بالاتفاق روا ہے

ناروا وہی ہے کہ حج کی نیت کرکے بغیر حج کیے اور بلا وجہ شرعی احرام کھولڈالے عمرہ لاکے ہو یا بدون عمرہ کے ہو مگر صور ثلثہ افراد و تمتع و قران کی افضلیت مین اختلاف ہی امام شافعی کہتے ہین کہ افراد افضل ہے یعنی ایک ہی سال پہلے عمرہ لاے سفر تمام کرکے پھر حج کا سفر کرے اور اسی کو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی سمجھتے ہین حضرت عائیشہ اور حضرت جابر سے ایسا ہی مروی ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے نیت صرف حج کے لیے کی تھی حضرت امام مالک سے دو روایتین ہین

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

بقیہ ۱۹۱ پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو جو آسان ہو قربانی

ایک سے معلوم ہوتا ہے کہ افراد افضل ہے جیسا کہ قول امام احمد حنبل کا ہے اور دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع افضل ہے اور یہی قول انکا مشہور ہے اور انکے نزدیک آنحضرتؐ نے تمتع کیا تھا اور بوجہ سوق ہدی کے احرام نہین کھولا تھا امام ابوحنیفہ فرماتے ہین کہ افضل قران ہے پھر افراد پھر تمتع اور امام ابویوسف و امام محمد کہتے ہین کہ افضل قران ہے پھر تمتع پھر افراد امام ابوحنیفہ حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہین کہ وہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرتؐ کی اونٹنی کے سامنے کھڑا تھا اسطرح کہ آپکی اونٹنی کا لعاب میرے شانے پر گر رہا تھا یعنے اسقدر قریب تھا جب آپنے نیت کی حج وعمرہ دونون کی جسکو قران کہتے ہین امام شافعی ترجیح حضرت عایشہ کے قول کے باعث افراد کو دیتے ہین امام ابوحنیفہ حضرت انس کی حدیث کو مقدم سمجھتے ہین کیونکہ زیادتی علم کی انکی حدیث مین ہے جسکا اعتبار مقدم ہے یہ سب صورتین حج کے ادا کرنے کی ہین اگر قران یا تمتع کسی نے کیا ہے تو اسکو ایک دم شکریہ ادا کرنا ہوگا یہ قربانی جنایت کی نہ ہوگی ہر غنی وفقیر کھا سکتا ہے امام شافعی کے نزدیک یہ دم جنایت ہے اسواسطے خود نہین کھا سکتا ہے غنی نہین کھا سکتا ہے مساکین کا حق ہے تو اگر کوئی شخص احرام باندہ کے چلا اور پھر روک لیا گیا تو اسکو کیا کرنا چاہیے یہ سوال ہوتا ہے آگے کی آیت مین اسکا جواب ہے ٭

اوپر مذکور ہوا کہ اگر قتال کی ابتداء کرین تو تمکو قتال کرنا چاہیے پھر تاکید کی گئی کہ حج وعمرہ کو پورا کرو چھوڑ دو نہین قتال مین حاجت نہ تھی کہ احرام کھولڈالا جاے اگرچہ قتال کی ضرورت سے خود و زرہ پہننے کی بھی حاجت ہے اسواسطے اس نقصان کا رفع فدیہ دے کے اور کفارہ ادا کر کے ہو سکتا ہے جسطرح سردی گرمی کی وجہ سے سر پر کچھ کپڑا اوڑہ لے اب یہ امر باقی رہ گیا کہ قتال ہو یا نہ ہو اعدا حج خواہ عمرہ لانے سے روک دین تو کیا کرنا چاہیے اسکا حکم بتایا گیا اسجگہ دو اضمار ہین ان احصرتم واردتم التحلل فعلیکم ما استیسر من الہدی اگر تم محصور ہو جاؤ روک دیے جاؤ اور تم ارادہ کرو کہ احرام سے باہر آؤ تو تمپر لازم ہے ہدی جسکی تمکو سہولت ہو ٭

حصرتم کے معنی مین اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہین کہ حصر واحصار کے ایک ہی معنی ہین اور بعض کہتے ہین حصر تو مخصوص عدو کے ساتھ ہے اور احصار عام ہے اور بعض اسکے برعکس کہتے ہین مگر ائمہ لغت احصار کے معنی عام لیتے ہین امام شافعی کہتے ہین کہ احصار کے معنی خاص عدو کے روکنے پر بولے جاتے ہین اور وہی یہان مراد ہے اور ابن عباس وابن عمر سے روایت کرتے ہین کہ لا حصر الا حصر العدو حصر نہین ہے مگر عدو کے روکنے کو حصر کہتے ہین امام ابوحنیفہ کہتے ہین

حصرتم

کہ حصر و احصار کے ایک ہی معنی ہین اور اسی وجہ سے حصیر چٹائی کو کہتے ہین کیونکہ ایک تنکا دوسرے تنکے کو روکے ہوے ہوا ور حصیر ملک کو اور محبوس کو بھی کہتے ہین کیونکہ وہ محجوب اُدھر کا ہوا ہوتا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ ٹوٹنا کسی عضو کا اور لنگڑا ہونا بھی حصر مین داخل ہے لہٰذا امام ابوحنیفہ احصار کے عام معنی مراد لیتے ہین خواہ عدو روکے یا مرض ہو جاوے یا نفقہ تمام ہو جاوے جب کوئی مانع پیش آئے گا تو اسے احصار کہین گے بعض لوگ احصار غیر عدو کے روکنے کو کہتے ہین مگر اس قول کو صلح حدیبیہ کا واقعہ رد کرتا ہے اسواسطے کہ اسجگہ عدو نے روکا اور آنحضرت نے ذبح کرنے کے بعد احرام کھول ڈالا - امام شافعی کہتے ہین کہ آگے آیت مین ہے فاذا امنتم اور امن عدو سے کہا جاتا ہے مرض سے نہین کہا جاتا امام ابوحنیفہ اوّلا اسکی تخصیص کو تسلیم نہین کرتے اور ثانیًا کہتے ہین کہ اسمین تخصیص آخر آیت سے اوّل آیت کی ہے جو اصولی طور پر غیر صحیح ہے لہٰذا احصار عام ہے خواہ عدو سے ہو یا دیگر مانع سے ہو اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اعدا کے روکنے کے وقت تو انسان ہدی کے ارسال پر کبھی نہین بھی قادر ہوتا ہے گر مرض وغیرہ مین تو قدرت ہوتی ہے کہ ہدی کو بھیج سکے اسواسطے یہ معنی مراد لینا اکثر حالات کو شامل ہو سکتا ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آیندہ مریض کا حال ذکر ہوا ہے تو اگر یہان بھی مریض مراد ہو تو تکرار لازم آوے گی اسکا جواب ظاہر ہے کہ اسجگہ مریض کے لیے مخصوص حکم ظاہر کرتا ہے جو عام محصر کے لیے نہین ہے اسواسطے اسکا ذکر دوبارہ کیا گیا ہے "

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ احصار حج وعمرہ مین دونون مین ہوتا ہے اور دونون کے احرام باندھنے کے بعد اگر آدمی روکا جاوے تو یکسان حکم ہے - ابن سیرین کے نزدیک احصار صرف حج کے ادا ئی مین ہوتا ہے کیونکہ اسکا وقت مقرر ہے اور عمرے مین نہین ہوتا ہے کیونکہ اسکا وقت غیر معین ہے اگر روکا جاوے تو پھر ادا کیا جا سکتا ہی مگر یہ قول بھی واقعہ حدیبیہ سے رد کیا جاتا ہے وہان عمرے کا صرف احرام تھا اور اُسکے روکنے سے بھی احصار کا حکم کیا گیا اور ذبح ہدی کا اور احرام کھولنے کا حکم ہوا -

محصر جب احرام کھولنے لگے اور ہدی ذبح کرے تو لازم ہے کہ تحلل اور احرام باہر آنے کی نیت سے کرے ؛

ہدی کہتے ہین جو قربانی مکہ کے لیے بھیجی جاوے اعلی اسکا اونٹ و گاے ہے اور ادنی اُسکا بکرا ہے ایک اونٹ یا ایک گاے افضل ہے بکرے سے مگر ایک گاے مین سات آدمیون کی شرکت بکری کے ہر ہر آدمی کے ذبح سے افضل نہین ہے -

اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر احصار کی حالت مین کوئی جماعت غالب روپیہ طلب کرے اور کہے کہ

[illegible]

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط

اور اپنے سرون کو نہ منڈاؤ | جب تک کہ | ہدی اپنی | جگہ تک نہ پہونچ جاوے

اگر تم اسقدر روپیہ دو تو ہم تم کو حج کے لیے جانے دینگے تو ایسی صورت مین حاجی کو واجب نہین ہی کہ روپیہ ادا کرے بلکہ اسکو جایز ہے کہ ہدی ارسال کر کے احرام کھول ڈالے چاہے روپیہ طلب کرنے والا مسلمان ہو یا کافر ہو اور مال دینا مکروہ ہی خصوصًا جبکہ رُکنے والے کفار ہون اسیطرح اگر نوبت قتال کی پیش آوے تو مذہب اکثر علما کا یہ ہی کہ حجاج کو قتال واجب نہین ہی چاہی روکنے والے کافر ہون یا مسلم ہون اگر لڑنا ہی پڑے تو اسکو خود و زرہ پہننا جائز ہی فدیہ دینا ہوگا ایسے ہی کوئی فرق نہین ہی چاہی آگے بڑھنے اور پیچھے ہونے سے روکین یا صرف آگے بڑھنے سے روکین اور ایسا ہی حکم ہے کہ اگر ایک راستے سے روکین اور دوسرا راستہ ہو تو چاہیے کہ دوسرے راستہ سے جاوے ؀

اِس آیت مین محلہ کی تفسیر مین اختلاف ہی امام شافعی کہتے ہین کہ مراد اُس سے منحر ہے جہان اُسکو ذبح کرینگے خواہ وہ حرم کے اندر ہو یا باہر ہو امام ابوحنیفہ کہتے ہین کہ مراد اس سے ارض حرم ہی کہ وہ منحر ہی وہان ہدی ذبح کیجاتی ہے اور مُراد اُس سے حرم کے اندر ہے لہذا ان کے نزدیک ہدی کو حرم مین بھیجنا چاہیے اگر عمرہ کی ہے تو اُسکے لیے ایکدن مقرر کر دیا جائے کہ اُسدن ذبح کرے تا کہ جب وہ دن آ جاوے تو محرم کو سر منڈانا جایز ہو جاوے گا اور اگر ہدی حج کی ہے تو اُسکے لیے یوم النحر ہے امام شافعی کہتے ہین کہ جہان روک دیا جاوے گا وہین احرام کھولنا چاہیے اور سر منڈانا چاہیے اور وہین ہدی کو ذبح کرنا چاہیے اسپر فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجت لاتے ہین اور کہتے ہین کہ آنحضرت نے صلح حدیبیہ مین مقام حدیبیہ پر ہدی کو ذبح کیا تھا امام ابوحنیفہ اسکا جواب تو یہ دیتے ہین کہ بر قول واقدی حدیبیہ حرم مین ہی اور یہ جو ارشاد ہوا ہے ھدیا معکوفا ان یبلغ محلہ مقصد اسکا یہ ہی کہ حدیبیہ کا ایک حصہ حرم مین داخل ہے جہان ہدی کو ذبح کیا گیا ہی اور دوسرا خارج ہی اور قافلہ حجاج رُوکا گیا تھا اول حصہ مین اور بعد صلح ذبح آخر حصہ مین ہوئی ورنہ یہ کہنا حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ کے کوئی معنی نہین سواسطے کہ اگر وہ ہی محل احصار محل ہدی ہے تو یہ کہنا کیا فائدہ رکھتا ہے حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ مراد محل سے مکان ہی جیسا کہ قرآن شریف مین نازل ہوا ہے ھدیا بالغ الکعبۃ اور محلھا الی البیت العتیق یہ امر ظاہر ہے کہ خاص مسجد حرم تو مذبح ہے نہین مراد اس سے حرم عام ہے جہان قربانی ہوتی ہے اور محصر کے پاس اگر ہدی نہ ہو نہ مل سکتی ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ احرام کیحالت مین ہے یہان تک کہ ہدی اسکو ملے اور وہ ہدی کو ارسال کرے اور امام شافعی کے دو قول ہین اور امام احمد حنبل کہتے ہین کہ فدیہ دے ایسا ہی اگر حج یا عمرہ نفل ہی تو ائمہ ثلثہ کے نزدیک نسک واجب نہین ہی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اسجگہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرض اور غیر مرض عدو کے باعث سے روکنے والا یا نفقہ کے باقی نہ رہنے سے رُکنے والا

محل ہدی کا بیان

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ

پھر جو تم مین سے بیمار ہو جاوے یا اسکے سر مین کوئی تکلیف ہو تو فدیہ ہے روزے سے یا صدقہ یا ذبیحے سے

بقیہ صفحہ ۱۹۴ یکسان ہی سب ہدی بھیج کر احرام سے خارج ہو سکتے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مریض ہدی بھیج کے احرام نہین کھول سکتا ہی بلکہ دم دے اور حج کرے یا عمرہ لائے اگر عمرہ کی نیت ہے البتہ ایک صورت ہی کہ کسی نے احرام باندھا اور باندھنے کے وقت شرط کر لی کہ اگر مجھے مرض لاحق ہوگا تو ہدی ارسال کر کے احرام کھولڈالونگا تو اس اشتراط کے بعد اگر اُسنے مرض کی وجہ سے ہدی ذبح کر کے احرام کھولڈالا تو جایز ہے ورنہ جایز نہین ہے یہ تخصیص ایک حدیث سے ثابت ہوتی ہے مگر اُس حدیث سے استدلال حنفیہ کا زیادہ قوی ہے کیونکہ مرض کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے ایک عورت کو احرام کھولڈالنے کا حکم دیا اور اس شرط پر کوئی دلیل نہین ہے واللہ اعلم

اِس جگہ بھی تقدیر عبارت یون ہے کہ اگر کوئی مریض ہو یا اُسکے سر مین اذیت ہو اور وہ حلق کرنا چاہتا ہے تو وہ سر منڈوا سے اور اسکے عوض فدیہ دے اور فدیہ یا تو روزہ رکھنا ہی یا صدقہ یا ذبیحہ ہے مراد اسجگہ یا تو وہ لوگ ہین جو احرام باندہ کے رُک دیے گئے اور اُن کی قربانی اپنی جگہ تک ابھی نہین پہونچی مگر وہ سر منڈانا چاہتے ہین خواہ مرض سے یا کسی اور اذیت سے تو انکے لیے یہ حکم ہے یا یہان عام محرم مراد ہے خواہ محصر ہو یا نہو اس جگہ فدیہ کے امور ذکر کر دیے گئے مگر تفصیل انکی ظاہر نہین کی گئی جو حدیث مین بیان کر دی گئی جب صلح حدیبیہ مین لوگ رک گئے اور احرام کھولنے کا ابھی حکم نہین ہوا تو اس اثنا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے ایک صحابی کعب بن عجرہ کو ملاحظہ فرمایا جن کے سر مین جوین بہت ہو گئی تھین آپنے فرمایا کہ مین تمکو اس تکلیف مین دیکھ رہا ہون تو کیا تم کو ایک بکری میسر نہین ہی جو قربانی کرو اور اس مصیبت سے نجات پاؤ انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے قربانی کی مقدرت نہین ہے تو آپنے فرمایا کہ پھر تم تین دن روزہ رکھو یا چھ مسکینون کو کھانا کھلاؤ ہر مسکین کو نصف صاع گیہون دو جو سوا سیر کی مقدار ہے اور بعض علما نے پونے دو سیر حساب کیا ہی مگر جو صاع مد سے حساب کیا جاتا ہی اور مد مستند رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کے مد سے ہی اسکے معاینہ کے بعد اول صحیح معلوم ہوتا ہی یعنے سوا سیر تاہم اگر پونے دو سیر دے تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ بعض علما نے یہی حساب کیا ہے اس جگہ نسک کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ذبیحہ کے ہین مگر حدیث سے مراد ایک بکری ہے یا اقل اسکا ایک بکری ہے۔ نسک کے معنی تو عبادت کے ہین یا جمع نسیکہ کی ہی مگر مراد اس سے ذبیحہ ہے ابن الاعرابی نے کہا ہی کہ نسک چاندی کے پترون کو کہتے ہین پھر عبادت کرنے والے کو ناسک کہنے لگے کیونکہ وہ گناہون کی آلودگی سے بوجہ عبادت کے پاک ہو گیا پھر ذبیحہ کو نسک کہنے لگے کیونکہ وہ اشرف عبادات سے ہے اس آیت مین اسکا حکم صاف ہی مگر طعام وصیام کی تفصیل حدیث مذکور مین ہی دو تین روزے اور چھ مساکین کو سوا سوا سیر گیہون بنا ہو

بیان فدیہ

فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ

جب تم بے خوف ہو تو جو تم مین سے نفع مند ہو عمرے کے ساتھ حج تک تو جو اسکو میسر ہو

الْهَدْيِ ج فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ

قربانی کرے پھر جسکو قربانی نہ ملے تو وہ حج مین تین روزہ رکھے اور سات جب تم لوٹو

إِذَا رَجَعْتُمْ ج تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط ذٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ

یہ پورے دس ہوے حکم اسکے لیے ہے جس کا گھر مسجد حرام مین

حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ

موجود نہ ہو پھر تم ڈرتے رہو اللہ سے وہ بہت سخت

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

عقاب کرنے والا ہے

بقیہ ۱۹۵ اسپر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور یہ حدیث صحاح مین متفق علیہ ہے صرف حضرت ابن عباس و حضرت
حسن بصری سے مروی ہے کہ صوم سے مراد وہی صوم ہین جو آگے متمتع کے حق مین ہین اور طعام سے اتنی ہی مساکین مراد
ہین چونکہ بال منڈانا محظورات احرام سے ہے تو اسوجہ سے ایسے کہا ہے کہ یہی فدیہ ہے ہر محظور احرام کے واسطے سواے
جماع کے کہ اگر کسی نے اپنی عورت سے صحبت حالت احرام مین کی تو اسکو ایک بدنہ یعنے اونٹ لگتا ہے قربان کرنا ہوگی یا سات
بکریان یا اتنا کھانا کھلانا ہوگا جسکی قیمت ایک اونٹ کی ہے ایسے شکار کے لیے جزا رکھیہ ہے جیسا فقہ مین مذکور ہے
اس جگہ بھی یہ کلام یا تو محصر کے ساتھ خاص ہے مراد یہ ہے کہ جب تم امن مین آجاؤ خواہ عدو سے
یا مرض کی شدت سے یا کسی اور مانع سے تو پھر تم چاہو کہ تمتع کرو تو تمھین ایک قربانی کرنا ہوگی یا
یہ حکم عام ہے چاہے محصر ہو یا محصر نہ ہو کسی قسم کا اس کو خوف نہ ہو تو اسوقت اسکو تمتع جایز ہے
تمتع کہتے ہین نفع اٹھانے کو جب کسی کی ہم صحبتی طویل ہو تو کہتے ہین کہ استمتع ماخوذ ہے حبل ماتع سے
جس کے معنے ہین رسی دراز تمتع کی تعریف گذر چکی ہے اسمین ایک تمتع منسوخ ہوگیا وہ یہ کہ حج کا احرام
باندھے یا دونون کا اور پھر صرف عمرہ لا کے احرام کھولڈالے یہ صرف صحابہ کے لیے تھا اسواسطے کہ شہر حج
مین عمرہ لانے کو افجر الفجور سے سمجھتے تھے اُن کے اس فاسد عقیدے کے دور کرنے کے لیے ان کو حکم دیا گیا
کہ وہ عمرہ لا کے احرام کھولڈالین انھون نے اسی اعتقاد فاسد کے باعث صرف حج کا احرام باندھا تھا مگر
اس عقیدہ کی اصلاح ہونے کے بعد اسکی حاجت نہین رہی اسلیے اسکا حکم بھی منسوخ ہوگیا اب تمتع یہ ہے

کہ اشہر حج یعنے شوال ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اثنا مین عمرہ لائے اور پھر اسکے بعد حج کرے اور
عمرہ لانے کے بعد عمرہ کا احرام کھولڈالے اسکے لیے ایک قربانی کرے مگر اسکے چند شرائط ہین اول یہ کہ
وہ مسجد الحرام کا رہنے والا نہو جس کی تعیین آگے آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ عمرہ کے لیے احرام اُسنے میقات
سے باندھا ہو اگر میقات سے اُسنے احرام نہین باندھا ہے شلاً اسکا ارادہ حج و عمرے کا تھا ہی نہین
یا تھا تو اگر تھا تو اسکو تجاوز میقات کے باعث ایک دم دینا ہوگا اور تمتع کے لیے ایک دینا ہوگا اور
پہلی صورت مین وہ متمتع نہین ہوگا ؛

بیان شرائط تمتع

تیسرے یہ کہ احرام عمرہ کا اسنے اشہر حج مین باندھا ہو اگر قبل باندھا ہے اور اکثر اعمال عمرہ اُسنے اشہر حج
مین ادا کیے تو وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک متمتع ہے اور یہی قول امام احمد کا ہے اور امام مالک کہتے ہین
کہ اگر اُسنے احرام باندھا قبل اشہر حج کے اگرچہ اعمال بھی اُسنے قبل کرلیے مگر تحلال اشہر حج مین کیا تو متمتع ہے
اور امام شافعی کہتے ہین کہ صرف احرام ہی قبل حج کے مہینے کے عمرہ کا باندھنا متمتع کے حکم سے نکالدیتا ہے
یہ بالاتفاق ہے کہ اگر جس سال عمرہ لایا ہے اُس سال حج نہین کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا اگرچہ دوسرے
سال وہ حج کرے ؛

بیان ہدی

اور ہدی سے مراد یہان اونٹ ہے یا گائے ہے یا بکری مگر اونٹ پانچ برس کا ہو کے چھٹے برس مین پہونچگیا
ہو ایسے ہی گای تیسرے برس مین داخل ہوگئی ہو اور بکری دوسرے برس مین صرف دنبہ کے لیے
یہ حکم ہے کہ اگر وہ فربہی مین جوان کے برابر ہو اور متمایز نہ ہو تو وہ جائز ہے اور یہ دم دم نسک ہے کہ
ایام نحر مین ذبح ہونا چاہیئے اور اسکو ہر شخص غنی و فقیر کھا سکتا ہے یہی قول امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور
امام احمد کا ہے مگر امام شافعی کہتے ہین کہ یہ دم اسارت ہے اسکو فقرا کو کھلانا چاہیے اور بعد حج کے احرام
باندھنے کے اسکو ذبح کرسکتے ہین ؛

بیان روزہ

فمن لم یجد یعنے جو شخص ہدی کو نہ پائے اسکے ملے نہین یا کم مائیگی کے باعث خرید نہ سکے یا قیمتی
ہو جسکا خریدنا دشوار ہو تو اسکو چاہیئے کہ وہ روزہ رکھے مگر اس تفصیل کے ساتھ جسکو ارشاد فرمایا ہے کہ
تین روزے ایام حج مین اور فی الحج سے مراد امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشہر حج مین اور یہی ایک روایت
امام احمد حنبل سے ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ عمرہ کے احرام سے باہر آنے کے
بعد یہ تین روزے رکھ سکتا ہے اور امام شافعی کہتے ہین کہ احرام حج کا باندھنے کے بعد یہ روزہ
رکھ سکتا ہے ؛

مستحب یہ ہو کہ یوم ترویہ یعنے آٹھ دین ذی الحجہ سے دو روز قبل روزہ رکھنا شروع کرے اور یوم ترویہ

حج کا احرام مکہ سے باندھکر عرفہ کے دن عرفات روانہ ہو عرفہ کا روزہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اُس شخص کیلیے جایز ہے جو بآسانی رکھ سکتا ہو اور مکروہ ہے اس شخص کے لیے جو تاب نہ لا سکتا ہو اور عرفہ مین حاضر ہو مگر ائمہ ثلثہ کے نزدیک حجاج کو عرفہ کے دن روزہ مکروہ ہے اسواسطے پہلے سے یہ تین روزے رکھ لینا چاہیے۔ لیکن اگر یہ روزہ کوئی نہ رکھ سکا اور یوم الحج آگیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسکو ہدی لازم و متعین ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک وہ قضا کرے اور قضا کرنے سے دم ساقط ہو جاویگا امام احمد قضا اور دوم دونون لازم کرتے ہین۔

اِذَا رَجَعْتُمْ اور جب لوٹو تم تو سات روزہ اور رکھو مراد رجوع سے امام شافعی کے نزدیک وطن واپس آنا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد حنبل کے نزدیک اعمال حج سے فراغت ہوجانا مراد ہے تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ روزے اگرچہ متفرق ہین تین قبل حج کے اور سات بعد حج کے مگر یہ سب دس پورے ہین اور قائم مقام ہدی کے ہین عشرہ کاملہ کہنا اسوجہ سے مناسب ہے کہ احتمال اباحت کا دفع کردیا جاوے کہ واو یہان بمعنے او کے نہین ہے اگر او کے معنی مین ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ یا تین روزے حج کے ایام مین رکھو یا سات بعد حج کے حالانکہ مقصد یہ ہے کہ دسون پورے اِس تفصیل سے رکھے جاوین اِس لفظ عشرۃ کاملۃ سے او کا احتمال جاتا رہا اور واو جمعیت کے لیے متعین ہوگیا پھر عرب کے امی مخاطب تھے واکثر سبعہ کو مطلق کثرت کے لیے بولتے تھے اُس استعمال کو رفع کردیا اور سیاق حساب کا بھی تعلیم کردیا گیا۔ اسجگہ ایک مہمل اعتراض ہوتا ہے کہ کون نہین جانتا کہ تین د سات دس ہوتے ہین واضح کی وضاحت سے کیا فائدہ مگر ہمارے بیان بالا سے یہ اعتراض سرے سے ساقط ہوگیا ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ اُس شخص کے لیے ہو جسکے گھر والے مسجد حرام مین موجود نہ ہون ذلک کا اشارہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تمتع کی طرف ہے اور اُسی کے حکم مین قران بھی ہے لہذا اُن کے نزدیک تمتع و قران صرف آفاقی کرسکتے ہین اور امام شافعی کے نزدیک اسکا مشار الیہ ہدی ہے لہذا دم تمتع دوم قران اُن کے نزدیک آفاقی پر ہے مکی پر نہین ہے مگر تمتع و قران وہ کرسکتا ہے ان کے نزدیک چونکہ یہ دم دم اسارت ہی اور مکی سے کوئی اسارت تمتع مین نہین ہوئی کیونکہ وہ میقات کے باہر سے نہین آیا کہ اسپر عمرہ لانا لازم ہوتا اسواسطے اُسکو دم کی ضرورت نہین ہی امام ابوحنیفہ کہتے ہین کہ اسکو تمتع و قران کے جواز کی ضرورت نہین ہی پھر تعیین مین اختلاف ہی حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے کون مراد ہے جسکو ہم نے مکی کہا امام ابوحنیفہ کے نزدیک میقات کے اندر رہنے والے حاضری المسجد الحرام ہین جہانکی احرام حرم شروع ہوتا ہے وہ ذوالحلیفہ جحفہ یلملم قرن، ذات عرق مقامات ہین ان سب کے اندر جو رہے

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا

زمانہ حج کا تین مہینے ہین تو جو حج کو ان مہینون مین لازم کرلے تو جماع اور گناہ اور

فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ

دنگا نہ کرے حج مین اور جو کرے گا نیکی سے اسکو اللہ جانتا ہے

اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ز وَاتَّقُوْنِ

اور توشہ راہ کا اختیار کرو اور یقینا پرہیزگاری بہترین توشہ ہے

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ ط

اور ڈرو تم مجھ سے اے عقلمندو

بقیہ صفحہ (۱۹۸) وہ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ہے امام شافعی اور امام احمد حنبل کے نزدیک وہ لوگ ہین جو مکہ سے مدت قصر صلوٰۃ کے اندر رہتے ہین امام مالک کے نزدیک اہل مکہ اور اہل ذی طوی ہین اور طاؤس کے نزدیک اہل حرم ہین مگر قوی قول امام ابوحنیفہ کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ جہان سے آثار حرم شروع ہونے لگتے ہین وہ حاضر حرم کہلا سکتا ہے گو بظاہر قول امام مالک قریب بلفظ ہے ❊

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرو ان سب امور مین کیونکہ اسکے خلاف کرنے سے عذاب شدید کا اندیشہ ہے واللہ اعلم ❊

اسجگہ احکام حج کی تفصیل کی جاتی ہے اسکا وقت بتایا جاتا ہے مراد اسجگہ الحج اشہر سے وقت الحج اشہر معلومات ہے، یعنے وقت حج کا مشہور و معروف مہینے ہین جن کو حدیث شریف مین تفصیل سے بیان کردیا گیا ہے شوال، ذیقعدہ و ذالحجہ ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ مراد یہ ہے الحج ذو اشہر معلومات حج چند ماہ والا ہے یا حج حج ہے تین ماہ کا بعض کہتے ہین کہ حج افعال مخصوصہ کو کہتے ہین مگر ان کا تعلق ان ماہ سے ایسا ہے کہ گویا عین ایام ہو گئے اسی وجہ سے مبالغۃً حمل اشہر کا حج پر کیا گیا حدیث شریف مین اگرچہ تین ماہ کی تفصیل آئی ہے اور قرآن شریف مین بھی لفظ اشہر آیا ہے جو کم سے کم تین پر دلالت کرتا ہے باوجود اسکے ایمہ مجتہدین نے اختلاف کیا ہے کہ مراد کیا ہے امام مالک تو پورے تین ماہ کہتے ہین اور کہتے ہین کہ گو یوم عرفہ و یوم نحر کے بعد حج ہوتا ہے اور پھر کوئی احرام باندھ نہین سکتا ہے مگر اسکے مناسک برابر جاری رہتے ہین ایام تشریق مین رمی جمار ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک طواف زیارت آخر ماہ تک ادا کیا جا سکتا ہے اور حائضہ کے لیے تو طواف بدون اسکے کہ آخر عشرہ بھی

اُسکا محل ہو ممکن ہی نہین ہے اور بعض صحابہ مثل حضرت عمر ابن عمرو کا قول بھی یہی ہے اور ان کے نزدیک
عمرہ لانا قبل محرم کے بدون حج کے نہ چاہیے امام شافعی کہتے ہین کہ حج کا احرام یوم نحر کو کوئی نہین باندہ سکتا
ہے قبل طلوع فجر یوم نحر احرام باندھا جا سکتا ہے اور وقوف عرفہ بھی ممکن ہے لہذا دو ماہ شوال و ذیقعدہ
اور نو دن ذی الحجہ کے اشہر حج ہین حضرت امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ اشہر حج شوال و ذیقعدہ اور
یوم نحر تک ذی الحجہ مین اسواسطے کہ وقوف عرفہ اور طواف زیارت اسدن تک ادا ہو سکتی ہے جو رکن
حج ہین اور باقی امور ان کے تابع ہین یہی قول حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعود و ابن زبیر کا
ہے اور منقول ابن عمر سے یہی ہے اور امام حسن بصری بھی اسی کے قائل ہین اس بنا پر ضرورت
ہوئی کہ جمع اشہر کی تاویل کی جائے مگر محققین کے نزدیک ضروری نہین کہ بیکار تاویل کی جاوے
بلکہ بلا تاویل یہ امر واضح ہے کہ ظرف زمان بمعنی فی کے ہے اور فی کے لیے پورے ایام کے ظرف ہونے
کی ضرورت نہین کہا جاتا ہے دخلت یوم الجمعۃ او فی رمضان اسی طرح فی ذی الحجہ مراد ہے چند
ایام بھی اسکے ایام حج ہون تو کہا جا سکتا ہے کہ ذی الحجہ شہر حج ہے بعض لوگ تاویل کرتے ہین اور
کہتے ہین کہ دو ماہ پورے اور چند دن تیسرے ماہ کے بعض کہتے ہین اشہر جمع مجازی ہے بہرحال مراد
یہ ہے کہ حج کے دن تین مشہور و معلوم ماہ ہین، شوال و ذیقعدہ و ذی الحجہ کے چند ایام ٭

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فرضا کے بہت معنی ہین مگر یہان لزوم کے ہین یعنی جسنے اپنے اوپر لازم کرلیا
ان ماہ مین حج کو یعنے اسکا احرام باندھا تو اسکو مذکورہ احکام بجالانا چاہیے امام شافعی احرام مین صرف
نیت کو کافی سمجھتے ہین کہ اُسنے جیسے قصد کرلیا کہ وہ اپنے اوپر محظورات احرام کو حرام کیے لیتا ہے محرم
ہوگیا امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ اسکے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ذکر لبیک وغیرہ بھی کرے جسطرح
نماز مین دخول تحریمہ اور اللہ اکبر سے ہوتا ہے یا کوئی فعل احرام کا مثل سوق ہدی کرے یا ہدی کی
تقلید کرے یعنی ان کو قلائد بہ نیت احرام پہنائے اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ احرام حج کا ان
اشہر حج ہی مین ہو سکتا ہے ان کے قبل نہین ہو سکتا ہے مگر امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ قبل اشہر حج بھی ہو سکتا
ہے اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے یہ نہین لازم آتا ہے کہ جو قبل اشہر حج احرام باندھے اس کا
احرام بھی نہ ہو گا اصل اختلاف یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک احرام شرط ہے اور امام شافعی کے
نزدیک رکن ہے چونکہ شرط ہے اسواسطے مثل طہارت کے ہے نماز کے لیے تو اگر کوئی شخص وضو قبل وقت
کے کرلے تو نماز ہو جاوے گی اسی طرح کوئی احرام قبل ایام حج کے باندھے تو حج ہو جاوے گا اگرچہ
اس عنوان سے ذکر کرنے کے باعث حکم کراہت کا دیا جاوے گا اور امام شافعی چونکہ رکن کہتے ہین اور

احرام

رکن کی تقدیم اسکے وقت سے صحیح نہین اسواسطے احرام حج کا صحیح نہ ہوگا اب جو احرام باندھا گیا
ہے وہ عمرہ کا احرام ہو جاوے گا اُن کے نزدیک ایسے شخص کو عمرہ لا کے احرام کھول ڈالنا چاہیے
اور پھر اشہر حج مین حج ادا کرنا چاہیے دوسرا احرام اشہر حج مین باندھنا چاہیے واللہ اعلم۔
فَلَا رَفَثَ رفث سے خود فعل جماع مُراد ہے یا کلام فحش خواہ وہ عورتون سے کیا جاوے یا
نہ کیا جاوے مگر فحش ہو۔

وَلَا فُسُوقَ سے مُراد یا تو عام گناہ ہے کہ جو حدود شرع سے متجاوز افعال ہین یا مراد اُس سے
گالی گلوج ہی کیونکہ حدیث صحیح مین ہے قتال المسلم کفر و سبابہ فسوق قتل مسلمان کا کفر ہے
اور گالی اسکو دینا فسوق ہے٭

وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ مراد یا تو یہ ہے کہ اپنے ہمراہیون اور خدام سے دنگا فساد نہ کرے یا مراد یہ ہے
کہ ایک ہی جگہ عرفات پر حج ادا کیا جاوے یہ نہ ہو کہ ایک قبیلہ مشعر حرام ہی مین حج کرے جیسا کہ قریش
کرتے تھے اور حج مین رخنہ ڈالے فی الحج کہنا اور فیہ نہ کہنا اس غرض سے ہی کہ معلوم ہو جاوے کہ
حج لائق اعتناء اور قابل توجہ ہے اور ان امور کی نہی کی علت بھی فریضہ حج ہے اسواسطے کہ
اللہ کے حضور مین حاضر ہونا اسکے آداب کے ساتھ عبادت ہے اُس کے آداب سے حسن خلق ہی
اور تقوی و پرہیزگاری کی ساتھ اور علائق دنیاوی کو ترک کرکے زیبا ہے ورنہ بے ادبی ہے
عبادت نہین ہے٭

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ یہ معطوف اوپر ہی ہے کہ یہ امور نہ کرو اور بہتر باتین کرو اسواسطے
کہ بہتر باتین جو تم کرتے ہو وہ اللہ کے علم مین ہین اور وہ ان کی جزا دیگا تو یہ خبر ہے صورۃً مگر
امر ہے معنیً کہ تم جب حج کے لیے نکلے خدا کی راہ مین چلے تو ہر لمحہ اور ہر وقت کو غنیمت سمجھو نیکی کرو
اسکے سوائے کچھ نہ کرو اتنی ساعات زندگی اسی نیکی مین صرف کرو٭

وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی اور زادراہ توشہ لوا اپنے لیے کیونکہ بہتر توشہ پرہیزگاری
ہے اس آیت کے دو محل ہین ایک یہ کہ یمن کے لوگ حج کو گھر سے نکلتے تھے اور زادراہ اپنے ہمراہ
نہین لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرتے ہین پھر جب راستہ مین پریشان ہوتے ضرورتین
لاحق ہوتین تو رفقا سے سوال کرکے حجاج کو تنگ کرتے اور اسکو کہتے تھے کہ ہم اللہ پر توکل کرکے
حج کرتے ہین اُسکی ممانعت ہوئی کہ اسطرح حج کے لیے نہ نکلو بلکہ اپنے مصارف کو خود لے کے نکلو تاکہ نہ
رفقا پر بار ہو نہ اہل مکہ سے سوال کرنے کی جرأت پڑے بلکہ سقدر زیادہ مصارف سے رکھے

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ
تم کو برا نہین ہے کہ تم فضل زیادتی کی اپنے پروردگار کی جانب سے تلاش کرو
مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا
پھر جب عرفات سے لوٹو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے نزدیک اور ذکر کرو
هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝
اسکا جیسا کہ اُسنے تم کو ہدایت کی اگرچہ تم اسکے قبل گمراہون مین سے تھے

بقیہ صفحہ ۲۰۱ کہ خود مکہ کے لوگون کی خدمت کرسکے اور رفقا کی مدارات اور خدام کو عطا دیسکے دوسرا محل یہ ہے کہ تم تقوی و پرہیزگاری کو اپنا توشہ راہ آخرت بناؤ کیونکہ وہ سفر دور دراز کا ہی اسکے لیے پرہیزگاری کے سوا کوئی زادراہ مناسب نہین ہی اس دنیا مین تو جسطرح چاہو زادراہ لے کے نکلو مگر وہان کے لیے ضروری توشہ لو اور وہ تقوے ہی اس مضمون کی مناسبت ظاہر ہے کہ سفر حج کے ذیل مین اسکا مقصد ظاہر کردیا گیا ؁

وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ اور مجھ سے ڈرو اے عقلمندون اس آیت مین یا تو تاکید تقوے کی ہوئی یا مقصد اس سے اخلاص ہے کہ پرہیزگاری تو ہر حالت مین اختیار کرو لیکن اُسکے قبول ہونے کے لیے اخلاص ضروری ہے تو پہلے پرہیزگاری کی تاکید کی گئی پھر اُس مین اخلاص کرنے کا حکم ہوا اسواسطے کہ کوئی عمل بدون اخلاص کے مقبول نہین ہے ؁

ع جبکہ جدال کی ممانعت ہوئی تو اندیشہ یہ ہوا کہ جو امور باعث جدال ہوتے ہین وہ بھی ممنوع ہوگئے ہون اُن مین تجارت بھی ہے اسمین اکثر جھگڑا ہوتا ہی اور تجارت بظاہر خلوص کے بھی منافی ہے انھین وجوہ سے بعض صحابہ نے خرید و فروخت موقوف کر رکھی تھی تو ان کے متعلق ارشاد ہوا کہ تم کو کوئی گناہ نہین ہے کہ تم تلاش کرو فضل رب کو یعنی تجارت کرو کہ اس سے نفع حاصل ہوتا ہے اور اللہ برکت دیتا ہی اگرچہ اسمین اکثر جدال ہوتا ہی لیکن اسکے منافع لازمی ہین اور ضروریات حج کے لیے تجارت کا موقوف کردینا حارج ہے اور غیر ذی زرع ملک کے لیے حج بلحاظ تجارت ہی کے خیر و برکت ہے اس آیت سے حج کے زمانہ مین تجارت کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ قبل عرفات سے واپسی کے حکم دیا گیا جو زمانہ عین حج کا ہی اسواسطے کرایہ پر سواریون کا مہیا کرنا دیگر اشیاء کی تجارت کرنا اور معاملات صحیح ہین ابو مسلم کے نزدیک اس آیت کا تعلق بعد فراغت حج

[illegible]

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ
پھر تم لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہین بعد ازان اللہ سے استغفار کرو
اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○
یقینًا اللہ بخشنے والا ہے

بقیہ صفحہ ۲۰۲ کے ہے اور قیاس کیا ہو اُنھون نے نماز جمعہ پر کہ نماز جمعہ کی حالت مین کسی دوسری شی کیطرف توجہ مخل ہی برخلاف حج کے کہ وہ مخل نہین ہی اور جواز صحابہ کبار سے بھی مروی ہی
فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ افضتم افاضہ سے ہی جو فاض الماء سے ماخوذ ہے یعنی پانی بہا بجگہ لوٹنے کے معنی ہین کہ جب تم عرفہ کے دن قیام کرکے عرفات سے لوٹو عرفات صیغہ جمع کا ہے مگر اطراف مین جبل رحمت کے جو میدان ہی اُسکا نام ہے اسجگہ کا نام ایسے لفظ سے جس سے معرفت مقصود ہی کیون ہوا اسکی وجہ مین اختلاف ہی حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کہتے ہین کہ اسکی شناخت حضرت ابراہیم نے کرائی اسواسطے اس کو عرفات کہنے لگے یا اسوجہ سے کہ حضرت ابراہیم کو حضرت جبرئیل ان جگہون پر لے کے گھومے حضرت ابراہیم نے کہا کہ مین پہچان گیا اس سے معرفت ہوئی اسکو عطا نے روایت کیا ہی یا اسوجہ سے کہ حضرت آدم وحضرت حوا نے اسجگہ ایک دوسرے کی معرفت کی اسکو ضحاک وسدی نے روایت کیا ہے یا اسوجہ سے کہ حضرت آدم سے کہا گیا کہ اعتراف کرو اپنے گناہون کا اور اپنی عبادت کی معرفت حاصل کرو یہ بھی کہا گیا ہی کہ ماخوذ ہے عرف الدیک سے جب وہ بڑھجاے کیونکہ یہ جگہ دوسرے مقامات سے بلند ہے ✢
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۲ ورباد کرو اور ذکر کرو اللہ کا مشعر الحرام کے نزدیک مراد مشعر الحرام سے مزدلفہ ہے یا وہ پہاڑ ہے جو مزدلفہ مین ہے مشعر اور معلم کے ایک ہی معنی ہین اور حرام بوجہ حرمت وبزرگی کے ہے اور ذکر سے مراد یا تو لبیک کہنا یا کلمہ پڑھنا یا تکبیر دعا ہی اور بعض نے نماز مغرب وعشا کی تفسیر کی ہے اسواسطے کہ امر ذکر مفید وجوب ہی اور سوا ان نمازون کی اور کوئی ذکر واجب نہین ہے وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ اور ذکر کرو جس طرح تمکو ہدایت کی مناسک حج کی یا مطلقا راہ حق کی کہ جہان جہان حکم ہو ہے وہان وہان ذکر کرو یا جسطرح ہدایت کامل کی گئی اسی طرح ذکر بھی کامل کرو۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ یعنی اگرچہ تم قبل ہدایت کی گمراہون مین سے تھے کہ تم کو طریقہ عبادت اور مناسک حج کا حکم نہ تھا اسجگہ ثم افیضوا مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ مراد اس سے عرفات سے واپس ہونا اور مزدلفہ مین

ٹھیرنا ہے جیسا کہ اوپر گذرا ہے یا مُراد اس سے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف واپس ہونا ہے اس صورت مین یہ ایک دوسرا حکم ہے اور پہلی صورت مین وہی گذشتہ حکم ہے لیکن اسمین چند احتمالات ہین پہلا یہ کہ مخاطب افیضوا کی قوم مخصوص قریش کی ہے اور مراد الناس سے دیگر اقوام کے حجاج ہین اس صورت مین مطلب یہ ہے کہ تم اے قریش وہین سے لوٹو جہان سے دیگر صحابہ لوٹتے ہین اسکے قبل سے نہ لوٹ آؤ کیونکہ قریش اپنی عظمت وبرتری ظاہر کرنے کے لیے عرفات تک حج مین نہین جاتے تھے مزدلفہ مین وقوف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہین حرم سے باہر نہ جائینگے اسمین ان کو دوسرونکے اوپر تفوق دکھانا تھا تو ارشاد ہوا کہ تم ایسا مت کرو اللہ کے حضور جانے مین تم اپنا تفوق نہ دکھاؤ بلکہ تمام بندگان خدا کے طور سے تم بھی حج کرو اس آیت کے اترنے کے قبل یا اترنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نائب کر کے حج کے لیے بھیجا تھا اور فرما دیا تھا کہ تم عرفات پر وقوف کرنا جہان تمام حجاج ٹھیرتے ہین حضرت ابوبکر جب مزدلفہ سے گذرے تو قریشیون نے پکارنا شروع کیا کہ تم وہان کہان جاتے ہو تمھارے باپ دادا کے وقوف کی یہ جگہ ہے تمھاری قوم یہان ہے حضرت ابوبکر نے ان کی ایک نہ سُنی سیدھے عرفات پر چلے گئے اسی آیت کے حکم کے موافق عملدرآمد ہو گیا بعض نے اَفِیْضُوْا کا مخاطب تو قریش کو لیا ہے مگر مراد الناس سے ابراہیم واسمعیل علیہما السلام کو لیا ہے اور کہا ہی کہ مراد یہ ہی کہ اے معشر قریش تم اولاد ابراہیم سے ہو تم کو چاہیے کہ وہان سے افاضہ کرو جہان سے تمھارے باپ ابراہیم واسمعیل کرتے تھے۔ بعض نے الناس سے مراد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہے اسواسطے کہ قبل از وحی اور نبوت پر مبعوث ہونے کے آنحضرت وقوف عرفات پر کرتے تھے عوام لوگون کا ساتھ دیتے تھے اور قریش کی اس متمردانہ حرکت کی موافقت نہین فرماتے تھے اسلیے ارشاد ہوا کہ تم اے مومنین قریش اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو یہان مراد الناس سے آنحضرت کو لینا اسی محاورے سے ہے جسطرح حضرت ابراہیم کو کان امۃ قانتا للہ کہا ہے جو سردار لوگ ہین ان کو جمع سے بولتے ہین مراد اُس سے وہ اور اُن کے پیرو ہوتے ہین اور مقصود سرداری اور عظمت دکھانا ہوتا ہے ۔ بعض لوگون نے مخاطب عام لیا ہے خواہ قریش ہون یا کوئی دوسرا ہو جو طریقہ مروجہ ابراہیمی کے خلاف ہے وہ مراد ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جیسا عام طور پر قدیم زمانہ سے لوگ کرتے چلے آئے ہین اور برابر نسلاً بعد نسلٍ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے سب وہی کرتے رہے ہین ویسا ہی تم بھی کرو نیا طریقہ رائج نہ کرو کہ تمام لوگ تو عرفات سے لوٹتے ہین اور وہان وقوف

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ
پھر جب تم اپنے مناسک پورے کر چکو تو اللہ کو یاد کرو اسطرح کہ جیسے تم اپنے باپ دادا کو
اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي
یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اسکا ذکر کرو اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے جو کہتا ہے کہ اے پروردگار
الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ
مجھے دنیا میں دے اور اسکے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض ان میں سے
يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ
وہ ہیں جو کہتے ہیں اے رب ہم کو دنیا میں اچھائی دے اور آخرت میں اچھائی دے اور ہم کو آگ سے
النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝
بچا یہ وہ لوگ ہیں جنکو ان کے عمل کا حصہ ہے اور خدا جلد حساب لینے والا ہے

بقیہ صفحہ ۲۰۴
کرتے ہیں اور یہی طریقہ قدیم بھی ہے تم نے نئی بات ایجاد کی مزدلفہ میں قیام کرنے لگے تو یہ فعل مناسب نہیں ہے یہ مت کرو بلکہ وہی قدیم طریقہ اختیار کرو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مراد اس سے روانگی مزدلفہ سے ہو اس صورت میں یہ دوسرا حکم ارشاد ہوتا ہے کہ جب مشعر حرام یعنے مزدلفہ پر قیام کر چکے تو اب منی کی طرف لوٹو اسکے مخاطب تمام حجاج ہیں اور مراد الناس سے انبیاء سابقین ہیں یہانتک کہ بعض نے تو حضرت آدم کو مراد لیا ہے کہ یہ ان کے وقت سے ہے مزدلفہ میں قیام اور اسکے بعد منی کی طرف واپسی تو ایسا ہی اب بھی کرو بعض نے کہا ہے مقصود یہ ہے کہ قبل طلوع شمس لوٹو بلکہ جسطرح بعد طلوع شمس جاہلیت میں لوٹتے تھے ویسے ہی لوٹو۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ سے مراد جو مخاطب ہے اسی کے اعتبار سے معصیت ہوگی یعنی جو تم نے جہالت سے خلاف مرضی الہی کیا ہے اس سے توبہ کرو مخصوص ان سے استغفار کا حکم اہتمام شان کی غرض سے ہے ورنہ توبہ تو ہر معصیت پر ہر عاصی کے لیے بلکہ بظاہر جس نے معصیت نہ کی ہو اسکے لیے بھی لازم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یقیناً اللہ خطا کو بخشنے والا ہے استغفار کو قبول کرتا ہے رحم کرنے والا ہے مہربانی سے پیش آتا ہے قصور سے درگذر کرتا ہے ہر موقع پر استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

مناسک جمع منسک کی ہے خواہ مصدر میمی ہو یا اسم مکان ہے مراد اس سے حج کے احکام ہیں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب جاہلیت میں جب حج سے فراغت کر لیتے تو درمیان مسجد اور پہاڑی کے

منیٰ مین ٹھیرتے اور اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر اور کارنامے ذکر کرتے اُن کی بڑائی بیان کرتے انکی شجاعت و بسالت کا ذکر ہوتا ایک دوسرے پر اپنے آبا کو تقدم دیتا یہ طریقہ برابر چلا آتا تھا اُس کے متعلق ارشاد ہوا کہ تم ایسا مت کرو بلکہ تم کو چاہیے کہ جب حج کرو تو بجائے آبا و اجداد کے یاد کرنے کے اللہ کو یاد کرو بلکہ جسقدر ان کو یاد کرتے تھے اس سے بھی زیادہ اللہ کو یاد کرو ابومسلم کہتے ہین کہ مُراد اس سے یہ ہے کہ جسطرح باپ دادا کو نہین فراموش کرتے ہو اسی طرح اللہ کو بھی فراموش نہ کرو بعض نے کہا ہے کہ عرب آبا کی شرف کو حلف کے محل مین ذکر کرتے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ جسطرح اللہ کے نام سے قسم کھاؤ، بعض نے کہا ہے جسطرح ایک ہی باپ بنا دی ہو اور اسکی توحید پر فخر کرتے ہو اسیطرح اللہ کی وحدت کو مانو بعض کہتے ہین جسطرح باپ دادا کی یاد سے عصبیت کرتے ہو اسی طرح اللہ کے لیے عصبیت قائم کرو اور ذکر سے بعض نے مطلقاً اللہ کی یاد لیا ہے بعض حج کے اذکار کو مراد لیتے ہین بعض لبیک کہنے کو بعض ذبیحہ پر تکبیر کہنے کو بعض ایام تشریق کی تکبیرین جو بعد نماز پنجگانہ کی کہنی چاہئین وہ مراد لیتے ہین بعض حج کے بعد دعاؤن اور اذکار کو مراد لیتے ہین۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ ۔ بعض ایسے لوگ ہین جو محض دنیا کی اچھائی مانگتے ہین چاہے انکی یہ دعا قبول ہو دنیا مین کچھ ملے یا نہ ملے مگر آخرت مین ان کو ایسے اعمال کی کوئی جزا نہین نہ اُن کو دعا سے کوئی ثمرہ وہان ہوگا جیسا کہ قرآن شریف مین آیا ہے من کان یرید حرث الدنیا نوتہ منہا ومالہ فی الآخرۃ من نصیب لیکن اس جماعت کے علاوہ ایک گروہ ہے جو دنیا و آخرت دونون کی بھلائی چاہتا ہے اور عذاب نار سے پناہ مانگتا ہے ان کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہین جن کو اپنی کمائی کا حصہ ملیگا یعنی دعا قبول ہوگی کیونکہ اللہ جلد حساب کرنے والا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعا مقبول ہوگی ؂

مراد حَسَنَةُ الدُّنْيَا سے صحت امن عافیت کفایت کفاف اولاد صالح زوجہ صالحہ ہے اور وسعت رزق ہے نصرت اعدا پر ہے اور حسنہ آخرت سے مراد جنت نعیم ہے قرب الٰہی ہے لذائذ جنت ہین دیدار خدا ہے یہ ہی حقیقی فوز و فلاح ہے کہ دائمی ہے اللھم ارزقنا آمین ؂

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ

اور اللہ کا ذکر کرو گنتی کے دنون مین

مراد اسجگہ ذکر سے وہ اذکار ہین جو بعد نماز کے مسنون ہین اور تکبیرات تشریق ہین اور جو تکبیر کہ ہر کنکری مارنے کے وقت منٰی مین کہی جاتی ہے اُس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رمی جمار واجب ہے اسواسطے کہ ذکر اسوقت واجب ہی اور جب ذکر موقوف رمی الجمار پر ہے تو رمی الجمار بھی واجب ہوا مگر یہ دلیل قوی نہین ہی البتہ یہ شبہ صحیح نہین کہ اس جگہ رمی الجمار کا ذکر نہین ہی اسواسطے کہ رمی الجمار کے عرب جاہلیت مین بھی قائل تھے البتہ ذکر اللہ اور تکبیر کی عادت نہین تھی اسکا حکم کیا گیا۔

فی ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین۔ یوم النحر اور یوم القرار اور یوم النفر الاول اور یوم النفر الثانی دسوین گیارہوین بارھوین تیرہوین۔ عبد الرحمان بن یعمر الدیلی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج عرفہ ہے جو شخص عرفہ کو طلوع فجر کے قبل یوم النحر کے وہان پہونچگیا تو اُسنے حج پالیا اور ایام منٰی تین ہین لیکن وہی دو دن جسنے جلدی ایسی کی تو کوئی اسپر گناہ نہین ہے۔

ذکر الٰہی دو طرح کا ہی ایک مرسل کسی وقت کے ساتھ خاص نہین ہے علاوہ تکبیر نماز و تکبیر خطبہ عید الفطر و عید الضحی جیسے وہ تکبیر ہے کہ بلندی اور پستی اور منازل و مساجد و طرق مین کہی جاتی ہے رات دن کسی وقت کہی دوسرے مقید جو بعد نمازون کے ایام تشریق کے عصر کی نماز کے بعد تک یہ قول حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام ثوری اور امام احمد اور اسحاق اور مزنی کا ہے امام ابو حنیفہ اور اسود اور علقمہ اور نخعی کہتے ہین کہ صرف فجر یوم عرفہ سے یوم النحر کے عصر تک آٹھ نمازون کے بعد تکبیر کہنا چاہیے مگر شرط یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ مصر مین ادا کرے صاحبین منفرد پر بھی واجب کہتے ہین تیسرا قول یہ ہی کہ یوم النحر کی نماز ظہر کے بعد سے بعد طلوع فجر آخر ایام تشریق تک ہر نماز مفروضہ کے بعد تکبیر کہے یہ قول ابن عباس و ابن عمر اور امام مالک کا ہی اور ایک روایت امام شافعی کی بھی یہی ہے اور دوسری روایات مین ان کی یہ ہے کہ نماز مغرب سے دسوین تاریخ کی شب سے ایام تشریق کے آخر یوم تک اٹھارہ نمازون کے بعد تکبیر کہی جاوے گی ان ایام کو ایام تشریق اسوجہ سے کہتے ہین کہ ان دنون مین گوشت قربانی کا سکھایا جاتا ہے اس عمل کو تشریق کہتے ہین بعض کہتے ہین کہ اس دن عرب کہتے تھے اشرق ثبیر روشن ہو جا جبل ثبیر تاکہ ہم قربانی کرین اس سے تشریق

اذکروا اللہ فی ایام معدودات

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

جو جلدی سے واپس ہوگیا دو ہی دن میں تو اسکو کوئی گناہ نہیں ہے اور جس نے تاخیر کی اسپر بھی کوئی گناہ نہین اُس شخص کے لیے جو تقویٰ کرے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو تم کہ اللہ ہی کی طرف اٹھائے جاؤ گے حشر قبر سے لیکے دخول جنت تک کو کہتے ہیں اسدن خدا ہی حاکم ہوگا

بقیہ صفحہ ۲ مصدر ہے بعض کہتے ہین کہ بعد طلوع شمس کے قربانی کی جاتی ہے اسواسطے تشریق کہتے ہین
اسجگہ رمی جمار کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مراد اُس سے کنکریان منیٰ مین مارنا ہے مزدلفہ سے ستر کنکریان چن لیتے ہین سات کنکریان یوم النحر کو جمرہ عقبہ پر مارتے ہین اور اکیس باقی ایام مین ہر جمرہ کو ❊

بیان رمی جمار

فمن تعجل یعنی منیٰ سے بارھوین کو واپس ہو گیا تو کوئی شے باقی نہین رہی ہے اختیار ہے چاہے تیرھوین کو قیام کرے یا نہ کرے البتہ اگر طلوع فجر تیرھوین کی ہوگی اور وہ روانہ نہین ہوا تو اسکو پورا دن ٹھیرنا چاہیے ومن تاخر امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ رمی جمار تیرھوین تاریخ قبل زوال کے جایز ہے رمی کرکے چلا جا سکتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک مثل دیگر ایام کے بعد زوال رمی ہے ❊

اس جگہ شبہ ہوتا ہے کہ تعجیل مین تو گناہ نہ ہونے کو ظاہر کرنا مفید ہے تاخیر مین کہنا کہ لَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اس سے کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ اُسنے تو اپنے اوپر جو واجب تھا اسکو کمال و تمام ادا کیا اسکا جواب یہ ہے کہ رخصت بعض ایسی ہوتی ہے جو عزیمت کے مانند ہے جیسا کہ نماز مین قصر بعض کے نزدیک جسطرح امام ابو حنیفہ قصر کو عزیمت کہتے ہین تو اس صورت مین شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید تعجیل ہی مطلوب ہے اسکو خدا نے دفع کر دیا کہ دونون یکسان ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ بیت اللہ مین بہت دن قیام مکروہ ہے اسواسطے کہ ہیبت اور پاس ادب کم ہوجانے کا اندیشہ ہے اسلیے شبہ یہ ہوتا ہے کہ تاخیر مکروہ ہو تعجیل ہی افضل ہو تو اس شبہ کو دفع کر دیا گیا کہ دونون برابر ہین بعض کہتے ہین کہ محض باب مشاکلہ سے ہے کہ عربی مین ایک قرین کے مقابل لفظ سے دوسرا قرین لایا جاتا ہے ❊

لِمَنِ اتَّقٰى اس سے مراد وہ شخص ہے جو تقوے کرے ایک دو ایسی مین تعجلت یا قیام مین مہلت ایک دن کے یا تقویٰ کرے اعمال حج کے ادا کرنے مین یعنی گناہ اسپر نہین جو مناسک حج مین پاسداری تقویٰ یعنی پرہیزگاری کرے بعض کہتے ہین تقویٰ کرے قبل حج کے یا تمام اوقات مین وَاتَّقُوا اللّٰهَ یعنے جسطرح قبل حج کے تقویٰ و پرہیزگاری لازم ہے اسی طرح بعد حج کے بھی یہ نہ خیال کر لیا جاوے کہ اب حج سے گناہ معاف ہو چکے ہین اب کیا ہے کچھ گناہ اور کر لین اسکی تہدید ہے۔
وَاعْلَمُوْٓا اسجگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طریقہ حج کا ابتدا سے لکھ دیا جاوے تاکہ ایک گونہ واقفیت ہو جاوے

جو شخص حج کا ارادہ کرے پہلے اپنے گناہون سے توبہ کرے اور ردِّ مظالم کرے اور قرضہ ادا
کرے اور جن لوگون کا نفقہ واجب ہی اُن کے نفقہ کا واپسی تک انتظام کرے اور اگر امانتین
ہون تو ان کو واپس کرے اور حلال کمائی اپنے ساتھ رکھے اتنی کافی کہ جس سے اپنے مصارف
ادا کر سکے بلکہ کچھ زیادہ بچے کہ مساکین حرم اور ذی حاجت کی رفقا مین سے مدد کرتا جاوے
اور بہتر ہے کہ جو کچھ تصدق کرے گھر سے نکلتے وقت اور چاہیے کہ سواری عمدہ ہو اور ہمراہ
اچھے لوگون کے رہے اور جو وطن مین ٹھیرے ہوئے ہین اُن سے رخصت ہو اور اُن سے
طلب دعا کرے اور رخصت ہوتے وقت کہا جاوے استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک
اور چاہیے کہ جب گھر سے نکلنے لگے تو گھر مین یا محلے کی مسجد مین دو رکعت پڑھے پہلی مین سورہ کافرون
اور دوسری مین سورہ اخلاص اور جب دروازے پر گھر کے پہونچے تو کہے بسم اللہ توکلت
علی اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور جب سواری پر چڑھے تو پڑھے
بسم اللہ وباللہ واللہ اکبر توکلت علی اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ماشاء اللہ کان و
مالم یشاء لم یکن سبحان اللہ الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا
لمنقلبون چاہیے کہ سفر ترک کو طے کرے اور جب اُترے تو پڑھے دو رکعت نماز اور دعا کرے اور
اخلاص کے ساتھ سب اعمال کرے مقصد حج ہو تجارت وغیرہ مطلوب بالذات نہ ہو جب
میقات پر پہونچے تو نہاوے اور ایک لنگی باندھے اور دوسری اوڑھے اور دو رکعت نماز
پڑھے پھر نیت احرام کی حج کے ساتھ عمرے کی کرے جسے قران کہتے ہین یا شہر حج مین صرف
عمرے کی نیت کرے اور پھر حج کا ارادہ ہو تو اسکو تمتع کہتے ہین یا صرف حج کی نیت کرے تو اسکو افراد کہتے ہین اور قران یا افراد
کیا ہی تو مکہ مین پہونچکے طوف قدوم کرے اور احرام کیحالت مین ٹھیرا رہے یہانتک کہ عرفات مین جانیکا وقت آجائے اور جب
اور اگر تمتع ہی تو طواف کرے اور سعی صفا و مروہ کی کرے اور عمرہ کھول ڈالے پھر جب عرفات مین جانیکا وقت آجائے تو جسطرح
مکی مکہ سے احرام باندھتا ہی یہ بھی باندھے اور سنت یہ ہی کہ امام ساتوین ذی الحجہ کو بعد نماز ظہر کے خطبہ پڑھے جسمین دوسرے
دن بعد صبح کے روانگی کا حکم دے اور اعمال حج کی تعلیم کرے پھر لوگ آٹھوین کو ایسے وقت منیٰ
روانہ ہون کہ ظہر منیٰ مین پہونچ کے پڑھ سکین پھر ظہر عصر مغرب عشا فجر منیٰ مین پڑھے پھر جب طلوع شمس
ہو اور جبل ثبیر پر روشنی ہو جاوے تو عرفات کی طرف روانہ ہو اور قبل زوال کے مسجد نمرہ کے
قریب قیام کرے جب زوال شمس ہو جاے تو امام دو خطبے پڑھے اور اُس مین احکام اور ادعیہ
حج کے بتاے اور پہلے خطبہ کے بعد جلسہ کرے دوسرا خطبہ جب وہ شروع کرے تو اذان دیجاوے

اذان کے تمام کرتے کرتے خطبہ تمام ہو جاوے اقامت کہی جاوے نماز ظہر ہو پھر اقامت کہی جاوے نماز عصر ہو جو امام کے ساتھ نماز پڑھے اسکو یہ دونون نمازین بالاتفاق جمع کرنا چاہیے اور بعد نماز کے عرفات کی طرف روانہ ہو اور صخرات کے قریب ٹھیرے جب وقوف عرفہ ہو تو چاہیے کہ استقبال قبلہ کرکے اللہ کا ذکر کرے اور دعا کرے اور ایسا ہی کرتا رہے غروب تک یہ وقوف رکن ہے جو چھوڑ دے گا اسکا حج نہ ہوگا مدت اسکی زوال یوم عرفہ کے طلوع فجر یوم النحر تک ہے جو ایک لحظہ بھی اتنی مدت مین وقوف کرے گا وہ رکن حج پالے گا اور امام احمد بجاے زوال کے فجر یوم عرفہ سے مدت لیتے ہین جب غروب ہوئے تو امام عرفات سے واپس ہو پھر مزدلفہ مین ٹھیرے اور مغرب وعشاء کو جمع کرے اسی وجہ سے اسکو جمع کہتے ہین اور مزدلفہ اسوجہ سے کہتے ہین کہ ازدلاف کے معنی قرب کے ہین اور یہ مقام منی سے قریب ہے اور اجتماع کے بھی معنی ہین اس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے حضرت حوا اور حضرت آدمؑ نے مقاربت کی تھی اسوجہ سے مزدلفہ کہا گیا جب امام جمع صلواتین کرے تو چاہیے کہ دو اقامتون کے ساتھ نماز پڑھے اگر شب کو قیام یہان نہ کیا تو ایک دم شاۃ دینا ہوگا اور نماز فجر بالاتفاق اندھیارے مین پڑھے بعد طلوع فجر کے اور جب نماز پڑھ چکے تو کنکریان چن لے ستر جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے پھر جبل قزح پر اگر چڑھ سکتا ہو تو چڑھے ورنہ اسکے نزدیک ٹھیرا رہے ذکر وتہلیل وتکبیر کرتا رہے یہانتک کہ اچھی طرح روشنی ہو جاوے پھر قبل طلوع شمس کے روانہ ہو جاوے پھر وادی محسر مین جب پہونچے تو سواری کو تیز کرے اور خود چلتا ہو تو تیز چلے پھر جب منی مین آوے تو رمی جمرہ عقبہ کی کرے بطن وادی سے سات کنکریان مارے اور اسوقت سے لبیک کہنا ترک کر دے پھر ذبح ہدی کرے اگر ہدی نہ ہو تو ضحیہ تو کوئی قباحت نہین ہے اگر قارن یا متمتع ہے تو قربانی شکر کی کرے پھر سر منڈاوے اور مکے آوے اور طواف افاضہ جسکو طواف زیارت کہتے ہین کرے یہ بھی رکن ہے پھر دو رکعت پڑھے طواف کی اور سعی صفا ومروہ کرے پھر لوٹ آوے منی مین اور بقیہ یوم نحر بسر کرے اور لیالی ایام تشریق بھی منی مین رہنا چاہیے تاکہ ہر روز رمی کرے اور ترتیب ان اعمال مین ہمارے نزدیک واجب ہے اگر ترک کرے گا تو دم لازم آوے گا یہی احناف کا مذہب ہے اور اسی کے قائل امام احمد وامام مالک وامام ابوحنیفہ ہین البتہ امام شافعی سکو سنت کہتے ہین اور تقدیم وتاخیر پر لاحرج کی حدیث سے استدلال کرتے ہین لیکن ائمہ ثلثہ حرج سے یہ معنی لیتے ہین کہ حج تمام ہو جاتا ہے اس مین کوئی قباحت نہین پیش آتی ہے نہ کہ دم لازم آوے اسکے علاوہ زیارات مقامات متبرکہ کی مکہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ

اور بعض آدمی وہ ہے کہ اسکی بات دنیا کی زندگی میں تم کو پسند آوے اور وہ اپنے دل مین جو کچھ ہے اسپر

اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى

خدا کو گواہ کرے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے جب لوٹے تمہارے یہان

سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ

تو زمین مین کوشش کرے کہ فساد آئین برپا ہو اور کھیتی اور نسل برباد ہو

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ

اور اللہ فساد کو پسند نہین کرتا ہے اور جب اُس سے کہا جاوے کہ اللہ سے ڈر تو اسکو غرور گناہ

الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

پر کھینچ لاوے پھر اسکے لیے جہنم کافی ہے اور برا گہوارہ ہے

(بقیہ صفحہ ۲۱۱) مین کرنا چاہیئے طواف و نماز کی کثرت حرم مین کرے زمزم پیے جنت معلی کی زیارت کرے حج کے ساتھ زیارت مدینہ منورہ بھی لازم ہے زیارت شریف اور مسجد نبوی مین نماز پڑھنے کی دونون کی نیت کرے مسجد شریف مین کثرت سے نماز پڑھے جنت بقیع کی زیارت کرے احد اور قبا کی زیارت کرے اور دیگر مشاہد مقدسہ پر بھی حاضر ہو۔

اوپر اثنائے ذکر مین حج کے اہل دنیا اور اہل دین کا ذکر آگیا جب حج کا ذکر تمام ہوا تو انہی کے اوپر عطف کر کے منافق اور مخلص کا ذکر کیا کیونکہ اہل دنیا کفار ہین اور اہل دین بظاہر دو طرح کے ہین ایک وہ جو صرف ظاہر مین ایمان لائے ہین اور دل سے ایمان نہین رکھتے یہ منافق ہین اور دوسرے جو ظاہر و باطن مین ایماندار ہین پہلے اُس قسم کا ذکر کیا گیا کہ جو منافق ہین مراد اُس سے ہر زمانے اور وقت کے ایسے لوگ ہین جو ظاہر کچھ اور باطن کچھ رکھتے ہین، زبانی نرم نرم دلسوز باتین کرتے ہین اور دلمین کھوٹ رکھتے ہین ظاہرا ایمان کا دعوے ہے اسلام کی محبت ہے وطن عزیز ہے قوم پیاری ہے مگر دل مین اپنے ذاتی اور نفسانی مقاصد ہین ایسے لوگ آنحضرت صلعم کے زمانے مین بھی تھے وہ منافق کہلاتے تھے بعض نے انھین کو مراد لیا ہے بلکہ ایک جماعت تو تابعین ابی بن شریق کو کہتی ہے کہ وہ مراد ہے وہ بنی زہرہ سے تھا اور آنحضرت صلعم کے ننہال سے

تعلق رکھتا تھا اپنی قوم کو اُسنے سمجھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑو نہین اسواسطے کہ اگر وہ سچے ہین تو تمھاری بہن کے لڑکے ہونے کی وجہ سے تم کو فائدہ بخش ہون گے اور اگر جھوٹے ہین تو دوسرے عرب سمجھ لین گے تم کو لڑنے سے کیا مطلب ہے اس باعث اسکو اخنس کہنے لگے یہی اخنس بن شریق جب آنحضرت کی خدمت مین آتا تو کہتا کہ مین دل سے ایمان رکھتا ہون آپ کو بہت محبوب رکھتا ہون ایسی خوشامد کی باتین کرتا مگر واقعہ کے بالکل خلاف سخت عدو تھا کہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ سخت ترین جھگڑالو دشمن ہے کہ اس نے ثقیف کے قبیلہ کو دھوکے سے نقصان پہونچایا ان کی کھیتی جلادی اُن کے جانور ہلاک کرڈالے ارشاد ہوتا ہے کہ جب وہ آپسے رخصت ہوتا ہے تو اپنی بداعمالی مذکورہ مین مشغول ہو جاتا ہے اور جو لوگ عام لیتے ہین خاص اس شخص کو نہین مراد لیتے وہ کہتے ہین کہ یہ ایسے اشخاص کی بداعمالی کا ذکر ہے کہ جو ظاہر کچھ باطن کچھ فساد و فتنہ برپا کرتے ہین اور مراد حرث سے بھی بعض لوگ عورتون کو لیتے ہین کیونکہ عورتون پر حرث کا اطلاق ہوا ہے اسی طرح نسل کی ہلاکی سے بھی عام افزونی کی بربادی نہین بلکہ خلاف وضع فطری حرکات کی طرف اشارہ سمجھتے ہین کہتے ہین کہ وہ زناکاری اور بداطواری سے عورتون کی مٹی خراب کرتا ہے اور اپنے نطفہ کو ضایع کرتا ہے بعض لوگون نے تولی کے معنی حاکم بنائے جانے کے لیے ہین تو اس صورت مین مراد یہ ہوئی کہ جب وہ منافق حاکم کیا جاتا ہے تو اپنے ظلم و تعدی سے اسقدر بڑے بڑے محصولات لگاتا ہے کہ جس سے کھیتی برباد ہو جانور تباہ ہون یا بدکاری و بداطواری سے وہ عالم کو خراب کرتا ہے اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کے درگذر کرنے کی بات نہین اللہ تو فساد کو پسند نہین کرتا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ دیانت کی حالت وہ ہے اور اخلاق کی حالت یہ ہے نصیحت کی جاوے تو قبول نہین کرتا جب اُس سے کہا جاتا ہی کہ اللہ سے ڈرو تو اسوقت اس کو اپنے گناہون پر شیخی ہوتی ہے اور وہ اتراتا ہے کہ وہ ایسی ایسی بدکاریان کرتا ہے یہ اسکی انتہائی بدبختی ہے اسکے لیے اب دنیا مین کوئی موقع اصلاح کا نہین رہا اب تو اسکے لیے جہنم کا عذاب ہی کافی ہے ؛

جہنم لفظ عربی ہے یا عبرانی مقصود اس سے دوزخ ہے اسکے وصف مین ارشاد فرماتا ہی کہ وہ بہت ہی برا بچھونا ہے ظاہر ہے کہ آگ اور عذاب ہر طرف سے گھیر لیگا تو وہ اوڑھنا بچھونا دونون ہو گئے اس سے زیادہ کیا ہلاکت ہوگی عبرت لینا چاہیے ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
اور بعض وہ آدمی ہے کہ جس نے بیچڈالا اپنے کو تلاش مین اللہ کی خوشنودی کے اور اللہ
وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝
شفقت و مہربانی رکھتا ہے اپنے بندونپر

یہ عام مخلصون کی صفت ہے یا خاص اُسوقت کے ایماندارون کی یا مخصوص جماعت کی یا کسی خاص آدمی کے لوگون کا خیال ہے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کی شان ہے کہ وہ جرأت کرکے ظالم کے روبرو حکم الٰہی ظاہر کرتا ہے اپنی جان سے ہاتھ دھوتا ہے اُسکو اسکے عوض رضاے الٰہی حاصل ہوتی ہے اسوجہ سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ افضل الشہدار حمزہ ہین یا وہ شخص ہے جس نے امر و نہی کی ظالم حاکم کے روبرو اور وہ ہلاک کیا گیا یہ شخص بڑے درجے کا ہی اسنے خدا کے لیے اپنی جان دی اس سے وہ بھی مراد ہوتا ہے جو اپنی جان پر کھیل جاوے اور خدا کی راہ مین شہادت پاوے جیساکہ حضرت عمر نے اس شخص کے لیے یہ آیت بطور استدلال پیش کی جو تنہا اعدار کی صف پر حملہ آور ہوا اور شہید ہوگیا بعض لوگ کہتے ہین کہ مراد اس سے ایک جماعت ہے جو مکہ کی طرف روانہ کی گئی خواہ کسی قوم کے طلب کرنے سے یا بلا طلب کے مگر وہ مکہ کے قریب پہونچے تو وہ طلب کرنے والے اور دیگر اطراف کے مشرکون نے اسپر حملہ کیا انمین عاصم بن حارث اور خبیب اور ایک اور شخص انصاری تھے عاصم نے تو تلوار سے مقابلہ کیا اور شہید ہوے اور ان کی لاش کو اللہ نے مکھیون کے ذریعہ سے کفار کے دستبرد سے بچا لیا بقیہ اُن دونون آدمیون نے دھوکے مین آکے اپنے کو حوالے کر دیا امان دیکے اُنھونے ایک کو تو قتل کر ڈالا اور خبیب کو لاکے حارث بن نوفل کے ورثار کے ہاتھ فروخت کر ڈالا جس کو احد کی جنگ مین خبیب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا یہ قید تھے مگر اللہ ان کو غیب سے رزق دیتا تھا کہ کفار مکہ دیکھتے تھے کہ بلا فصل کے انگور کے خوشے ان کے ہاتھ مین ہین ایک دن انھون نے گھر والے سے اُسترا مانگا جب اسنے دے دیا تو دفعۃً ایک لڑکا اس گھر والے کا کھیلتا ہوا خبیب کے پاس چلا آیا یہ جو اسکی مان نے دیکھا وہ مضطرب ہوگئی کہ کہین استرے سے اس لڑکے کو نہ وہ قتل کر دے خبیب پہچان گئے تب اطمینان دلایا اور کہا کہ مین ایسا نہین ہون کہ اس بےقصور بچے کو مار ڈالون وہ برابر

کہتی تھی کہ کسی قیدی کو ایسے عمدہ اوصاف کا میں نے نہین دیکھا جب اُن کو قتل کرنے کے لئے
باہر حرم کے لے گئے اور پھانسی پر لٹکانا چاہا اسوقت ابوسفیان ادھر سے گذرے اُنھون نے
آزمایش کے طور پر کہا کہ اے خبیب اگر تم چھوڑ دیے جاؤ اور آنحضرت کا اسم گرامی لے کے کہا
کہ وہ یہان تمھاری جگہ پر ہون تو یہ پسند ہے اُنھون نے کہا کہ مین اپنا مارا جانا پسند کرتا ہون
مگر ایک کانٹا آنحضرت کے چُبھنا مجھے پسند نہین ہے اس کلام سے سب کو حیرت ہوگئی کہ کس قدر
یہ لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتے ہین پھر حضرت خبیب نے کہا کہ تم لوگ اگر اجازت
دو تو دو رکعت نماز پڑھ لون انھون نے اجازت دی حضرت خبیب نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی
اور جلدی فراغت کی اور کہا کہ اگر تم لوگ یہ شبہ نہ کرتے کہ مین قتل کے خوف سے دیر لگا رہا ہون
تو مین زیادہ دیر تک نماز پڑھتا اُسکے بعد اشعار کہے جن مین یہ شعر بھی ہے ؎

ولست اُبالی حین اُقتل مسلماً علی ای شق کان للہ مصرعی

جب ان کو پھانسی دیجا چکی تو انکی لاش اُتاری نہین گئی آنحضرتؐ کو خدا کی طرف سے خبر ہوگئی
یہ آیت بھی نازل ہوئی حضرت خبیب نے بھی اپنا سلام کہا تھا اس کو بھی اللہ نے پہونچایا
تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کون ہے جو خبیب کی لاش اُتار لائے حضرت زبیر
بن العوام اور حضرت مقداد بن اسود گئے باوجودیکہ پہرا تھا مگر وہ اُتار لائے چالیس
دن گذر گئے تھے مگر کسی قسم کا تغیر نہین ہوا تھا بلکہ خون کے بہنے کی جگہ سے خوشبو
آتی تھی جب یہ لے کے واپس ہوئے تو قوم نے تعجب کیا ان کے ہاتھ سے خبیب کا
لاشہ زمین پر گر گیا یہ لوگ بیان کرتے ہین کہ فوراً اسکو زمین نے نگل لیا یہ واقعہ آکے
آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) سے ذکر کیا اُسوقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسوقت جبرئیلؑ
آئے کہا کہ اللہ ان دونون کی وجہ سے فرشتون پر مباہات کرتا ہے کہ یہ میرے بندے
کیسے ہین بعض نے بجائے خبیب کے اُس کو حق مین حضرت صہیب کے کہا ہے کہ ان کو
اسقدر تکالیف اسلام لانے کی وجہ سے دی گئین کہ ان کی جان پر بنگئی جس کی وجہ
سے یہ آیت نازل ہوئی ؛

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱدْخُلُوا فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ فَإِن زَلَلْتُم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ فَٱعْلَمُوٓا أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ ٱللَّهُ فِى ظُلَلٍ مِّنَ ٱلْغَمَامِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ ۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ ۝

اے ایمان والو اسلام مین پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو کیونکہ وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے اگر تم ڈگمگا گئے بعد اسکے کہ تمھارے پاس ظاہری نشانیان آئین تو جان رکھو کہ اللہ زبردست اور حکمت والا ہے کیا لوگ یہ انتظار کرتے ہین کہ اللہ آوے اُن کے پاس ابر کے سایہ مین اور اسکے گرد ملائکہ ہون اور فیصلہ کام کا کر دیا جاوے اور اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہے

بعض لوگ مخاطب اسکے عام اہل کتاب کو لیتے ہین کیونکہ وہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پر ایمان لائے تھے بعض مخصوص عبداللہ بن سلام وغیرہ کو مراد لیتے ہین وہ لوگ چاہتے تھے کہ سبت کی تعظیم کرین اور توراۃ کو شب کی نماز مین پڑھین کیونکہ اللہ کا کلام ہے اور کہتے تھے کہ اونٹ جو کہ شریعت موسوی مین حرام تھا اسکو اسلام مباح کہتا ہے وہ نہ کھاوین اُسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم تمام امور اسلامی کے انقیاد کے ساتھ ایمان لاؤ اس سے وہ لوگ استدلال کرتے ہین جو ہنود و مسلم کو گاے کے گوشت کھلانے کی تاکید کرتے ہین ارشاد ہوتا ہے کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے اسکو حلال سمجھو اپنی خواہش سے کوئی حکم نہ کرو پوری پوری اطاعت و فرمانبرداری کرو اور شیطان کے وسوسون کی پیروی نہ کرو اُس کی دشمنی اللہ تعالیٰ کے بیان کرنے سے ظاہر ہوگئی ہے وہ کھلا دشمن ہے چاہے وہ دکھائی نہ دے اس جگہ ایک قاری نے آیت فان زللتم مین غلطی سے بجاے عزیز حکیم کے غفور رحیم پڑھا تو ایک بدوی نے کہا کہ یہ خدا کا کلام نہین ہو سکتا ہے جب غفور رحیم کی جگہ عزیز حکیم کہا تو اُسنے اسکو قبول کیا یہ لطائف عربیت سے ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کھلے احکام اور نشانیان آنے کے بعد اب سواے اسکے اور کیا ہے کہ گویا انتظار مین ہو کہ خود اللہ اپنی شان و شوکت اور ملائکہ کے لشکر کے ساتھ اتر آئے یہ کہان ہو سکتا ہے بعض اسکو قیامت کے واقعہ سے سمجھے ہین

سَلْ بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ كَمْ آتَيْنٰهُمْ مِّنْ آيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ط وَمَنْ
بنی اسرائیل سے دریافت کر کہ کتنی آیتین ہم نے انکو دین اور جو کوئی

يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۭ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ
اللہ کی نعمت بدلڈالے بعد اسکے کہ اسکو پہونچ چکی تو اللہ کی مار

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝
اسکو سخت ہے

بقیہ صفحہ ۲۱۵ تو اللہ کے آنیکے بارے مین سلف کے موافق دیگر متشابہات کے اُسکو سمجھتے ہین اور اللہ کے حوالے کرتے ہین اور خلف اللہ کے آنے کو اسکے امر اور اسکے عذاب آنے سے تعبیر کرتے ہین واللہ اعلم بمرادہ ؁

اوپر کی آیت مین ذکر ہے کہ اللہ کے خود آنے اور فرشتون کے آنے کے گویا منتظر ہین اگر ان کی طلب کے موافق دلائل آجائین تو وہ ایمان لے آوین گے چونکہ یہ واقعہ کے بالکل خلاف ہے وہ تو اللہ کے ظاہر ہو جانے پر بھی ایمان نہین لانے والے ہین قیامت آجاوے مگر ایمان نہ لاوین یہ ایک طے شدہ امر ہے اب ارشاد ہوتا ہے کہ اِس قول کی دلیل یہ ہے کہ خود ان سے دریافت کر لیا جاوے کہ ان کو کسقدر نشانیان دی گئین مگر ان کو کچھ پرواہ نہ ہوئی اس سے کیا ہوگا کہ اللہ کا عذاب یا اسکے فرشتے یا اسکو خود دیکھ لین تو ایمان لاوین یہ سب کہنے کی بات ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اوپر حال منافقین اور مشرکین کا ذکر کیا گیا ہے اب کفار اہل کتاب کا حال ذکر ہوتا ہے اِس سوال کے مخاطب یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین یا ہر وہ شخص کہ جو اس سوال کی صلاحیت رکھتا ہو اور سوال کر سکے یہان سوال سے دریافت حال مقصود نہین ہے بلکہ توبیخ اور تنبیہ ہے یا جس طرح کہا جاتا ہے کہ ہم نے فلان شخص کیساتھ ہمیشہ نیکی کی ہے اور وہ بدی پر آمادہ ہے اُس سے خود دریافت کر لو کہ ہم نے اسکے ساتھ کیا کیا سلوک کیے ہین ظاہر ہے کہ جب عداوت ہے تو وہ سلوک کیون بتانے لگا مگر مقصود اس سے اسکی تفضیح ہے یا اس غرض سے طریقہ بیان کا سوال کے طرز سے اختیار کیا گیا ہے کہ شاید سوال کے باعث وہ اپنی حالت بد کو نظر تعمق سے اور غور سے دیکھے اور دلپذیر ہو کیونکہ اندیشہ ہو جاوے کہ کہین سوال کر دیا جاوے تو کیا جواب دینا مناسب ہے اسکی فکر میں ممکن ہے

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ
خوبصورت اور حسین دل آویز بنا دی گئی زندگی دنیا کی ان لوگون کے لیے جو منکر ہوے اور مسخرہ پن

اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ
کرنے لگے ان لوگون سے جو ایمان لائے ہین حالانکہ وہ لوگ جنھون نے پرہیزگاری اختیار کی ہے ان سے بالاتر ہین

مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○
قیامت کے دن اور اللہ جسکو چاہے بے حساب روزی دے

بقیہ صفحہ ۲۱۶ کہ عبرت ہو اور اپنے عیوب پر خود توجہ ہو جائے جس سے توقع ہے کہ عیوب پر ندامت ہو۔

كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ کتنی آیتون مین سے ہم نے ان کو دیا مراد آیت سے یا تو قرآن و کتب منزلہ کے آیات ہین یا معجزات اور خوارق عادات اور خیر و برکات ہین یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو بڑی بڑی آیات قدرت عطا ہوئے۔

وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ اور جس شخص نے اللہ کی نعمت کو بدلا بعد اسکے کہ وہ نعمت اسکو ہونچ چکی نعمت آیت کو اسوجہ سے کہا کہ وہ ذریعہ ہدایت ہے اس سے بڑھکر اور کون نعمت ہوسکتی ہے اُسپر نجات موقوف ہو جو تمام انعام کی کنجی ہے اُسکی تبدیلی یہ ہے کہ وہ محرف کردیجاوے تاویل اسکے خلاف کی جاوے یا وہ ذریعہ ضلالت کا بنا دیجاوے تو نعمت کے عوض اور اس کی بدل زحمت ہو جاوے۔

مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ بعد اسکے کہ وہ اُسکے پاس آجاوے یعنی نعمت یا آیت حاصل ہو جاوے اور اسکی پوری طور سے معرفت ہو جاوے شبہ کی گنجایش نہ رہے ایسی صورت مین اسکو بدلدینا بہت ہی قبیح ہے یہ جملہ اسکے ظاہر کرنے کے لیے بڑھایا گیا ہے ورنہ تبدیل تو آنے کے بعد ہی ہوتی ہے تبدیل سخت ترین قبیح فعل ہے اسکی سزا ضرور ہوگی کیونکہ اللہ کی مار سخت ہے عذاب بہت شدید ہے۔

جب اُنھون نے اسباب ہدایت کو بدلدیا تو ان کی گمراہی مین کوئی شے مانع نہین رہی ان کو دنیا کی زندگی پسند آگئی اور وہ اسمین پھنس گئے۔ زین کا اصل فاعل یا تو اللہ ہے اسواسطے کہ اسی نے تمام قوی انسان کے بنائے اور نفس و خواہشات آدمی مین پیدا کیے اور ان کو میل کو پیدا کیا یہانتک کہ وہ دنیا مین پھنس گیا یا اسکا فاعل شیطان ہے تو مراد اس سے اُسکا

دفعۂ کفار

حقیقت دنیا ...

وسوسہ ہے کہ اسکے باعث لوگ آخرت کو بھول گئے دنیا مین پھنس گئے یون تو ہر شے کا خالق اللہ ہے مگر اسجگہ ظاہرا شیطان اس فعل کے فاعل ہونے کی زیادہ مناسبت رکھتا ہی کیونکہ قرآن شریف مین یہ طریقہ ہے کہ جہان پاکیزہ افعال کی تحسین منظور ہوئی ہے اور زین کا لفظ بولا گیا ہے تو فاعل اسکا اللہ بنایا گیا ہے اور جہان برے افعال ہین تو وہان فاعل شیطان کو کیا گیا ہے اسجگہ چونکہ محل تحسین حسن ہی اسواسطے اللہ کا فاعل ہونا مناسب ہے ظاہر ہے کہ دنیا کفار کی نظر مین بڑی شے ہی اسواسطے کہ وہ آخرت سے نا آشنا ہین اور نعیم مقیم اور حیات دائمی سے غافل ہین ان کی نظرون مین دنیا محبوب کر دیگئی ہے اور انکے واسطے دنیا اچھی بنائی گئی ہے اگرچہ واقعہ کے خلاف ہی۔

وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا ۘ اور وہ ٹھٹھول اور مسخرہ پن کرتے ہین اُن لوگون کا جو ایمان لائے ظاہر ہے کہ جب دنیا اُن کی نظرون مین سما گئی ہے تو جو لوگ تارکین دنیا ہین انکی وقعت اُن کی نظر مین کیسے ہو گی حضرت صہیب اور حضرت بلال اور حضرت عمار وغیرہ فقراء مہاجرین کو دیکھ کے وہ لوگ مسخرہ پن کرتے تھے جن کو دنیا کی وسعت تھی وہ صنادید قریش تھے مثل ابی جہل وغیرہ کے یا ابی ابن سلول منافقین ہین یا وہ لوگ جو قبیلہ بنی قریظہ و بنی نضیر اور بنی قینقاع سے یہودی یا سب کفار مہاجرین و انصار اہل فقر کو دیکھ کے ہنستے تھے کہتے تھے کہ وہ وعدہ اللہ اور رسول کا کہان ہے تم تو ایسی بُری حالت مین ہو کہ نہ پیٹ کو کھانا ہے نہ تن کو کپڑا ہے نہ رہنے کو مکان ہے اللہ کے انعام کہان گئے وہ مدد و نصرت کب ہو گی ایسی باتون سے ظاہر کہ مسلمانون کے دل ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے اسواسطے اللہ جلشانہ نے ان کی تسلی فرمائی۔

وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ حالانکہ جو لوگ پرہیزگار ہین وہ اونچے پر ہین ان کافرون و منکرون سے روز قیامت مین ان کی بلندی و برتری ان کی پرہیزگاری اور تقوے شعاری سے ہی اُن کے مسخرے پن سے انکا کیا بگڑتا ہے وہ تو آخرت مین ان کفار سے مرتبہ بلند پانے والے ہین یہ بلندی خواہ مکان کے لحاظ سے ہو یا مکانت کے اعتبار سے ہو متقیون کے لیے ثابت ہے وہ علیین مین ہون گے درجات قرب حاصل ہونگے یہ کفار سجین مین ہونگے خدا سے دور ہون گے یہ ہنستے ہین تو کیا ہو آخر مین یہ ہنسے جاوینگے اور ذلیل و خوار رہین گے

وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ اور اللہ جسکو چاہے بلا حساب روزی دیتا ہی مراد اس سے یا تو کل اچھے بُرے ہین مقصود یہ ہے کہ وہ جسقدر چاہے دنیا کی زندگی مین جسکو چاہے وسعت و فراخی دے مگر آخرت مین تقوے کی بنا پر سب کچھ ملے گا وہی مالک ہے جسکو جو چاہے دے

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ
ایک ہی گروہ لوگ تھے تو اللہ نے نبیون کو معبوث کیا اور مخلوق کی جانب

مُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
بھیجا خوشخبری دینے والے ڈرانے والے اور اللہ نے ان رسولون کے ساتھ کتابین اتارین سچائی کے

فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
ساتھ تاکہ تصفیہ کیا جائے لوگون کے درمیان ان امور مین جنمین وہ مختلف تھے اور کتاب مین اختلاف انھین

الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا
نے کیا جنکو وہ کتاب ملی تھی ضد کے باعث سے جو ان کے درمیان پھیلگئی تھی۔ پھر اللہ نے ہدایت کی حق کی ایماندارون کو

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ
ان امور مین جنمین وہ اختلاف کرتے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جس کو چاہے سیدھی راہ

يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
کی ہدایت کرے

بقیہ صفحہ ۲۱۸ آیا صرف اچھے مراد ہین کہ ان کو اللہ بلا نہایت قیامت مین روزی دے گا جسکو دیکھ کے ان لوگون کو حسرت ہوگی جو یہان ان کو مسخرہ بناتے تھے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مراد اس سے فتح بنی قریظہ و دیگر بلاد کی فتح ہے جس سے بلا نہایت و بے حساب مال مسلمانون کو ملا مال امال ہوگئے اور جو مسخرہ بناتے تھے وہی ذلیل و خوار ہوے ان کو اس دنیا مین بھی روزی ملگئی اور آخرت مین تو شمار سے باہر ہے۔

اوپر اقسام کفار کے مذکور ہوے اب ان کی حالت ذکر کیجاتی ہے کہ وہ ہادیون اور مرشدون سے کیا تعلق رکھتے تھے، ارشاد ہوتا ہے کہ ایک ہی گروہ مین تمام لوگ تھے وہ گروہ کیسا تھا اس کی تصریح قرآن شریف مین نہین ہے اسی وجہ سے تفسیر مین اختلاف ہوگیا ایک جماعت کہتی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ قبل بعثت انبیاء کے کل ضلالت پر متفق تھے ابن عباس فرماتے ہین کہ ایسا زمانہ حضرت ادریس کے اٹھائے جانے کے بعد سے حضرت نوح کے معبوث ہونے کے وقت تک گذرا ہے کہ ان مین کوئی حق پر نہ تھا عالم بھر مین باطل پرستی پھیل گئی تھی پھر اللہ نے برابر ارسال رسولون کا سلسلہ شروع کردیا بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے یہ ہے کہ لوگ

کفار ان کے احوال ... [illegible]

حق پر متفق تھے اُسوقت کے تعین مین اختلاف ہی بعض کہتے ہین کہ میثاق کے وقت سب
ایمان دار اور موحد تھے بعض کہتے ہین کہ آدم علیہ السلام کے وقت مین یا ان کے وقت سے
حضرت ادریس کے اٹھائے جانے کے بعد تک یا حضرت نوح کے مبعوث ہونے کے وقت تک
یا بعد طوفان کے کہ اسوقت سب ایماندار ہی رہ گئے تھے ان سب احتمالون سے معلوم ہوتا ہی
کہ کوئی وقت قبل مبعوث ہونے کے ایسا گذرا ہے کہ جسمین سب عالم حق پر تھا تو اب بعثت رسول
سے کیا فائدہ ہوا، یہ امر ظاہر ہے اسی وجہ سے بعض نے میثاق کو مراد لیا ہے کہ وہ وقت تھا کہ سب
موحد تھے اسکے بعد عالم دنیا مین ظاہر ہوے اور پھر انبیا و رسل آئے اور اختلاف ہوا لہذا
اگر یہ احتمال مانا جائے کہ حق پر سب متفق تھے تو اُس صورت مین بعثت کے قبل عہد و میثاق
ازلی کے وقت جب کہ سب موحد تھے مراد لینا زیادہ انسب ہے ورنہ اعتراض ہوتا ہے کہ آدم
علیہ السلام بھی مبعوث تھے ان کے قبل کہان اُمت حق پر متفق تھی امت ہی کہان تھی اور
بعد آدم علیہ السلام کے کب سب متفق ہوئے کیونکہ قابیل اور اسکے متبع موجود تھے اسکے جواب
مین یہ کہا گیا ہے کہ مراد اس سے حالت اکثری ہے بہرحال ان سب احتمالات مین تاویلین کی
گئی ہین میرے نزدیک خود یہ زیادہ مناسب ہے کہ زمانہ فطرت و جہالت مراد لیا جاوے
کیونکہ اسوقت سب ضلالت پر متفق تھے اسکے علاوہ بھی احتمالات ہین جنکو اسجگہ ذکر کرنے سے
کوئی فائدہ نہین ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ پھر اسکے بعد اللہ نے انبیاء کو مبعوث کیا حضرت ابوذر غفاری سے
مروی ہے کہ آپنے آنحضرت سے عرض کی یا رسول اللہ کتنے انبیاء ہین ارشاد ہوا ایک لاکھ
چوبیس ہزار پھر دریافت کیا گیا کہ ان مین سے کسقدر رسول ہین ارشاد فرمایا تین سو تیرہ رسول
ہین اس تعداد کے علاوہ بھی تعداد مذکور ہے مگر اقوی یہی ہے۔

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ آن کی توصیف خاص ہین یہ ہے کہ وہ خوشخبری دینے والے ہین
اچھون کو اطاعت گذارون کو جنت کی اور قرب الٰہی کی اور ڈرانے والے ہین منکرون اور
کفار کو جہنم سے اور عذاب الٰہی سے اور بعد سے ✣

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ اور اللہ نے ان رسولون کے ہمراہ کتاب نازل کی جو حق کے
ساتھ ہے مراد اس سے جنس کتاب ہے کہ کوئی کتاب ہو یا مخصوص توراۃ و قرآن ہے۔ انبیاء کے
ہمراہ اُترنے سے مقصود یہ ہے کہ یا تو خود کتاب کسی رسول پر اُتری یا اتری کسی پر مگر اسکا علم اور

اسکا حفظ اللہ نے دوسرے رسول کو بھی دیدیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولون کے لیے مخصوص کتاب ضروری ہے یون تو چار کتابین مشہور ہین تورات و انجیل زبور قرآن علاوہ اسکے صحائف آدمؑ ہین صحف نوح و ابراہیمؑ و موسیٰؑ ہین اور دیگر انبیار کے صحف ہین یہ سب کتابون مین داخل ہین دس صحیفے حضرت آدم کے تھے اور تیس حضرت شیث کے اور پچاس حضرت ادریسؑ کے اور حضرت موسیٰ کے دس تھے۔

لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ تاکہ حکم کرے اللہ درمیان لوگون کے یعنی فیصلہ اور قضار و تصفیہ ہو جاوے جسمین وہ اختلاف کرتے ہین اگر مراد کان الناس سے اتفاق انکا لیا جاوے تو اسجگہ اختلاف انکا حقیقی طور پر ہو نا مُراد ہے اور اگر مراد اس سے اتفاق جہالت اور بطلان پر ہے تو اختلاف اسجگہ مجازاً ہے ؀

وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ فیہ کی ضمیر یا حق کی جانب راجع ہوگی تو مراد یہ ہوگی کہ حق مین اختلاف نہین کیا گیا مگر انھین لوگون نے اختلاف کیا جن کو حق دیا گیا تھا بعد اس کے کہ ان کے پاس بینات آچکے تھے محض ضد سے جو اُن مین پھیل گئی تھی یہ اختلاف کیا گیا ورنہ اختلاف کا کوئی محل نہ تھا اس صورت مین انکا حق سے اختلاف کرنا یہ ہے کہ انھون نے حق کی معاندت کی اور اسکا انکار کیا یا فیہ کی ضمیر کتاب کی جانب پھیری گئی ہی تو مراد اختلاف سے یہ ہے کہ اسکو انھون نے بدلدیا اسکی تحریف کی یا ایسی تاویل کی جو گمراہی کا باعث ہوئی حالانکہ اس سے مقصود ہدایت تھی ؀

بعض کے نزدیک یہان مقصود واضح یہ ہے کہ لوگ آنحضرت کے قبل متفق تھے بعثت رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر مگر جب رسولون نے خوشخبری دینا شروع کی اور ڈرانا شروع کیا اور شبہا کو دور کرنا اور تصفیہ کرنا شروع کیا تو اختلاف کرنے لگے آنحضرت کی بعثت مین اور یہ اختلاف انھین لوگون نے کیا جن کو حق دیا گیا تھا یا ان کو وہ کتابین ملی تھین جن سے آنحضرت کی بعثت اچھی طرح معلوم ہو سکتی تھی۔

فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ پھر اب اللہ نے راہ بتادی ایمان والونکو حق کی جسمین وہ اختلاف کرتے تھے اپنی توفیق سے ؀

مراد امنوا سے یا تو سابقین ولاحقین سب ہین کہ اُن کو حق بتادیا گیا اور اختلاف دور ہو گیا اور کتاب پر انھون نے بلا تاویل و تبدیل عمل کیا یا مراد خاص مومنین امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ جن امور مین اگلون کو اختلاف تھا ان کو اس امت نے دفع کردیا اور ان کو

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
کیا تم کو گمان ہے کہ تم جنت مین چلے جاؤگے اور ابھی تم پر وہ نہین ہوا جیسا کہ
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا
ان لوگون پر ہوا کہ جو گذر گئے تم سے پہلے ان کو سختی اور تکلیف پہونچی اور وہ جھنجھوڑے گئے

(بقیہ صفحہ ۲۲۱) اسیدھی راہ بتادی گئی بِإِذْنِهِ سے مراد اسکے امر سے یا اسکی توفیق سے یا اُسکے آسان کردینے سے ہے اور مختلف فیہ امور جن کو صاف کردیا گیا بہت ہین منجملہ ان کے یہ ہے جو اسلم سے روایت ہے اگلی اقوام کو جمعہ کے دن مین اختلاف تھا یہود اسکو ہفتہ کا دن سمجھتے تھے نصارے یکشنبہ کو امت محمدی کے لیے جمعہ کی تعین ہوگئی اگلے لوگ قبلہ مین اختلاف رکھتے تھے کوئی مشرق کو قبلہ بناتا توکوئی مغرب کو امت محمدی کیلئے کعبہ کی تعیین کردی گئی، نماز مین اختلاف تھا کوئی صرف قیام کرتا تھا کوئی صرف رکوع کرتا تھا کوئی چلتا تھا کوئی اچکتا کودتا تھا تالیان اور سیٹیان بجاتا تھا غرضکہ طرح طرح کی عبادت تھی جن کا بقایا اب بھی غیر مسلمون مین موجود ہے، مسلمانون کو نماز کا طریقہ بتایا گیا۔ اگلے روزہ مین مختلف تھے کوئی رات دن کا روزہ رکھتا تھا کوئی بعض اشیا سے روزہ رکھتا تھا مسلمانون کے روزے کے لیے تعین وقت کردیا گیا اور بتابھی دیا گیا کہ کیا کیا امور روزے کو توڑ دیتے ہین ؛

اگلے لوگ حضرت ابراہیم مین اختلاف رکھتے تھے یہود کہتے تھے کہ یہودی تھے نصاری کہتے تھے کہ نصرانی تھے مسلمانون کو بتادیا گیا کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ حنیف تھے یکسو اور مسلم تھے مطیع و منقاد اگلے لوگ حضرت عیسیٰ مین اختلاف کرتے تھے یہود حضرت کو برُے برُے الفاظ سے یاد کرتے تھے نصارے ابن اللہ کہتے تھے اُن کی الوہیت کے قائل تھے مسلمانون کو بتادیا گیا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے اختلاف دور کردیا گیا یہ اسکا فضل ہے ؛

وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اور اللہ جسکو چاہے سیدھی راہ یعنی اسلام کی اور حق و صداقت کی بتادے وہ ایکہی ہے جبکہ اللہ جلشانہ نے سیدھی راہ بتائی ہے اور ایمان عطا فرمایا ہے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے اسکا شکر لازم ہے یہ بڑا دعوی ہے اسکے بعد امتحان ہونا ضروری ہے لہذا یہ نہ سمجھو کہ آسانی سے تم کو قرب محبوب حاصل ہو جائے گا یہ طریقہ کبھی ہوا نہین ہے بلکہ جب اس قسم کا دعوی ہوا

حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ
یہان تک کہ کہنے لگا رسول اور جو ایماندار اسکے ساتھ تھے کہ کب اللہ کی مدد ہے

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ○
آگاہ ہو کہ اللہ کی مدد نزدیک ہے

تو اُسکے ساتھ آزمایش بھی کی گئی اگلے ہون یا پچھلے ہون سب کو امتحان وابتلا ہوئی جنت مین جانا آسان نہین جب تک مصائب و تکالیف نہ برداشت کیے جائین اس کلام سے مقصود شجاعت وہمت دلانا ہے اور آگے کے احکام کے لیے تیار کرنا ہے اس کی راہ مین جسقدر تکلیفین پہونچین اُن کے برداشت کرنے کی ترغیب ہی۔ مخاطب اِس آیت کے یا تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین یا کل ایماندار ہین یا صحابہ ہین یا تمام امت۔

خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ سے مراد امم سابقہ ہین جن کو حق کی اتباع کی بدولت طرح طرح کی اذیتین پہونچین زندہ چن دیے گئے لوہے کی سیخین بھونکدی گیین کڑھاؤ مین تل دیے گئے انواع انواع کے عذاب مین مبتلا ہوئے مگر حق سے نہین پھرے ایسے ہی تمکو بھی پیش آتا ہے گھبرانے کی بات نہین مراد اس سے یا تو وہ مصائب ہین جو ابتدا زمانہ ہجرت مین پیش آے یا جنگ خندق کا زمانہ ہے جس مین ہر طرح کی ایذا ئین پہونچین یا احد کی لڑائی ہے جسمین شکست ہوئی حضرت حمزہ شہید ہوے یا تمام عام احوال ہین خصوصاً امم سابقہ کے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ یہانتک کہ عاجز و پریشان ہو کے رسول کہنے لگا یہ کہنا رسول کا یا تو دعا کے طور پر ہے یا تمنا ہی یا مدت کے بڑھجانے کی وجہ سے ہی۔

مراد رسول سے یا تو جنس رسول ہے کوئی ہوے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہی

حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا وجاءھم نصر اللہ فنجی من نشاء یہانتک کہ رسولون کو مایوسی ہوجاتی اور گمان کرنے لگتے کہ کہین جھوٹے نہ پڑین کہ اللہ کی مدد آجاتی اور نجات ملجاتی جس کو اللہ چاہتا یا مراد رسول سے خاص رسول ہے الیسع یا اشعیا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ سے اُن کی اتباع مراد ہین۔

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی مدد قریب ہی یہ جواب اللہ تعالی کی طرف سے ہے اگر اگلے رسول مراد ہین تو مقصود یہ ہے کہ اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا کہ اللہ کی مدد آگئی

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

دریافت کرتے ہین وہ لوگ تم سے کہ کیا خرچ کرین کہدو کہ جو خرچ کرتے ہو تم بہتری سے تو وہ والدین

وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا

کے لیے ہے اور قرابتدارون کے لیے ہے اور یتامی اور مساکین کے لیے ہے اور مسافر کے ہے اور جو تم

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

بہتری سے کروگے تو اسکو اللہ جانتا ہے

وہ قریب ہے اور اگر مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو یہ ایک وعدہ ہے کہ اللہ جلشانہ نے پورا کیا اور جو طرح طرح کی مصائب برداشت کرتے تھے ان کو انواع واقسام کے انعامات و راحتین حاصل ہوئین ایک وقت تھا کہ مسجد مین پڑے رہتے تھے فاقہ کرتے تھے پھر وقت آیا کہ بلند مقامات بنائے گز بھر کپڑا ملنا دشوار تھا یا عمدہ عمدہ دیبا و مخمل کے گدے پھاڑ پھاڑ کے پھینکدیے گئے۔ قیصر وکسری کی دولت فقرا مہاجرین وانصار نے لٹائی یہ وعدہ ہمیشہ کے لیے ہے اور پورا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین جب کوئی توقع مدد کی باقی نہ تھی اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ حضرت علی و حضرت معاویہ کی لڑائی کے وقت حضرت امام حسن کی صلح کی صورت مین پورا ہوا۔

ہلاکو کے وقت مین جو تباہی آئی اُسکے پوتے کے مسلمان ہونے سے پورا ہوا۔ آج مصطفے پاشا کی تلوار سے وہ وعدہ پورا ہوا اور ابھی کامل فتح حاصل ہونے کی توقع ہے اور خدا اپنا وعدہ اسطرح پورا کریگا کہ عالم محو حیرت رہجاویگا ؎

اور پر ارشاد ہوا کہ تم کو دنیا کی طرف توجہ کم کرنا چاہیے آخرت کی جانب التفات زیادہ کرو اور اسی کے ذیل مین یہ بھی ذکر ہو گیا کہ آخرت کی جانب توجہ دلانے مین جو مشقت ہوتی ہے اسکو برداشت کرنا چاہیے اسی پر موقوف ہے مدد و نصرت اور بدون اس مشقت کے برداشت کے کامیابی مشکل ہے اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب آخرت کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے مشقت برداشت کرنے کی ضرورت ہو تو باہم ایک دوسرے کو تا بہ امکان مشقت برداشت کرنا اور اپنے ساتھیون پر سے بار کم کرنا بھی ضروری ہے بڑی دشواری تمام امور مین مال کی ہے تو ضروری ہے کہ مالدار اسکے خرچ کرنے سے اس دشواری کو دور کرین لہذا اُن کو کیا صرف

مسئلہ مصارف صدقات

کرنا چاہیے اس آیت مین اُسی کا جواب ہی کہ خرچ کرنے والے کو تو ہر خیر کی شئے سے خرچ کرنا زیبا ہے
مگر فضول بے محل صرف نہ ہو اُسکے محل پہلا تو خود صاحب مال کی ذات ہی پھر اُسکے والدین ہین
جو ذریعہ اُسکے وجود کا ہوئے ہین اور وجود ہی تمام اوصاف و اعمال کا موقوف علیہ ہے انھین
اعمال کے سبب سے روپیہ حاصل ہوتا ہے تو گویا والدین ذریعہ ان کی تحصیل دولت کا ہین وہ دوسرون
سے یقیناً مقدم ہین انکا حق راجح ہے اُن کے بعد پھر دیگر اقربا اہل حاجت ہین پھر وہ لوگ ہین جنکی
پرورش کرنے والے خصوصاً باپ مر چکے ہین پھر وہ ہین جو مسافرت کی حالت مین ہین انکا کوئی شناسا
نہین انکا وطن نہین وہ وطن سے دور اور لاچاری کی حالت مین ہین اُسکے بعد ارشاد فرماتا
ہی کہ یہ صرف تمھارا رایگان نہ ہوگا جس کی رضامندی کے لیے یہ صرف ہے وہ واقف ہی وہ تم کو
جزا دے گا اسجگہ بظاہر سوال صرف اس شئے سے ہی کہ جو صرف کی جائے اور جواب اُسکے مصرف
سے ہے لہذا مختلف توجیہین اس کی کی گئی ہین بعض کہتے ہین کہ سوال تو اول ہی سے ہی اور اُس کا
جواب بھی بتا دیا گیا کہ مال خیر سے بلکہ ہر خیر سے صرف کرنا چاہیے خیر اقل درجہ مال حلال پر بولا جاتا
ہے مال غیر حلال خیر نہین ہے ساتھ ہی اس کے فائدے کی غرض سے یہ بھی بتا دیا گیا کہ اس کا
مصرف کیا ہے صرف یہی معلوم ہونا کافی نہین ہے کہ کیا صرف کیا جائے بلکہ یہ بھی معلوم ہونا
چاہیے کہ کس کو دیا جائے جو اصل مقصد صرف سے ہے قفال کہتے ہین کہ گو دریافت کرنا مصرف کا تھا مگر لفظ
ما ہے جس سے اس شئے کا سوال معلوم ہوتا ہی جو صرف کیجائے کلام لایا گیا ہے لیکن ما سے کبھی سوال کیفیت کا بھی مقصود ہوتا ہی
یہ ہی کہ کسطور پر صرف کرنا چاہیے بعض کہتے ہین کہ جب بعضون نے یہ سوال کیا کہ کیا صرف کیا جاوے تو انکو جواب دیا
گیا کہ کس پر صرف کیا جاوے تا کہ وہ سمجھ لین کہ یہ سوال فضول ہے بلکہ سوال وہ مناسب ہے جس کا جواب یہ ہی کہ کسکو
دیا جاوے کیونکہ مال صرف تو خواہ نخواہ ہوتا ہے محل و بیجا دیکھنا چاہیے سائل اسکے یا تو عمرو بن الجموح رضی اللہ
تعالی عنہ تھے جو احد مین شہید ہوئے یہ بڑے مالدار تھے انھون نے سوال مذکور کیا تھا یا ایک شخص تھا کہ
جسنے آکے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس ایک دینار ہے اسکو کیا کرون آپنے فرمایا کہ اپنے
اوپر صرف کر پھر اُسنے کہا کہ دو ہون تو آپنے فرمایا کہ اپنی زوجہ اور اپنے اہل کے اوپر صرف کر پھر اسنے کہا کہ تین ہون
تو آپنے فرمایا کہ اپنے اوپر اپنے اہل کے اوپر اپنے خادم کے اوپر صرف کر اُسنے کہا کہ چار ہون آپنے والدین کو بھی زیادہ کر دیا
پھر اُسنے کہا کہ پانچ ہون تو آپنے فرمایا کہ اپنے قرابتمندون پر صرف کر پھر اُسنے کہا کہ چھ ہون تو آپنے فرمایا خدا کی راہ مین صرف کر
اُسکی تصدیق مین یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہین کہ یہ آیت بعض متقدمون کے نزدیک نازل ہوئی تھی اور وہ منسوخ ہو چکی ہے حسن بصری کہتے ہین کہ منسوخ
نہین ہے بلکہ یہ صدقہ غیر فرضیہ مین نازل نہین ہوئی صدقہ نفلیہ غیر فرضیہ مین ہوئی جس سے ان کا بیان کرنا منظور ہے

یہ امر خاص طور پر سمجھنے کے قابل ہے کہ خیرات کا مصرف دین اسلام مین برخلاف دیگر ادیان کے بہت عام ہے یہان تک کہ جو شخص اپنے اوپر صرف کرتا ہے اور اسمین نیت خیر کی کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے اور اسکا ثواب پاے گا جو اپنی بیوی کو کھلاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے حدیث شریف مین آیا ہے کہ وہ بھی باعث اجر ہے جو تو اپنی بیوی کے منہ مین دیتا ہو اپنے بچون کی پرورش کرنا یہ بھی کار خیر ہے اور صدقہ ہے اپنے والدین پر صرف کرنا اعزا اقارب کو کھلانا یہ سب صدقہ ہے مال کے علاوہ بھی جو ہمدردی کی جا دے گی وہ بھی صدقہ ہے ایک سبق صحکو پڑھا دینا ایک اچھی بات بتا دینا یہ سب صدقہ ہے اور خیر تو صدقے سے بھی زیادہ عام ہو ایک شخص اپنے دوست کی دعوت کرے اپنے اقربا کی ضیافت کرے ختنہ یا شادی مین مدارات کرے ولیمہ کا کھانا کھلاے یہ سب امور خیر سے ہین اور حسن نیت سے ثواب ملنے کی امید ہے اداے سنت سے خیال کرے تو عبادت ہے ایسے ہی ہبہ اور ہدیہ وصیت وارث کے لیے چھوڑنا یہ سب خیر ہے ایسے ہی وقف کرنا بھی خیر ہے اور چونکہ اپنے اعزا و اقارب پر صرف کرنا زیادہ ثواب ہے تو اگر کوئی شخص اپنے اوپر وقف کرے یا اپنی اولاد پر وقف کرنے اور آخر مین اسکا مصرف امور خیر ہون تو یہ بھی ثواب ہے ہمین اس امر کا لحاظ لازمی ہے کہ جو شے وقف کی جاے وہ تمام مطالبات سے پاک ہو کوئی حق اسپر نہ ہو وہ رہن نہ ہو مستغرق بالدین نہ ہو دائن کی یا وارث کی حق تلفی مقصود نہ ہو تو وہ یقیناً موجب اجر ہے *

اسجگہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ وقف مین شے مقید کر دیجاتی ہے اسکو شرع اسلام نے کیسے جائز رکھا وارث مجبور ہو جاتے ہین حقدار ممنوع کر دیے جاتے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ حق وارث موت کے وقت سے ثابت ہوتا ہے تو جو تصرفات ان کے حق کے ثابت ہونے کے بعد ہین جیسے وصیت بالمال یا وصیت بالوقف یا وصیت بالہبہ یہ سب بلا اجازت وارث کے حق وارث مین نافذ نہین ثلث سے زیادہ وصیت نہین کر سکتا ہی یہان تک کہ اقرار بالدین بھی مرض وفات مین ثلث سے زیادہ مانا نہ جاے گا مگر جب تک وہ زندہ ہے صحیح و سالم ہے وہ اپنے مال کا مالک ہے اسکو ہر قسم کے تصرفات کا استحقاق ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے چاہے اپنا مال فروخت کر ڈالے چاہے رہن رکھے چاہے دیدے چاہے وقف کر دے اُس مین کسی کا حق متعلق ہوا ہی نہین ہے جو اسکو روکا جاوے جب اصل شے کو ملک سے باہر کرنے کی اجازت ہے تو اسکی منفعت کو ملک سے باہر کرنے مین کون امر مانع ہے وقف خیر ہے اور خیر اپنے اعزا بلکہ اپنے

نفس پر مقدم ہے اسی وجہ سے ہمارے نزدیک وقف جائز ہے اور اپنے نفس پر اور اپنی اولاد
پر بھی ہو سکتا ہے اگرچہ اہل تشیع کے نزدیک وقف علی النفس جائز نہین ہے اس جگہ یہ صورت
نکلتی ہے کہ وقف کا اجرا بعد مرنے کے ہو اگرچہ اثبات اسکا زندگی مین ہو جیسے کوئی وقف
کرے اپنی اولاد پر اور کہی کہ جب تک اولاد میری نہ ہو یہ وقف کار خیر پر صرف ہو وا
اسوقت لاولد ہو مگر جب مرے تو اس کی زوجہ حاملہ ہو اور اسکے مرنے کے بعد لڑکا تولد ہو تو
اب وہ مستحق ازروے وقف کے اُس مال کا ہے اور اسکو وقف سے پہونچیگا امام ابوحنیفہ کے
نزدیک وقف سرے سے لازم نہین ہے تو وقف علی الاولاد یا وقف علی النفس کوئی
بھی لازم نہین ہے مگر یہ قول مفتیٰ بہ نہین ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ وقف کسی قسم کا ہو
چاہے مطلق ہو یا علی النفس یا علی الاولاد ہو قاضی کے یہان اسپر دعوی کرا کے حکم وقف
کا کرا لینا چاہیے۔ کیونکہ حکم قاضی اگر متعلق ہو جاوے گا تو پھر امام صاحب کے نزدیک بھی
اُس خاص صورت مین وقف لازم ہو جاوے گا ورنہ لازم نہ ہوگا کیونکہ اصول فقہ کا قاعدہ
ہے کہ فصل مجتہد فیہ مین اگر اختلاف ہو تو حکم قضا کے بعد وہ حکم مین متفق علیہ کے ہو جاتا
ہے یعنے پھر امام کا اختلاف کوئی شے نہین ہے باوجود اسکے [illegible] اسوجہ سے عموماً اطمینان
ہے کہ قول مفتیٰ بہ پر احناف کا عمل ہے اور مذہب حنفیہ مین امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ
ہے کہ وقف لازم ہے اور ہمیشہ رہتا ہے نہ تو امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ ہے نہ امام محمد کے
قول پر کہ اُن کے نزدیک لازم تو ہے مگر جب اصل منفعت فوت ہو جاتی ہے تو پھر وہ مالک مالک
مین یا اُسکے وارث مین لوٹ آتا ہے اسی وجہ سے وہ تعریف وقف کی کرتے ہین کہ اخراج شے کا
اپنی ملک سے غیر مالک کی جانب مگر جب وہ عارض جسکی وجہ سے اخراج ہوا ملک کا باقی نرہا
تو پھر ملک لوٹ آئی امام ابو یوسف کہتے ہین کہ ملک اللہ مین وہ داخل ہو جاتا ہے پھر لوٹ
نہین سکتا ہے اسی پر فتوی ہے تو اب کوئی غیر مجتہد قاضی اُسکے خلاف فیصلہ نہین کر سکتا ہے
البتہ اگر وقف بلا تصفیہ ہو اور قاضی مجتہد ہو اور قول امام ابوحنیفہ کے موافق فتوے
دے تو وہ وقف غیر لازم ہو سکتا ہے اور وقف علی الاولاد بھی ورثہ بن سکتا ہے مگر
یہ صورت نادر ہے اسواسطے وقف مین اندیشہ نہین ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد اس حکم
سے باہر ہے مسجد کبھی مسجد ہونیسے خارج نہین ہوتی ہے ایسا ہی امام ابو یوسف کے مذہب پر
بھی لازم آتا ہے تو وہ مسجد ہو خواہ حمام سب کا ایک ہی حکم سمجھتے ہین مگر امام محمد مسجد کو بھی

وقف علی الاولاد

تعریف وقف

حرام مال خیرات میں نامقبول

اگر غیر منتفع ہوجاوے تو اسکو بھی ملک مین مالک کے یا اُسکے وارث کے لوٹا دیتے ہین مثلاً
ایک آباد جگہ مسجد بنائی گئی اس کی اردگرد کی جگہ ویران ہوگئی نہ کوئی مسافر نماز پڑھتا
ہے نہ وہان رہنے والا کوئی ہے تو اس صورت مین امام محمد کے مذہب کے موافق وہ ملک
مین وارث کے لوٹ جاوے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہین لوٹ سکتی ہے
اسی پر فتوے ہی بہرحال خیر مین یہ سب داخل ہے اجگہ یہ خیال کرلینا چاہیے کہ خیر کی تو
تمام چیزین ہین مگر حلال نہ ہون تو وہ مقبول نہ ہون گی، بلکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ وہ مستحق کو پہونچتی ہی نہین ہین کیونکہ خدا کے نزدیک حرام سے خیرات مقبول نہین ہی
حدیث شریف مین آیا ہے کہ اللہ طیب ہو مال طیب کو قبول کرتا ہے اس جگہ یہ قاعدہ کلیہ
نہین ہے بلکہ استقرار سے سمجھا جاتا ہے کہ طیب ہی مستحق کو پہونچتا ہے یہ شبہ نہ ہو کہ حدیث
شریف سے ایسا ثابت ہوتا ہے جو مخبر صادق کی خبر ہے اس واسطے کہ وہان قبولیت کا
تذکرہ ہے مستحق کے ہاتھ مین پہونچنے کی نفی نہین ہے مین تو اس کو استقرار سے ثابت
سمجھتا ہون اور دلیل استقرار کی غیر قطعی ہے میرا استدلال تو ایک مشہور قصے پر ہے جس سے
یقین حاصل نہین ہوتا ہے،

وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے کسی نے دریافت کیا کہ مال مستحق
کوکسطرح پہونچایا جاوے انھون نے فرمایا کہ مال کو طیب و حلال کرکے جس کو دوگے مستحق
کو پہونچیگا اور اگر مال حلال نہ ہوگا تو جس کو دوگے وہ غیر مستحق کو پہونچیگا۔ اُس شخص نے تجربے
کے لیے دس درہم مال حرام کے لے کے ایک اندھے لولے لنگڑے کو دیکھ کے دیے اور سمجھا کہ مستحق
کو دیا ہے مگر اسنے اُسی مقدار سے اپنی شراب کا حساب بیباق کیا اور جب اُس شخص نے چند پیسے
حلال کے ایک گھوڑے کے سوار کو جو اچھی پوشاک پہنے تھا اور ہتھیار لگائے تھا اسکو دیے
تو وہ مستحق کو پہونچے اسواسطے کہ یہ سوار ایک سوداگر کا لڑکا تھا جسکے انتقال کے بعد اسکے کارندون
نے اسکی تجارت کو تباہ کردیا اسکے پاس سوائے اُس گھوڑے کے اور اس پوشاک کے اور ہتھیارون کے
جو استعمال مین تھے کچھ نہ تھا شکار کرتا تھا بچون کو پالتا تھا عزت بچائے تھا جسدن کوئی
شکار نہ ملا اور کبوتر مردار لے کے گھر واپس جارہا تھا تو اسوقت اسکو یہ چند پیسے ملے اس سے
زیادہ کون مستحق تھا۔ واللہ اعلم

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا
تم پر لڑائی فرض کی گئی حالانکہ وہ تم کو بُری لگتی ہے اور بسا کسی شے کو تم بُرا سمجھتے ہو
شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ
وہ تمہارے لیے بہتر ہوتی ہے اور بسا تم کسی شے کو پسند کرتے ہو وہ تمہارے
شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○
لیے بُری ہوتی ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو

حکم قتال

اس آیت سے حکم قتال کا ہوا جس طرح پہلی آیت سے حکم انفاق مال کا ہوا لفظ کُتِبَ سے ثابت ہوتا ہے کہ قتال فرض ہے جسطرح قصاص اور صیام فرض ہین اور عَلَیْکُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اہل ایمان پر قتال فرض ہے اور جس طرح حج تمام عمر مین ایک مرتبہ فرض ہے اسی طرح قتال بھی ہر شخص پر ایک مرتبہ فرض ہے اگر قتال نہ کرے گا اور غزوے مین نہ شریک ہوگا تو آخر عمر مین گنہگار ہوگا یہ قول بعض علما کا ہے اور جمہور کا قول یہ ہے کہ قتال تمام افراد امت پر فرض نہین ہے بلکہ فرض کفایہ ہے اسقدر اہل اسلام ہر وقت قتال کرتے رہین جس سے اعدار دین مسلمانون پر تسلط و استیلا نہ حاصل کرسکین البتہ اس صورت مین جب کہ کفار دار اسلام پر یورش کرین وہان کے رہنے والون پر فرض عین ہو جاتا ہے کہ ان سے قتال کرین اور ان کو دفع کرین اگر ان مین قوت دفع کی نہ ہو تو جو ان سے نزدیک اہل اسلام ہون انپر مشارکت اُن کی فرض ہے پھر اگر وہ کفایت نہ کرین یا وہ لوگ فرض مین تکاسل کرین تو ان کے نزدیک رہنے والون پر اہل اسلام کے فرض ہے اسی طرح درجہ بدرجہ تمام اہل اسلام پر شرقاً و غرباً فرض ہو جاتا ہے اور جب فرض کفایہ ہوتا ہے تو اسوقت بھی ان لوگون کے ذمے سے ساقط نہین ہوتا جن کے نہ لڑنے سے استیلار اہل کفر کا اندیشہ ہو چاہے دوسری جانب مسلمان جہاد کرتے ہون مثلاً روم کے رہنے والون پر جہاد فرض ہوا اور وہ حفاظت اپنے ممالک کی کرتے ہین اور جہاد مین مشغول ہین اُن کی مشغولی سے اہل ہند پر سے جہاد ساقط نہین ہوا بلکہ اُن پر بھی بقدر وسعت جہاد فرض کفایہ ہے ایک جماعت کو لازم ہے کہ وہ ادھر کے کفار سے بھی مقابلہ کرین تاکہ یہان اسلام کمزور نہونے پاوے اور مسلمان محفوظ رہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ شریف مین تھے قتال کی اجازت نہین ہوئی تھی۔ جب

مدینہ طیبہ مین آئے تو اسوقت اجازت قتال مشرکین کی ملی مگر اس شرط پر کہ وہ ابتدا قتال کی اگر کرین پھر عام طور پر قتال کا حکم دیا گیا پھر اس آیت سے جہاد عام طور سے فرض کیا گیا۔ بعض کہتے ہین کہ علیکم سے مراد اہل مدینہ ہین ابتدا مین انصار پر قتال فرض تھا بعض کہتے ہین صرف مہاجرین ہین کہ انھین پر قتال فرض تھا مگر یہ سب اختلافات گذر گئے اسوقت بقدر وسعت فرضیت مین شبہ نہین ہے اسواسطے کہ اندیشہ ہے کہ اگر جہاد نہ کیا جاوے تو کفار اہل اسلام کا بالکل استیصال کر ڈالین جیسا کہ ظاہر ہے۔

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ اور وہ قتال تم کو بھلا نہین معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ عزیز ترین شے جان ہے وہ معرض خطر مین ہوتی ہے طبعًا انسان اسکو پسند نہین کرتا ہے یا یہ کہ قبل فرضیت کے یہ حالت تھی مگر جب فرض ہوگیا تو پھر خدا کے حکم کو مسلمان کیونکر برا سمجھین گے مگر یہ شان کل ان امور کی ہے جن سے تکلیف دی گئی ہو بالخصوص یہ حکم بہت شاق ہے اور اپنے اعزار کے مقابل شاق تر ہے پھر قلت مسلمانون کی باعث اندیشہ ہے کہ سب جہان دشمن ہوجائے۔

وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بسا چیز تمکو بری لگتی ہے اور تمھارے لیے وہ بہتر ہے جسطرح کڑوی دوا بقصد صحت یا سفر کی صعوبت بغرض نفع وتجارت ایسے ہی طلب علم مین جو جفاکشی ومحنت کی جاتی ہے بظاہر تکلیف دہ ہے مگر مآل کار مین فائدہ بخش ہے ایسے ہی جہاد ہے کہ بظاہر ہلاکت نفس کی ہے اور دشمنی عالم سے ہے مگر نتیجہ مین فوائد کثیرہ ہین دنیا مین غنیمت وعزت حاصل ہوتی ہے غلبہ اور حریت کا باعث ہو استحکام دین کا سبب ہے آخرت مین دین کی خدمت کے باعث اجر وثواب ہو جو مجاہد ہے اسکو دنیا کی رغبت باقی نہین رہتی ہے طلب عقبی اسکو ہوجاتی ہے۔

وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور بسا تم کو کوئی چیز پسند ہے مگر وہ تمھارے لیے بری ہے جیسے ترک قتال کہ اسمین بظاہر حیات وراحت ہے مگر باعث استیلاء کفار ہے جس کے مفاسد اسقدر ظاہر ہین کہ ان کو ہر ذی ہوش جانتا ہے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو ظاہر ہے کہ ایک مقر الوہیت اس سے قوی دلیل اور کیا لا سکتا ہو کہ اللہ نے قتال کا حکم دیا وہ حکمت والا ہے اور سب جانتا ہو قتال کی حکمت بھی وہی جانتا ہو بلا حکمت کے وہ کسی شے کا حکم نہین دیتا ہو تو چاہیے

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ

دریافت کرتے ہین تم سے شہر حرام مین قتال اسمین کیسا ہے تو کہدیجیے کہ لڑائی اسمین

وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ

بہت بڑی بات ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اسکو نہ ماننا اور مسجد حرام سوال کرتے ہین اس سے اسکے

أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا

لوگون کو نکالنا یہ سب اللہ کے نزدیک بڑی بات سے بھی زیادہ بڑی بات ہو اور فتنہ قتل سے بھی

يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا

زیادہ بڑا ہے اور وہ برابر تم سے لڑتے رہین گے جب تک کہ تمکو پھیر نہ دین تمھارے دین سے اگر مقدور پا وین

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰئِكَ حَبِطَتْ

اور جو کوئی پھرے گا تم مین سے اپنے دین سے پھر مر جاویگا کفر ہی پر تو ایسون کے عمل دنیا و آخرت

أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

مین رائگان ہین اور وہ آگ والے ہین وہی اس مین رہین گے

خَالِدُونَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

جو لوگ ایمان لاے اور جنھون نے ہجرت کی اور لڑے

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اللہ کی راہ مین اور اللہ ہی سے وہ امید لگاے ہین اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

بقیہ صفحہ ۲۳۰ ہم کو علم اس کی حکمت کا ہو یا نہ ہو اسکو ماننا اور عمل کرنا ضروری ہے جس شے مین تمھاری بہتری دیکھتا ہے اسی کا حکم دیتا ہے اگرچہ تم کو اس کی بہتری کا علم نہ ہو۔ جہاد اتنی بڑی عبادت ہے کہ اسکا ثواب دخول جنت ہی۔ ایک ساعت رات دن کسی وقت خدا کی راہ مین حالت جہاد مین گذارنے سے ستر برس کے تمام دن کے روزون کا اجر اور ہر وقت نماز پڑھتے رہنے کا اجر ملتا ہی اگرچہ کلمہ شہادت تصدیق کرنے سے دخول جنت ہوتا ہی مگر جہاد سے مراتب بلند ہوتے ہین اور جنت مین ایسے اعلی مراتب ملتے ہین کہ جن کا کوئی اندازہ یہان سے نہین کرسکتا ہے ایسی چیز کا بہتر ہونا لازمی ہے اگرچہ ہم کو اسکی خبر نہ ہو۔

عود ہر خدا کی راہ مین مال و جان کے پیش کرنے کا حکم ہوا تو اسجگہ سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا ہر وقت مین

قتال واجب ہے یا کوئی وقت جیسا کہ ہمیشہ سے چلا آتا ہی اشہر حرم مین قتال ممنوع بھی ہے
یہ سوال یا تو مسلمانون مین سے کسی جماعت نے یا کسی شخص نے کیا تھا یا کفار نے کیا تھا کفار
کا مقصد اس سوال سے یہ تھا کہ اگر آنحضرت ارشاد فرمائین کہ اشہر حرام مین قتال جایز نہین ہے
تو پھر ان کو موقعہ ملجاے ہمیشہ انھین ایام مین مسلمانون سے لڑا کرین یہ تو حکم خداوندی کے
باعث نہ لڑینگے اور ہم ان کو لڑکے ہلاک کر دینگے اسکا جواب ایسا دیا گیا کہ ان کی اس تمنا پر
یاس پڑ گئی وہ سمجھ گئے کہ اسطرح مسلمانون کو ہلاک کرنے کی صورت نہین ہی اگر ہم ایام اشہر حرم کی حرمت
کو برباد کر دینگے تو مسلمان بھی ہم کو ترکی بترکی جواب دینگے اور اگر سائل اہل اسلام تھے تو ان کا
مقصد صرف یہی تھا کہ ادائے فرض کے اوقات کا تعین ہو جاوے یا ان سے لغزش ہوگئی ہے
اسکے جواز و عدم جواز کا حال معلوم ہو جاوے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب سولہ ماہ مدینے مین گذر جانے کے بعد ایک گروہ چند اصحاب
کا مقرر فرمایا جس کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو کیا اور ماہ جمادی الآخر کی کسی تاریخ
مین ان کو حکم دیا کہ وہ مدینے سے نکلین ان کو ایک خط دیا کہ دوسری منزل مین جاکے اسکو
دیکھین چنانچہ جب دوسری منزل سے روانہ ہوئے تو اُس خط کو کھولکے دیکھا اسمین لکھا ہوا تھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم فسر علی برکۃ اللہ بمن تبعک من اصحابک حتی تنزل
علی بطن نخلۃ فترصد عیر قریش اللہ کے نام سے یہ تحریر شروع ہوئی ہے جو بڑا مہربان
اور نہایت رحم کرنے والا ہے اسکے بعد تم کہ معلوم ہو کہ خدا کی برکت کے بھروسے پر چلو اپنے پیرو
ساتھیون کے ساتھ یہان تک کہ بطن نخلہ مین منزل کرو پھر قریش کے قافلہ کی نگہداشت
کرو۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے کہا کہ سر آنکھون سے مین اُس کی اطاعت کرونگا ان کے
ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص اور عروۃ بن غزوان اور عکاشہ بن محصن اور ابو حذیفہ
بن عتبہ بن ربیعہ اور واقد بن عبداللہ اور خالد بن بکیر تھے اثناے راہ مین حضرت سعد اور
عروہ بن غزوان رہگئے اسواسطے کہ انکا اونٹ مشترک تھا اور فرع کے قریب پہونچکے وہ
بھاگ گیا اسکی تلاش مین یہ دونون رہ گئے حضرت عبداللہ بن جحش بقیہ ساتھیون کے
ہمراہ بطن نخلہ پر پھیرے تھوڑی مدت مین ایک قافلہ کفار مکہ کا طائف سے آتا ہوا معلوم ہوا
ان کی ہمراہ منقے اور نان خورش کا سامان اور اسباب تجارت تھا جب ان لوگون نے اس
قافلہ کو دیکھا تو انھون نے ایک حیلہ کیا عکاشہ کا سر منڈا دیا وہ لوگ ان کو عمرہ لانے والے

خیال کرکے بے تعرض ہو گئے جب اُن کو غافل کرلیا اُسکے سردار کو کہ عمرو بن الحضرمی تھا واقد بن اللیث نے اپنے تیر کے نشانے سے قتل کیا یہ پہلا کافر ہے جو خدا کی راہ مین مارا گیا اور اسکے ہمراہیون مین سے حکم و عثمان کو اُن لوگون نے گرفتار کرلیا اور نوفل بچکے واپس گیا یہ تو جنگ خندق مین کفار قریش کے ہمراہ آیا تھا خندق مین گرکے جہنم واصل ہوا اسکا جثہ کفار مکہ بقیمت لینا چاہتے تھے مگر آنحضرت نے جیفہ کے عوض قیمت لینے سے انکار کیا یون ہی اسکی لاش کو اٹھا لیجانے دیا پھر حکم و عثمان کے لیے مکہ کے لوگون نے فدیہ ارسال کیا وہ آپ نے قبول بھی کرلیا مگر حکم نے جانا پسند نہ کیا وہ مسلمان ہو گئے اور واقعہ بیر معونہ مین شہید ہو گئے اور عثمان مکہ چلا گیا اور وہین مرگیا یہ واقعہ ۲۹ جمادی الآخر کو ہوا حضرت عبداللہ بن جحش اس کو جمادی الاخر سے سمجھتے تھے اور وہ بعد چاند کے وقوع پذیر ہوا اسلیے کفار و مسلمین خلاف عادت ہونے کے باعث اعتراض کرنے لگے اور آنحضرتؐ نے بھی غنیمت نہین قبول کی تھی نہ تقسیم کیا تھا نہ خمس لیا تھا حضرت عبداللہ بن جحش کو بڑی شرمندگی ہوئی تھی اُن کی تشفی کے لیے اور صریح حکم ماننے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی اُسوقت سب نے عبداللہ بن جحش پر اعتراضات کرنا چھوڑ دیے ؞

قِتَالٍ فِيهِ اسکو عن کے تحت مین لانے کے باعث مکسور قرأت مین پڑھا گیا ہے کیونکہ سوال ماہ سے نہین بلکہ ایسی شے سے ہے

قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ فرما دیجیے کہ اسمین قتال بڑی بات ہے یہ جواب ہے سوال کا اور تکرار لفظ قتال مین یہ فائدہ مدنظر ہے کہ ہر قسم کا قتال گناہ نہین ہے وہ قتال کہ جو خدا کی راہ مین ہو گناہ کیسے ہوسکتا ہے اور دوسری طرح کا قتال شہر حج مین ممنوع ہے تمام علماء نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ اشہر حرم مین قتال حرام تھا یہ دوسری بات ہے کہ اعدا خود لڑین تو اسکی مدافعت فرض ہے کبیر کے معنے اس صورت مین گناہ کبیرہ کے ہین جیسا کہ عرب کا محاورہ ہے یہ آیت صریح حرمت قتال مین اشہر حرم کے ہے مگر اس امر مین اختلاف ہے کہ آیا یہ منسوخ ہوگئی اور اب اسکا حکم باقی ہے یا نہین جمہور اسکے جواز کے قائل ہین اور برابر صحابہ و تابعین اور تمام گروہ اہل اسلام لڑتے چلے آئے اور کسی نے اسکی پرواہ نہین کی ؞

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مطلقاً حرمت کا ثبوت نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ قتال نکرہ ہے جو حیز اثبات مین ہے جو حیز نفی مین ہوتا تو عموم پر دلالت کرتا جو حیز اثبات مین عموم پر دلالت نہین کرتا ہے اسلیے حرمت بھی مطلقاً نہین ثابت ہو سکتی ہے ضرورت نسخ کے قائل ہونے کی بھی نہین ہے بلکہ

صحیح یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہین ہے نہ مطلقا حرمت ہی ثابت ہے بلکہ ابتدا کرنا ان ماہ مین چاہیے
اگر ضرورت ہو دفاع کی یا حملہ کی تو اس صورت مین کوئی وجہ نہین ہے کہ قتال سے باز رہے
وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ اور روکنا خدا کی راہ سے اور اس سے انکار کرنا اسکی خبر آگے
ہے یہان مقصد جواب الزامی ہے کہ قتال گو ان مہینون مین بڑا گناہ ہے جسپر تم معترض ہو
حالانکہ تم جس شے کے مرتکب ہو وہ اس سے بھی بڑا گناہ ہے اس کی پرواہ نہین کرتے
مراد سبیل اللہ سے اسکی شریعت ہے اسکے احکام مین اسکا گھر ہے کہ حجاج کو آنے سے ایمان
لانے سے خدا کے حکم بجالانے سے روکتے ہو اور قتال فی سبیل اللہ پر معترض ہو یہ قتال تو
ان افعال کے باعث ہے ملک گیری یا غنیمت حاصل کرنے کے لیے نہین ہے اسکو ان مہینون
مین جو کہ عبادت کے نہین ہین کیون معیوب سمجھتے ہو ؛

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور دریافت کرتے ہین مسئلہ قتال کا مسجد حرام مین دونون کا ایک ہی جواب
ہے اسواسطے ارشاد ہوا

وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ اسکے گھر کے رہنے والونکو وہان سے نکالنا اسقدر تنگ
کرنا کہ لاچار ہو کے ہجرت کرجاوین یہ اللہ کے نزدیک زیادہ بڑی بات ہی اور بڑا گناہ ہی اس سے
کہ اسجگہ اسی ماہ مین قتال کیا جاوے ؛

وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ یعنے شرک یا کفر یا اہل اسلام کو تنگ کرنا یا لوگون کو دین
حق سے پھیرنا یہ قتل سے بہت زیادہ گناہ ہے اس سے تو تم پرہیز کرتے نہین ہو اور مسلمانون پر
قتال جو مقصد حق کے لیے ہے اسکا اعتراض کرتے ہو۔

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ اور ہمیشہ وہ مقاتلہ تم سے کرتے ہین۔

حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ یہان تک کہ تمھارے دین سے تم کو پھیر دین جو حق ہے اور
اسی پر قایم رہنا نجات کا باعث ہے ؛

إِنِ اسْتَطَاعُوا اگر وہ تمھارے پھیرنے پر قادر ہون تو اس ناروا قتال کا سوال تو کرتے نہین
ہین ناحق اس قتال کو جو حفاظت حق کے لیے ہے اسپر معترض ہوتے ہین لیکن جیسے ظرف
بلاتے ہین وہ برا ہے ؛

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ جو ان کے اس ورغلانے مین آگیا تو اسنے خود ہلاکت اپنی کی
کیونکہ جو اپنے دین سے پھر گیا فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ ۔ پھر اسی حالت ارتداد مین مرگیا تو اسکے

خسارہ ونقصان کی کوئی حد نہین ہے۔
فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ ج اُن کے تو تمام کیے ہوئے کام اکارت
ہین دنیا وآخرت مین جو امن وامان صلح وعہد تھا وہ سب تشریف لے گیا عورت مطلقہ ہوگئی
ان کا خون مباح ہوگیا اور آخرت مین سب ثواب تشریف لیگیا انکے لیے اتنی سخت وعید ہے
وَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ وہی آگ والے ہین اور اسمین ہمیشہ رہین گے
نجات نہ ہوگی اور گنہگار تو بخشدیے جاوینگے مگر ایمان کے بعد ارتداد کے باعث کسی طرح
بخشش نہ ہوگی ایک کفر اصلی ہے وہ اتنا سخت نہین جتنا ارتداد مرتد سے کوئی صلح نہین
ہوسکتی ہے ارتداد قطعیات دین کے انکار سے لازم آتا ہے اس آیت سے امام شافعی نے استدلال
کیا ہے کہ اگر مرتد پھر توبہ کرے تو اسکے نماز وروزے مقبول رہین گے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہین
کہ دوسری جگہ فیمت وھو کافر نہین وارد ہوا ہے اسواسطے جو نماز وروزہ حالت ارتداد
کے قبل ہوئی تو بعد توبہ کے ان کی قضا کرنا ہوگی واللہ اعلم

مسائل مرتد

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اس جگہ سے دوسرے نیک فریق کا ذکر
ہے کہ جنھون نے ایمان لاکے ہجرت بھی کی اور خدا کی راہ مین جہاد کیا جیسے حضرت عبداللہ
بن جحش اور ان کے ہمراہی ان کی نجات وفلاح مین کیا شبہ ہے
اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ وہی امیدوار رحمت الٰہی کے ہین خالص نیت سے ایمان کے
بعد اعمال صالحہ کرتے ہین جہاد مین بھی نفسانیت نہین بلکہ امیدوار رحمت الٰہی ہین ان کے لیے
اسی قدر کافی ہے کہ ان کا اللہ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ وہ اللہ ہے کہ جو مغفرت کرنیوالا
اور رحم کرنے والا ہے اُن کے اوپر ضرور رحم کرے گا ان کے اعمال قبول کرے گا ان کو بخشدیگا
نہ کہ ان کے ان خالص اعمال پر کچھ گرفت کرے گا یہ اس سے از بس بعید ہے۔
فائدہ۔ اس جگہ بعض مفسرین نے خوف کفار کے باعث ہجرت کے معنی ترک منہیات لیئے ہین
اور جہاد کے معنی مجاہدہ نفس یا نفس کشی لی ہے حالانکہ مقصد شارع اس جگہ یہ دونون معنی
نہین ہین بلکہ جہاد سے مراد قتال کفار ہے جیسا اوپر گذرا اور ہجرت سے مراد ترک وطن ہے
یون تو جہاد کے معنی مجاہدہ نفس کے آتے ہین اور رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر ہے
غالبًا وہی مراد ہو مگر قرینہ اسکے خلاف ہے بعض نے جہاد کو عام لیا ہے اس قول سے یہ قول زائد
مناسب ہے اسواسطے کہ جہاد نفس بھی جہاد ہے جہاد فساق بھی جہاد ہے جہاد کفار بھی جہاد ہے

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ
دریافت کرتے ہیں تم سے شراب اور جوے کی بابت تو کہدو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے

لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا
اور لوگوں کو منافع ہیں اور گناہ ان دونوں کا ان کے نفع سے بہت بڑا ہے اور دریافت کرتے ہیں تم سے

يُنفِقُونَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ
کہ کیا خرچ کریں کہدو کہ بچا ہوا ایسے ہی اللہ ظاہر کرتا ہے تمھارے لیے نشانیوں کو

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَيَسْئَلُونَكَ
کہ تم سوچو دنیا اور آخرت میں اور دریافت کرتے ہیں

عَنِ الْيَتَامَىٰ ط قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَإِن تُخَالِطُوهُمْ
تم سے یتامیٰ کے بارے میں کہدو کہ اصلاح ان کی بہتر ہے اور اگر تم ملالو گے اپنے ساتھ تو

فَإِخْوَانُكُمْ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
تمھارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے فسادی کو اصلاح کرنے والے سے اور اگر اللہ چاہے تو

لَأَعْنَتَكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝
تم تھک جاؤ اللہ عزت والا اور حکمت والا ہے

بقیہ ۲۳۵

جہاد نفس مخالفت خواہش سے کرنا جہاد فساق اُن کو زجر و توبیخ ضرب و شتم سے معاصی کا ترک کرانا جہاد کفار قتال کر کے اُن کے شر سے محفوظ رہنا اسی طرح ہجرت ہو کہ اوصاف مذمومہ کو چھوڑنے کو بھی ہجرت کہتے ہیں۔ المهاجر من ترك ما نهى الله ورسوله - ایسے ہی لا یہجر اخاہ فوق ثلاثة ایام بھی آیا ہو مگر ہجران برادران مراد نہیں ہو سکتا ہے

اور یہ قتال کا حکم دیا گیا تھا اور لڑائی کے لیے مال کی اور شجاعت کی ضرورت تھی وہ لوگ شجاعت کی غرض سے شراب پیتے تھے جیسا کہ اب بھی لوگ خصوصاً یورپ کے رہنے والے اپنی فوجوں کو لڑنے کے وقت خوب خوب شراب پلا دیتے ہیں اور مال کے حاصل کرنے کی ایک صورت جوا بھی تھا اور اکثر لڑائی کے وقت جوا کھیل کے مال جمع کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہوتا ہے تو ان دونوں امروں سے سوال کی حاجت تھی اسکا جواب دیا گیا بعض روایات میں ہے کہ حضرت جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اسوقت تک شراب حلال تھی لوگ پیتے تھے

مگر اُس سے ضرر اُٹھاتے تھے اُن کو اس امر کا شعور ہو گیا تھا کہ یہ اچھی شے نہین ہے اسلیے انھون
نے دریافت کیا کہ اُسکا حکم شرعاً کیا ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عمر
اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر اصحاب نے دیکھا کہ شراب سے عقل کمزور ہو جاتی
ہے مال تلف ہوتا ہے تو انھون نے یہ سوال کیا اُسکا جواب حسب ذیل دیا گیا ظاہر ہے کہ
شراب کی حقیقت نہین دریافت کی گئی تھی اور نہ انتفاع دریافت کیا گیا تھا بلکہ اس کی
حرمت و حلت سے سوال کیا گیا تھا جیسا کہ جواب سے معلوم ہوتا ہے تو مقصد اسکا یہ ہوا کہ اس
مخصوص جماعت نے یا اہل اسلام نے دریافت کیا کہ آیا شراب کا پینا حلال ہے یا حرام اسکا
جواب دیا گیا کہ گناہ ہے تو یہ آیت حرمت پر دلالت کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے کیونکہ
اثم یعنے گناہ لازم ہے حرمت کو۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ وہ حرام ہے اسواسطے کہ اثم و معصیت
ہے اور جو اثم یعنے معصیت و گناہ ہے وہ حرام ہے اس آیت سے بعض لوگ سمجھ گئے کہ شراب
کی ممانعت ہو گئی اور بعض نے اُسکو صاف ممانعت نہین سمجھا اسواسطے صاف و واضح آیت
کے منتظر رہے جب وہ نازل ہوئی تو اُن کے نزدیک بھی حرمت کا حکم بالکل صاف ہو گیا۔
شریعت سے اکثر احکام فوراً نازل ہوئے ہین مگر وہ احکام جو عادت اور موالفت کے باعث
فوراً ترک نہین کیے جا سکتے تھے تدریجاً ان کی ممانعت کی گئی ہے ان کی ہین مثال یہ ہی
حرمت شراب ہے کہ پہلے جو آیت نازل کی گئی وہ ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون
منہ سکراً ورزقاً حسنا نازل ہوئی ہے جس سے سکر یعنے شراب کا بظاہر جواز نکلتا ہے کیونکہ
احسان جتانے اور نفع دکھانے کے طور پر مذکور ہے کہ بعض پھلوں مین سے کھجور اور انگور
ہین جن سے تم سکر یعنے شراب بناتے ہو اور اظہار رزق یہ ظاہر ہے کہ اگر اسوقت شراب حرام ہوتی
تو احسان رکھنے کے کوئی معنے نہ تھے لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بطریق واقعہ اور خبر کے ہے اگر اس کو مان لیا جائے
کہ رزق حسن واقعی شراب کے لیے ارشاد ہوا ہے تو یہ شبہ قوی ہوتا ہے کہ اخبار مین نسخ نہین ہوتا
ہے ممکن ہے کہ کہا جائے کہ یہ حکم اباحت ہے بصورت خبر کے مگر اس کی نظیر کم ہے اور ممکن ہے کہ
کہا جائے کہ چونکہ شراب پینے والے اس کو رزق حسن کہتے تھے تو بطور استہزاء کے اسکو رزق حسن
کہا گیا ہے باوجود اس کے کہ یہ آیت اباحت پر بصراحت دلالت نہین کرتی ہے شراب مین بقاعدہ
اباحت اصلیہ کے اباحت موجود تھی کیونکہ شرائع قدیمہ مین بھی رواج اسکا تھا اگرچہ وہ فی نفسہ
جو ابتدا ہی سے عرب مین شیوع سے عام تھا تاہم پینا بیہودہ و ضائع اور گناہ و اثر ام کا سبب ہے

یہود بھی محترم سمجھتے تھے اور نصاریٰ تو یوم فسح مین شراب پینے کو ایک مذہبی حکم سمجھتے تھے بلکہ اسپر مدار عیسائیت کا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی خرابی کا سد باب جسقدر اسلام نے کیا اور اسکی پیروی اب ہو رہی ہے اتنا اسکے قبل نہین ہوا ہے علاوہ اہل کتاب کے مشرکین کے فرق بھی شراب کو رواسم مذہبی تک مین تناول کرنے کو روا رکھتے تھے الحاصل عادت سابقہ کی بنا پر یا اباحت آیت مذکورہ سے قایم رکھنے کی صورت مین شراب ابتداء اسلام مین رائج تھی پھر حضرت عمر و حضرت معاذ وغیرہ کے دریافت کرنے پر یہ آیت یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ نازل ہوئی اس سے اجلہ صحابہ برا سمجھنے لگے اور اکثر مواقع مین اُس سے اجتناب کرنے لگے ایکدن حضرت عبد الرحمن بن عوف نے چند صحابہ کی دعوت کی اور کھانے کے بعد شراب پلائی مغرب کا وقت آگیا سب نماز پڑھنے لگے ایک صحابی امام ہوے اُنھون نے شراب کی نشہ مین سورہ کافرون مین لا کا کلمہ نکال ڈالا نہین پڑھا اُس پر آیت نازل ہوئی لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشہ مین ہو صحابہ نے احتیاط شروع کر دی نماز کے اوقات بجاکے شراب پینے لگے اکثر شب کا وقت صرف ملتا تھا؛

اس جگہ یہ امر بھی لکھدینے کے قابل ہے کہ واقعہ دعوت حضرت عبد الرحمن بن عوف مین روایات تفسیر مین جس شخص نے امامت کی تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی مذکور ہے اسکو وہ لوگ جو شغف محبت حضرت علی سے رکھتے ہین شائستہ نہین کرتے ہین خصوصًا صاحب اہل سیر کے یہ اقوال دیکھتے ہین کہ سمجھدار صحابہ بلکہ غیر مسلم بھی شراب سے اجتناب رکھتے تھے تو یہ فعل حضرت علی سے سرزد ہونے کو باور کرنے مین نقص شان حضرت علی سمجھتے ہین اہل تشیع تو ظاہر ہے کہ ان کو معصومیت کے درجہ پر پہونچاتے ہین اور جو تفضیلیت کی حدود مین داخل ہین وہ بھی اس امر کو دشوار سمجھتے ہین کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی سے تو شراب کا اجتناب ثابت ہوتا ہے اور حضرت علی کا ارتکاب ثابت ہوتا ہے یہ لوگ اس روایت کی تکذیب کرتے ہین لیکن ابو داؤد اور دیگر معتبر محدثین اور عام طور پر مفسرین حضرت علی ہی کا اسم گرامی لیتے ہین اس سے ظن غالب ہے کہ حضرت علی کو تحرز نہ تھا اور یہ کوئی کسر شان کی بات بھی نہین ہے اسواسطے کہ مباح کا تناول محمود ہے خصوصًا ضیافت مین علاوہ اسکے حضرت علی سے حضرت حمزہ کا مرتبہ فرق نہین رکھتا ہے بلکہ وہ چچا اور کیسے چچا جن کے اوصاف مین آنحضرت نے فاعل الخیرات اچھے کام کرنے والے ارشاد فرمایا ان سے شراب کا پینا برابر مروی ہے اور شراب کے نشہ مین حضرت علی کے اونٹ کو زخمی کرنا

بخاری مین بھی ہے جس کی شکایت حضرت علیؓ نے آنحضرت سے کی تھی کیونکہ اپنے ولیمہ کے خیال سے اس کو خریدا تھا، بہرحال کوئی صحابی ہو چاہے حضرت علی ہون حالت اباحت مین پینے سے اُن کی تنقیص نہین ہوتی ہے آخر مین آیت نازل ہوئی انما الخمر والمیسر الی فھل انتم منتھون جب اذاسمعوا مین ہے اسوقت صحابہ نے کہا کہ اب ہم نے ترک کر دی اے پروردگار پھر ترک کر دی گئی اس قوت ایمانی کو دیکھنا چاہیے کہ لوگون کے یہان شراب کے مٹکے بھرے تھے ایک منادی نے پکارا کہ شراب حرام ہوگئی فوراً وہ لنڈھا دیے گئے پی رہے تھے کہ ہاتھ سے پھینکدی اب اس آخری آیت کی تفسیر آگے انشاء اللہ تعالیٰ آوے گی اسجگہ شان نزول ذکر کیے دیتے ہین حضرت عتبان بن مالک کے یہان دعوت تھی مہاجرین و انصار جمع تھے کھانا کھانے کے بعد شراب پی گئی حضرت سعد بن ابی وقاص نے شراب کے نشہ مین ایسے اشعار پڑھنا شروع کیے کہ جن مین انصار کی ہجو تھی ایک نوجوان انصاری کو اُسی نشہ مین غصہ آگیا وہان اونٹ کا کلہ مسلم پکا یا گیا تھا اسکی ہڈی پڑی تھی اسکو اُٹھا کے اُس انصاری نے حضرت سعد کو مارا وہ زخمی ہوگئے بعد اس واقعہ کے آنحضرتؐ سے اُنھون نے شکایت کی حضرت عمرؓ وغیرہ نے بار بار عرض کی کہ ایسی حالت ہوتی ہے کوئی بیان شافی شراب کے بارے مین ہونا چاہیے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی اس حکم کی تدریج مین یہ فائدہ ہوا کہ عادی لوگون کو بھی ترک آسان ہوگیا خمر کے معنے مین پردہ اور پوشیدگی ہے اسی وجہ سے دوپٹے کو عورت کے خمار کہتے ہین اس سے چونکہ عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اسواسطے اسکو خمر کہنے لگے اس کی حقیقت مین اختلاف ہے لغت عرب مین خمر صرف انگور کی شراب کو یا کھجور اور انگور کی شراب کو کہتے ہین اور نشہ کی چیزون کو عربی مین خمر نہین کہتے ہین لیکن شریعت اسلام نے سب مسکرات کو حکم مین اسی کے شمار کیا ہے اسواسطے بمنزلہ حقیقۃ شرعیہ کے یہ ہوگیا کہ ہر مسکر خمر ہے ایسا ہی حدیث شریف مین بھی آیا ہے کہ کل مسکر خمر وکل خمر حرام ایسا ہی ابو داؤد نے بطریق شعبی کے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ خمر پانچ اشیاء سے بنایا جاتا تھا انگور کھجور شہد گیہون جو سے لہذا تخصیص انگور یا انگور اور کھجور کی نہین ہے بلکہ اہل مدینہ خمر کہتے تھے اور ان کے یہان خمر انگور کا بنا یا ہی کم جاتا تھا عموماً کھجور کا ہوتا تھا اسی وجہ سے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ و دیگر ائمہ نے اسمین اختلاف کیا ہے کہ حقیقۃً خمر کسے کہتے ہین امام شافعی ہر مسکر کو خمر کہتے ہین اور ایسا ہی امام محمد سے بھی مروی ہے امام ابو حنیفہ صرف انگور ہی کے شیرہ کو خمر کہتے ہین باقی اشیاء سے جو شراب بنتی ہے وہ ان کے نزدیک خمر

نہین ہو لہذا انگوری شراب بالاتفاق خمر ہے اور انگور کے شیرہ سے جو شراب بنتی ہے اسکے شراب ہونے کی وجہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ جب اسمین جوش آجاوے اور تیز ہو جاوے اور پھین بھی چھوڑنے لگے تو وہ خمر ہوگی امام ابو یوسف اور امام محمد پھین کی شرط نہین کرتے ہین بلکہ صرف تیزی اور جوش کو خمر ہونے کے لیے کافی سمجھتے ہین بہرحال انگوری شراب کی حرمت قلیل وکثیر کی اتفاقی ہے اسی وجہ سے اسکے مستحل کی تکفیر کی جاتی ہے اور اس کا ایک قطرہ بھی پینا موجب حد ہے سکر ہو یا نہ ہو اسکے قطرے کو بھی نجس سمجھتے ہین اب اگر جوش دلا یا جاوے اور آگ سے جلایا جاوے تو بھی اسکا حکم نہین بدلتا ہے علاوہ انگوری شراب کے اور جسقدر شرابین ہین اگر وہ پکا ڈالی جاوین اور دو ثلث سے کم جلجاوے تو وہ حرام ہے اگر اسمین تیزی اور جوش اور پھین پیدا ہو گیا ہے اور اگر نصف جل گیا ہے تو بھی حرمت ثابت ہے اور اسکو باذق والمنصف کہتے ہین مگر ان دونون صورتون مین حد نہین ہے اور امام اوزاعی اور اکثر معتزلہ اسکو مباح کہتے ہین مگر اجماع اسکے خلاف ہے ایسے ہی کھجور کی شراب کو جسے سکر کہتے ہین سوائے شریک کے سب حرام ومکروہ کہتے ہین اور شراب سوکھی انگورون کی جسکو منقی کہتے ہین تو وہ بھی حرام ہے لیکن نبیذ کھجور اور منقونکا تھوڑا بھی پکایا جاوے تو حلال ہے بشرطیکہ وہ تیز ہو جانے پر بھی نظن غالب نشہ کرنے والا نہین تو وہ امام صاحب کے نزدیک حلال ہے اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے لیکن اسکو اگر لہو ولعب سے پئین اور فساق اسکو جمع ہونے کی غرض سے پلادین تو وہ مکروہ ہے اور امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک اس صورت مین بھی حرام ہے اور نبیذ شہد کی اور انجیر کی اور گیہون اور جو اور چنے ہوئے انگور جب پکا دیے جائین اور دو ثلث جلجاوے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے ایسا ہی امام ابو یوسف کا بھی مسئلہ ہے وہ بھی حرام کہتے ہین امام محمد اور امام شافعی اسکو بھی حرام کہتے ہین فتوے امام محمد کے قول پر ہے جیساکہ تمام کتب فقہ مین مسطور ہے امام شافعی حد سکر مین کہتے ہین کہ جب ایسی حالت ہو جاوے کہ اپنے مربوط کلام کو غیر مربوط بولے اور اپنے رازون کو ظاہر کرنے لگے بعض کہتے ہین جو آسمان وزمین کے درمیان فرق نہ کر سکے بعض کہتے ہین جو چلنے مین لغزش کرے اور گفتگو مین ہذیان کی سی حالت ہو جاوے لیکن محقق یہ ہے کہ اس قسم کے تغیرات بلحاظ اشخاص و حالات کے ہوتے ہین حکم سکر کا حسب عادت ہوگا۔ اسجگہ سوال لفظ یسئلونک سے جو ہوا ہے احتمال رکھتا ہے کہ خمر کی حقیقت سے سوال ہو

اور احتمال رکھتا ہی کہ انتفاع سے سوال ہو اور احتمال رکھتا ہی کہ اسکے پینے کی حلت وحرمت سے
سوال ہو لیکن ان سب احتمالون مین سے احتمال اخیر متعین ہے اسواسطے کہ جواب اُسی کے مطابق
ہے کیونکہ جواب کا حاصل جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہی ہے کہ خمر کے پینے مین گناہ ہے اور
معمولی نہین بلکہ بڑا گناہ ہے ٭

تحقیق لفظ میسر

وَالْمَيْسِرِ مصدر میمی ہے معنی اسکے جوا کھیلنے کے ہین یا تو ماخوذ ہے یسار سے مقصد یہ ہے
کہ اس سے ایک دوسرے کی تونگری اور یسار سے کچھ لے لیتا ہے یا ماخوذ ہے یسر سے کیونکہ مال کو
بہت آسانی سے حاصل کر لیا جاتا ہے یا یسیر سے ماخوذ ہے جس کے معنی حصّے اور ٹکڑے کرنے
کے ہین عرب کا دستور تھا کہ ایک اونٹ ذبح کرتے اور اسپر جوا کھیلتے اسطور پر کہ دس تیر لیتے
اور ہر تیر کا ایک نام رکھتے پھر اسکو ایک تھیلے مین رکھکے کسی پاکیزہ شخص کے ہاتھ مین دیتے اور
وہ ہر کھیلنے والے کو ایک ایک تیر نکال کے دیتا ایک تیر کو فذ کہتے اسکا ایک حصہ ہوتا دوسرا
توام اس کے دو حصے ہوتے تیسرا رقیب اسکے تین حصّے ہوتے چوتھا حلس اسکے چار حصے ہوتے
پانچوان نافس اسکے پانچ حصے ہوتے اور سبل کے چھ حصے ہوتے اور معلی کے سات اور نسیح اور سفیح
اور وغد بے نصیب ہوتا کبھی بجاے اٹھائیس حصون کے صرف دس ہی حصّے رکھتے اور آخر
تینون کو بے نصیب رکھتے جو تیر جس کے لیے نکلتا تھا اتنا حصہ اسکو دیا جاتا تھا اور جو بے نصیب
تیر نکلتا تھا جوا اسکو لینا تھا اسکو کچھ نہین ملتا تھا یہ لوگ اس قسم کا جوا نفع کی غرض سے نہین
کھیلتے تھے بلکہ فقرا کی حاجت دور کرنے کی غرض سے اور فخر ومباہات کے خیال سے کیونکہ جو
حصّہ پاتا تھا وہ خیرات کر دیتا تھا اور اسپر فخر کرتا تھا جو محروم رہتا تھا وہ شرمندہ ہوتا تھا
جب میسر مذکور حرام ہوا تو ظاہر ہے کہ جسمین صرف اپنا نفع ہے اسکی حرمت مین کیا شک
ہے جوا ہر وہ کھیل ہے جس مین ایک جانب ضرر بلا وجہ ہے اور خطر ہے چاہے مذکورہ بالا
ہو یا کوئی اور کھیل ہو یہی قول مجاہد اور ابن سیرین اور عطار کا ہی اس قول کے موافق

تعریف قمار واقسام واحکام

جوا لڑکے باوام یا جھلا کھیلتے ہین یا سولہ گٹی چوسر یا پچیسی کھیلتے ہین یہان تک کہ گیان چوسر یہ
سب جوا ہے تاش وگنجفہ بھی جوا ہے اور یہ بھی حرام ہے یہان تک کہ شطرنج بھی حرام ہے
نرد وشطرنج کے بارے مین تو تہدید حدیث شریف مین مذکور ہوئی ہے جوا وہ بھی ہے
جسکو لوگ بازی بدکے یا حلقہ ڈال کے کوئی شے خریدتے ہین کنکوے پر بازی لگاتے ہین
کبوتر و بیر بازی مرغ وبٹیر پر بازی علاوہ اسکے کہ جانور کو اذیت ہوتی ہے جوا بھی ہوتا ہے

یہ سب حرام ہے ؛

گھوڑ دوڑ مین یا ایسے ہی جنگی کرتبون مین جو انعام ملتا ہو تیسرا شخص جو بازی لگانیوالونکو علاوہ دیتا ہے وہ حلال ہے مگر یہ بازی کہ فلان گھوڑا نکلجائیگا تو فلان شخص جس نے اس گھوڑے کا ٹکٹ لیا ہے جیت جائے گا اور فلان ہار جائے گا جس کو لاٹری کہتے ہین یہ سب حرام ہے اور جوا ہے البتہ شطرنج کو امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے مباح ٹھیرایا ہے جب کہ اسپر کوئی بازی نہ بدی جاے اور بد کلامی اسکے ساتھ نہ ہو نماز و دیگر فرائض اسلامی اسکے باعث ترک نہ ہون ذہن کو تیز کرنے کے لیے کھیلے تو امام شافعی کے نزدیک کچھ مضایقہ نہین ہے مگر دیگر ائمہ کے نزدیک وہ بھی ممنوع ہے ؛

اگر کوئی شافعی شطرنج کھیلے گا تو اسکی شہادت رد نہ ہوگی اور وہ فاسق نہ کہلائیگا مگر کوئی حنفی شطرنج کھیلے گا تو وہ مردود الشہادۃ ہوجاوے گا اور فاسق ہوجاوے گا ؛

ایسا ہی حکم عامی کا ہو کہ اگر وہ مجوز شطرنج سے مسئلہ دریافت کرے گا اور اسکو وہ دیانتدار سمجھتا ہو تو اسکو کھیلنا مباح ہے اور اگر محرم سے پوچھیگا تو اسکو کھیلنا حرام ہے یہی حال تمام امور مختلف فیہا کا ہے ؛

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے شطرنج کے متعلق جو رائے قایم کی ہے گو وہ ائمہ کے مخالف ہو مگر بعض صحابہ اُن کے موافق پائے جاتے ہین جیسے ابن الزبیر اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم اور اکثر صحابہ ان کے خلاف ہین حضرت علی شطرنج کھیلنے والون کے پاس سے گذرے تو فرمایا ماھذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون۔

قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ فرمادیجیے کہ ان دونون مین یعنی خمر اور میسر مین بڑا گناہ ہے اور لوگون کے لیے منافع بھی ہین ظاہر ہے کہ خمر کے باعث گوناگون معاصی سرزد ہوتے ہین بہتر ین قوت عقل اسکی وجہ سے ضعیف ہوتی ہے ایسے ایسے حرکات سرزد ہوتے ہین جو سخت مذموم ہین مشہور ہے کہ ایک شرابی نے پیشاب کیا اور دونون ہاتھون مین اس کو لے کے وضو کرنا شروع کیا اور کہتا جاتا تھا کہ الحمد للہ الذی جعل الاسلام نوراوالماء طہورا اور منہ کو اس سے بھگونے لگا ایسے ہی قصے بہت ہین قدیم بعض عرب بھی اس سے اجتناب رکھتے تھے جیسا کہ اوپر گذرا ہے۔ عباس بن مرداس سے کسی نے کہا کہ تم کیون نہین شراب پیتے ہو انھون نے جواب دیا کہ ایسی حماقت نہ کرونگا کہ خود اپنے اختیار سے اپنی نادانی

اور جاہلیت پیدا کرون اور اس جہالت کو خواہ نخواہ اپنے پیٹ مین خود ڈالون صبح کو تو سردار
قبیلہ کا ہون اور رات کو ان کے احمقون سفیہون مین ملجاؤن لوگون کا خیال ہے کہ
شراب جسقدر بڑھتی جاتی ہے شوق زیادہ ہوتا جاتا ہے اور پینے کی قوت زیادہ ہوتی
جاتی ہے برخلاف زنا کے کہ قوت کم ہوتی جاتی ہے اور فعل چھوٹتا جاتا ہے علاوہ اس کے
زنا کا اثر مرتکب تک محدود ہے اور شراب باعث عداوت وفساد کا ہوتی ہے حدیث شریف
مین آیا ہے شراب ام الخبائث ہے اصل ہے تمام برائیون کی اور بھی حدیث شریف سے ثابت
ہوتا ہے کہ دس آدمی شراب کی وجہ سے ملعون اور مستحق غضب ہوتے ہین رحمت سے دور
ہو جاتے ہین اُن مین پینے والا پلانے والا فروخت کرنے والا سب داخل ہین یہ بھی مروی
ہوا ہے کہ جو شراب اس دنیا مین پیے گا اور بغیر توبہ کے مر جاویگا تو وہ آخرت مین شراب
طہور نہ پاوے گا اس سے یہ مقصد نہین کہ جنت مین جائے گا مگر شراب طہور سے محروم ہوگا
بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ معصیت ہے اور معصیت کے باعث اسکو دخول جنت کی توقع نہ رکھنا
چاہیے جہان جا کے لوگ شراب طہور پیئین گے ظاہر ہے کہ جنت مین تو وہ شئے جس کی خواہش
کی جاوے دیجاوے گی تو شرابی یا تو خواہش شراب طہور نکرے گا تو یہ کچھ سزا نہ ہوئی یا کرے گا
تو حسب خواہش اسکے ملے گی نہین حالانکہ جنت ایسی جگہ نہین ہے اس سے یہی مقصود ہے کہ
ہمیشہ شراب پینے والا جنت مین جانے کی امید نہ رکھے وہ اِس معصیت کے باعث جنت
سے محروم ہو جائے گا جہان شراب طہور ملتی ہے ؂

انگریزی دواؤن کا حکم

ایک حدیث مین آیا ہے کہ قریب قیامت مین لوگ شراب پیئین گے مگر نام بدل کے پیئین گے
چنانچہ ہمارے زمانہ مین ایسا ہی ہے کہ لوگ شراب دوا بنا کے پیتے ہین حالانکہ شراب کسی حیلہ
سے پی جاوے شراب ہی ہے اسجگہ انگریزی دواؤن کے متعلق بھی لکھدینا ضروری ہے تاکہ اُسکا
حکم معلوم ہو جاوے اور اِس حدیث کا مصداق نہ بنیئے جہان تک شرعی حکم کفار کے ملکون کی
لائی ہوئی اشیاء کا ہے یہ ہے کہ اُسکی تفتیش کی ضرورت نہین ہے لیکن جب یقین نجاست

اسپرٹ کا حکم

یا حرمت کا ہو تو اسکا تناول ناجائز ہے انگریزی ادویہ جو روغن نہین ہوتی ہین اُن مین
اکثر اسپرٹ اور الکحل کی آمیزش ہوتی ہے اسواسطے اسکے متعلق حکم تفصیلی ذکر کیا جاتا ہے
بعض ڈاکٹر اگرچہ الکحل اور اسپرٹ کو شراب نہین سمجھتے ہین بلکہ ایک قسم کا عطر سمجھتے ہین کہ اُس کی
حرمت بوجہ ضرر رسان ہونے کے ہے۔ اگر ضرر رسان نہ ہو تو اس کی ممانعت نہین ہے لیکن

جہان تک مسلمان خصوصاً تر کی ڈاکٹرون سے دریافت کرنے کا موقعہ ملا ہے اور حقیقت دریافت کی گئی ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسپرٹ شراب کا جوہر ہے اسی وجہ سے اسکو عربی مین روح الخمر کہتے ہین اور الکحل تو عربی لفظ ہی ہے جس کے معنی تیز و کہنہ شراب کے ہین بہر حال اسکا حکم شراب کا حکم ہے مگر یہ الکحل اور اسپرٹ کبھی انگوری شراب سے بنتی ہے کبھی غیر انگوری سے بنتی ہے عموماً جو دوا وغیرہ مین ڈالی جاتی ہے اور قیمتی ہوتی ہے وہ تو انگوری شراب سے بنتی ہے اور عام طور پر جو جلائی جاتی ہے وہ انگوری شراب کے قیمتی ہونے کے باعث نہین ہوتی ہے وہ مٹی کے تیل یا تارپین کے تیل تک سے بنتی ہے چونکہ اس کے پینے سے نشہ بھی ہوتا ہے اسواسطے مذہب مفتی بہ کی بنا پر اور بقول امام محمد و امام شافعی وہ سب حرام ہے اور بر مذہب امام ابوحنیفہ اسکی حرمت بقدر سکر ہے اور اس سے کم مین حرمت ثابت نہین ہے اور وہ نجس بھی نہین ہے جو ٹھا وغیرہ اس سے گرم کیا جاتا ہے اگر وہ جگہ جلجاتی ہے تو بظاہر وہ طاہر ہو جاتی ہے اور اگر وہ جلتی نہین ہے جیسے وہ کٹوری جسمین اسپرٹ ڈالا جاتا ہے تو وہ سوائے انگوری شراب کی اسپرٹ کے اور شرابون کی اسپرٹ سے نجس نہ ہوگی البتہ انگوری سے نجس ہو جاے گی اور نجس ہیگی قواعد کا نتیجہ تو یہی ہے مگر احتیاط کا مقتضے یہ ہے کہ اسکو نہ استعمال کیا جاے تو اچھا ہے اسواسطے کہ بقول مفتی بہ وہ خمر ہے اور خمر کی بیع و شراب حرام ہے اسجگہ ایک سہولت کی صورت بھی ذکر کرنا مناسب ہے وہ یہ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تداوی بالمحرم ناجایز ہے وہ کہتے ہین کہ طبیب چاہے کچھ ہی کہے مگر جب حدیث مین آگیا ہے کہ ما جعل اللہ شفاءکم فیما حرم علیکم اللہ نے شفا تمھاری اس شے مین رکھی ہی نہین ہے جسکو تمپر حرام کیا ہے تو پھر اس طبیب کا قول کیسے قبول کیا جاوے گا صاحبین کے نزدیک تداوی بالمحرم اگر طبیب حاذق مسلم کی راے سے کیجاوے بشرطیکہ وہ کہے کہ اگر اس دوا کا استعمال نہ ہوا تو یا کوئی عضو بیکار ہو جاویگا یا ہلاکت ہوگی اور سوائے اس دوا کے کوئی دوسری دوا اسکا بدل نہین ہے تو اس صورت مین جایز ہے اور جب جایز ہے تو وہ حرام نہین ہے جسمین شفا نہ ہوئیں قاعدے سے اور اوپر کے بیان سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اگر غیر انگوری اسپرٹ دوا مین ملی ہوئی اور نشہ کی موجب نہین ہے تو امام صاحب کے نزدیک اسوجہ سے جایز ہے کہ خمر نہین ہے اور امام محمد کے نزدیک اسوجہ سے جائز ہے کہ تداوی بالمحرم روا ہے صورت مذکورہ بالا مین تو گو یہ حرام ہے مگر دوا اگر جایز ہے البتہ خمر جو اکثر ڈاکٹر انعاش حرارت غریزیہ کے وقت دیتے ہین امام صاحب کے نزدیک اسکا دینا حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک بوجہ اسکے کہ شفا ہین

غیر مظنون ہے حرام ہے اس سے پرہیز لازم ہے اسکے علاوہ تمباکو مین نشہ نہین ہوتا ہی وہ حلال ہی اور افیون اور کوکن مین تخدیر ہوتی ہے اسواسطے وہ حرام ہے خصوصًا اسکو مائعات کے طور پر استعمال کرنا حکمًا خمر کر دیتا ہے اور ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام مین داخل ہے اسواسطے کہ یہ کلیہ مائعات مین مروی ہوا ہی اور چونکہ خلاف قیاس ہے اسواسطے اپنے مورد سے تجاوز نکریگا اس امر کا اعتبار نہین ہے کہ بعض امزجہ حارہ کو بعض حار یابس مثل جوز و جوتری اور زعفران کے نشہ کرتے ہین یہ خصوصیت امزجہ کے باعث ہے حقہ اگر مضر ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے اور منفعت بخش ہو تو مباح ہے اور اگر دوا ہے تو پینا بہتر ہے واللہ اعلم۔

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ خمر مین ظاہر ہے کہ لوگ شراب فروخت کرتے تھے اُس سے نفع اُٹھاتے تھے علاوہ اسکے اُس سے قوت پیدا ہوتی ہے اور مصفی اور مجلی ہے بوے دہن خوشگوار ہوتی ہے شجاعت کا باعث ہے اسی طرح جوا ہے کہ اسمین افتخار کا موقع ہے اور ساتھ ہی اسکے فقرا کی حاجت روائی ہوتی ہے یہ سب منفعت ہین مگر یہ منافع ایسے نہین کہ جن کو عاقل ملحوظ خاطر رکھے لہذا عاقل کو حقیر منافع کا خیال نہ کرنا چاہیے اور مضرت رسان سے محفوظ رہنا چاہیے۔

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ اور دریافت کرتے ہین کہ کیا صرف کرین تو کہدیجے کہ جو بچ رہے اسکو خیرات کرو چونکہ جوا ممنوع ہوگیا اور مال کے کمانے کی صورت حروب و قتال مین جو آسان تھی وہ مفقود ہوگئی اور اوپر مصرف ذکر کردیے گئے تو پھر سوال کیا گیا سائل چاہے سابقین ہون یا دوسرا گروہ ہو اُسنے دریافت کیا کہ کیا صرف کرین ارشاد ہوا فرمادیجے کہ عفو صرف کرو عفو سے مُراد وہ ہے جو بآسانی آدمی صرف کرسکے یا جو بچ رہے اپنی حوائج اصلیہ سے یا بقدر کفاف سے زائد ہو اس سے مقصود یہ ہے کہ صرف مین توسط کی راہ اختیار کرنا چاہیے نہ بہت ایسا صرف کرڈالا جاوے کہ تنگی ہو نہ بالکل روکا رکھا جاوے کہ بخل ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک سال کا قوت اپنے اہل و عیال کے لیے جمع کرلیتے تھے اُسکے بعد سب خیرات کرتے تھے بعض لوگون کے نزدیک یہ آیت غیر مفروضات صدقات کے بارے مین نازل ہوئی ہے بعض کہتے ہین کہ ابتدائی حال مین یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ اُسوقت مسلمانو کو حکم تھا کہ جو ضروری مصارف کے بعد بچے اسکو خیرات کرڈالین کیونکہ مال کم تھا مگر جب فراغت

ہوئی اور زکوۃ فرض ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا ابومسلم کے نزدیک یہ زکوۃ کا حکم ہے مگر مجمل ہے اسکی تفصیل حدیث مین وارد ہوئی ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ صدقہ تطوع کے بارے مین ہے کیونکہ اسمین مقدار زکوۃ نہین مذکور ہے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ایسا ہی اللہ ظاہر کرتا ہے تمھارے لیے نشانیان اپنی شاید کہ تم فکر کرو اپنے امور دنیاوی اور اُخروی مین اور اختیار کرو وہ امر کہ جو متوسط ہو اور وہ کہ جو باعث نفع مندی کا ہو دنیا و آخرت مین اور ان امور سے گریز کرو جو باعث نقصان و مضرت کے ہون دنیا و آخرت دونون جہانون مین کیونکہ یہی فکر و عقل سے کام لینے والون کی شایان شان ہے ✤

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ اور تم سے دریافت کرتے ہین حکم اموال یتامے کا یا خود یتامی کا تو کہدو کہ اصلاح ان کی بہتر ہے چونکہ قتال کے باعث یتامی کی زیادتی ہونیکی توقع تھی اور ہر ایک لوگون کو یتیمون کی پرورش کرنا پڑتی تھی بعض یتامی صحاب اموال تھے انکے بارے مین مختلف آیات مین حکم دیا گیا تھا کہ ان کے مال کو حفاظت سے رکھو اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ لوگ انکے اموال سے خود دور رہتے تھے ان کے کھانے کو نہین کھاتے تھے چاہے وہ باسی ہوجائین یا سڑکے پھینکا جاوے یہ امر سخت مشکل اور مضر تھا اسواسطے اسکی آسان صورت نکالنے کی غرض سے مسلمانون نے سوال کیا اسکا جواب ایک حکیمانہ دیدیا گیا کہ جو یتیمون کی تربیت اور ان کے اموال کی اصلاح کے لیے ہو وہ ان کے لیے اور تمھارے لیے دونون کے لیے دنیا و آخرت مین بہتر ہے موجب ثواب و خوشنودی حضرت حق ہے ان کو اپنے ساتھ شریک کرنا اگر بہتر ہو تو وہ اختیار کرو اُن کو علیحدہ رکھنا بہتر ہو وہ کرو اسمین کوئی مضایقہ نہین ✤

مصالحت اموال یتامی

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ اگر ان کو ملالو تو وہ تمھارے بھائی ہین ظاہر ہے کہ یا اعزا ہین یا دینی برادری ثابت ہے بھائی بھائی مین غیریت کی ضرورت نہین کھانے پینے رہنے سہنے مین تجارت مین بلکہ ترجیح ہین اُن کو اپنے ساتھ کرلو اسمین انکا فائدہ ہے وہ تمھارے بھائی ہین اس کے مستحق ہین ✤

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اور اللہ جانتا ہے کہ اصلاح کرنے والون مین کون مفسد ہے اس خلط سے اسکا کیا مقصد ہے مثلاً مال کی حفاظت ہے اس کی راحت ہے یا اپنی طمع ہے اگر مفسد ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی سزا اسے ضرور دیگا اسکو کون دھوکا دے سکتا ہے وہ تو سب جانتا ہے۔

وَلَوْشَاءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۔ اور اگر اللہ چاہے تو تم کو عاجز کر دے ایسے حکم دے کہ جن کے عمل کرنے سے
تم قاصر ہو اور مشکل میں پڑ جاؤ خصوصاً یتامیٰ کے بارے میں لیکن اللہ ایسا نہ کریگا نہیں اگرچہ اسکے اختیار میں ہے
اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ اسواسطے کہ وہ اللہ عزت والا اور حکمت والا ہے مقتضی حکمت کا یہ نہیں ہے کہ ایسے احکام دے جن پر عمل
نہ ہو سکے مقتضے حکمت کا یہ ہے کہ وہ احکام دے جو قابل عمل ہوں اور مفید ہوں مضرت رساں ہوں اور ایسے ہی بے فائدہ
فائدہ میسر کے متعلق ایک یہ شبہ کیا گیا کہ جب کہ ہر خطر اگرچہ بے ضرر ہو میسر کی بنا ہے تو بیت بازی
بھی میسر میں داخل ہوگی اور اگر بیت بازی کو میسر میں نہ داخل کیا جاوے تو پھر کوئی وجہ نہیں
ہے کہ تاش میسر میں داخل ہو اسکا حال اور بیت بازی کا حال بالکل یکساں ہے اس کے
متعلق تحقیق کی گئی ۔ کہ لفظ خطر کا مفہوم میسر میں شبہ کا باعث ہوا ہے اسواسطے اسکی تعریف
نئے سرے سے ایسی کی جاوے جسمیں یہ لفظ مشتبہ کی حاجت نہ ہو ظاہر ہے کہ عربی میں خطر کے
جو معنی ہیں بجنسہ اردو میں نہیں ہیں اسلیے میسر کی تعریف بالکل صاف الفاظ میں کی گئی کہ میسر
وہ ہے کہ جس میں نہ نفع عاجل ہو نہ آجل ہر دو طرف میں سے ایک نقصان اٹھاوے خواہ مالی
یا حکمی اور اس نقصان کو رفع کرنا اسکے مقدور سے باہر ہو جیسے کشتی لڑنا ہے گھوڑ دوڑ کرنا ہے
آدمی سے مسابقت ہے ایسی ہی گیند وغیرہ کے کھیل ہیں ان میں نفع جسمانی ہے اور تحریض قتال وغیرہ
کی ہے ایسے ہی کشتی ہی کے طور پر پیرائی ہے یہ سب مباح ہیں اور میسر میں داخل نہیں جبتک
کہ ان میں کسی شریک سے مال نہ لیا جاوے کیونکہ یہ مال لینا بلا وجہ ہے اور حرام ہے اس میں
مقصود نفع جسمانی ہے تو حلال ہے ایسے ہی شطرنج ہے کہ اس میں کامیابی ہر دو فریق کی مقدور
میں ہے اگر وہ دونوں فریق عقل و سیاست میں برابر ہیں تو اسوقت دونوں کے مقدور
میں ہے کہ وہ ہوشیاری سے کام کریں اور نہ ہاریں ایسی ہی صورتوں میں بازی زچ ہو جاتی
ہے لہذا شطرنج کے جواز میں امام شافعی نے دیگر اسباب کے باعث کلام کیا ہے اور وہ امور
نہ پائے جاویں تو پھر اس کی حلت میں امام شافعی نے کوئی کلام نہیں کیا ہے امام ابو حنیفہ اسکو
لہو و لعب میں داخل کرتے ہیں اور اسکے بارے میں جو حدیث ممانعت کی وارد ہوئی ہے
اُسپر بنا حکم کی کرتے ہیں بہر حال اسکا میسر میں داخل ہونا غیر معقول ہے ساتھ ہی اسکے
جواز کا حکم بھی محقق نہیں ہے رہگیا تاش تو اسمیں کامیابی مقدور میں نہیں ہے اسمیں بازی آنا
شرط ہے یہ کہنا کہ عقلمندی کی اسمیں بھی ضرورت ہے ایک دھوکہ ہے کیونکہ اگر مراد اس سے یہ ہے
کہ بدون عقل کے اسمیں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا تو یہ تمام امور میں ہے اور اگر یہ کہا جاوے

کہ عقلمند کے اختیار مین ہے کہ اگر وہ عقل سے کام لے تو کامیاب ہوجاوے تو یہ غلط ہے اسواسطے
کہ دونون کھیلنے والے اگر عقلمند ہون اور ایک کی بازی خراب آوے تو اُسکے جیتنے کی کوئی صورت
نہین ہے اسی طرح ایک بے وقوف ہے تو اُسکی بازی اچھی بھی آوے تو وہ کچھ نہین کر سکتا
ہے کیونکہ بیوقوفی مانع ہے کہ وہ معمولی ادراک سے کچھ کرے نیکن بھوڑے عقل وشعور سے بلکہ
بسا اوقات بلا سمجھے وہ بازی جیت لیتا ہے اور عقلمند بوجہ اپنی بازی خراب آنے کے نہین جیت سکتا
ہے یہ کھلی ہوئی بات ہے اب اگر اسپر داؤن روپیہ کا بھی ہو تو ظاہر ہے کہ یہ جوا ہے اور یہ مال بھی
حرام ہے اسپر کہا گیا کہ ومنافع للناس سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت نفع کی ہو تو میسر ہی اسکا
جواب یہ دیا گیا کہ دونون کھیلنے والون کے لیے یہان منفعت نہ تھی جیسا کہ اوپر گذرا بلکہ فقرا
کو حصون کی تقسیم کر دینے کی شرط و عادت تھی باوجود اسکے یہ میسر مین داخل ہوا اصل یہ ہے
کہ اگر تاش نہ بھی میسر مین داخل ہو تو بھی حرام ہے لہو ولعب حرام ہے اور یہ لہو مین داخل ہے
سوائے اُن لہو امور کے جو شارع نے مستثنے کیے ہین سب حرام ہین اب چونکہ تاش سے لوگون
کو وقت صرف کرنے مین سہولت ہوتی ہے اسواسطے اسکا رواج ہوگیا ہے باوجود اسکے کہ اسکی
وجہ سے وقت ضایع ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ ممنوع ہونا چاہیے کسقدر مفاسد اُسپر مرتب
ہوتے ہین اور کیسی کیسی بازیان لگائی جاتی ہین یہ دوسری بات ہی کہ جو لوگ تاش کھیلتے
ہین اور جو لوگ غیبت کرتے ہین اُن مین غیبت کرنے والا زیادہ شامتی ہے اسواسطے کہ وہ
علاوہ گناہ کے حق عباد مین بھی گرفتار ہے *

اسجگہ یہ سمجھ رکھنا چاہیے کہ بعض اشیا گو حرام ہوتی ہین مگر بعض اشیاء سے ان کی قباحت کم ہوتی ہے
جیسا کہ اوپر گذرا ایسا ہی شطرنج کھیلنا ہے کہ اس کی تحریم مین ہمارے مذہب کی رو سے
کوئی شک نہین ہے پھر امام شافعی اسکو مباح کہتے ہین اب اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ شطرنج
کھیلے تو مشغول رہے ورنہ بلا زمین پر زد وکوب کرے لوگون کی غیبت کرے تو ایسے شخص کو شطرنج
کھیلنے سے نہ کھیلنا اور اُن حقوق العباد مین مصروف رہنا زیادہ بُرا ہے اسکا یہ مطلب نہین
ہے کہ لوگ شطرنج کھیلین بلکہ لازم یہ ہے کہ ایسے لہو ولعب مین مصروف ہون کہ جو مشروع ہون
چونکہ اس قسم کے لہو متروک ہوگئے ہین اسواسطے لوگون کے اکثر اوقات ایسے محرمات مین صرف
ہوتے ہین اگر اُن لہو ولعب کا شغل ہو تو ان فضولیات مین لوگ مصروف ہی نہ ہون
گھوڑے کی سواری نشانہ بازی گیند دارنش یہانتک کہ بلیرڈ یہ سب لہو ہین جن سے فوائد

علاوہ اسکی بری ورزش ہے

مرتب ہوتے ہین اُن کی حرمت بازی بدئے کے کھیلنے کی وجہ سے ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ اُن سے فوائد جسمانی کا مرتب ہونا متیقن ہے۔

اِس جگہ کنکوے کا ذکر آیا اور اسکے متعلق یہ تحقیق کی گئی کہ اگر اسمین تضییع مال نہ ہو تو یہ بھی ایک قسم کی ورزش ہے کیونکہ یہ کھیل مقدورمین ہے اگر ڈور اچھی ہو ہوا موافق ہو تو یہ لازم نہین ہے کہ کوئی سمجھدار خواہ نخواہ کو ہارجاے اور کنکوا اسکا کٹ جاے اسواسطے کہ ہاتھ کی حرکت سے اسکو کامیابی و ناکامیابی ہوتی ہے جو اختیاری ہے مگر اسمین علاوہ اضاعت مال کے جو ممنوع ہے چند خرابیان اور بھی ہین ایک اُن مین سے یہ ہی کہ لوگ اپنے ہمسایہ کی بے پردگی کی پرواہ نہین کرتے ہین اور اُن سے اکثر لوگون کو اذیت پہونچتی ہے خود دھوپ و گرمی کی تپش سے تکلیف اٹھاتے ہین باوجود اسکے اگر اختلاج قلب یا اور کسی دوسری بیماری کے باعث کنکوا اڑانے کی طبیب تجویز کرے تو اسمین کوئی قباحت نہین ہے، اسی وجہ سے تمام اگلون نے اسکی سختی سے ممانعت نہین کی خصوصًا چھوٹے لڑکون اور نوجوانون کو اسواسطے کہ اسمین ایک قسم کی ورزش ہے اور اِس سِن مین دیگر افعال قبیح کے ارتکاب کا اندیشہ ہوتا ہے اگر اسمین مشغول رہین تو اتنا حرج نہین ہے۔

البتہ جو لوگ تماش بینی بھی کرین اور کنکوا بھی اڑاوین تو وہ بحث سے خارج ہین ایسے ہی میدان بدنا اور اسکی فکر مین ہلاک ہونا کوٹھون پر سے گرنا اور دیگر مفاسد کا باعث جب ہو تو وہ ممنوع ہو حاصل یہ ہو کہ کسی مغاد جسمانی کی غرض سے بلا شرط و خطر کے اگر کنکوا اڑایا جاوے تو اسوقت اباحت ہوسکتی ہے اسپر بھی مکروہ ہونے سے خالی نہین ہے او اسمین مشغول اوقات کو صرف کرنا کراہت کو تحریمی کردیتا ہے۔

اِس جگہ اس امر کو ظاہر کردینا بھی مناسب ہے کہ کنکوا لوٹنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کٹ جاوے اس کی حالت مثل چھوہارے لٹائے ہوئے کے ہے یا شکر اور نقل وغیرہ کے ہو رواج وعرف کے باعث جواز کا حکم ہوگا لیکن ڈور کا توڑنا یا بیٹیا مارنا اور کنکوے کو ہاتھ سے لے لینا یہ ملک کو باطل نہین کرتا ہے اور غصب ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر کوئی اصل مالک سے ڈور توڑکے کھینچ رہا ہے تو اُس سے توڑ لینا ملک کو ثابت کردیتا ہے خواہ اسوجہ سے کہ ملک غصب قابل احترام نہین یا عرف وعادت کے باعث ایسے ہی اگر مالک خود ڈور چھوڑ دے یا توڑ دے واللہ علم

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ

مشرک عورتون کے ساتھ نکاح نہ کرو یہان تک کہ وہ ایمان لے آوین اور یقینا ایماندار

مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ

لونڈی بہتر ہے شرک کرنے والی عورت سے اگرچہ وہ تم کو پسند آوے اور نہ نکاح کرو شرک کرنے والے

حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ

مردون کا یہان تک کہ وہ ایمان لے آوین اور یقینا ایماندار مرد بہتر ہے ایک شرک کرنے والے سے اگرچہ

وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا

وہ تم کو پسند ہو وہ لوگ بلاتے ہین آگ کی جانب اور اللہ بلاتا ہے جنت

اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

کی طرف اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے اور بیان کرتا ہے لوگون کے لیے

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۠

شاید کہ وہ نصیحت پذیر ہون

اور یتیم بچون کے مال کے متعلق حکم دیا گیا اور اسی کے ذیل مین ارشاد ہوا کہ اگر ان کو ملا لو اور مخلوط کر لو تو وہ تمہارے بھائی ہین اور اس مخلوط کرنے کی صورت مین یہ بھی داخل ہے کہ مصاہرت اور تزوج سے ان کو اپنی جماعت مین داخل کر لین اس سے خیال ہوتا تھا کہ یہ حکم عام ہے اور اسوقت تک کفار سے بالکلیہ علیحدگی ہونے نہین پائی تھی اندیشہ تھا کہ اس اختلاط کے حکم مین بلا امتیاز کفر و اسلام کے تمام اشخاص داخل ہون اسواسطے اسکو دور کیا گیا اور صاف ظاہر کر دیا گیا کہ اختلاط یا تزوج روا نہین ہے اگر عورت یا مرد مشرک ہون اسواسطے اس اختلاط سے بڑھکر کوئی دوسرا اختلاط موجب اثر صحبت کے قبول کرنے کا نہین ہے بلکہ بعض اطبا نے تصریح کی ہے کہ بھائی بہن اسقدر مشابہ نہین ہوتے ہین جسقدر جورو خاوند مشابہ ہو جاتے ہین اس وجہ سے اس اختلاط مین لحاظ ایمان و کفر کا لازم ہے ؂

منع نکاح از مشرک

شان نزول مین اس آیت کے واحدی اور دیگر ارباب تفاسیر کہتے ہین کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے ایک شخص مرثد ابن ابی مرثد کو جو حلفای بنی ہاشم سے تھے کسی ضرورت سے مکہ روانہ کیا غالبًا یہ ضرورت تھی کہ وہ جاوین اور جو اہل ایمان مقید ہین

اُن کو کسی حیلے سے چھڑا لاوین جب یہ مکہ پہونچے تو وہان اتفاق سے ایک عورت عناق یا عناق نامی ہتی
تھی اُن سے قبل اسلام لانے کے اُس سے آشنائی تھی وہ اُن کے پاس آئی اور اُس نے اُن سے خواہش
عادت کے موافق مقاربت کی کی اُنھون نے کہا کہ اب ایسا نہین ہو سکتا ہے اسلام میرے تیری درمیان
حائل ہے اُسنے کہا کہ اچھا عقد نکاح کر لو اسپر انھون نے جواب دیا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے دریافت نہ کر لون گا نکاح بھی نہین کرون گا یہ بات اسکو ناگوار ہوئی اور اُس نے اپنے
دوسرے آشناؤن سے اُن کو بہت ذلیل کرایا بلکہ پٹوایا انھون نے صبر کیا جب اپنا کام پورا کر کے
واپس آئے تو تمام ماجرا عناق کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور اپنی اسکی محبت بھی
کہی اور یہ بھی کہا کہ وہ مجھے پسند بہت ہے اُسپر یہ آیت نازل ہوئی مگر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ
علیہ نے واحدی کے اِس قول پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ شان نزول آیت لوز کا ہے الزانی
لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ کا نہ کہ اس آیت کا بلکہ اسکا شان نزول وہ ہے جسکو سدی نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت
حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی شان مین نازل ہوئی تھی انکی ایک سیاہ فام لونڈی تھی اسکو کسی بات پر غصہ مین انھون نے
ایک طمانچہ مارا اسکے بعد ندامت ہوئی آنحضرت سے آکے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے غصہ مین یہ حرکت ہو گئی آپنے فرمایا کہ
وہ کیا ہے مومن ہے یا کافر انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ روزہ رکھتی نماز پڑھتی ہے وضو اچھی طرح کرتی ہے لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتی ہے آپنے فرمایا کہ وہ مومنہ ہے حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین اُسکو آزاد کر کے اُسکے ساتھ نکاح کر لونگا تاکہ اس طمانچہ
کا عوض ہو جاوے چنانچہ اُنھون نے ایسا ہی کیا اُسپر لوگون نے اعتراض کرنا شروع کیا کہ ایک
لونڈی کے ساتھ نکاح کر لیا پھر یہ آیت نازل ہوئی اور لوگون نے اعتراض کرنا چھوڑ دیا اس
زمانہ تک لوگ مشرکین کے ساتھ نکاح کرتے تھے نسب کے اعتبار سے مگر جب یہ آیت نازل ہوئی تو پھر
نکاح مشرکین کے ساتھ بالکل ممنوع ہو گیا۔

لَا تَنۡكِحُوا فتح تا، اور ضم تا، دونون طریقون سے مقرو ہوا ہے معنی اسکے نہ نکاح کرو یا نہ نکاح کر دو
کے ہین نکاح کے معنی اگرچہ مطلقاً وطی کے بھی ہین مگر اسجگہ وہ مراد نہین ہے بلکہ عقد نکاح مراد ہے
یعنے نکاح نہ کرو یا نہ کر دو نکاح مشرکات کا۔

المشرکات جمع مشرکہ کی ہے معنی اسکے وہ عورت ہے جو شرک کرے مراد اس سے اکثر اہل علم غیر کتابی لیتے ہین اسواسطے کہ
قرآن شریف مین مشرکین اور اہل کتاب کی مغایرت ثابت ہوتی ہے مشرکین کے حکم مین اہل کتاب داخل نہین
فرماتا ہے لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین عطف مشرکین اہل الکتاب پر کیا گیا
ہے عطف مفید مغایرت کو ہوتا ہے اسواسطے عام طور پر مشرکین مین اہل کتاب داخل نہین لہذا اس کتاب مین بھی

اہل کتاب مُراد نہین ہین حلت نکاح اہل کتاب کی باقی رہی۔ قتادہ سے مروی ہو کہ مراد اُس سے
عرب کے مشرکات ہین جن کو اہل کتاب نہین کہتے ہین کیونکہ وہ کسی کتاب کے مقر نہ تھے حضرت
حماد نے حضرت ابراہیم نخعی سے دریافت کیا کہ یہودی عورت اور نصرانی عورت سے نکاح جایز
ہے یا جایز نہین ہے تو اُنھون نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہین ہے اسپر حماد نے کہا کہ
قرآن مین تو ارشاد فرماتا ہے ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن اور یہودی عورت اور نصرانی
عورت سے بڑھکر کون شرک کرتا ہے تو اُسپر حضرت ابراہیم نخعی نے کہا کہ مراد یہان مشرکات سے
وہی عورتین ہین جو بت پرست ہون یا آتش پرست ہون۔ بعض لوگ اسجگہ مشرکات سے
عام مراد لیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہود و نصاریٰ سے بڑھکر کون مشرک ہوگا ایسا ہی عبد اللہ
بن عمر سے نافع نے روایت کیا ہے کسی نے اُن سے دریافت کیا کہ یہودیہ یا نصرانیہ کے ساتھ کوئی
مرد مسلم نکاح کرے تو کیسا ہے آپنے جواب دیا کہ مین نہین کہہ سکتا اسواسطے کہ اللہ نے مشرکات کے
ساتھ نکاح کو حرام کیا ہے اور اُس عورت سے بڑھکر کون مشرک ہو جو حضرت عیسیٰ کو یا کسی مرد خدا کو
خدا کہے اسی وجہ سے ایک جماعت قائل ہے کہ اِس آیت سے عام طور پر اہل شرک کے ساتھ نکاح
ممنوع کیا گیا ہے خواہ وہ اہل کتاب ہون یا غیر اہل کتاب ہون عورت کا نکاح مرد مسلم کے
ساتھ ہو یا مرد کا نکاح عورت مسلمہ کے ساتھ ہو پھر ایک جماعت کہتی ہے کہ اس آیت نے سورۂ مائدہ
کی آیت کو جس سے حلت نکاح کتابی ثابت ہوتی ہے منسوخ کر دیا اسکو ناسخ سمجھتے ہین اور اُس کو
منسوخ کہتے ہین اور کہتے ہین کہ اسمین کوئی حرج نہین کہ ایک آیت تلاوت مین موخر ہو اور نزول
مین مقدم ہو ایسی اکثر آیات ہین لہذا یہ کوئی ضروری نہین ہے کہ آیت سورہ مائدہ کی موخر
ہو یہ بھی مشہور ہے کہ سورۂ مائدہ مین کوئی آیت منسوخ نہین اسکو بھی یہ جماعت نہین مانتی ہو
کہتی ہے کہ اکثر آیات منسوخ ہین جیسا کہ اتقان مین اسکی تصریح کی گئی ہے اس بنا پر غیر مسلمہ عورت
کے ساتھ اگرچہ وہ کتابی کیون نہ ہو نکاح مسلم مرد کا حرام ہے یہی قول امامیہ اور زیدیہ کا ہے مگر
جمہور اہلسنت جایز کہتے ہین اور باوجود اسکے کہ مشرکہ مین عام لین خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی یا خاص
غیر کتابی کو لین سورۂ مائدہ کی آیت کو غیر منسوخ قرار دیتے ہین چونکہ قصر عام شافعیہ کے نزدیک تخصیص
کے حکم مین ہے اس کو نسخ نہین کہتے ہو اور حنفیہ اس کو بھی نسخ کہتے ہین اسلیے مائدہ کی آیت کو خواہ مخصص
کہے یا ناسخ اہلسنت معمول بہ سمجھتے ہین اور کتابی عورت کا نکاح مرد مسلم کے ساتھ جایز سمجھتے ہین اگرچہ بہتر
نہ ہو اسواسطے کہ مفاسد اسمین زائد ہین خصوصاً زمانہ غلبہ نصرانیت مین کیونکہ عورت اُس زمانے مین مرد پر

غلبہ رکھتی ہے اور اُس سے متاثر ہونے کا زیادہ احتمال ہے اور اولاد پر بھی اثر ان کا اور
اسکی قوم کا زیادہ پڑنے کا اندیشہ ہے الناس علی دین ملوکہم کے اصول پر یون ہی قوم نصارا ے
حکام کا اثر وضع وقطع واعتقاد وغیرہ پر پڑتا ہی اور اگر قرابت بھی ہو تو اور بھی زیادہ پڑنے کا
یقین ہے البتہ جہان اس امر کا خوف نہ ہو بلکہ امید ہو کہ عورت متاثر ہو کے ایمان قبول کرلے گی
یا اولاد ایماندار ہو گی یا اسکے اعزا پر ایمان کی خوبیان ظاہر ہون گی اور اسکی قوم اور خاندان
کے لوگ اسلام کیطرف راغب ہون گے تو ایسی جگہ عورت کتابی کے ساتھ نکاح کرنا درست ہی
بعض لوگون نے مشرکات سے صرف حربیات مراد لیا ہے اس وجہ سے وہ مشرک ذمی ومعاہد عورت
کے ساتھ نکاح کو جایز کہین تو کہہ سکتے ہین ﴿

حکم صابیات

امام ابو حنیفہ صابیہ کو بھی اہل کتاب سے شمار کرتے ہین یہ قوم نجوم وہیئت سے آگاہ تھی اور اسی کے
موافق اپنے اعمال کرتی تھی ممکن ہے کہ اسکی تعلیم کا مدار کوئی آسمانی تعلیم اور کسی نبی کے ارشادات
ہون زیادہ گمان ہے کہ حضرت ادریس جنکو ہرمس بھی کہتے ہین ان کی تعلیم کے مقر ہون کیونکہ ان کے
معجزات سے اسطرلاب ہی اور حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک نبی ان انبیاء سے ایسا ہے
جو خطوط کھینچکے امور بتاتا تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ جو اُن خطوط سے مطابقت ہو جاتی ہے تو
نتیجہ صحیح ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اسطرلاب مین جو امور معلوم ہوتے ہین سب اصول ریاضی سے ثابت ہین
یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شی ایک خاص وقت مین معجزہ ہو اور پھر معجزہ نہ ہے بہرحال صابی اگر کسی نبی کے
مقر ہین اور کتاب آسمانی پر ایمان رکھتے ہین تو وہ بھی اہل کتاب سے ہین بعض لوگ کہتے ہین
کہ ان کی دو قسمین ہین اسی وجہ سے علما کی ایک جماعت ان کو اہل کتاب مین شامل کرتی ہی اور

حکم ہنود کا

دوسری جماعت ان کو ستارہ پرست ہونے کے الزام مین مشرکین مین شمار کرتی ہے ایسے ہی جو
لوگ ہندؤن کو بعض اوتار مثل کرشن کی نبوت کے قائل ہین وہ کرشن کے ماننے والون کو اہل کتاب
کے حکم مین کہہ سکتے ہین مگر محقق یہ ہے کہ ہنود اہل کتاب نہین ہین بلکہ مشرکین سے ہین ان کی
عورتون کے ساتھ بھی نکاح جایز نہین ہے اگرچہ حالت غلبہ مین بے نکاح کے لونڈیان ان کی لینا جایز
ہے یہ ایک خاص مسئلہ ہے جس سے بادشاہ مغلیہ کے افعال کی توضیح ہوتی ہے اکثر انھون نے
غیر معاہد اور غیر ذمی کی عورتون کو لیا ہے جو حکماً لونڈیان تھین جن سے وطی بلا نکاح جایز تھی نکاح
محض حاصل کرنے کا ایک بہانہ تھا یہ ان کے افعال کی نہایت توجیہ ہے ﴿ واللہ اعلم -
اس جگہ ایک جماعت مشرکین سے ہر وہ شخص مراد لیتی ہے جو آنحضرت کے معجزات کا منکر ہو پھر چاہے

رسالت کا مقر ہو یا رسالت سے بھی انکار کرے کیونکہ اُسنے خارق عادت کو دیکھا جو طوق بشری سے
بالکل باہر تھا اُس کو جن یا شیطان کی طرف منسوب کیا اِس صورت مین وہ بھی مشرک ہوا جسطرح
لوگ خلق ورزق وغیرہ کو قوائے ملکی کی جانب منسوب کرنے کے باعث مشرک ہوئے ہین اِس
قول سے اگرچہ اگلون کا مقصد صرف کفار ہین مگر اس قول کو اگر تسلیم کر لیا جاوے تو وہ لوگ بھی
داخل ہین جو ادعاے اسلام کرنے کے بعد معجزات کے منکر ہین اور اُن افعال کو جو انبیاے خصوصاً آنحضرت
سے مروی ہوئے ہین اور خارق عادت ہین اُن کو قواے ملکی یا طبعی یا شیطان وجن کی طرف
منسوب کرتے ہین جیسے دہریہ اور نیچریہ ہین کہ یہ سب اس قسم کے مشرک ہین بلکہ کرامت ایسی غیر
عادی شے ہے جو کسی مسلم متقی سے سرزد ہو جو بہ نسبت نبی کریم کے معجزہ ہے اس کو بھی دلائل سے
ثابت ہونے کے بعد شیطان یا جن کی طرف جو منسوب کرے وہ بھی اس قسم کا مشرک ہے جیسے
ابن تیمیہ نے خوارق کبار کے متعلق کہا ہے ؛

حَتّٰی یُؤْمِنَّ یہان تک کہ ایمان لے آوین وہ عورتین اسجگہ باتفاق تمام اہل مذاہب ارباب
تفسیر کے مراد ایمان سے اقرار زبانی ہے یعنی نکاح کے لیے صرف مشرکہ عورت کو اقرار ایمان کا کر لینا
کافی ہے دل سے ایمان ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ حکم ظاہر ایمان پر موقوف ہی لہذا منافقہ کے ساتھ نکاح
جایز ہے اگر نفس مومن اور حقیقت ایمان مین تصدیق بالجنان والقلب لازم ہے منافق کافر

قول کرامیہ کا در بارہ حقیقت ایمان

ہے مشرک منافق مشرک ہی باوجود اسکے ظاہر احکام مین وہ مومن ہے اِس آیت سے کرامیہ کہتے
ہین کہ اجماع اہل اسلام اسپر ہے کہ یہان ایمان سے محض اقرار مراد ہے تو معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان
کی صرف اقرار لسانی ہے تصدیق ہو یا نہ ہو مگر یہ استدلال کرامیہ کا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ حکم
نکاح مین اقرار کا کافی ہونا دعوے کے ثبوت کے لیے کافی نہین ہے کیونکہ ہم سب متفق ہین
کہ اقرار زبان سے احکام ظاہری کے لیے معتبر ہے اور بحث حقیقۃ ایمان مین ہے محض ظاہری
احکام کے معتبر ہونے مین نہین ہے لہذا تقریب تمام نہین ہے علاوہ اسکے قرآن شریف کی آیات
کثیرہ اور احادیث کی روایات معتبرہ دلالت کرتی ہین کہ ایمان قلب سے معتبر ہے جیساکہ یومن بالغیب
کی تفسیر مین گذر گیا ہے اور ومن الناس من یقول اٰمنا مین بھی گذر گیا ہے اور وقالت الاعراب
اٰمنا مین آگے انشاء اللہ تعالی آوے گا ؛

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ اور یقیناً امت مومنہ بہتر ہے مشرکہ سے اگرچہ تم کو وہ
پسند ہو اسجگہ لام تاکید بمنزلہ لام قسم کے ہے تاکید مضمون جملہ کے لیے اور خیر افعل التفضیل کے حکم مین ہے

جس کے معنی یہ ہین کہ بہتر ہے یعنی امتہ مومنہ بہتر ہے مشرکہ سے اگرچہ وہ پسند نہ ہو بلحاظ منافع کے اسواسطے کہ شرف زوجہ کا باعث رغبت اور منفعت کا ہوتا ہے آزادی ایک نعمت ہے کبھی اسکے ساتھ جمال صورت اور مال اور عزت خاندانی بھی اضافہ ہوجاتی ہے ایسی صورت مین رغبت اور منفعت بڑھجاتی ہے اگرچہ بہتری دوسری بھی ہو ظاہر ہے کہ مشرکہ عورت بالخصوص آزاد مالدار سے دنیاوی فوائد متوقع ہین اسواسطے نفس خیریت مین مشترک ہی اگرچہ دینی منافع بالکل معدوم ہین اسی وجہ سے امتہ مومنہ کو بہت بہتر فرمایا نفی بہتری کی مشرکہ سے بھی نہین کی کیونکہ قاعدہ ہے افعل التفضیل مین زیادتی معنی کی ایک کی دوسرے کی اوپر ثابت کی جاتی ہے جس مین نفس فعل کے معنی موجود ہون کہا جاتا ہے کہ زید اکرم من عمرو زیادہ بخشش کرنے والا عمرو سے زید ہے اگرچہ عمرو بھی بخشش کرتا ہے کرم دونون مین پایا جاتا ہے اسی طرح بہتری دونون مین موجود ہے مشرکہ مین دنیاوی بہتری ہوگی مگر مومنہ مین دینی بہتری ہے جو زیادہ بہتر ہے اور مراد امتہ سے یا تو امتہ اللہ ہے جیسے تمام خلق کو عبید اللہ اور عباد اللہ کہتے ہین تو مراد یہ ہے کہ خدا کی لونڈی ہے خواہ وہ آزاد ہو یا آزاد نہو وہ مشرکہ سے بہتر ہے خواہ مشرکہ آزاد ہو یا لونڈی ہو مسلمان عورت کو اللہ نے امتہ کر کے اسوجہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اطاعت گذار اور خدا کے رب و مالک ہونے کی مقر ہے اور اس مین ایک خاص عظمت اسکی معلوم ہوتی ہے جسطرح کبار انبیاء کو عبد کر کے تعبیر کیا ہے اس صورت مین معنی یہ ہین کہ مسلمان عورت ہر حال مین مشرکہ عورت سے بہترائی مین زیادہ ہے اور امتہ سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لونڈی مسلم مشرکہ سے افضل ہے چاہے وہ مشرکہ آزاد ہو یا لونڈی ہو تو جب آزاد سے لونڈی افضل ہے تو اس قوم کے آزاد تو لامحالہ آزاد سے افضل ہونگے مسلمان عورت لونڈی ہو اور مشرکہ آزاد ہو تو مسلمان لونڈی افضل ہے تو مسلمان آزاد عورت کی افضلیت مشرکہ سے بدرجہ اولیٰ ثابت ہے ؂

مقصد یہ ہے کہ نکاح و تزوج سے بہت زیادہ ایک دوسرے پر اثر پڑتا ہے اسلام کی طرف متوجہ ہونا تو اسقدر متوقع نہین ہوتا ہے جتنا ارتداد کا اندیشہ ہے اور اندیشہ ہمیشہ توقع سے زیادہ مقتضی احتیاط کو ہے اسواسطے اس اندیشہ سے بچنے کے علاوہ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مشرکہ کی نجاست حکمیہ ایسی ہے کہ وہ خود قابل تحرز ہے اس کی نجاست اعتقادی اسطرح کی ہے کہ اس سے ملوث ہونا نفیس طبیعت شخص گوارا نہ کرے گا مسلم عورت چاہے لونڈی ہو میلے کثیف کپڑے پہنے ہو مگر اسکے دل مین کثافت اعتقادی نہو اسلئے وہ مرغوب اور مطلوب ہونا چاہیئے ؂

وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ اگرچہ وہ ظاہری حسن وجمال و لباس و مال و ثروت اور آزادی کے باعث تمکو پسند ہو یہ ظاہر ہے کہ بلحاظ دنیاوی اسباب کے یہ امور مرغوبات سے ہین اور یہ رغبت فطری ہی اُسی کو اللہ نے ثابت کیا ہے اسکا ہرگز مقصود یہ نہین ہے کہ مسلمان باوجود نجاست شرک کے کسی عورت کو اُس لحاظ نجاست کے ساتھ پسند کرے مسلمان کی شان اس سے اعلیٰ ہے مگر چونکہ مرغوبات طبعی سے مجبور ہے اسی واسطے یہ ارشاد بھی کیا اور رد کا بھی گیا - اسجگہ ایک مسئلہ فقہیہ ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص آزاد عورت کے مہر نفقہ دینے کی قدرت رکھتا ہے تو اسکو لونڈی سے نکاح جایز ہے یا نہین امام ابو حنیفہ کے نزدیک جایز ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہین جایز ہے - امام ابو حنیفہ کے پیرو اس آیت سے اُسکے جواز پر استدلال کرتے ہین اور اکثر علما نے اس استدلال کو صحیح قبول کر لیا ہے وہ یہ ہی کہ اللہ جلشانہ نے اُس شخص کے لیے لونڈی کے نکاح کو جایز ٹھیرایا ہی جو مشرکہ آزاد کے ساتھ نکاح کر سکتا ہو اُسکو آزاد کی قدرت ہو ظاہر ہے کہ قدرت مہر کی اور نفقہ کی آزاد عورت کے یکسان ہے چاہے وہ آزاد مشرکہ ہو یا مومنہ ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے والا قدرت آزاد مسلمہ کے ساتھ بھی رکھتا ہے ؎

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا اور نکاح نہ کرو مشرک مردونکا یہان تک کہ وہ ایمان لاوین بے ایمان کے عورت مسلمہ کے ساتھ مشرک کا نکاح نہین ہو سکتا ہی -

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ نہ وہ مسلمان عورتین جو ہجرت کر آئی ہین حلال ہین ان کے کافر خاوندوں کے لیے نہ وہ حلال ہین ان کے لیے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے اور یہ حکم کتابی اور غیر کتابی دونوں کے لیے ہے اور ہونا ہی چاہیے اسواسطے کہ ابتذال افتراش مسلمہ کے لیے صحیح نہین ہے اسکو غیرت شرعی قبول نہین کرتی ہے اور قوی اندیشہ ہے کہ عورت کو خاوند بیدین کرے عورت کا اثر قبول نہ کرے بلکہ عورت پر اسکا اثر ہو -

اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو کافر ہے چاہے مقر اسلام ہو یا غیر مقر اسلام ہو جو منکر ضروریات دین ہے وہ کافر ہے چاہے بعض ضروریات دینی کا وہ مقر ہو مگر ایک کے انکار سے بھی ثبوت کفر کا ہو جاتا ہے کوشش کرینگے ہم کہ وہ ایک انکار اگر محتمل ہو تو محمل صحیح پر اسکو پیش کرین گے بلکہ نہین اگر سو وجوہ ہین اُن مین سے ایک وجہ ایمان کی ہے اور ننانوے وجوہ کفر ہین تو وجہ ایمان کو تقدم دینگے لیکن اگر اسکا انکار بلا احتمال ہے تو اگر ایک امر قطعی ثابت بالدین کا انکار ہے تو وہ کفر ہے اسکے ساتھ نکاح نہ ہوگا۔

اس شخص کیطرف اشارہ ہے جو آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو ۱

مومن عورت کا نکاح کافر مرد کے ساتھ

اس قاعدے سے خوارج اور روافض اور دیگر فرق ضالہ کو دیکھنا چاہیے اگر ان کے عقائد سے انکار ضروریات دین کا لازم آتا ہے تو وہ کافر ہین ورنہ مبتدع ہین مثلاً ایک رافضی قذف حضرت بی بی عایشہ کرتا ہے تو وہ منکر ضروریات دین ہے وہ کافر ہے اور اس آیت کے روسے اسکے ساتھ نکاح صحیح نہین ہے اہل کتاب مین بھی داخل نہین ہے جو اُن کی عورت کے ساتھ مردسنی کا نکاح صحیح ہو کیونکہ وہ اس صورت مین مرتد ہو گی البتہ اگر ضروریات دین کا انکار نہین ہے تو وہ مبتدع ہی اور مبتدع غیر مکفر ہونے کے باعث اس قابل نہین کہ اسکے ساتھ عورت سنیہ کا نکاح صحیح ہو خاص کرکے جو تجربہ ہوا ہے ایسے مین زندگی لطف سے نہین کٹتی ہے اور بالخصوص اُس صورت مین جب کہ عورت اُس فرقہ کی ہو جو اہلسنت کی تکفیر کرتا ہے سخت فعل مذموم ہے اگر اسکا نکاح کرلیا جاوے یہ تو قدیم فرقون کے لیے ہے فرق حادثہ سے ایک فرقہ وہابیہ کا ہے اسکا حال بجنسہ شیعہ فرقہ کا حال ہے اگر منکر ضروریات دین ہے تو اس آیت کے حکم مین داخل ہے ورنہ کفونہ ہونے کے وجہ سے عورت کا نکاح جائز نہین اور قادیانی مطلقاً خارج از اسلام ہین اُن کے ساتھ اس آیت کے حکم کے باعث نکاح درست نہین ہے جو تاویلات یہ لوگ کرتے ہین قابل قبول نہین ہین ؛

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ؕ اور یقیناً عبد مومن بہتر ہے مشرک سے اسجگہ بھی عبد سے یا تو عام نیک بندے مراد ہین تو مراد یہ ہو گی کہ بندہ خدا مومن مشرک سے افضل و بہتر ہے چاہے وہ بندہ مومن آزاد ہو یا غلام ہو اور مشرک چاہے آزاد ہو یا غلام ہو یا مراد اس سے غلام مومن ہے کہ باوجودیکہ عبدیت ایک نقص ہے انسان حکم مین مال واسباب کے ہو جاتا ہے لیکن دولت ایمان ایسی ہے کہ اسکے مقابل ہرگز دولت حریت نہین ہے اسی وجہ سے غلام بھی ایماندار عام مشرک سے افضل ہے چاہے وہ مشرک آزاد ہو یا غلام ہو اگرچہ وہ بوجہ آزادی کے تم کو پسند ہو مگر اُس کی کثافت باطنی شرک کی ایسی ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے کسی طرح وہ بہتر نہین ہے -

أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وہ لوگ بہتر کیون نہین ہین اسواسطے کہ وہ آگ کی جانب بلاتے ہین اُن کی صحبت سے آدمی خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور مستحق نار ہوتا ہے یا ان کا اعتقاد شرک جس کی وہ دعوت کرتے ہین موصل نار ہے جس سے آدمی آگ تک پہنچتا ہے اسواسطے کہ قرآن شریف مین آیا ہے ؛

ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء - اللہ اس شخص کو ہرگز نہ بخشیگا جس نے اُسکے ساتھ کسی شے کو شریک کیا اور سوائے شرک کے سب گناہون کو اگر چاہے تو

مسئلہ نکاح با روافض و خوارج

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ

اور دریافت کرتے ہین تم سے حیض کو تو کہدو کہ وہ برا ہے تو عورتون سے

فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ

حالت حیض مین علٰحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ یہان تک کہ وہ طاہر نہ ہوجائین پھر جب وہ

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ

طاہر ہوجائین تو ان کو لاؤ جسطرح تم کو اللہ نے حکم دیا ہے یقینًا اللہ توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہے

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

اور پاک رہنے والون کو پسند کرتا ہے

بقیہ ۲۵۷

نجشدیگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی بخشش اسکی مشیت کے خلاف ہے اُسکی بخشایش کسی طرح نہین ہوسکتی ہے تو جو شخص شرک کی رغبت دلاتا ہے وہ بلاشبہ آگ کی دعوت دیتا ہے ❊

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ج اور اللہ دعوت دیتا ہے مغفرت کی اپنے حلم سے یا اپنی مشیت سے یعنی وہ جو تم کو حکم دیتا ہے وہ موجب نجات آخرت اور مغفرت گناہ ہے جس سے آدمی جنت مین جائے گا مراد اسجگہ خود اللہ کے احکام ہین یا ہر وہ دعوت جو اللہ کی جانب سے ہو عام اس سے کہ انبیاء کی زبان سے ہو یا علماے امت یا عامہ اہل اسلام کی زبان سے ہو وہ سب اللہ کی دعوت ہے اور اُسی کی طرف اسکی نسبت ہے۔

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ؏ اور اللہ اپنی آیات کو لوگون کے لیے صاف ظاہر کردیتا ہے مراد اس سے یا تو تمام احکام و معجزات و دلائل نبوت ہین بالخصوص حکم سابق منصوصًا ممانعت نکاح غیر مسلم کی یہ اسکے ضرر کو صاف ذکر فرمادیا ہے لوگ تھوڑی فکر سے معلوم کرسکتے ہین اسلیے ارشاد ہوتا ہے کہ شاید وہ اس سے نصیحت پذیر ہون ❊

اُوپر بتایا گیا کہ عورت بلحاظ خبث باطنی کے اس قابل نہین ہے کہ اُس سے عقد نکاح باندھا جاوے اور وہ خبث باطنی شرک ہے اب یہ خیال ہوتا تھا کہ جب اُس مین خبث ظاہری ہو جس کو ایام کا ہونا کہتے ہین تو اُس حالت مین اُن سے کیا برتاو کیا جاوے ظاہر یہی ہوگا کہ اس حالت مین بھی ان کے ساتھ علٰحدگی برتی جاوے یا یہ کہ ایام کا ہونا کسی قسم کا خبث ہی نہین اس کی کوئی پرواہ نہ کیجیے چونکہ اسمین عقلی وجوہ سے دونون احتمال نکلتے ہین اسی وجہ سے یہ سوال ہوسکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ

شان نزول

اُسوقت علاوہ اہل اسلام کے جو فرقے تھے وہ سب مختلف تھے ایک فرقہ نصاریٰ کا حیض کی کچھ پرواہ نہین کرتا تھا دوسرا فرقہ یہود کا اور مشرکین عرب کا اور مجوس کا تھا کہ وہ زمانہ حیض مین عورتون کو بالکل جدا کردیتا تھا نہ ان کو اپنے گھر مین رکھتا نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاتا نہ پانی پیتا نہ بات چیت کرتا نہ ایک جگہ پر بیٹھتا قرآن شریف مین اِس سوال کا جواب دیا گیا جسکا خلاصہ یہ ہو کہ نہ تو حیض ایک ایسی شے ہے جس سے غایت درجہ کنارہ کشی کی جاوے نہ ایسی شے ہے کہ جس کی پرواہ نہ کی جاوے بلکہ تھوڑی بُرائی اسمین ہے اور اسکے باعث سے مقاربت و مجامعت سے باز رہنا کافی ہے عورت اِس حال مین ایسی نہین ہے کہ اُس سے مجالست و مکالمت و کھانا پینا اسکے ساتھ ممنوع ہو یہ سب امور جایز ہین اسجگہ چند سوالات کیے گئے جن کے جوابات مذکور ہین مگر بعض سوال کے قبل حرف عطف واو نہین ہے اور بعض کے قبل واو ہے اسجگہ یکے بعد دیگرے واو ہے واو جمعیت کے لیے آتا ہے اِس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ جو سوالات علیحدہ علیحدہ کیے گئے اُن مین تو واو نہین لایا گیا اور جو سوالات پے در پے کیے گئے اُن مین واو ذکر کیا گیا تاکہ معلوم ہوجاے کہ یہ سب سوال مجتمع ہوئے ہین -

اِس سوال کی کرنیوالے مسلمان ہین انہون نے جب دیکھا کہ طہارت کا شرع اسلام مین اس حد تک لحاظ ہو کہ جہان طہارت اعتقادی نہین ہے اُسکے تحرز کا حکم ہے اور حیض تو ظاہر النجس ہے اور عادت بھی عرب کی زمانہ حیض مین پرہیز کرنے کی ہے تو اُسکے بارے مین دریافت کرلینا چاہیئے دریافت کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اعتزال یعنے بالکل علیحدگی کرو اِس سے مسلمان سمجھے کہ جو طریقہ جاہلیت کا ہو اور یہود اور مجوس سے لیا گیا ہے وہی شائد مامور بہ ہے اپنی دشواریون کو بھی ظاہر کردیا شائد کوئی حکم تخفیف کے ساتھ کردیا جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا اُنھون نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ہم عورتون کو اپنے فراش سے علیحدہ کردین تو ہمارے پاس اوڑھنے بچھانے کو بہت کپڑا نہین ہے ہم کیا کرین اگر ان کو دیدیتے ہین تو سردی کھاتے ہین اور خود لے لیتے ہین تو وہ سردی کھائین گی جو باعث تکالیف کا ہوگا اسکے جواب مین آنحضرت نے اس حکم کی وضاحت فرمائی اور کہا کہ مین نے اُن کو فراش سے علیحدہ کرنے کو نہین کہا ہو بلکہ مین نے صرف مجامعت کو منع کیا ہے جب اس حکم کو یہود نے سنا تو ناخوش ہوئے اور انھون نے کہا کہ معلوم نہین اس بھلے آدمی کو کیا ہے کوئی بات ہماری مخالفت کی نہین چھوڑتا ہے - بعض صحابہ مثل اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر کو یہ قول یہود کا ناگوار ہوا اُس ناگواری کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ اگر آپ اجازت دین تو ہم مجامعت بھی کرین آنحضرت کو اِس جسارت پر غصہ آیا یہ دونون سمجھے کہ آنحضرت اُن دونون سے ناراض ہین مگر کسی جگہ سے دودھ آیا تھا

آنحضرتؐ نے اسمین سے ان دونون کو ارسال کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ذات سے ناگواری نہ تھی بلکہ اِن کے اِس ناشایستہ قول سے ناگواری تھی کہ یہود کی مخالفت مین ایک غیر صحیح اور مضر فعل کا ارتکاب کیا جاے مسلمانون کو اِس امر کی تعلیم دی گئی کہ کسی حالت مین علے الرغم فعل کرنے کی حاجت نہین ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حکم حیض والی عورتون کا صاف کر دیا گیا۔

اس جگہ عن المحیض ہی محیض مین بلحاظ اس وزن صیغہ کے دو احتمال ہین یا تو یہ محل حیض کے معنے مین ہے یعنے حیض کے خارج ہونے کی جگہ مراد اُس سے عورت ہی یا یہ مصدر میمی ہے بعض نے فرق کیا ہے کہ جس حالت مین مکسور ہے تو اُس حالت مین مصدر میمی ہے اور مُراد اُس سے حیض کا خارج ہونا ہی لہذا اِسی احتمال آخر کو تقویت ہوتی ہے کہ سوال عورت کا حیض کی حالت مین نہین ہے بلکہ سوال اس حیض سے ہے کہ اسکا حکم کیا ہے اسی کے مطابق لفظ اذی بھی ہے اور والنساء فی المحیض بھی ہے کیونکہ عورت خود اذی نہین ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ کہا جاوے کہ عورتون کو حالت مین اس عورت کے جبکہ وہ حائضہ ہو علیحدہ کر دیہ دونون ایسے احتمال کے موافق ہین کہ معنی یہان محیض سے خود حیض ہے اسکو کہا گیا کہ وہ اذی ہے اور اِس کی وجہ سے جب عورتون کو حیض ہو اور وہ حالت حیض مین ہون تو انکو علیحدہ رکھو۔

اذی جو ناگوار ہو مگر خطرناک نہ ہو اسکو کہا ہی اسواسطے کہ حیض مثل بول و براز کے فضلہ رحم کا ہے ایک خون کی شکل مین نکلتا ہی مگر اسمین اسقدر سرخی در سرخی ہوتی ہے کہ وہ سُرخی کے باعث سیاہی کے قریب تک پہونچ جاتا ہے اور حدت و احتراق کی کیفیت اسمین ہوتی ہے تھوڑا تھوڑا نکلتا ہی اور اُسمین بڑی بُو ہوتی ہے بعض لوگون نے کہا ہے کہ جب اِن اوصاف کا خون ہو تو وہ حیض ہے اگر یہ اوصاف نہون تو وہ حیض نہین ہے نہ نماز ساقط ہے اسواسطے کہ یہ اوصاف نہ ہوئے تو احتمال ہوا کہ وہ خون حیض کا ہے یا نہین ہے اور احتمال سے کوئی حکم ثابت نہین ہوتا ہے اور تکالیف شرعیہ ساقط نہین ہوتی ہین دوسرا گروہ علما کا کہتا ہی کہ ہر خون کے اوصاف کو دیکھتے رہنا اور اسکو امتیاز کرنا حیض و غیر حیض سے دشوار ہے اسواسطے شارع نے بجاے خون کے ایک مضبوط مدت مقرر کر دی کہ اس مدت مین جو خون آئے وہ حیض ہی جو اسکے بعد آئے وہ استحاضہ ہے وہ ایک قسم کی غیر طبعی حالت ہے اسی وجہ سے استحاضہ کا روکنا صحت کی علامت ہی اور خون کا جو ایام مین آتا ہی نہ نکلنا بیماری کا باعث ہی حیض کا آنا علامت بلوغ دختر ہے جب حائضہ ہوگی تو بالغ ہو جائیگی اقل مدت جسمین کہ لڑکی عموماً بالغ ہوتی ہے ممالک حارہ مین جیسے عرب وغیرہ ہے نو برس ہین تو اگر

قبل نوبرس کے کوئی لڑکی خون دیکھے تو وہ حیض نہ ہوگا اسمین اختلاف ہی کہ نوبرس شروع ہوتے ہی بعض
ہوسکتی ہے یا نہین ایک جماعت کہتی ہے کہ اول مدت نوین برس مین داخل ہونا ہی اور دوسری
جماعت کہتی ہے کہ چھ ماہ گذرنے کے بعد ابتدائی مدت ہوگی اور اعتبار اسمین سنہ قمری کا ہے کیونکہ
اکثر مدت اسکی بلحاظ ماہ قمری کے ہوتی ہے اور اقل مدت حیض امام مالک کے نزدیک مقرر نہین ہے
امام شافعی کے نزدیک ایک دن رات ہی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین دن اور تین راتین
ہین اور اکثر مدت اس کی پندرہ دن اور اس کی راتین ہین اور جو اس سے زیادہ ہو وہ استحاضہ
ہے طہر کی اقل مدت پندرہ دن ہین اور اکثر کی کوئی حد نہین ہے بعض اوقات عورت مدت العمر
مین ایک ہی مرتبہ حایضہ ہوتی ہے اور پھر اسکو حیض ہوتا ہی نہین ہے غالباً چھ سات دن عورت
کو ہر ماہ مین حیض ہوتا ہے اور بقیہ مدت طہر کی ہوتی ہے امام احمد کے نزدیک اقل مدت طہر کی تیرہ
دن ہین حیض سے چند امور ممنوع ہوجاتے ہین نماز مگر اسکی قضا نہین ہے اور روزہ اسکی قضا
ہے اور اعتکاف اور مسجد مین جانا اور طواف اور قرآن شریف کو چھونا اور قرآن پڑھنا اور سجدہ کرنا اور
مرد کے ساتھ جماع کرنا پھر جب حیض سے فرصت ہوجاوے تو اسوقت بلا غسل کے جماع جایز ہے یا نہین
اسمین امام شافعی اور امام مالک اور اوزاعی اور ثوری کے نزدیک جایز نہین ہے اور امام ابوحنیفہ
کے نزدیک اسمین تفصیل ہے اگر دس دن سے کم انقطاع حیض ہوا تو بدون غسل کے جماع جایز نہین
ہے ورنہ جایز ہے اور عطاء و طاؤس کہتے ہین کہ موضع حیض کو دھو ڈالے اور وضو کرے اور جماع کرے
بعض نے صرف غسل موضع کو کافی سمجھا ہے لیکن جو لوگ غسل کو ضروری سمجھتے ہین وہ کہتے ہین کہ
اگر پانی دستیاب نہ ہوسکے تو تیمم غسل کے قائم مقام ہے یہ اختلاف جماع مین اسوجہ سے ہے کہ فلا
تقربوهن حتی یطهرن کی قرأت مین مبالغہ و عدم مبالغہ کی دونون قرأتین منقول ہوئی ہین مبالغہ
کی صورت مین غسل اور غیر مبالغہ کی صورت مین صرف انقطاع دم مراد لیا جا سکتا ہی اسی وجہ سے
امام ابوحنیفہ نے دونون قرأتون کو لے کے دو حال مین دونون حکم ثابت کیے اور یہ ہی مناسب
ہے اسواسطے کہ ہر قرأت منفصل ایک حکم ظاہر کرتی ہے ۞

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط پھر جب وہ پوری طرح پاک ہوجاوین تو ان سے
جماع کرو جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہی یعنی جس جگہ جماع کی اجازت دی یا جسوقت وہ روزہ دار نہین
معتکف نہون یا وہ محرمات سے نہون —

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اللہ توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہی جو مجامعت حائضہ یا مجامعت

نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ فَاۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ وَقَدِّمُوۡا
عورتین تمھاری کھیتی ہین تو اپنی کھیتی مین جیسے چاہو آؤ اور اپنے لیے
لِاَنۡفُسِکُمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ مُّلٰقُوۡہُ ؕ وَ
آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ یقیناً اُس سے تم ملنے والے ہو اور
بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝
بشارت دے مومنین کے لیے

بقیہ (صفحہ ۲۶۱) دبر مین نہین کرتے ہین ویحب المتطہرین اور دوست رکھتا ہی متطہرین کو کہ جو پاکیزہ ہین فواحش کے اور منہیات کے ارتکاب کرنے سے یا تائب وہ ہے کہ جو مرتکب ہو مگر خدا کی حکم کے باعث چھوڑ دے اور متطہر وہ ہے کہ جو خود اپنی لطافت طبیعت کے باعث ان امور کا ارتکاب ہی نکرے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ؂

یہ آیت بیان ہے آیت سابقہ کا جس مین ارشاد ہوتا ہی کہ عورتون سے مجامعت کرو جس طرح اللہ نے تم کو اجازت دی ہے

فاتوھن من حیث امرکم اللہ اس سے بتایا گیا ہے کہ غرض اصلی صرف قضاے شہوت نہین ہے بلکہ نسل کے قائم رکھنے کے باعث مجامعت کرنا چاہیے لہذا مجامعت وہین سے ہو جہان سے استقرار حمل ہو سکے وہ صورت صرف مجامعت قبل سے حاصل ہوتی ہے اِس آیت کا شان نزول بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ شان نزول یہ ہے کہ ایک عورت انصاریہ کے ساتھ ایک مرد قریشی نے عقد کیا انصار بوجہ یہود کے ہمسایہ ہونے کے اعتقاداً یہود کے موافق تھے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی شخص عورت سے مجامعت قبل مین دبر کیطرف سے کرتا ہے تو لڑکا احول پیدا ہوتا ہے اسی وجہ سے انصار اسکو ناگوار سمجھتے تھے اور قریش کو اس امر کی خبر تھی نہ اسکی ان کو پرواہ تھی اسواسطے وہ بلالحاظ اسکے کہ جس کروٹ ہو حالت جلوس مین ہو یا قیام مین ہو مجامعت کرتے تھے اور یہ صورت ان کو زیادہ مرغوب تھی یا اکثر ایسا کرتے تھے چنانچہ اُس قریشی مرد نے بھی اپنی زوجہ انصاریہ سے ایسا کرنا چاہا تو اُسنے اس سے گریز کیا اس مرد نے یا اُس عورت نے اسکا مسئلہ دریافت کیا تو اسپر یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہین کہ حضرت عمر نے اس مسئلہ کو دریافت کیا بعض کہتے ہین کہ یہود کی طرف سے یہ مسئلہ پوچھا گیا بہر تقدیر اجازت ہو ئی

کہ ہر صورت سے جماع ایسا کہ جو قُبل مین ہو جایز ہے تو اِس لحاظ سے معنی انّٰی کے کیف کے ہین
یعنے جسطرح چاہو محل حرث یعنی فرج عورت مین جماع کر سکتے ہو چاہے چت لٹا کے یا پٹ کھڑے
کھڑے یا بیٹھے بیٹھے ہر طرح جایز ہے جب کہ حرث کی جگہ پر ہو اور اذی ناگوار محل سے محفوظ ہے ظاہر
ہے کہ دُبر ہمیشہ محل اذی اور خلاف وضع فطری ہے بعض نے انّٰی کے معنی متی کے لیے ہین یعنی جب
چاہو رات دن جسوقت جی چاہے سوائے اُس صورت کے کہ عورت حلال نہ ہو یا وہ صائمہ یا حائضہ
ہو بعض نے اِس آیت سے جواز عزل پر استدلال کیا ہے حنفیہ کے نزدیک باجازت حرہ سے عزل
ہو سکتا ہے اور امتہ سے بلا اجازت اُس کے بھی عزل ہو سکتا ہے عزل کہتے ہین انزال دخول
مین نہ کرنا بلکہ انزال کے وقت جدا ہو جانا - یہ اقوال جمہور علما کے ہین مگر امام مالک سے اور اہل تشیع سے
مروی ہے کہ عورت سے مجامعت دبر مین بھی ہو سکتی ہے اُن کے ادلہ نہایت ضعیف ہین اُن
کے ذکر کرنے سے طبیعت مستکرہ ہے اس صورت مین این کے معنی مین انّٰی ہے مگر اصحاب امام
مالک اس کے جواز سے انکار کرتے ہین کیونکہ صراحۃً یہ مقصود آیت کے خلاف ہی ہمین تضییع ولد
ہے جسطرح لواطت اور اتیان حیوان اور عمل بالید سے ؛

وَقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ تو اپنے لیے آگے بھیجو اس سے بھی مراد یہی ہے کہ وہ کام کرو جو نتیجہ خیز ہو
وہ اتیان فی الفرج ہے اسواسطے کہ بہ نیت خالص کر کے ابقاء نوع انسان کے ارادہ سے اور ولد
صالح کے وجود مین آنے کی امید سے مجامعت کرنا باعث رضائے الٰہی و دخول جنت کا ہے ہو جسے
حکم ہوا کہ اپنے لیے پہلے سے کار خیر روانہ کر رکھو اسکی تاکید کی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ
اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ اُس سے ملنے والے ہو تو قضائے شہوت مین اسقدر دیوانہ
نہ ہو جاؤ کہ جانورون کی حرکتین کرنے لگو اور حلال و حرام کا امتیاز باقی نہ رکھو پھر اس وعید کے ساتھ
ہی موافق عادت مستمرہ کے وبشر المومنین ارشاد فرمایا کہ ایماندارون کو خوشخبری دو وہ موافق
حکم الٰہی کے ہر امر مین عمل کرنے کے باعث جنت مین داخل ہون گے اور خدا کی خوشنودی حاصل
ہو گی ؛

اِس جگہ دو امر ذکر کرنے کو رہگئے ایک یہ کہ حالت حیض مین جب کہ عورت سے صرف مجامعت ناجایز
ہے تو اور تمام طور کی مباشرت جایز ہے یا نہین احادیث تو اِس بارے مین بالکل صاف ہین
اُن سے جواز ثابت ہوتا ہے قرآن شریف سے بھی غور کرنے کے بعد جواز کا حکم نکلتا ہے اِس امر
پر اتفاق امت محمدیہ کا ہے کہ حالت حیض مین مجامعت حرام ہے ایسے ہی اس امر پر بھی اتفاق ہے

کہ مافوق السرہ تحت الرکبہ اپنی عورت سے استمتاع کرسکتا ہی یعنے ناف کے اوپر اور گھٹنون کے نیچے البتہ اختلاف ماتحت السرہ فوق الرکبہ مین ہے یعنی ناف سے نیچے اور گھٹنون کے اوپر استمتاع جایز ہے یا نہین امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کہتے ہین کہ استمتاع ماتحت السرہ فوق الرکبہ حرام ہے اسواسطے کہ قرآن شریف مین آیا ہے کہ فاعتزلوا النساء فی المحیض اور مراد اس سے یہ ہے کہ عورت سے زمانہ حیض مین تمتع اُٹھاؤ مگر فوق السرہ اور تحت الرکبہ بالاجماع استمتاع جائز ہے تب جہان اجماع جواز پر نہین ہے وہ حرمت مین داخل ہے وہ محل ازار ہے حضرت زید بن اسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ زمانہ حیض مین میری عورت کہان تک مجھے مباح ہے آپ نے فرمایا کہ ازار مضبوط باندھ پھر اوپر اُسکے جو جسم ہے اُسمین جو چاہے کر یعنے بوس وکنار وغیرہ بعض لوگون نے کہا ہے کہ سوائے فرج کے سب حلال ہے اسوجہ سے کہ معنی فاعتزلوا النساء فی المحیض کے یہ ہین کہ دور رہو عورتون سے محل حیض مین یعنی مقام خروج یعنے فرج کو چھوڑ دو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماسوا اسکے سب داخل حلت ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ ایک سوال یہ ہوتا ہی کہ شرع نے زمانہ حیض مین تو مجامعت کو ممنوع قرار دیا اور زمانہ استحاضہ مین کیون نہین ممنوع قرار دیا حالانکہ ہوا اذی مین وہ بھی داخل ہے کچھ تو کراہت طبیعت کو اس سے بھی ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ وہ کراہت اذی تک نہین پہونچتی ہے وہ مرض ہے اگر وہ بند ہو جاے تو صحت ہی اور کبھی استحاضہ کی حالت مین حمل قرار ہو جاتا ہی برخلاف حالت حیض کے اور نقصان حالت حیض مین مجامعت سے ہوتا ہے وہ حالت استحاضہ مین نہین ہوتا ہے ﴿

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ مستحاضہ کو چاہیے کہ بروقت نماز کے تازہ وضو کرے اور نماز پڑھے جب تک وقت نماز ہے اسی وضو سے نماز پڑھ سکتی ہے وقت کے خروج سے وضو بھی اسکا ٹوٹ جاتا ہے ہم لوگون کے نزدیک وہ مثل دوسرے اصحاب عذر کے ایسی ہی ہے البتہ مدت مقررہ جب حیض کی آوے تو نماز چھوڑ دے پھر بعد مدت غسل کرکے نماز پڑھے ﴿

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَ
اللہ کو اپنی قسمون کا نشانہ نہ بناؤ یہ کہ اس کو ہی ورا کرو اور پرہیزگاری کرو اور

تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ
اصلاح کرو درمیان لوگون کے اور اللہ تمھاری باتین سنتا ہے اور تمھارے حالات سے باخبر ہے اللہ

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ
مواخذہ نہین کرتا ہے لغو کا جو تمھاری قسمون سے ہو لیکن مواخذہ کرتا ہے اس سے جس کو تمھارے دلون نے

قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝
کمایا ہو اور اللہ بخشنے والا رحمت کرنے والا ہے

عموماً معاملات معاشرت اور میل جول مین لوگ قسمین کھایا کرتے تھے اس سے نفع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ یمین کے معنی قوت کے ہین اور یمین و قسم سے لوگ کلام مین قوت پیدا کرتے ہین اور بسا اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی تعظیم ملحوظ نہین رہتی ہے اس سے بے ادبی کے علاوہ بے اعتباری بھی بڑھتی ہے اسی واسطے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ کو اپنے حلفون کا نشانہ نہ بناؤ کہ بات بات پر اللہ کا نام لو اور اسم الٰہی کا جو اجلال ہے اور جو اسکے واسطے تعظیم لازم ہے وہ ترک ہو جاوے بلکہ بار بار اسطرح اللہ کا نام لینے سے آدمی بے پرواہ ہو جاتا ہے حالانکہ یمین کا مقصد یہ ہے کہ اسکو پورا کرے اور تقوے اور پرہیزگاری کا باعث بنے اور موقع سے تاکید کلام کرکے اصلاح درمیان دو مسلمان بھائیون کے کرائے جس سے اتفاق بڑھے اور اختلاف دور ہو۔

بعض نے عرضۃ کے معنی یہ لیے ہین کہ اسکو روک نہ ٹھیراؤ اچھی باتون کے کرنے مین قسم کھالے کہ یہ نہ کرونگا حالانکہ وہ شے صلہ رحم ہو یا اصلاح ذات البین ہو پرہیزگاری و تقوی کی بات ہو کہے کہ مین تو قسم کھا چکا ہون اب کیسے یہ کام کرون تو ایسا نہ کرنا چاہیے اسیوجہ سے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے حلف کیا اور جس شے پر حلف کیا ہے اس سے بہتر کوئی بات دیکھی تو تم کو چاہیے کہ وہ بہتر بات کرو اور حلف کا کفارہ دے دو۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ سنتا ہے جانتا ہے اسجگہ اسوجہ سے کہا گیا ہے کہ ایمان کو یہ نہ سمجھو کہ اسپر کچھ مواخذہ نہ ہوگا اللہ باتین سنتا ہے اور دل کے بھید جانتا ہے وہ ضرور جزا دے گا۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ اللہ لغو کا جو تمھاری قسمون مین ہے مواخذہ نہ کرے گا کیونکہ اسکے

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

ان لوگون کے لیے جو اپنی عورتون کی خوش صحبت مین کمی کرنے کی بابت مین قسم کھالیتے ہین مہلت انتظار چار ماہ ہین پھر انھون نے رجوع کر لیا اسی مدت مین تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر مصمم ارادہ کر لیا طلاق کا تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۶۵

یمین لغو

مواخذہ مین حرج عظیم ہے لیکن مواخذہ اُس سے کرے گا جو لغو نہین ہے بلکہ اسکے گناہ کو تمھارے قلب نے کمایا ہے اور اللہ بخشنے والا ہے اگر توبہ کرو اور کفارہ دو اور رحم کرنے والا ہے یمین لغو مین اختلاف ہو گیا ہے امام شافعی کہتے ہین کہ بغیر معنی سمجھے لا واللہ اور بلا واللہ کہنا لغو ہے حسب عادت قسم زبان سے نکلتی ہے یہان تک کہ قسم کھانے والے کو شعور بھی نہین ہوتا ہے کہ اُس نے قسم کھائی ہے اسپر کوئی مواخذہ نہین ہے یہ قول حضرت عائشہ اور شعبی اور عکرمہ کا ہے ضحاک کہتے ہین کہ یمین لغو وہ یہ ہے جسکا کفارہ ادا کر دیا گیا ہو۔

یمین غموس

بعض لوگ کہتے ہین یمین لغو وہ ہے جو ترک طاعت پر لائی گئی ہو امام ابو حنیفہ کہتے ہین کہ یمین لغو وہ ہے جس کو کسی نے گذرے ہوئے واقعہ کو سچ سمجھ کے تصدیق کی غرض سے کھایا ہو اسکے مقابل یمین غموس ہے کہ وہ بلا توبہ کے معاف نہین ہوتی ہے وہی مراد بما کسبت قلوبکم سے ہی وہ یہ ہے کہ انسان گذشتہ واقعہ پر قسم کھائے کہ ایسا ہوا خواہ کسی کے خوش کرنے کے لیے یا کسی کا حق تلف کرنے کی غرض سے یا جو مطلب ہو حالانکہ جانتا ہو کہ یہ واقعہ نہین گذرا ہے اور حلف کرنے مین بہ جھوٹ بولتا ہے تو یہ یمین غموس ہے اسکا گناہ کفارہ سے نہین جاتا ہے بلکہ توبہ کرنا چاہیے اور اگر کسی مخلوق کا حق تلف کیا ہے تو اُسکا تدارک کرنا چاہیے جب امید معافی کی ہے۔

ایلاء

اِس آیت کے قبل مطلقاً قسم کھانے کا حکم ہوا ہے اب اِس آیت مین مخصوص قسم ایک طرح کی عرب مین رائج تھی اسکا حکم ذکر کرتا ہے اُسکو ایلاء کہتے تھے یعنے ایلاء کی کمی کرنا و نقصان کرنا ہے ولا یاتل اولوا الفضل منکم اور لا یالونکم خبالا اسی معنی مین ہے پھر اس قسم کو کہنے لگے جسمین کسی کے نقصان پر حلف کیا گیا ہو اسکے بعد خاص کر کے اُس قسم کو کہنے لگے جسمین عورت سے ہمبستر

نہ ہونے پر قسم کھائی جاتی ہے چونکہ عورت کے حقوق سے اسکے ساتھ ہم بستر ہونا ہے اسواسطے اسکو نہ کرنا اُسکے حقوق مین کمی کرنا ہے اسی مناسبت سے اس قسم کو ایلاء کہنے لگے ایلاء کا مقصد عموماً یہ ہوتا ہے کہ عورت کو تنگ کیا جاوے عورت سے لطف باقی نہ رہے اور یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ اسکو چھوڑ نہ دیا جائے کہ وہ آزاد ہو کے اپنی دوسری فکر کرے تو اسوقت ایلاء کیا جاتا ہے جب لوگ کہتے ہین کہ عورت کا حق صحبت ادا کرو تو عذر کرتے ہین کہ ہم قسم کھا چکے ہین اگر طلاق کی خواہش کی جاتی ہے تو اسکو عار و ننگ کا حیلہ کر کے رد کرتے ہین نہین مانتے ہین خدا نے ایک مدت مقرر کر دی کہ اگر اتنی مدت مین رجوع نہ کر لیا تو پھر وہ طلاق ہو جاوے گی تاکہ یہ طریقہ مذموم ترک ہو جاوے ظاہر ہے کہ عموماً حلف مین کفارہ دینے کا یا توبہ کرنے کا ذکر ہے مگر اس حلف مین جسے ایلاء کہتے ہین کفارے کا ذکر نہین ہے اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ کفارہ نہو کیونکہ حلف ہی اسکا حکم اسپر بھی نافذ ہے ساتھ اسکے ایک امر زائد بھی ہے اسواسطے اسکو بیان کرنے کی حاجت ہوئی وہ بیان کر دیا گیا احادیث سے حلف کو توڑ کے بہتر کام کرنے کی اور کفارے کی تحریض معلوم ہوتی ہے وہی یہجگہ بھی کافی ہے اسواسطے رجوع کرنا ہی بہتر ہے۔ چونکہ ایلاء مین قسم جماع نہ کرنے پر ہوتی ہے جس سے بعد لازم آتا ہے اور بعد کا صلہ من سے آتا ہے اسوجہ سے یہ لون کا صلہ بھی من سے آیا۔ بعض لوگون کے نزدیک خود ایلاء ہی کا صلہ علے و من دونون سے آتا ہے بعضونکا گمان ہے کہ من بمعنی علی کے آتا ہے اور کبھی فی کے معنی مین آتا ہے کبھی زائد ہوتا ہے یہ سب محتمل ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ من نسائھم ظرف مستقر ہے ایک قرأت مین الو من نسائھم آیا ہے حضرت ابی یقسمون پڑھتے ہین اور تربص کے معنی انتظار و توقف کے ہین یہ پورا جملہ بمنزلہ استثناء کے ہے وَلٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ سے مگر جو ایلاء کرتے ہین ان کو گناہ نہین ہے کیونکہ ایلاء کو لازم دو باتین ہین ایک کفارہ دے کے رجوع کرنا تو اسمین بھی گناہ نہین ہے یا پورا کرنا قسم کا اور طلاق ہو جانا یہ بھی موجب اثم نہین ہے برخلاف دیگر یمین و قسم کے کہ اسمین خواہ نخواہ معصیت کا اندیشہ ہے ❊

فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ پھر اگر رجوع کرین تو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے یعنی اگر قسم کھا کے توڑ ڈالین اور اُسکا کفارہ دین تو اللہ اُن کو بخشدے گا اگرچہ خدا کی قسم کھا کے اُسکا پورا کرنا ضروری ہے مگر اسکے پورا کرنے مین ظلم ہے اور بوجہ طلاق ہے اسواسطے کہ یہ حق عباد سے ہے اور قسم کا پورا کرنا حق اللہ ہے حق اللہ کو وہ معاف کر دیگا اس اُمر سے مقصد ہے کہ اسکو خبث اور خلاف قسم کرنے کا

اللہ عذاب و مواخذہ نکرے گا اس سے کفارہ کا وجوب ساقط نہین ہوتا ہے جیسا کہ عموماً حلف
مین اسکے خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے اِس مین بھی لازم ہوتا لہذا چاہیے کہ قبل چار
ماہ گذرنے کے مجامعت کرے اور کفارہ دے تاکہ تعلق زن وشو کا باقی رہے اور اللہ کی شان
رحم و مہربانی اور عفو و بخشش پر اعتماد کرے کہ وہ اس سستی کو کہ حلف کو پورا نہ کیا درگذر کر دیگا
وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اگر قصد کر لیا انھون نے طلاق کا تو اللہ
ان کی باتون کو سننے والا ہے اور اُن کی نیات سے آگاہ ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ایلا کس
نیت سے کیا گیا ہے اور وہ الفاظ اُسنے کہے ہین جو ایلاء کے وقت کہے گئے اسجگہ یہ امر بھی ظاہر کر دینا
ضروری ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ایلاء مین شرط ہے کہ مجامعت نہ کرنے کے اوپر حلف چار ماہ سے
کم نہ ہو اگر چار ماہ سے کم ہو گا تو وہ موافق دیگر حلف وقسم کے ہوگا جس کو توڑنے کے کفارہ اداکرنا
ہوگا اور اگر نہ توڑے تو وہ طلاق نہوگی بلکہ چار ماہ گذرنے کے ساتھ ہی طلاق ہوگی نہ کفارہ ہوگا
بوجہ اتمام مدت حلف کے لیکن اگر بلا تعین مدت حلف کیا یا چار ماہ سے زیادہ کیا یا چار ماہ کا حلف
کیا تو وہ ایلاء ہوجاوے گا اور امام شافعی کے نزدیک چار ماہ سے کم یا چار ماہ تک حلف کیا تو
ایلاء نہ ہوگا اور امام نخعی اور ظاہریہ وغیرہ کے نزدیک اس قسم کا حلف کم چار ماہ سے ہو یا چار ماہ
کے لیے ہو یا زیادہ یا مطلقاً سب ایلاء ہے پھر اِس مدت ایلاء کے گذرنے کے بعد امام ابوحنیفہ
کے نزدیک طلاق ہوجاوے گی اسواسطے کہ اس کو حکم معلوم ہوگیا کہ اگر رجوع نہ کرے گا تو طلاق
ہے اُس نے رجوع نہین کی اور مدت بھی گذر گئی اُس کے اِس فعل سے طلاق ہوگئی اب
اس کی ضرورت نہین رہی کہ وہ زبان سے بھی طلاق دے مگر امام شافعی کے نزدیک محض
مدت گذرنے سے طلاق نہین ہوئی بلکہ عورت کو مطالبۂ طلاق کا حق ہوگیا اگر وہ چاہے تو
طلاق ہوجائے مرد اگر طلاق دیدے تو خیر ورنہ وہ حاکم کے ذریعہ سے طلاق حاصل کرسکتی ہے
فَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ کی عبارت بھی لفظاً اس قول پر امام شافعی کے دلالت کرتی ہے اور جو مقصد اِس
حکم کا ہے وہ بھی اسی طرح حاصل ہوتا ہے اسواسطے کہ مقصد تو اس حکم سے یہی ہے کہ عورتونکو اس قسم کے حلف سے
جو دشواری ہوتی ہے وہ رفع ہوجاوے اسمین نفع عورت کا ہے اسکو اگر اختیار نہ ہو تو یہ نفع منجر اضرار
کی جانب ہوجاوے گا امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ کی لفظ کرتی ہے اور عورت کا
ضرر اسطرح دفع ہوجاتا ہے کہ اسکو بعد اسکے بھی تجدید نکاح کا حق حاصل ہے اگر وہ چاہے اور اس کی خلاصی
کے لیے اگر قضاء قاضی یا مرد کی طلاق ضروری ہو تو آسانی نرہے گی بلکہ دشواری ہوجائیگی - واللہ اعلم

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا

اور مطلقات جن کو کہ ان کے ازواج نے طلاق دیدی ہے انتظار کرین اپنی ذاتون سے تین ایام حیض کی مدت تک

يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ

اور ان کو حلال نہین ہے کہ وہ اُس چیز کو چھپاوین جسکو اللہ نے ان کے رحمون مین پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ کے ساتھ

كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ

اور آخرت کے دن پر ساتھ ایمان رکھتی ہین اور ان کے مردان کو لوٹا لینے کے زیادہ

فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ

حقدار ہین اگر ان کو اصلاح منظور ہوا اور عورتون کو بھی ویسا ہی حق ہے جیسا کہ ان پر حق ہے

بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

موافق رواج کے اور مردون کو عورتون پر زیادہ حق ہے اور اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے

عدت طلاق

اوپر کی آیت مین ایلاء کے ذکر کے ساتھ طلاق کا بھی ذکر آگیا ہی اسواسطے کہ ایلاء کا اتمام یا تو رجوع پر ہوگا یا طلاق پر ہوگا۔ رجوع کی صورت تو وہی ہے جو متعارف ہے کہ اگر لفظا سے رجوع کرے تو رجوع ہوجاوے گا لیکن بلا عذر ایلاء کا رجوع مقاربت سے ہونا چاہیے کیونکہ ایلاء مین قسم اسی پر کھائی گئی تھی کہ مقاربت نہ کرے گا اسکا رجوع بھی مقاربت کے کرنے ہی سے ہوگا لیکن اسوقت تک یہ نہین بتایا گیا تھا کہ طلاق ہوجانے کی صورت مین کیا کرنا چاہیے اُسکے ظاہر کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ ایلاء سے لازمی طور پر طلاق تک نوبت پہونچ جاتی ہے مطلقہ عورت کو پہلے بہت دشواریان تھین لوگ طلاق دیتے تھے پھر بلا تعین مدت رجوع کر لیتے تھے عورتون کو یون انتظار کرنا پڑتا تھا کبھی اسی انتظار مین انکا کام تمام ہوجاتا تھا لوگ مطلقہ عورتون سے اس خوف سے نکاح نہین کرتے تھے کہ کہین ان کا زوج اول ناراض نہ ہوجاے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ رجوع کرلے رجوع کی تو کوئی مدت تھی نہین اسواسطے خدا نے ایک مدت مقرر کردی جسکو عدت کہتے ہین، اس مدت مین یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ رحم عورت کا صاف ہے یا نہین اس سے اختلاط نسب مین بھی نہین ہوتا ہے اور عورت کو بھی اس مدت کے بعد آزادی ہوجاتی ہے۔

بعض قبائل مین اس کی مدت تھی مگر وہ مدت بہت طویل تھی ایک برس کچھ دن اسپر عمل رہا پھر وہ منسوخ ہوگیا اب طلاق کی عدت معمولی عورتون کے لیے تین قرء ہین قرء کی جمع قروء ہے جسکا اطلاق

حیض پر بھی ہوتا ہے اور طہر پر بھی ہوتا ہے امام شافعی نے طہر مراد لیا ہی اور امام ابوحنیفہ وغیرہ نے
حیض مراد لیا ہے الحاصل وہ عورت کہ جسکو حیض ہوتا ہے اسکو تین قرء انتظار کرنا چاہیے لیکن یہ
حکم عام نہین ہے کیونکہ ہر مطلقہ پر یہ حکم صادق نہین آتا ہے بعض مطلقات وہ ہین جن کو حیض آتا ہی
نہین ہے لہذا یہ مطلقات مخصوص ہین اسی وجہ سے کہا جاتا ہی کہ الف لام استغراق کا نہین ہی ایک مطلقہ
وہ ہے جسکو عدت کی ضرورت ہی نہین وہ وہ ہے جسکو قبل خلوت صحیحہ کے طلاق دیدی گئی ہو ظاہر
ہے کہ ایسے مرد سے رجوع کی توقع نہین اور انتظار طہارت رحم کی بھی حاجت نہین کیونکہ مقاربت کی نوبت
ہی نہین آئی ہے دوسری وہ مطلقہ ہے جسکو حیض آنا بوجہ کبرسنی کے بند ہوگیا ہو یا وہ صغیرہ ہے کہ اسکو
حیض آنا شروع ہی نہین ہوا ہے اسکی مدت حیض سے ہو ہی نہین سکتی ہے اسکے لیے شرع نے حیض
کے قائم مقام ماہ قرار دیے ہین تین ماہ اُس کی عدت ہی تیسرے وہ مطلقہ ہے کہ جسکو حیض ہوتا ہے
تو اسکی دو صورتین ہین یا تو وہ حاملہ ہے یا حاملہ نہین ہے اگر حاملہ ہے تو اسکو وضع حمل تک انتظار کرنا چاہیے
مراد حاملہ سے وہ ہے جس کا حمل معلوم ہوگیا ہے اور غیر حاملہ سے وہ ہے کہ جس کا حمل متعین نہین ہے تو اب
اسکی عدت حیض سے اعتبار کی جاوے گی خواہ خود زمانہ حیض سے یا طہر سے جو بعد اسکے ہوتا ہے لفظ
قروء دونون کو شامل ہے اور چونکہ یہ مشترک ہے اور لفظ مشترک محتاج قرینہ کی طرف ہی اور قرینہ یہان
مختلف ہی اسواسطے اُسکے تعین معنی مین بھی اختلاف ہوگیا ہے ہم نے جیسا اوپر ذکر کیا ہے کہ امام شافعی
طہر مراد لیتے ہین اور امام ابوحنیفہ حیض مراد لیتے ہین یہ اختلاف بوجہ قرینہ کے اختلاف کے ہی مگر قوی قرینہ
یہی ہے کہ مراد حیض ہو اور یہی قول ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ اور حسن بصری کا ہے اور ممکن ہے
کہ اس تفسیر کی تائید ایک حدیث مشہور سے کی جاوے جس کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد قرء سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کو لیا ہے جس کو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارقطنی
نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا طلاق الامۃ تطلیقتان وعدتھا
حیضتان طلاق لونڈی کی دو طلاقین ہین اور اس کی عدت دو حیض ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ
حرہ اور امۃ مین بلحاظ قرء کے کوئی فرق نہین بلکہ بلحاظ شرف حرمت حریت عدد کا تفاوت ہے اس
کی عدت مین حیض کا ذکر فرمانا دلیل ہے کہ حساب عدت کا حیض سے ہی تو جب لفظ قروء ارشاد ہوا ہی
تو معلوم ہوا کہ مراد اسجگہ قرء سے حیض ہے کہ طہر باقی قرائن فریقین کے متضاد ہین اس جگہ ایک قاعدۂ
نحویہ کا ذکر کر دینا بھی مناسب ہے وہ یہ کہ قرء کی جمع اقراء بھی ہے اور قروء بھی ہے مگر اقراء جمع قلت ہے
اور قروء جمع کثرت ہی جمع قلت کا لانا یہان مناسب تھا اسواسطے کہ صرف تین عدد ہین اور جمع کثرت کا

لانا مناسب نہ تھا حالانکہ لائی گئی جمع کثرت اِس سے معلوم ہوا کہ یہ نحو کا قاعدہ کلی نہین ہے بلکہ اِس مین بلغا توسع کرتے ہین اور جمع قلت کی جگہ پر جمع کثرت اور جمع کثرت کی جگہ پر جمع قلت بولتے ہین مگر اِس توسع مین بھی کلام بلیغ مین کوئی نہ کوئی فائدہ مضمر ہوتا ہے وہ اسجگہ غالبًا یہ ہے کہ اسجگہ مراد جمیع مطلقات ہین جو آزاد ہون اور وہ غیر منحصر ہین اُن پر جمع کثرت کا لانا ہی زیادہ مناسب ہے ان کے مقابل حیض تھے جمع در جمع ہوئی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ اور اُن عورتون کے لیے حلال نہین ہے کہ وہ پوشیدہ رکھین اُس چیز کو جسے اللہ نے اُن کے ارحام مین پیدا کیا ہے ؛

مراد مَا خَلَقَ اللّٰهُ سے ابن عباس نے ولد لیا ہے اور عکرمہ نے حیض کو لیا ہے اور حضرت ابن عمر دونون کو مراد لیتے ہین مقصد یہ ہے کہ ان عورتون کو جن کو طلاق دی گئی ہے یہ حلال نہین ہے کہ جو حالت اُن کے رحم کی ہو اُسکو وہ پوشیدہ رکھین ان کے رحم مین اگر اللہ نے ولد پیدا کر دیا ہے اسکو ظاہر کرین اور اگر حیض ہے یا طہر ہے اسکو ظاہر کر دین نہ تو اس خیال سے جھوٹ کہین کہ مرد شاید پھر رجوع کر لے نہ اس خیال سے جھوٹ کہین کہ آزادی جلدی ہو جاوے بلکہ صحیح صحیح حال ظاہر کرین جو ہو یہی قول اکثر لوگون نے اختیار کیا ہے ابن عباس کے قول کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہین کہ دم حیض رحم مین پیدا نہین ہوتا ہے ۔ اور عکرمہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ حاملہ کو حیض نہین ہوتا اسکو ذوات قروء کہتے ہی نہین ہین لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ گو دم حیض رحم مین مخلوق نہین ہوتا مگر اس حالت کا تعلق رحم سے ہے تو اسکو رحم کی جانب منسوب کر سکتے ہین اسی طرح یہ امر بھی ظاہر ہے کہ حمل کا پہلے سے ظاہر ہونا ہر جگہ ضروری نہین ہے اور صرف حبس حیض دلیل حمل نہین ہے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے امور مین عورت کا قول مقبول ہے ورنہ اُن کو عدم کتمان کا حکم فضول ہوتا ہے؛

عورت کے قول کا اعتبار ہے

إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اگر وہ اللہ کے اوپر اور آخرت کے دن کے اوپر ایمان رکھتی ہین یہ شرط ہے اِس امر کی کہ انپر کتمان حرام ہے مگر مراد اس شرط سے احتراز نہین ہے کہ جو عورت مومن نہ ہو اسکو کتمان حرام نہ ہو بلکہ مقصد صرف تاکید ہے ؛

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا اور ان کے خاوند انکو زیادہ حق ہے انکو لوٹا لینے کا اس مدت مین اگر وہ ارادہ اصلاح کا کرتے ہین اِس سے تحریض اس بات کی ہے کہ رجوع کرنا طلاق مین خصوصًا طلاق رجعی مین مرغوب و محبوب ہے طلاق رجعی مین عورتون کو رجوع مین کوئی

اختیار نہین ہے اور طلاق باین مین اگر وہ مغلظہ نہ ہو بعد عدت کے نکاح کا اختیار ہے یہ لفظ تربصن
دونون کو شامل ہے یعنی اگر طلاق رجعی ہے تو مرد کو رجوع کرنا چاہیے وہ زیادہ مناسب ہے اس سے
کہ طلاق ہو کے مفارقت ہو جائے اللہ نے طلاق کو اگرچہ مباح کیا ہے مگر اسکے نزدیک یہ فعل پسندیدہ
نہین ہے اور اگر طلاق باین ہے تو بھی اُس مرد کو اور اُس عورت کو چاہیے کہ پھر سے باہم نکاح
کر لین جدائی اور افتراق نہ اختیار کرین اور اس رجوع مین خواہ اندر عدت کے طلاق رجعی مین
ہو یا بعد عدت کے نکاح سے مرجوع ہو مقصود اصلاح ہونا چاہیے نہ کہ افساد یہ شرط واقعی ہے
مراد یہ نہین ہے کہ اگر رجوع مین اصلاح مقصود نہین ہے تو رجوع جایز نہوگا رجوع تو نافذ ہو جاویگا
مگر یہ فعل مستحسن نہوگا فعل مستحسن اسی صورت مین ہے جب کہ رجوع مین مقصود اصلاح ہو اس سے
ایک رسم مذموم کے ترک کرنے کا حکم ہوا جو رایج تھی کہ عورت کو طلاق رجعی دیتے تھے جب عدت
تمام ہونے لگتی تھی پھر طلاق دیتے پھر رجوع کر لیتے اس رجوع مین اصلاح مقصود نہ تھی بلکہ
عورت کو ضرر پہونچانا مقصود تھا اُس کے ترک کرنے کی وجہ سے یہ شرط لگائی گئی ؛
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور ان کے لیے ویسا ہی ہے جیسا کہ انپر ہے عادت و
رواج کے موافق یہ جملہ صنعت احتباک مین نازل ہوا ہے وَلَهُنَّ عَلَيْهِمْ مِثْلُ الَّذِي لَهُمْ عَلَيْهِنَّ
مگر اول حصہ سے علیہم محذوف ہے علیہن کی وجہ سے کہ وہ اس حذف پر قرینہ ہے اور دوسرے
حصہ مین لہم محذوف ہوا سوجہ سے کہ لہن جزو اول مین اسکے حذف پر قرینہ موجود ہے مقصد
یہ ہے کہ جسطرح مرد کے حقوق عورت پر ہین اُسی طرح عورت کے حقوق مرد پر ہین مراد اس سے
یہ نہین ہے کہ جو باتین عورتون کو کرنا ہین مردون کے لیے وہی باتین مردون کو کرنا چاہیے
عورتون کے لیے مثلاً وہ کپڑے دھودین کپڑون کو سئین پانی بھرین کھانا پکائین تو مردون
کو بھی اُن کے لیے یہ سب باتین کرنا پڑین بلکہ اُن کو وہ کرنا چاہیے جو اُن کے مناسب حال ہے
اور ان کو وہ کرنا چاہیے جو ان کے مناسب حال ہے اس کی تصریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اچھی طرح فرما دی ہے ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن الاحوص سے روایت
کیا ہے نہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ رہو کہ تمھارے لیے عورتون پر تمھارا حق ہے
اور عورتون کے لیے تمھارے اوپر حق ہے لیکن تمھارا حق عورتون پر یہ ہے کہ تمھارے بچھونوں کو جسکو
تم برا سمجھتے ہو نہ روندین اور نہ تمھارے گھر مین وہ کوئی آئے جس کو تم ناپسند کرو آگاہ
ہو جاؤ کہ ان کا حق [illegible] ہے کہ تم ان کو کھانا کپڑا اچھا دو ان کو کھانا دینے دو حضرت ابن عباس سے

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ

طلاق دو بار ہین پھر تو وہ یا دستور کے موافق گھر مین رکھے یا خوبی سے رخصت کرے اور تمکو جائز نہین ہے

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ

کہ واپس لو اس مین سے کچھ جس کو تم نے انھین دیدیا ہے مگر جب دونون کو ڈر ہو

اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا

کہ خدا کے احکام پر قایم نہ رہینگے تو اگر تم کو بھی خوف ہو کہ وہ دونون

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ

خدا کے حکموں پر قایم نہ رہینگے تو ان دونون کو کوئی مضایقہ نہین ہے اس چیز مین جس کو عورت اپنے فدیہ مین

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

دیدے یہ اللہ کے احکام ہین ان سے تجاوز نہ کرو جو خدا کے حدود سے

اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

آگے بڑھجاتا ہے وہی لوگ ظالم اور حد سے بڑھجانیوالے ہین

بقیہ صفحہ ۲۷۲

مروی ہے آپنے فرمایا مین اپنی عورت کے لیے بناؤ سنگار کرتا ہون اسوجہ سے کہ اس سے مین اسی کی خواہش کرتا ہون اور اسپر دلیل اِس آیت کو پڑھا. فقہانے تصریح کی ہے کہ حالت جماع سے جہانتک ممکن ہو جلد فراغت نہ کرے کہ اسکی حاجت پوری ہوجاوے اور اسکی خواہش باقی ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ باوجودیکہ عورت کا حق مرد پر ہے مرد کو ایک منزلت ہے عورت کے مقابل اسکو ارشاد فرماتا ہو اور مردون کے لیے عورتون پر ایک درجہ ہے درجہ زینہ کو کہتے ہین جس سے مراد تفوق ہے اور وہ تفوق محض اس امر کا ہے کہ اسکے ذمے قیام بیبیے اور یہ عورتکے حقوق وحفاظت کا ذمہ دار ہے اس سے عرب کی مذموم عادت کی بھی اصلاح ہوئی وہ عورتون کو بالکل ذلیل رکھتے تھے اور ان کے کسی حق کو مرد پر تسلیم نہین کرتے تھے اور اس امر کا بھی تحفظ ہوا جو آزاد اقوام مین رائج ہے کہ عورتون کو بے قید چھوڑدیتے ہین اور مفاسد کا باعث ہوتا ہے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے جو حکم دیا وہ اسکی ربوبیت اور مالکیت پر دلالت کرتا ہو مگر وہ حکم محض فضول نہین ہے بلکہ اسمین بندونکے لیے مصالح اور حکمتین ہین حکیم کا فعل ہے جو حکمت سے خالی نہین ہے۔

اُوپر ایک طلاق کا ذکر ہوا ہے اور وہ طلاق ضمن مین ایلاء کے ہو اس کے دو پہلو تھے ایک یہ کہ

قبل مدت گذرنے کے رجوع کرلے دوسرے طلاق ہوجاوے رجوع کرنے کی صورت مین دستور
کے موافق تعلق قایم رکھنے کا حکم ہوا اور طلاق ہوجانے کی صورت مین عدت بیٹھنے کا حکم دیا
گیا اور عدت بتادی گئی اسکے بعد دو امر اور کے حکم پر ظاہر کرنے کے قابل رہ گئے تھے وہ ذکر فرماتا
ہے تاکہ حکم صاف و واضح ہوجاوے ایک امر یہ کہ رجوع کب تک ہوسکتا ہے دوسرے یہ کہ طلاق
علاوہ ایلاء کے کس طرح دینا چاہیے طلاق کا مقصد یہ ہے کہ جو تعلق نکاح سے قایم ہوا تھا وہ
توڑ دیا جاوے ظاہر ہے کہ امر بہت نامناسب ہے مگر بعض مواقع پر یہ ضروری ہے اسواسطے کہ
نکاح کی حالت مین اگر حسن معاشرت نہ رہے تو زندگی وبال ہوجاتی ہے اور کبھی اسقدر باہم نفرت
ہوجاتی ہے کہ کسی طرح حسن معاشرت سے بسر ممکن ہی نہین رہتی ہے یہ امر ناگواری کا کبھی دونون
طرف سے ہوتا ہے کبھی صرف مرد کو ناگواری ہوتی ہے کبھی صرف عورت کو اسوجہ سے قطع تعلق کی
خواہش کبھی مرد کرتا ہے کبھی عورت کرتی ہے اور یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ مرد کو گونہ تفوق عورت پر ہے اسلیے
اسکو طلاق کا اختیار بالاستقلال ہے مگر عورت کو بوجہ عقل کی کمزوری کے خود طلاق کا اختیار نہین
ہے بلکہ اسکو اگر لاچاری سے طلاق لینا ہے تو وہ حاکم سے یا اپنے وکلا کے ذریعے سے طلاق لے سکتی
ہے اس صورت مین مرد کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اسپر مالی بار زیادہ ہے اسواسطے عورت کو طلاق
لینے مین کچھ عوض بھی دینا پڑتا ہے اور عورت کے لیے طلاق کے وقت مہر جو کہ عوض منفعت کا ہے
دینا لازم ہوجاتا ہے اس لحاظ سے دونون حالتون مین دونون کا لحاظ ہوتا ہے اگر مرد طلاق
دے تو اس کی چند حالتین ہین ان سب کا حکم مذکور ہوا اور عورت طلاق لے تو اسکی جو صورت
ہے وہ مذکور ہوئی۔ طلاق کے مسئلہ مین موافق دیگر مسائل کے شرع اسلام مین اعتدال
رکھا گیا ہے نہ تو مثل یہود و عرب کے امر طلاق بالکل معمولی شے کردیا گیا ہے نہ موافق نصاریٰ کے
مطلقًا ناجایز کیا گیا ہے سوا اس صورت کے کہ جب عورت بدکار ہوجاوے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ
عرب جب چاہتے طلاق دیدیتے تھے اور جب چاہتے تھے رجوع کرلیتے تھے غالبًا یہود اب بھی ایسا
ہی کرتے ہون نصاریٰ کو جب کسی طرح بسر بری کی صورت نہ دکھائی دیتی تو وہ جھوٹے دعوے
زنا کے کرکے اپنی نجات حاصل کرتے تھے مسلمانون کو ان دونون باتون سے کوئی سروکار نہین
ان کو حکم دیا گیا کہ وہ طلاق کو حتی الوسع نہ اختیار کرین جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ مباح
باتون مین طلاق بہت ہی ناپسندیدہ اللہ کے نزدیک ہی مباح بھی ہے اس طور پر جسمین ہر موقع
پر اختیار ہے کہ پھر تعلق قایم کرلیا جاوے البتہ وہ صورتین جس مین عورتون کو تنگ کرنا مقصود ہے

ممنوع کی گئی ہین مرد کو طلاق دینا ہو تو اسکے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے ایکہی
بار نہ دینا چاہیے بلکہ یکے بعد دیگرے طلاق دیجاوے اسکا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہو کہ وہ
طلاق جسمین رجوع ہے وہ دو ہی مرتبہ تک ہی پہلے معنی سے یہ فائدہ ہوا کہ مرد سوچ سوچ کے طلاق
دے دوسرے معنی سے یہ فائدہ ہوا کہ بار بار رجوع کر کے عورت کو تنگ نہ کرنے پاوے چنانچہ
شان نزول مین اِس آیت کے مروی ہوا ہے کہ ایک انصاریہ کے خاوند نے اُس سے کہا کہ
مین نہ تو تجکو چھوڑون گا نہ زن وشو کا تعلق رکھونگا اُسنے کہا کہ اسکی کیا صورت ہو اُس نے
جواب دیا کہ مین طلاق دونگا جب عدت تمام ہونے لگی گی پھر رجوع کر لونگا اور ایسا ہی عرب
مین ہوتا تھا سیکڑون مرتبہ طلاق دیجاتی تھی اور رجوع ہوتا تھا عورت نے اِس امر کو حضرت
عائشہ سے عرض کیا آپ نے آنحضرت کی خدمت مین گذارش کی اسوقت یہ آیت نازل
ہوئی ارشاد ہوا کہ طلاق جسمین رجوع ہوسکتا ہے وہ دو ہی مرتبہ ہے اسکے بعد پھر رجوع
نہین ہوسکتا ہے جیسا کہ آگے اسکا حکم آتا ہو امام ابوحنیفہ نے معنی اول کو ترجیح دی ہے اور
وہ کہتے ہین کہ ایک مرتبہ تین طلاقون کا دینا حرام ہے امام شافعی جایز سمجھتے ہین بعض ارباب ظاہر
و ابن تیمیہ سرے سے نافذ ہی نہین کہتے ہین امام شافعی کا مسلک دوسرے معنی کی بنا پر ہے ابن تیمیہ
وغیرہ نے اجماع امت کے خلاف بعض صحابہ کے اختلاف سابق کی پیروی کی ہے صحیح
مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے کہ اس قسم کی طلاق حرام تو ہے مگر کوئی دے تو واقع ہو جاتی ہے
جسطرح بیع فاسد ہے کہ حرام ہے مگر ملک قبضہ سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اِس جگہ یہ امر یاد رکھنا چاہیے
کہ دو مرتبہ تک طلاق دے کے رجوع کرنا اُسی صورت مین جایز ہے جب کہ عورت سے خلوت صحیحہ
نہ ہوا ور طلاق رجعی ہو بائن نہ ہو لیکن اگر عورت سے خلوت صحیحہ نہین ہوئی اور طلاق دیدی گئی
یا بینونت ہو گی یا خلع ہو گی جیسا کہ آگے آتا ہے تو اس صورت مین رجوع صحیح نہین ہے البتہ
عدت گذرنے کے بعد پھر بتراضی طرفین نکاح جدید ہوسکتا ہے سولے اُس صورت کے جب کہ
طلاق مغلظہ ہو کہ پھر نکاح جدید بھی نہین ہوسکتا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے رجوع طلاق صریحی
سے ہوتا ہے طلاق بالکنایہ سے بینونت ہوتی ہے طلاق کا لفظ صریحی یہ لفظ طلاق ہے اور جو
اسکے ہم معانی ہے اور باقی الفاظ کنایہ ہین جن سے طلاق رجعی نہین ہوتی ہے حاصل یہ ہے
کہ یہ حکم صرف طلاق رجعی کا ہو اور یہ مشروط ہے جب کہ عورت جس کو طلاق دیجاوے وہ حرہ ہو
اگر وہ امتہ ہو گی تو دو طلاق اُسکے لیے مغلظہ ہو جاوین گی مگر امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد

کہتے ہین کہ اگر طلاق دینے والا آزاد ہوگا تو دو طلاقون تک رجوع کا اختیار ہے ورنہ نہین ہے
فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ پھر دستور کے موافق روک لینا ہے یعنے جب رجوع کرے تو اسکو چاہیئے
کہ اسی طرح اپنے نکاح مین رکھے جیسا کہ دستور ہے اور موافق حکم شرع کے جو نکاح سے حقوق
لازم ہوتے ہین ان کو ادا کرے اور صحبت و معاشرت مین اچھا طریقہ رکھے طلاق کی وجہ سے
جو تنفر ہو گیا تھا اس کو دفع کرکے مل ملجاوے -

اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ یا چھوڑ دینا نیکی کے ساتھ یعنے اگر رجوع کی خواہش نہین ہے تو اسکو خوبی سے
رخصت کر دے یا مراد یہ ہے کہ چھوڑے رکھے کہ وہ آسانی سے عدت کے دن پورے کرے بعض
لوگ کہتے ہین کہ تمام حقوق مالی اس کے دیکے رخصت کرے اور اسکو جدائی کے بعد برائی سے نہ
یاد کرے اور نہ لوگون کو اُس سے متنفر کرے اسکو اسکے حال پر چھوڑ دے ؎

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اور یہ حلال نہین ہے کہ جو کچھ تم نے دیا ہے
وہ اُن سے واپس لے لو - یعنے مہر اور نان و نفقہ کے لیے جو کچھ دیا ہے جو زیور وغیرہ دے ڈالا ہے
انھین سے کوئی شئے واپس نہ لو -

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ مگر یہ کہ دونون کو خوف ہو کہ احکام الٰہیہ بجا نہ لائینگے
اس جگہ سے دوسری صورت طلاق کی ذکر کی گئی ہے جس کو خلع کہتے ہین ارشاد ہوتا ہے کہ
کسی قسم کی کوئی چیز طلاق کے وقت واپس نہ لیجاے سوا اُس صورت کے جب کہ دونون
کو خوف ہو کہ حقوق مقررہ ادا نہ ہونگے خصوصاً حسن معاشرت و صحبت باقی نہ رہے گی حسب دستور
رہایش ناممکن ہے اطاعت و فرمانبرداری زوج کی زوجہ سے نہ ہو سکے گی ایسے ہی امور مین
جو حقوق زوجیت مین مذکور ہین ؎

اس آیت کے شان نزول سے اس کی تفسیر اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے اسواسطے وہ مذکور ہوتا ہے
ایک عورت تھین جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی یا حبیبہ بنت سہل الانصاری انھون نے عقد ثابت
بن قیس بن شماس سے کیا تھا ثابت بن قیس سے ان کو دلبستگی نہ تھی ان کی صورت ان کو پسند
نہین آتی تھی اگرچہ ثابت بہت ہی مرغوب رکھتے تھے ان کی بد دلی کے باعث روز ناخوشگواری
پیدا ہو جاتی تھی انھون نے اپنے ماں باپ سے شکایت کی مگر انھون نے نہ مانا کہ ان کی مدد کرین
اگرچہ یہ بہت سے الزامات دیتی تھی ناچار انھون نے آنحضرت سے عرض کیا اور صاف صاف
بیان کر دیا کہ یارسول اللہ یہ اچھی طرح پیش آتا ہے مجھے چاہتا بھی ہے مگر میرا دل اسکی طرف مائل

نہین ہوتا مجھے اندیشہ ہے کہ کہین اسلام لاکے مین گناہ کفران عشیرہ کا نکرون اسواسطے مین چاہتی ہون کہ مجھے ان سے رہائی کروا دیجیے آنحضرتؐ نے ثابت بن قیس سے ارشاد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو انھون نے عرض کیا آہ یارسول اللہ آپ کے ارشاد سے مین اس کو چھوڑے دیتا ہون مگر مینے اس کو ایک کھجور کا باغیچہ دیا ہے حضور اسکو واپس کرا دین آپ نے اُن بیبی سے ارشاد فرمایا کہ کیا کہتی ہو انھون نے کہا کہ یارسول اللہ مین باغیچہ واپس کر دون گی یہ مجھے چھوڑ دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اس سے معلوم ہوا کہ خلع مہر کے عوض بھی ہو سکتا ہے اور کسی مال کے بدلہ بھی ہو سکتا ہے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ پھر کوئی مضایقہ نہین ہے دونون پر اُس مین جس کو عورت اپنے فدیہ مین دے۔ یعنی عورت کو مرد سے جدائی کر لینا اس صورت مین کوئی مضایقہ نہین رکھتا ہے جب کہ اسکو خوف ہو کہ وہ معصیت اور ہلاکت مین گرفتار ہو جاوے گی اور مرد کو بھی کوئی مضایقہ نہین ہو کہ جب اُسکی مرضی کے خلاف عورت طلاق لینا چاہتی ہے تو وہ مال لے لے اور اسکے عوض طلاق دے مال عام ہے خواہ مقدار مہر ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ یہ حدود اللہ ہین یعنی احکام ہین اشارہ الطلاق مرتٰن سے آخر تک جسقدر امور بیان کیے گیے ہین سب کی طرف ہے۔

فَلَا تَعْتَدُوهَا اُن سے تجاوز نہ کرو اسطرح کہ چھوڑ دو اور خلاف کرو۔

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ۝ اور جس نے اللہ کے حدود اور احکام سے تجاوز کیا تو وہی لوگ ظالم ہین، اس مین کمال تاکید اس امر کی ہے کہ خلع اور طلاق موافق احکام الٰہیہ کے ہو اس سے تجاوز نہ کیا جاوے ورنہ ظلم ہوگا جو گناہ شدید ہے۔ حاصل یہ ہے کہ طلاق یکے بعد دیگرے ہونا چاہیے چاہیے کہ ہر طہر مین طلاق دے تین طلاقین تین طہر مین ہون اسی طرح خلع اُسوقت ہو جب کہ خوف اس امر کا لاحق ہو جاوے کہ احکام الٰہی کی اتباع نہ ہوگی اگر خوف نہ ہو تو خلع نہ کرانا چاہیے اسی طرح یہ بھی لازم آتا ہے کہ جسقدر وہ عورت فدیہ دے اُس سے کچھ لینا چاہیے اور جتنا دیا ہے اس سے زیادہ نہ لینا چاہیے باوجودیکہ اگر اسکے خلاف کیا گیا گناہ ہوگا اور طلاق و خلع کا حکم نافذ ہو جاوے گا نفاذ امر آخر ہے اور حرمت امر آخر ہے جیسے بیع اذان جمعہ کے وقت۔ واللہ اعلم۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

پھر اگر اس نے طلاق دیدی تو اسکو حلال نہین ہے اسکے بعد یہانتک کہ دوسرا خاوند نکاح کرے

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ

پھر اگر یہ طلاق دیدے تو کچھ مضایقہ نہین ہے ان دونون پر کہ پھر لوٹا لین اگر گمان

يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

کرین کہ احکام الٰہی بجالائین گے اور یہ حدود اللہ کے ہین جن کو ظاہر کردیا ہے اس نے

يَّعْلَمُوْنَ ۝

جاننے والون کے لیے

اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ایک طلاق مثل ایلار کے ہے دوسری طلاق دومرتبہ علٰحدہ علٰحدہ ہے اسکے بعد یا رجوع کرلینا ہے یا طلاق دیدینا ہے جسکو او تسریح باحسان سے بیان کیا ہے اسی تیسری طلاق کے متعلق یہ حکم ذکر کیا جاتا ہے اس درمیان مین عدت اور خلع کا ذکر بھی آگیا جو بطور متممات کے تھے اب جملہ طلاق سے متعلق کیا گیا ہے کہ اگر تیسری طلاق بھی اُسنے دیدی تو پھر بدون اسکے کہ دوسرا شخص نکاح کرے اور اس سے خواہش پوری ہو جاوے وہ طلاق دیدے تو البتہ پہلا خاوند اس عورت سے اس کی عدت گذرنے کے بعد نکاح کرسکتا ہے یہ مسئلہ حلالہ کا کہلاتا ہے اس کو بطور اعتراض کے غیر مسلم ذکر کرتے ہین اور بعض مدعیان اسلام اس اعتراض کے خوف سے مسئلہ حلالہ ہی سے انکار کرتے ہین حالانکہ یہ نص صریح ہے اسمین شک نہین کہ اگر قرآن وحدیث سے حیلہ رجوع کا بعد طلاق مغلظہ کے حلالہ بتایا جاتا ہے تو قابل اعتراض تھا صورت تو اسی قدر مذکور ہوئی کہ اتفاقاً اگر زوج ثانی بھی طلاق دیدے تو آیا زوج اول کے لیے عورت حلال ہوسکتی ہے یا نہین حکم اسلامی یہ ہے کہ حلال ہوسکتی ہے اسمین کوئی خرابی نہین ہے اسکا یہ مطلب نہین ہے کہ اس قسم کی طلاق کے بعد خواہ نخواہ حلالہ کرلیا جائے مقصد اس حکم سے علاوہ تطویل مدت مفارقت اور تجربہ شخص آخر کے یہ ہے کہ جب تسریح و طلاق کے بعد صورت پیش آنے والی یہ ہوگی کہ عورت دوسرے مرد کے پاس رہے بغیر نکاح مین نہین آسکتی تو مرد بہت احتیاط کرے گا اور تیسری طلاق نہ دے گا اسجگہ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اگر حلالہ کی شرط اصل نکاح مین ہو تو کسی کے نزدیک نکاح صحیح نہین ہے اگر خیال مین ہو تو البتہ اختلاف ہے بعض اس صورت کو

طلاق مغلظ

حلالہ

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ
اور جب عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت پوری کرلینے کو پہونچ جائیں

بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا
تو ان کو دستور کے موافق رکھ لو یا دستور کے موافق رخصت کرو اور ان کو ضرر پہونچانے کے

لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا
لیے نہ رکھو کہ ان پر زیادتی کرو اور جسنے ایسا کیا تو اسنے اپنی جان پر ظلم کیا اور خدا کے

آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ
احکام کے ساتھ مسخرہ پن نہ کرو اور یاد رکھو اللہ کی نعمتیں جو تمپر ہیں

عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا
اور وہ جو نازل کی تم پر کتاب اور حکمت کہ جس سے تم کو نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو

أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝
اور جان لو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۷۸) مباح بلکہ موجب ثواب سمجھتے ہین مگر تحقیق یہ ہے کہ مکروہ ہے اگرچہ حلت زوج اول کے لیے ثابت ہو جائیگی۔ جمہور کے نزدیک یہ ہے تنکح سے مراد بعد نکاح کے خلوت و مجامعت بھی ہے اور بعض علما صرف نکاح حلت کے لیے کافی سمجھتے ہین آیت قرآن شریف کی دونون امر دن کو محتمل ہے مگر حدیث مشہور زوجہ رفاعہ کی دلالت کرتی ہے کہ مراد اس سے جماع ہے کیونکہ اسمین وارد ہوا ہی حتی یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلتہ یعنی جب تک تجھ سے وہ مزہ نہ چکھے اور تو اس سے مزہ نہ چکھے اسمین کنایہ جماع سے ہے واللہ اعلم لیکن بوقت ضرورت شدیدہ سعید بن المسیب و سعید بن جبیر کا قول مانا جاوے ؛

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ یہ اللہ کے احکام ہین کہ اس قوم کے لیے بیان کیے گئے ہین جو جانتے ہین کیونکہ انھین سے امید ہے کہ وہ ان احکام سے فائدہ اٹھائینگے ورنہ بیعلم اور غافل احکام الٰہیہ کی کب پرواہ کرتے ہین ؛

عـه اس آیت سے بتاکید اس طریقۂ عرب کی ممانعت کی جو رائج تھا کہ محض عورتوں کو تنگ کرنے کے لیے طلاق دیدیتے اس کی سختی سے ممانعت ہوئی۔

اَجَل سے مراد عدت ہو عدت گذرنے کے بعد پھر رجوع کرنا اسی طلاق مین ہوتا ہے جو رجعی ہو یا بائن ہو مغالطہ نہ ہو یہ اس صورت مین ہے جب کہ بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ سے مراد یہ ہو کہ عدت پوری

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ
اور جب طلاق دو تم عورتوں کو پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکین تو اب نہ روکو
اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط
ان کو کہ نکاح کر لین اپنے خاوندوں سے جب راضی ہوجاوین آپس مین موافق دستور کے
ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
یہ نصیحت ملتی ہے اسکو جو کوئی تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ کے ساتھ اور آخرت کے
الْاٰخِرِ ط ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
دن کے ساتھ اسی مین پاکیزگی زیادہ ہے تمھارے لیے اور ستھرائی اور اللہ جانتا ہے اور تم
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
نہین جانتے ہو۔

بقیہ صفحہ ۲۷۵) ہوجاوے مگر یہ صحیح نہین ہے اسواسطے کہ پھر عورت مجبور نہین ہے کہ خاوند کی طرف رجوع کر دیجاوے بلکہ مراد اسجگہ یہی ہے کہ قریب باتمام عدت پہونچے تو رجوع نہ کرلو اسواسطے کہ عورت کو ضرر پہونچے نہ طلاق ہو۔ نکاح مین لطف سے رہے یہ امر سخت معیوب ہی اسکا ثمرہ بد مرد کو ہوگا اسی وجہ سے ارشاد ہوا کہ اسنے اپنے اوپر ظلم کیا اسکے بعد محض تاکید مذمت کے لیے ارشاد ہوا ہے ؛

اُوپر کی آیت مین فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ کے معنی مین ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی مدت عدت کو ختم کرنے کے قریب پہونچ جاوین مگر یہان بجاے اسکے سیاق آیت سے معنی حقیقی مراد ہین وہ یہ کہ جب تم عورتون کو طلاق دو اور انکا زمانہ عدت کا پہونچ جاوے یعنی تمام ہو جاوے اور پوری عدت گذر جائے تو تم ان کو روکو نہین کہ نکاح کرلین اس جگہ یہ شبہہ نہ کیا جاوے کہ ایک ہی لفظ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ دونون جگہ ہے اور ایک جگہ تم نے ایک معنی کہی اور دوسری جگہ دوسرے یہ کیونکر صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب لفظ محتمل حقیقت و مجاز کو ہو تو جہانتک حقیقت ہوسکے مجاز کی حاجت نہین آیت سابقہ مین مجاز کی حاجت ہی اور یہان اسکی حاجت نہین ہے علاوہ اس کے یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونون احتمال مشترک ہین اور معنی مشترک کے تعین قرینہ سے ہوتے ہین آیت سابقہ مین قرینہ دلالت کرتا ہی کہ معنی سابقہ لیے جاوین اور اس آیت مین قرینہ

اور سباق دلالت کرتا ہے کہ یہ معنی لیے جاوین اور ممکن ہے کہ یہ کہا جاوے کہ دونون جگہ دونون معنون کا احتمال ہے اور دونون ہوسکتے ہین جیسا کہ اوپر اسکا اشارہ کیا جاچکا ہے بہرحال اسجگہ مقصد یہ ہے کہ جب عدت پوری ہوجاوے تو نکاح سے منع نہ کیا جاوے

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ نہ روکو تم اُن کو اُس سے کہ وہ اپنے ازواج کیساتھ نکاح کرلین ؎

اسمین خطاب کس سے ہی تین قول ہین ایک یہ کہ ازواج سے ہی دوسرے اولیا سے ہی تیسرے تمام سب سے خطاب ہے جو خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو اور ہر احتمال کے اعتبار سے مقصد واضح ہے احتمال اول کے قائل امام رازی ہین وہ کہتے ہین کہ مخاطب اسکے طلاق دینے والے ہین جس طرح اوپر خطاب ہی وہ طلاق دیکے چاہتے تھے کہ اب ان کی مطلقہ کہین نکاح نہ کرسکے اس قسم کی روکین کرتے تھے کہ مرد اُن سے نکاح نہ کرین اُن سے ایسی باتین منسوب کرتے تھے جن سے مردون کو تنفر ہو اس سے وہ روکے گئے، احتمال ثانی کے قائل قاضی بیضا ہین اُنھون نے مخاطب اولیا کو لیا ہے اور انتشار ضمائر کو بوجہ مطلب کے واضح رہنے کے جایز رکھا ہے وہ کہتے ہین کہ صحاح مین سوائے مسلم کے سب نے نقل کیا ہے کہ معقل بن یسار نے اپنی ہمشیر کا عقد اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ کردیا چند دن رکھ کے اُسنے طلاق دیدی جب عدت گذر گئی تو اُسنے بھی دوسری پیام دینے والون کے ساتھ پیام دیا اور انھون نے انکار کردیا اور کہا کہ تم سے جب مین نے عقد کردیا از خود احسان کیا اسوقت تو تم نے قدر نہ کی اب اسکے خواہشمند ہو اب ہرگز تمھارے ساتھ عقد اپنی بہن کا نہین کرونگا لیکن انکی بہن بھی اپنے پہلے خاوند کے ساتھ عقد کرنا چاہتی تھین اللہ جلشانہ نے اُن کی خواہش کے موافق یہ آیت نازل کی جب معقل بن یسار کو معلوم ہوا تو انھون نے کہا کہ مین اپنے پروردگار کا حکم بسروچشم بجالاؤنگا اور بعض روایات مین ہے کہ انھون نے قسم کھالی تھی کہ نکاح نہ کرونگا قسم کو توڑ ڈالا اور نکاح کردیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب اسکے اولیا ہین ، زمخشری نے تیسرا قول اختیار کیا ہے اور وہ کہتے ہین کہ تمام قابل خطاب مخاطب ہین اور زوج یا ولی روکی تو اسکی روک دور کرنے مین ہر شخص بقدر وسعت ساعی ہو یہی اس آیت کا امتثال امر ہے گویا سب مخاطب اسکی مدد کرین۔

اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ جب وہ ازواج اور مطلقات باہم دستور کے موافق راضی ہوجاوین ذٰلِكَ یہ یعنے ہر ایک انمین سے تمام احکام ایسے ہین کہ جن سے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ طاہر اور حکم

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ
لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ
رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ
اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ
لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا
فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

اور لڑکے والیاں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلاوین جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت اور لڑکے والے پر پلانے والیون کا کھانا کپڑا ہے دستور کے موافق اور ایسا ہی وارث ... بھی ... ہے پھر اگر دونون چاہین آپس کی رضا و مشورت سے دودھ چھڑانا تو کوئی مضایقہ ان کو نہین ہے اور اگر تم چاہو کہ دودھ پلواو تو کچھ مضایقہ نہین ہے جب کہ تم دستور کے موافق جو دیا ہے اسکو سپرد کرو اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۸۱) اس بارے مین نہین ہوسکتا ہے تم کو بجز اتباع کے کوئی چارہ نہین اسواسطے کہ اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ ہر پوشیدگی اور ظاہر کو جانتا ہے اور تم نہین جانتے ہو اسکے حکم کی پابندی لازم ہے؛ ع اوپر طلاق کے اور فرقت کے احکام مذکور ہوے ایسی حالت مین مسئلہ رضاعت کا دودھ پلانے کا بھی پیش آجاتا ہے اسکا ذکر بھی مناسب ہوا والوالدات یعنی مائین چونکہ ان کو اولاد پر زیادہ شفقت ہوتی ہے اور تمام شفقت سے یہ ہے کہ دودھ پلائین اسواسطے اس عنوان سے یہ حکم لایا گیا ہے یہ حکم بعض کے نزدیک گو خبر ہے مگر خبر کے معنی مین نہین ہے یا امر ہے ندب و استحباب کے لیے اور بعض اسکو وجوب پر محمول کرتے ہین

مسئلہ رضاعت

اور رکھتے ہین کہ اُس صورت مین ہے جب کہ لڑکا سوائے مان کے کسی کا دودھ نہ پیے یا باپ دودھ پلانے والی کو نہ رکھ سکے یا کوئی انّا دستیاب نہ ہوتی ہو توان صورتون مین ان پر دودھ پلانا واجب ہو جاتا ہے مراد اس جگہ بعض نے صرف اُن عورتون کو لیا ہے جو نکاح مین ہین کیونکہ ان کے لیے رزق وکسوت روٹی کپڑا ہے ورنہ جو نکاح مین نہین ہین ان کے لیے اجرت ہے اسی طرح بعض نے صرف مطلقات لیا ہے اسواسطے کہ بعد طلاق کے یہ آیت نازل ہوئی ہے اور عموماً طلاق کی وجہ سے جو مخالفت اور دشمنی ہوجاتی ہے اس سے عورت اپنے لڑکے کو دودھ پلانے سے گریز کرتی ہے یا دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ اپنی جان چھڑانا چاہتی ہے اسواسطے اسکو حکم ہوا کہ وہ دودھ پلائے اور لڑکے پر شفقت کرے اسکا معاوضہ بھی اس کو ملجاویگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر زوجیت باقی ہو تو پھر رزق وکسوت کا ذکر فضول ہے اسواسطے کہ روٹی کپڑا تو خاوند پر بوجہ نکاح کے بھی واجب ہے رضاعت کی وجہ سے واجب ہونے کی کوئی ضرورت نہین یہ قول مجاہد اور ابن جبیر اور زید بن اسلم کا ہے لیکن محققین کہتے ہین کہ مراد اس جگہ عام ہے چاہے مان لڑکے کی مطلقہ ہو یا منکوحہ ہو دونون کے لیے یہ حکم ہے خصوصاً وجوب کی صورتون مین جیسا کہ اوپر گذرا اس جگہ اس حکم عام لانے کا باعث وہی ہے جو پہلے قول مین ذکر کیا گیا کہ طلاق کے اوقات مین اکثر رضاعت کا مسئلہ درپیش ہوجاتا ہے لیکن اسکو قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کردیا گیا تاکہ حکم عام معلوم ہوجائے جسمین فائدہ زیادہ ہے۔

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ دو سال پورے، مراد اس سے انتہائے مدت رضاعت ہے کہ اسکے بعد دودھ نہ پلانا چاہیے اور اس مدت مین اگر دودھ پلایا گیا تو رشتہ رضاعت ثابت ہوجاوے گا۔

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط اس شخص کے لیے جس نے پوری مدت دودھ پلانی چاہی۔ مراد اس سے زوج ہے کہ اسکو دودھ پلانا اس مدت تک انتہا سے انتہا مین لازم ہے اور اگر چاہے تو اس مدت سے قبل بھی دودھ چھڑا سکتا ہے خصوصاً جبکہ لڑکے کو حاجت دودھ پینے کی باقی نہ رہے اور وہ دوسری غذاؤن کو بھی کھا سکتا ہو۔

اس جگہ بعض لوگون نے لِمَنْ اَرَادَ کو متعلق یرضعن کے کیا ہے جس کے معنی یہ ہین کہ والدات دودھ پلائین اپنی اولاد کو دو برس ان کی وجہ سے جو ارادہ کرین پورے دودھ پلانے کا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ پلانا مردپر نہ واجب ہے عورت پر مستحب ہے جیسا کہ اوپر گذرا یا واجب ہے انھین مخصوص صورتون مین جیسا کہ ان کو بھی اوپر ہم بیان کر گئے ہین یعنے لڑکا سوائے مان کے

کسی کا دودھ نہ پیے یا انّا نہ ملتی ہو یا باپ نہ رکھ سکتا ہو۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور لڑکے والے پر انکا روٹی کپڑا ہی دستور کے موافق۔ اسجگہ مولود لہ سے مُراد والد ہے مگر لفظ والد نہین کہا گیا حالانکہ یہ مختصر ہے اسوجہ سے کہ اسمین صنعت اوماج اور اشارۃ النص سے ایک فائدہ خاص حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ معلوم ہوجاوے کہ لڑکا باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے یہی باعث ہو کہ اسکی پرورش کا حق اُسکو ہے نہ کہ مان کو ہے بعض لوگون نے کہا ہے کہ مولود لہ کہنے سے فائدہ یہ ہے کہ لونڈی کی بھی صورت داخل ہوجاے مثلاً کسی نے لونڈی کے ساتھ نکاح کیا اور اُسکے لڑکا ہوا تو وہ لڑکا باپ کا نہین ہے بلکہ لونڈی کے مالک کا ہو اس صورت مین باپ پر اُسکا دودھ پلوانا واجب نہین ہو بلکہ مالک پر واجب ہے واللہ اعلم۔ یہ کسوت اور رزق ہمارے نزدیک اجرت کے طور پر نہین ہے اگرچہ زوجہ نکاح مین ہے اور امام شافعی کے نزدیک زوجہ کو بھی جو لڑکے کی مان ہو اجرت لینا رضاعت پر جایز ہے مگر جو مطلقہ ہے اسکے لیے یہ رزق وکسوت بالاتفاق اجرت ہے اسکو جایز ہے دستور کے موافق اجرت خواہ روٹی کپڑے دینا ہون گے جن مین کمی زیادتی نہ ہو۔ بلکہ اوسط درجے سے ہو یا جو حاکم مقرر کردے یا جس کی وسعت والد کو دینے کی ہو ٭

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا کسی کو اسکی تکلیف نہین دیجاتی ہے مگر بقدر اسکی وسعت کے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جلشانہ تکلیف مالایطاق نہین دیتا ہے یہ گویا تفسیر ہے معروف کی یا علت ہے معروف کی قید لگانے کی یعنی معروف اُسی کو کہتے ہین جو وسعت مین ہو یا یہ کہ معروف کی قید اسوجہ سے لگائی گئی ہے کہ وہ وسعت مین ہے اور اللہ وسعت کے باہر تکلیف نہین دیتا ہے جو حکم کیا گیا ہے اُسمین رعایت لڑکے کی بھی ہے مان کی بھی ہے باپ کی بھی ہے اور کسی کے لیے ایسا حکم نہین دیا گیا ہے جو اسکی وسعت وقدرت سے باہر ہو اور اسکو وہ بجا نہ لاسکتا ہو واللہ اعلم بحقیقۃ مرادہ ٭

لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ نہ والدہ کو ضرر پہونچے اسکے والد کے باعث نہ اسکو جسکا لڑکا ہے ضرر پہونچے لڑکے کے سبب یہ تصریح اسکی ہے جو اجمالاً اوپر سمجھا گیا ہے لَا تُضَارَّ کی کئی قراءتین ہین مگر مشہور ومختار یہی ہے مقصود یہ ہے کہ مان بوجہ اپنے لڑکے کے اُسکے والد کو ضرر نہ پہونچاوے مثلاً جب لڑکے کو ہلالے تو کہہ کہ مین دودھ نہین پلاتی ہون دوسری انّا ڈھونڈھو یا مجھے اجرت زیادہ دو اور اسی طرح لڑکے والا مان کو اسکے لڑکے کی وجہ سے ضرر نہ پہونچاوے کہ کہو

مین تجھ سے دودہ نہ پلواؤنگا تجھ سے چھین لونگا دوسری انّا رکھونگا حالانکہ وہ خود دودہ پلانا چاہتی ہو یا اُسکو مجبور کرے دودہ پلانے پر ❊

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور مانند اسکے وارث پر بھی لازم ہے جب باپ نہ ہو تو وارث کو موافق باپ کے کرنا چاہیے ❊

اسجگہ وارث کے معنی یا تو باقی کے ہین یعنی اور باقی ورثہ کو وہی واجب ہے روٹی کپڑا جو باپ کو واجب ہے خواہ وہ باقی وارث ہون یا نہ ہون امام شافعی کہتے ہین وارث سے مراد یہان صرف وہی لڑکا ہے کہ اگر اسکے پاس مال ہے تو اسکے مال مین بھی اسی طرح روٹی کپڑا واجب ہے یا وارث سے مراد عصبات ہین اور یہی حضرت عمرؓ سے مروی ہوا ہے یا وارث سے مراد ولد کا وارث ہی جو کوئی ہو یہ تفسیر مروی ہے حضرت عمر اور ابن عباس اور قتادہ اور مجاہد اور ابراہیم نخعی اور شعبی اور بہت سے علماء سے۔ حضرت امام ابو حنیفہ ذی رحم محرم کے ساتھ وارث کی تخصیص کرتے ہین اور اسکی تائید حضرت عبد اللہ بن مسعود کی قرأت کرتی ہے وہ پڑھتے ہین۔

وعلى الوارث ذي الرحم المحرم مثل ذلك لہذا قول امام ابو حنیفہ زیادہ قوی ہے بعض نے امام شافعی کی تفسیر اور باقی کی تفسیر کا مفاد ایک ہی سمجھا ہے مگر یہ غلطی ہے اسواسطے کہ باقی مین تمام وارث عصبات و ذوی الارحام سب داخل ہین لڑکا صرف نہین ہے۔

وَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اور اگر ارادہ کرین وہ دونون دودہ بڑھانے کا رضامندی سے دونون کے اور مشورت سے تو کوئی مضایقہ دونون پر نہین ہے اوپر اراد ان یتم الرضاعۃ مذکور ہو چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری مدت کو نگر کے تعمیل حکم کرے اب اس قید کے فائدے کو بیان کرتا ہے کہ جو نہ ارادہ کرے پوری مدت دودہ پلانے کا تو اُسکے لیے کیا حکم ہے وہ یہ ہی کہ اگر قبل حولان حولین یعنے دو سال گذرنے کے دودہ چھڑانا چاہین تو ضروری ہے کہ دونون کی موافقت سے دودہ بڑھایا جاوے صرف مرد یا عورت کے کہنے سے دودہ چھڑایا نہ جاوے جب دونون راضی ہوگئے اور مشورہ کر لیا تو معلوم ہو گیا کہ دودہ بڑھانے مین کوئی نقصان ولد کو نہین ہے اسوقت دودہ بڑھایا تو کوئی مضایقہ نہین چاہے قبل دو برس کے ہو ❊

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

اور اگر تم چاہو کہ انّا رکھوا لو اپنی اولاد کے لیے تو کچھ مضایقہ نہین ہے تم پر جب کہ انکو دیدو جو دینا چاہتے ہو

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ

اور جو لوگ تم مین سے مر جاوین اور چھوڑ جاوین عورتین وہ

بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

روکے رکھین اپنے کو چار مہینے دس دن پھر جب مدت پوری کر چکین

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

تو تمکو کچھ مضایقہ نہین جو وہ اپنے حق مین کرین دستور کے موافق

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اور اللہ تمھارے کامون کی خبر رکھنے والا ہے

(بقیہ صفحہ ۲۸۵) دستور کے موافق ؛

یعنی اگر مان دودہ نہ پلائے تو تم انا رکھ سکتے ہو اور اسکو تم مقررہ اجرت دو اس آیت سے امام شافعی فرماتے ہین کہ زوج کو اختیار ہے اگر چاہے تو انا رکھ لے اور لڑکے کی مان سے دودہ نہ پلوائے مگر ہمارا مذہب یہ ہے کہ مان پر واجب ہے یا مندوب ہے اور اگر وہ پلانا چاہے تو باپ کو اس سے لیکے انا کو دینا جایز نہین ہے جیسا کہ اوپر اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے لہذا اسجگہ خاص وہ صورت ہے جب کہ مان نہ پلانا چاہے تو اُسوقت باپ انا رکھ سکتا ہے ؛

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ط اور ڈرو تم اللہ سے اور جان لو کہ اللہ جو تم کرتے ہو اسکو دیکھتا ہے وہ تمھارے کردار کی جزا یا سزا دیگا تم کو ہر امر مین یہ یاد رکھنا چاہیے

اوپر رضاعت کا ذکر کیا گیا ہے جو محض تتمیم فائدے کے لیے ہے ورنہ عدت و طلاق کا ذکر ہے اسواسطے ایک صورت عدت کی اور باقی تھی وہ بھی ذکر کر دی کہ جن کے خاوند مر جاوین وہ چار ماہ دس دن عدت مین بیٹھین اسجگہ یہ مدت عدت کی محض اللہ کے مقرر کرنے سے ہے اور کوئی خاص وجہ معلوم نہین ہوئی ہے بعض نے کہا کہ مرنے کے بعد احتیاط زیادہ ہے تو اسوجہ سے اچھی طرح حمل کی حالت کھلجانے تک عدت کا حکم دیا گیا کیونکہ اگر لڑکا ہوتا ہے تو اسکی حرکت تین ماہ مین ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر لڑکی ہوتی ہے تو چار ماہ مین اور بوجہ ضعف قوت جنین کے دس دن اور احتیاطی رکھ دیے گئے اگر یہ تجربے سے ثابت ہو تو بہتر توجیہ ہے بہر حال جسکا خاوند مر جاوے تو اسکی عدت چار ماہ دس دن کی مقرر ہے عام اس سے کہ وہ مدخولہ ہو

بیان اُن عورتون کی عدت کا جنکا خاوند مرجاوے

یا غیر مدخولہ لڑکی ہو یا بڑھیا یا جوان ہو صرف حاملہ کے لیے وضع حمل ہے مگر حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی راے ہو کہ وضع حمل اور چار ماہ دس دن مین جو مدت زائد ہو وہ اسکی عدت ہے یعنے اگر چار ماہ دس دن کے اندر وضع حمل ہو جاوے تو بھی عدت تمام نہ ہو گی اور چار ماہ دس دن گذرے تو بھی تمام نہ ہو گی بلکہ وضع حمل تک عدت ہو ایسی ہی لونڈی کی عدت بھی نصف ہونا چاہیے - واللہ اعلم -

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ جب وہ اپنی مدت پوری کرلین یعنے چار ماہ دس دن گذر جائین - فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ تو پھر کوئی مضایقہ نہین ان امور مین جو وہ موافق دستور کے کرین - اسجگہ مخاطب عَلَيْكُمْ کے یا تو وہ لوگ ہین جو ان عورتون پر قدرت رکھتے ہین یا اولیا اسکے یا تمام اہل سلام مقصود اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل انقضا عدت کے جو امور ناجایز ہین مثلا باہر شب کو رہنا سنگار کرنا یا دوسرے سے نکاح کرلینا یہ سب عورت پر ممنوع ہے اگر وہ کرے تو اسکو روکنا چاہیے اور روکنے کا حق اُسپر قدرت رکھنے والون کو ہے یا اولیا کو یا تمام اہل اسلام کو پھر جب عدت پوری ہو جاوے اور یہ امور کرنا چاہے تو روکنا نہ چاہیے کیونکہ اب اسکو یہ امور ممنوع نہین اور بالمعروف سے مراد موافق شرع کے ہے تو اگر بعد عدت کے بے پردہ پھرنا چاہے یا زینت دکھانا چاہے یا دوسرے محرمات کی مرتکب ہونا چاہے تو اسکو روکنا لازم ہے *

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ط اللہ جو تم کرتے ہو اس سے آگاہ ہے بیخبر نہین ہے وہ تمھارے کیے کی جزا و سزا دے گا *

خطاب اسجگہ یا تو عام ہے عورت و مرد سب کو شامل ہے جیسا کہ ایسی جگہ سب شامل ہوتے ہین تو اس صورت مین مراد یہ ہے کہ عورتین جو عدت کے اندر کرتی ہین اور جو باہر کرتی ہین اور جو قادر یا ولی یا کوئی مسلم کرتا ہے روکتا ہے روکنے کے وقت یا نہین روکتا ہے یا روکتا ہی بے محل ہے ان سب کو وہ جانتا ہے ان کی جزا و سزا وہ دے سکتا ہے بعض نے مخاطب صرف مردون کو لیا ہے اور معتدہ کو نہین لیا ہے مگر اسکی ضرورت نہین اسواسطے کہ غیبت سے حضور کی جانب خطاب ہوتا ہے اور مذکر کے ذیل مین مونث مراد ہوتی ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ
اور کچھ مضایقہ نہیں ہے تمپر جو ریدے بین پیغام دو عورت کو نکاح کا

أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ
یا چھپا رکھوا اپنے دلمین الله کو معلوم ہے کہ تم انکا دہیان کروگے

وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا
اور لیکن وعدہ نہ کر رکھو ان سے چھپکر مگر یہ کہدو دستور کے موافق

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ
کوئی بات اور نکاح کی گرہ نہ باندھو جب تک کہ کتاب اپنی مدت کو نہ پہونچ جاے

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ
اور جان رکھو کہ الله کو معلوم ہے جو تمھارے دلمین ہے تو اس سے ڈرو

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ
اور جان رکھو کہ الله بخشنے والا ہے اور بردبار ہے حلم کرنے والا ہے

اس آیت کے قبل حکم معتدہ بوفاۃ الزوج کا عدت کے اندر بیان کیا گیا اب ان کے متعلق جو مردونکا حکم ہے وہ بیان کیا جاتا ہے کہ تم لوگ اگر ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو اندر عدت کے نکاح نہ کرلو بلکہ تعریض کرو تو ہو سکتا ہے وہ بھی قول ایسا ہو جو دستور کے موافق ہو۔ تعریض کہتے ہین ایسی طرح مراد کے ذکر کرنے کو کہ نہ وہ مراد معنی حقیقی لفظ کے ہون نہ مجازی بلکہ فراست سے سمجھ لیے جا سکتے ہون مثلاً کہا جاوے کہ مین ایسے ایسے اوصاف کی عورت کو پسند کرتا ہون ؀

خِطبہ کسرہ کے ساتھ پیغام نکاح کو کہتے ہین جسطرح ضمہ کے ساتھ وعظ کو کہتے ہین اسجگہ معلوم ہوا کہ وہ معتدہ جو رجعی طلاق کی وجہ سے ہو اُس سے بالاتفاق تعریض بھی نہ کرنا چاہیے اور بعض نے معتدہ مطلقہ کو عام لیا ہے چاہے رجعی ہو یا بائن ہو لیکن جس کو عدت بیٹھنے کا حکم ہی نہین ہے اُس سے تعریض بلکہ نکاح بھی جائز ہے جیسا کہ وہ عورت جو زنا سے حاملہ ہو تو اُس سے نکاح جائز ہے یا وہ عورت جو غیر مدخولہ مطلقہ ہے جسکا بیان آگے آتا ہے ؀

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ

کوئی مضایقہ نہین ہے تمپر اگر طلاق دو عورتون کو جبتک کہ ان کو ہاتھ نہ لگایا

تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ

ہو یا مقرر کیا ہو انکا کچھ حق اور ان کو خرچ دو وسعت والے پر موافق

وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ

اسکے ہے اور تنگی والے پر اسکے موافق ہے جو دستور کے موافق خرچ ہو یہ

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ

لازم ہے نیکی کرنے والوں پر اور اگر تم نے طلاق دی ان کو چھونے سے قبل اور ٹھیرا چکے ہو تو لازم ہے نصف

لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ

ان کا حق تو لازم ہے نصف اس کا جو ٹھیرا چکے ہو تم مگر یہ کہ درگذر کرین عورتین

يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ

یا درگذر کرے وہ جس کے ہاتھ نکاح کی گرہ ہے اور تم درگذر کرو تو

لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

پرہیزگاری کے نزدیک ہے اور نہ بھلاؤ زیادتی دینے مین باہم اللہ یقیناً جو تم

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

لوگ کرتے ہو اسکو دیکھتا ہے۔

اس جگہ ایک صورت طلاق کی اور اسکا حکم باقی رہگیا تھا وہ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ طلاق کے احکام پورے ہو جاوین وہ طلاق یہ ہے کہ قبل اس کے کہ خلوت صحیحہ ہو طلاق دے اسکا کیا حکم ہے طلاق کی چار صورتین ہین یا تو طلاق اُسنے قبل خلوت کے دی اور مہر مقرر نہ تھا تو اسکو طلاق دینا جایز ہے اور اسکو متعہ دینا لازم آئے گا یا اُسنے طلاق قبل خلوت کے دی اور مہر مقرر ہے تو اُس کو نصف مسمی یعنی مقرر دینا ہوگا یا اُسنے بعد خلوت کے طلاق دی اور اسکا مہر مقرر نہین ہے تو اسکو مہر مثل دینا ہوگا یا اُسنے طلاق دی بعد خلوت کے اور اسکا مہر مقرر ہے تو جو مہر مقرر ہے اُسکو دینا ہوگا اس آیت مین حکم سب کا اجمالاً و تفصیلاً مذکور ہوگیا اور قبل خلوت کے طلاق کا حکم صاف و صریح کرکے بیان کردیا گیا خصوصاً جبکہ مہر مقرر ہو

لاجناح علیکم ۔ کوئی مضایقہ نہین ہے قبل خلوت کے طلاق دینے مین مراد اس سے

یا تو یہ ہے کہ مہر کا مطالبہ اس صورت میں نہیں پہونچتا ہے اسواسطے کہ مہر عوض میں منافع بضع کے ہے وہ حاصل نہیں ہوا یا مراد اس سے گناہ کی نفی ہے کہ قبل خلوت کے اگر تم طلاق دیدو تو اسمیں کچھ گناہ نہیں اگرچہ حیض کی حالت میں ہو اسواسطے کہ اسمیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم طلاق سے منع کرتے تھے۔ تو لوگون کو خیال ہوا کہ قبل خلوت کے طلاق دینا بھی برا ہوگا تو اسکی نفی کردی گئی کہ اسمین کوئی حرج نہیں ہے

إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ اگر تم طلاق دو عورتون کو جب تک کہ نہ چھوؤ ان کو کنایہ ہے جماع سے یعنی جب تک کہ جماع نہ کیا ہو۔ تم نے ان کے ساتھ جس کے قائم مقام خلوت صحیحہ کی گئی ہے اُس کی قرات تُمَاسُّوهُنَّ بھی آئی ہو اور حمزہ اور کسائی نے اسی طرح پڑھا ہے۔

اعمش نے پڑھا من قبل ان تمسوھن اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرات ہی من قبل ان تجامعوھن اس قرات سے مقصود صاف ہوجاتا ہے اور کنایہ کی صراحت ہوجاتی ہے

او تفرضوا لھن فریضۃ یا قبل اسکے کہ تم ان کے لیے ان کا حق مقرر کرو۔ مراد اس سے مہر ہے نکاح کر لیا ہوا اور مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اسکے قبل ہی طلاق دیدی گئی ہو۔ لفظ فریضۃ مین تا اس غرض سے ہی کہ لفظ کو وصفیت سے اسمیت کی جانب منتقل کردے اسلیے اسکی تفسیر مہر سے کی گئی کیونکہ اسم مہر کا ہوگیا ہے ومتعوھن ان کو متعہ دو۔ یعنے ان کو مالک کردو اس شئے کا جسکو متعہ کہتے ہین گویا کہا گیا کہ تم جب طلاق دو اُن عورتون کو قبل مجامعت کے تو کچھ مضایقہ نہیں ہے اور ان کو متعہ دو اسکی کیا حد ہے اسکو بھی آگے بیان کرتا ہے:

عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ وسعت رکھنے والے کو اسکی قدرت کی موافق اور لاچار کو اسکی قدرت کے موافق یہ ہی حد متعہ کی ہے جس کے معنی فائدہ پہونچانے کے ہین عورت کو نکاح کرکے طلاق دیدی جماع بھی نہیں کیا تو اس طلاق سے اس کو وحشت ہوئی اس وحشت کے رفع کرنے کے لیے تھوڑا مال دیدینا جسے متعہ کہتے ہین زوج کو ضروری ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ متعہ طلاق اعلے سے اعلیٰ درجے پر ایک خادم ہے اُس سے کم چاندی ہے اُس سے کم کپڑا ہے حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ تیس درہم ہین اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک کرتہ ایک چادر ایک اوڑھنی دینی چاہیے اپنے حسب حال مگر مہر مثل اگر اس کی قیمت سے بھی کم ہو تو اسکو اقل ہے نصف مہر مثل اور متعہ سے اور کم سے کم پانچ درہم ہونا چاہیے مثلاً مہر مثل چالیس روپے ہین اور یہ تینون کپڑے پچاس روپئے کے ہین تو اس صورتمین

بیس روپیہ سے متعہ دینا ہوگا اور کسی حال مین پانچ درہم سے کم دینا نہین چاہیے - اسواسطے کہ اقل مہر دس درہم ہین جو ڈھائی روپے کے برابر ہین اِس حساب سے کم سے کم سوا روپیہ دینا ہوگا اِس سے کم نہین ہو سکتا ہے -

اسجگہ متعہ سے متعہ نکاح مُراد لینا حماقت وجہالت ہی بلکہ متعہ کے عربی مین معنی نفع دینے کے ہین متاعًا بالمعروف حقًا علی المحسنین یہ نفع دینا دستور کے موافق ہے اور لازم ہے احسان کرنے والون پر، امام مالک کہتے ہین کہ یہ حق ہے محسنین پر لیکن جو احسان کرنا نہ چاہے تو اسکو لازم نہین ہے اسی وجہ سے وہ کہتے ہین کہ امر مفید ندب و استحباب کو ہے نہ کہ وجوب کو اِس پر لفظ محسنین قرینہ ہے مگر یہ صحیح نہین ہے اسواسطے کہ محسنین کا لفظ اسوجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ جس سے لوگون کو اس امر کی ادائی کی ترغیب ہو ؂

امام شافعی کہتے ہین کہ متعہ ہر مطلقہ کے لیے واجب ہے سوائے اُس صورت کے جب کہ عورت کو قبل خلوت صحیحہ کے طلاق دیدی گئی ہو اور اسکا مہر مقرر ہو تو ظاہر ہے کہ اس صورت مین نصف مہر مقررہ دینا چاہیے - احناف کے نزدیک موافق قرآن شریف کے ایسی عورتون کو جنکا ذکر یہان ہوا ہے جن کو قبل دخول کے طلاق دیدی گئی اور ان کا مہر بھی مقرر ہونے نہین پایا تھا متعہ دینا واجب ہی اور باقی تمام قسم کی مطلقہ کو مستحب ہے واللہ اعلم -

تعریف مہر مثل

اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اگر مہر نہ مقرر کیا جاوے تو نکاح ہو جاتا ہے اور جب مہر واجب ہو جاوے تو مہر مثل دینا پڑتا ہے

مہر مثل کہتے ہین اُس مہر کو جو اقربا باپ کی طرف سے عورتین اس منکوحہ کی ہون ان کا جو مہر ہو اور ان کی عظمت و ثروت اور حسن و جمال سے جن کو زیادہ مناسبت اِس منکوحہ کے ساتھ ہو ان کا جو مہر ہے وہ اسکا بھی مہر ہے وہی مہر مثل کہلاتا ہے ؂

اگر مقرر نہین کیا گیا تو اسوقت اس امر کا لحاظ کیا جاتا ہے مگر مقرر کرنے کی صورت مین جو مقرر کرے وہی مہر ہے پھر وہی مہر اسکے بھتیجی کا مہر مثل ہو جاوے گا -

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

اور اگر تم نے ان کو طلاق دی قبل اسکے کہ ان سے جماع کیا حالانکہ ان کے لیے مہر مقرر کر چکے تھے تو نصف اُسکا ہے جس کو تم نے مقرر کیا -

اِس سے دوسری صورت ذکر کی گئی وہ یہ کہ طلاق تو قبل خلوت صحیحہ کے ہو گئی لیکن مہر مقرر ہو گیا تھا

تو اس صورت مین متعہ واجب نہین بلکہ نصف مہر مقرر دینا ہوگا چاہے مہر مثل سے زیادہ ہو یا کم ہو برخلاف متعہ کے ؛

اِلَّآ اَنۡ یَّعۡفُوۡنَ اَوۡ یَعۡفُوَا الَّذِیۡ بِیَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّکَاحِ مگر یہ کہ وہ معاف کردین یا معاف کردے وہ شخص جس کی قدرت مین نکاح کا باندھنا ہے ؛

یہان لفظ یعفون بلحاظ صیغہ کے جمع مذکر غائب و مؤنث دو نون ہو سکتے ہین مگر او یعفوُ کے قرینے سے مراد یہان پر عورتون کو لینا زائد مناسب ہے یعنی وجوب متعہ کا یا نصف مہر کا ہے البتہ اس صورت مین جب کہ خود عورتین مطلقات قبل خلوت صحیحہ کے اسکو معاف کردین اور نہ لین اس صورت مین واجب نہین ہی یا معاف کردے وہ شخص جس کی قدرت مین نکاح باندھنا ہی یعنی خاوند اور وہ متعہ سے زیادہ دے یا نصف مہر سے زیادہ دے پورا مہر دیدے اسجگہ مراد الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے خاوند ہے اسکا معاف کرنا یہ ہی کہ جو مہر مقرر کیا گیا ہے اسکو کم نہ کرے پورا پورا اپنے اوپر لازم رکھے تو یہ اسکا فعل ہے بعض علمانے مراد الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے ولی لیا ہے یہی مروی ابن عباس اور حضرت عایشہ اور طاؤس و مجاہد اور عطا اور حسن بصری اور علقمہ اور زہری اور شافعی رحمہم اللہ سے ہی اسپر وہ کہتے ہین کہ اگر وہ اولیا جن کے بدون نکاح نہین درست ہوتا ہی مہر معاف کردین تو مہر معاف ہو سکتا ہی بعضے صغیرہ کی قید لگاتے ہین بعض عام رکھتے ہین چاہے وہ بالغہ ہو یا صغیرہ اولیا معاف کردین چاہی وہ مہر معاف کرنے پر راضی ہو یا نہ راضی ہو مگر یہ مختار نہین ہے

وَاَنۡ تَعۡفُوۡۤا اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی اور اگر معاف کردو تو زیادہ پرہیزگاری کے قریب ہی یہ خطاب مردون اور عورتون دونون کو ہی اور اس سے زیادہ تائید ہوتی ہے کہ مراد اولیا نہین ہین اسواسطے کہ حق غیر کو معاف کرنا سرے سے تقوے ہی نہین ہے کہ اقرب للتقوی ہو اور اسجگہ مراد اقرب سے یہ نہین ہے کہ تقوی مین داخل نہین بلکہ قریب تر ہے تقوے کی مثل انت اضرب لعمرو کے ہے اور تحقیق اس کی علم نحو سے معلوم ہوتی ہے اسجگہ ذکر موجب تطویل کا ہوگا۔

وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَیۡنَکُمۡ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ اور نہ بھولو فضل کو باہم یقیناً اللہ تمھارے کامون کو دیکھتا ہے، مقصد تاکید ہے عفو کی کہ مروی ابن عباس سے ہی کہ انھون نے پورا مہر دیا اور اس آیت سے استدلال کیا کہ فضل و احسان نہ ترک کرنا چاہیے جسکا ثواب حاصل ہو ؛

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا

محافظت کرو نمازون کی اور بیچ کی نماز کی اور خدا کے لیے کھڑے ہو

لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَا اَمِنْتُمْ

عاجزی کرنے والے پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیادہ ہو یا سواری پر ہو جب تمکو

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

امن ہو جاوے تو یاد کرو الله کو جیسا کہ تمکو سکھایا ہے اس نے اس چیز کو جسکو تم جانتے نہین تھے

جب الله جلشانہ نے عفو کرنے کا حکم دیا اور فضل نہ ترک کرنے کو ارشاد کیا جس سے نفس کی فضیلت ہوتی ہے تو اُسی کے ذیل مین وہ امر بھی ارشاد کر دیا جس سے انتہا درجہ کا کمال نفس کو ہوتا ہے اور جو منکر اور فحشات سے محفوظ رکھتا ہے یا اسواسطے حکم دیا گیا کہ جہان شفقت علی الخلق ضروری ہے جس کے سبب سے عفو اور فضل ہے وہان خدمت و تعظیم الٰہی بھی ضروری ہے اسکو نہ بھلانا چاہیے۔ بعض لوگون نے کہا ہے کہ زن و شو کے تعلقات اور مان باپ کے اور اولاد کے حقوق ذکر کیے جاتے ہین نماز کا حکم اسوجہ سے دیا گیا ہے تاکہ عاقل سمجھ لے کہ ان امور مین گرفتار ہونے کے باوجود نماز بھلانے کی چیز نہین ہے ان تعلقات کے ساتھ اسکو بجالانا ضروری ہے اور اسکو کسی حال مین کم نہ سمجھنا چاہیے۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ محافظت کرو نمازون کی اسجگہ مفاعلة کا صیغہ محض مبالغہ کے لیے ہے یعنے دائماً ادا کرو نماز کو اور بجالاؤ اسکو شروط و آداب کے ساتھ اُسکے اوقات مین بغیر کسی ادنی خلل کے، اس جگہ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ نماز مین صلوات صیغہ جمع ہے جو دو سے زیادہ پر بولا جاتا ہے اور پھر وہ عدد ایسا ہے جس کے اندر وسط بھی ہے اسواسطے معلوم ہوا کہ پانچ نمازین پانچ اوقات مین ہین ورنہ تین سے کم مراد بوجہ صلوات کے لے نہین سکتے اور چار عدد مین وسط نہین ہے لازمی طور پر اقل اسکا پانچ ہین جسپر جمع صلوات بھی صادق ہوتی ہے اور اسمین وسطیٰ بھی نکلتی ہے جس کی تاکید کی گئی ہے، بعض لوگون کا قول ہے کہ حافظوا اپنے معنی مشارکت مین ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم حفاظت نماز کی کروگے تو نماز تمھاری حفاظت کرے گی جیساکہ قرآن شریف مین وارد ہوا ہے ان الصلوة تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر یقیناً نماز برائیون اور نازیبائیون کو روکتی ہے تو اس صورت مین حفاظت دونون کیطرف سے ہوئی

تحقیق الفاظ صلوات

مگر حسب حال دونوں کے ہماری حفاظت مداومت ہو اسکی حفاظت برکت ہو۔

تفسیر صلوٰۃ وسطیٰ

والصلوٰۃ الوسطیٰ اور حفاظت کرو پورے طور پر درمیانی نماز کی۔ اس سے دو باتوں کی طرف اشارہ ہے ایک یہ کہ جو نماز بیچ میں ہے وہ زیادہ مؤکد ہے دوسرے وہ نماز شرف و منزلت زیادہ رکھتی ہے اسواسطے کہ وسطیٰ اشرف و اعلیٰ اور حیندہ شے کو بھی کہتے ہین۔ اس جگہ مفسرین نے تعیین مین اس نماز کے بہت سے اقوال پر اختلاف کیا ہے اور ہر ایک نماز پر کسی نہ کسی اعتبار سے یہ لفظ صادق ہوتا ہے اسجگہ جو اقوال مذکور ہوے ہین وہ بہت ہین مگر ہم چند قابل لحاظ ذکر کرتے ہین۔ پہلا اختلاف تو یہ ہے کہ آیا اس نماز سے نماز مفروضہ پانچ نمازون مین سے کوئی نماز ہے یا علاوہ ان پانچ نمازون کے یہ نماز ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ علاوہ ان نمازون کے ہے کیونکہ ان پانچ کی تو تاکید ہو چکی اب یہ تاکید دوسری نماز کی ہے وہ کون نماز ہے اسمین اختلاف ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ وتر کی نماز ہے کہ وہ علاوہ ان پانچ کے واجب کی گئی ہے کوئی کہتا ہو کہ نماز ضحیٰ کی ہے کوئی کہتا ہے کہ نماز عید الفطر کی ہے کوئی عید الاضحیٰ کی کوئی تہجد کی کوئی جمعہ کی نماز کہتے ہین کوئی دیگر نمازون کو کہتے ہین۔ دوسرا گروہ کہتا ہو کہ ان ہی پانچ نمازون مین سے یہ نماز ہے اسمین پھر اختلاف ہو کہ وسطیٰ بلحاظ وصف کے ہے یا بلحاظ ذات کے جو بلحاظ وصف کے کہتا ہے اسمین کوئی نماز خوف کو مراد لیتا ہے کوئی نماز کو با جماعت پڑھنے سے مراد لیتا ہو جو بعض پانچ نمازون کو کہتے ہین ان مین سے کوئی نماز عشا کو کہتا ہو کوئی نماز مغرب کو اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نماز فجر کو وسطیٰ کہا ہو اور اکثر لوگون نے نماز عصر مراد لی ہے اور یہ مروی شافعیہ سے ہو اور اسکی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

امام مسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا جنگ احزاب مین شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر الحدیث ان کفار نے ہمکو مشغول رکھ لیا نماز وسطیٰ سے نماز عصر سے ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ نماز ظہر ہے کیونکہ اکثر لوگ اسوقت سوتے ہین خصوصاً گرمی کے وقت زیادہ دشوار ہوتی ہے اسوجہ سے اس کی تاکید کی گئی اس قول کو امام ابوحنیفہ سے بھی روایت کیا ہے اور اس کے دلائل زیادہ قوی ہین امام احمد اور ابوداؤد نے جید سند سے زید بن ثابت سے روایت کی ہے قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر بالھاجرۃ لم تکن صلاۃ اشد علے الصحابۃ منھا فنزلت حافظوا علے الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لینتھن

رجالا ولا حرفن بیوتھم - رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم ظہر کو ٹھیک دوپہر مین پڑھتے تھے صحابہ پر اس نماز سے زیادہ سخت کوئی نماز نہ تھی تو یہ آیت حافظوا علی الصلوات نازل ہوئی تو آپنے فرمایا کہ لازمی طور پر یا تو لوگ اس گناہ کو چھوڑ دین یا نہین تو ان کے گھر دن مین آگ لگادی جاوے گی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلوۃ ظہر کو صلوۃ وسطی سے مراد لیتے ہین اسکے مقابل صلوۃ عصر کی حدیثین جسقدر مروی ہین وہ بھی نہین ثبوت مدعی کو کافی نہین بلکہ عصر کے مغایر ہونے پر دلالت کرتی ہین بعض احادیث غیر صحیح الاسناد ہین بعض آثار صحابہ ہین جن کے متعارض دوسرے آثار بھی ہین بعض متصل اور قوی ہین تو وہ مراد پر صاف نہین دلالت کرتی ہین جیسے یوم الاحزاب کے واقعہ مین صلوۃ الوسطے صلوۃ العصر ہے احتمال رکھتا ہے کہ تفسیر ہو یا عطف ہو مگر عطف مرفوع ہے اور مصرح ہو ایسے ہی حضرت عایشہ اور حضرت حفصہ سے مروی ہو کہ جب اس آیت کو انھون نے لکھوایا تو لکھوادیا حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطے وصلوۃ العصر اس عطف کی وجہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ وسطی مغایر صلوۃ عصر کے ہو صلوۃ عصر دوسری ہے اور صلوۃ وسطی دوسری ہے لہذا قوی یہ ہوا کہ صلوۃ ظہر ہے کہ دن کی دونون نمازون کے درمیان ہے اور درمیان ہین روز کے ہوتی ہے جو لوگ فجر کو کہتے ہین وہ کہتے ہین کہ دو نمازین رات کی اور دو دن کی ادھر ادھر ہین اور یہ منفرد علحدہ ہے کسی نماز کے ساتھ نہین ہوتی ہے ؛

اسی طرح صلوۃ مغرب کی بھی تاویل ہے صلوۃ عشاء کو اس وجہ سے کہتے ہین کہ ایک نماز مغرب کی اور دوسری فجر کی دونون رات کے دونون کنارون پر ہین اور یہ درمیان مین ہے اس وجہ سے بھی کہ یہ ایسی دو نمازون کے درمیان ہے کہ جو قصر مین اور غیر قصر مین یکسان رہتی ہین ؛

وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ اور کھڑے ہو اللہ کے لیے فرمانبردار - قانت کے معنی مطیع کے بھی ہین اور ذاکر کے بھی ہین اور خاشع کے بھی ہین - مجاہد نے کہا ہے قنوت سے مراد طول رکوع ہے اور نظر کا نیچے رکھنا اور خشوع ہے اور کسی طرف نہ دیکھنا - سنگریزہ ہٹانا نہ کسی شے سے کھیلنا نہ دل مین دنیاوی امور یاد کرنا ان سب کا لحاظ رکھنے والا قانت ہے ؛

امام بخاری نے ساکت قانت کی تفسیر لکھی ہے امام بخاری اور مسلم اور ابوداؤد نے زید بن ارقم سے

روایت کی ہے کہ انھون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین نماز پڑھنے والا نماز
مین ساتھی اور نزدیک کھڑے ہونے والے سے باتین کرتا تھا یہان تک کہ یہ آیت نازل ہوئی
اُسوقت سے ہم کو سکوت کا حکم ہوا سکوت کی حرمت کے قبل حلت کلام وسلام بھی یہ دیگر احادیث
خصوصًا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے حضرت کو نماز
پڑھنے کی حالت مین حضرت عبد اللہ بن مسعود نے سلام کیا تو آپنے جواب سلام نہین دیا
جب سلام پھیر چکے تو ارشاد فرمایا کہ ہم نے جواب سلام اسواسطے نہین دیا ہے کہ ہمکو نماز مین حکم
ہوا ہے کہ ساکت کھڑے رہین یعنی سکوت کا حکم ہوا ہے ابن مسیب کہتے ہین نماز فجر مین دعاء قنوت
پڑھنے کا حکم ہوا ہے مگر یہ قول غایت سقوط مین ہے اسواسطے کہ قنوت نماز فجر مین متروک ہو گئی ہے

مسئلہ نماز خوف

فان خفتم فرجالا او رکبانا اگر تم کو خوف ہو تو کھڑے ہوے خواہ سوار نماز پڑھو یعنے بہت خوف
کی حالت مین نماز کھڑے کھڑے یا سوار بھی پڑھ سکتے ہو امام شافعی چلتے چلتے نماز کو بھی ادا کرنے
کو جایز سمجھتے ہین اور احناف مشی کے ساتھ نماز کو روا نہین کہتے ہین امام شافعی اس آیت سے
استنباط کرتے ہین اور ہم لوگ کہتے ہین کہ اس آیت سے مشی نہین ثابت ہوتی ہے بلکہ حالت مشی
مین نماز نہین ہوتی ہے فرایض سواری کے جانور پر چلنے مین ادا نہین ہوتے ہین اس مین ذکر
چلنے کا نہین ہی جب کھڑے کھڑے یا سواری پر نماز پڑھ سکے تو قضا کرے جیسے جنگ احزاب مین حکم ہوا ہے

مسئلہ ریل پر نماز پڑھنا

اس جگہ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ریل اور کشتی کی سواری مثل تخت کے ہے اُسکے چلنے سے انسان نہین
چلتا ہے بلکہ کشتی چلتی ہے اور وہ اس مین آجا سکتا ہے ادھر اُدھر پھر سکتا ہے وہان نماز جایز ہی
فاذا امنتم پھر جب تم امن مین آجاؤ۔ زائل ہو جاوے خوف جیسے سفر سے گھر واپس آجاے
یا جنگ تمام ہو جاوے اور کسی قسم کا خوف جو تھا وہ جاتا ہے اور آسانی کی حالت لوٹ آئے ÷
فاذکروا اللہ کما علمکم ما لم تکونوا تعلمون تو یاد کرو اللہ کو جیسا کہ تم کو سکھا دیا ہے اسنے وہ چیزین
جن کو تم نہین جانتے تھے، مراد ذکر سے یا تو نماز ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب خوف
زائل ہو جاوے تو جسطرح نماز سیکھ چکے ہو اسی طرح عادت کے موافق پڑھو بعض نے کہا ہے کہ جو
پڑھ چکے حالت خوف مین بے قاعدہ مقررہ اسکا اعادہ کرو یا اذکروا اللہ بمعنے اشکروا اللہ علی الامن
شکر کرو اللہ کا امن حاصل ہونے پر کما علمکم جیسا سکھایا اللہ نے تمکو شرایع اور احکام اور طریقہ نمازون کی
حالت امن اور حالت خوف کی یہ بہت بڑا انعام ہی جسپر فلاح دارین موقوف ہی مالم تکونوا تعلمون جسکو تم نہین
جانتے تھے یہ علم کا مفعول ہو اور تکونوا زیادہ کیا ہے اسوجہ سے کہ نظم کلام مین مفید ہو اسجگہ ترغیب ہے اور وہ اسطور پر ہے کہ
تم لوگ اہل علم ہو تم کو اللہ نے احکام اپنے سکھا دیے تو تم کو چاہیے کہ موافق اپنے علم کے عمل کرو یا اپنے علم پر

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً
اور جو لوگ تم مین سے مرجاوین اور بیویان چھوڑین وصیت کرین

لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ
اپنی بیویون کے لیے ایک برس تک کچھ دینے کے بغیر نکالنے کے پھر اگر وہ نکلجاوین

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ
تو تمپر کچھ گناہ نہین ہے اسبات مین کہ وہ کرین جو کچھ کہ اُن کے دلین ہے نیکی سے اور

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
الله زبردست ہے حکمت والا ہے اور طلاق دی ہوئی عورتون کے لیے دستور کے موافق

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
کچھ دینا حق ہے پرہیزگارون پر اسی طرح بیان کرتا ہے الله تمھارے لیے اپنی نشانیان

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
تاکہ تم سمجھو

(بقیہ صہ ۲۹۶) خدا کا شکر بجالاؤ یا موافق علم کے نماز پڑھو جو شان اہل علم کی ہے۔ وَصِيَّةً کو بالنصب پڑھا گیا ہے یا تو یوصون وصیۃ اسکی تقدیر ہے اس صورت مین مصدر ہے جسکو مفعول مطلق کہتے ہین یا مفعول بہ ہے تو تقدیر اسکی ہے لیوصوا وصیۃ وصیت کرین بعض نے کتب اللہ علیہم وصیۃ سے تاویل کی ہے کہ اللہ نے وصیت کا انپر حکم کر دیا یا الزموا وصیۃ لازم کرلو وصیۃ کرنا بعض نے وصیۃ بالضم پڑھا ہے وصیت خبر ہے یا تقدیر ہے حکمہم وصیۃ یا والذین یتوفون اہل وصیۃ بعض نے نائب فاعل فعل محذوف یا مبتدا خبر محذوف کی بھی تجویز کی ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ نے وصیت واجب کی یا واجب کردی گئی وصیت بر ہر دو تقدیر مگر قرأۃ عبداللہ بن مسعود کی اول قرأۃ کی تائید کرتی ہے اُن کے نزدیک ہے بجاے اَلَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا کے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْوَصِيَّةُ لِاَزْوَاجِكُمْ مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ نفع دین ایک سال تک بغیر نکالے ہوے نو مراد نفع سے یا تو نان و نفقہ و سکنی کل ہے تو اس صورت مین غیر اخراج بدل الکل یا بعض ہو تو اس صورت مین بدل البعض ہے یا نفقہ کو لازم ہے سکنی بھی اس صورت مین بدل الاشتمال ہے مقصود یہ ہے کہ وصیت کرین کہ سال بھر تک نفع دیا جاوے ازواج کو نان و نفقہ سے اور سکنی

بغیر اسکے کہ وہ مکان سے نکالی جاوین پہلے یہ حکم تھا کہ جس عورت کا خاوند مرجاوے تو اُس کو
مرنے کے قبل لازم تھا کہ اپنے ازواج کے لیے وصیت کرجاوے کہ سال بھر تک ان کو نان
ونفقہ دیا جاوے اور اُن کو رہنے کے لیے گھر دیا جاوے مگر آیت میراث سے چونکہ مال متروکہ
ملک ورثہ ہوگیا اور آیت سابق سے عدت متوفی عنہا زوجہا چار ماہ دس دن مقرر ہوگئے
تو اب اس وصیت کی ضرورت نہین رہی یہ وصیت عام وصایا سے ہوگئی ہے اسی وجہ سے
احناف کہتے ہین کہ متوفی عنہا زوجہا کو نان ونفقہ وسکنیٰ زوج کے لیے لازم نہین ہے اور امام شافعی
لازم کہتے ہین مگر اس لزوم کی کوئی قوی دلیل نہ تو حدیث مین ہے نہ قرآن شریف مین ہے یہ
آیت محتمل بہت سے معانی کو ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اور حدیث امکثی فی بیتک حتی یبلغ
الکتاب اجلہ یعنے رُکی رہ تو اے عورت اپنے گھر مین یہان تک کہ مدت مقررہ پوری ہوجاے
اس سے یہ لازم نہین ہوتا ہے کہ سکنیٰ بمال زوج مین لازم ہے بلکہ عدت لازم ہے

فَاِنۡ خَرَجۡنَ - پھر اگر وہ نکلین یعنی بعد سال گذرنے کے اگر وہ مکان سے باہر جانا چاہین یا اثناے
سال مین نکلنے کی ٹھان لین ؛

فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ تو کوئی مضایقہ نہین ہے تمپر اے اولیاے میت اسواسطے کہ تم نے انکو
نکالنا نہین چاہا یا مخاطب اسکے ائمہ اور حکام اہل اسلام اور وہ لوگ ہین جن کو ایسے امور
پر اُن وقتون مین قدرت ہو یا عام مسلمان ؛

فِيۡمَا فَعَلۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِنَّ مِنۡ مَّعۡرُوۡفٍ اُس امر مین جسمین وہ اپنے لیے کرین موافق دستور کے اگر
مراد نکلنے سے بعد تمام عدت کے ہے تو ظاہر ہے کہ جب وہ عدت گذرنے کے بعد نکلین تو پھر
کچھ مضایقہ نہین ہے تمپر کہ وہ ہر جایز امر کرین یعنی جو امور کہ بوجہ عدت کے لازم تھے وہ سب
چھوڑ دین اور وہ امور اختیار کرلین جن کی ممانعت بوجہ عدت کے تھی جیسے خوشبو لگانا اور
زینت کرنا اور سوگ چھوڑنا یا اپنے لیے خاوند کی تلاش کرنا وغیر ذلک من النکاح - یا مراد یہ ہے
کہ ایسی صورتمین انکی نکلنے کی ممانعت نہ کرنے مین تمپر اے اولیاے زوج یا حکام مجاز کوئی گناہ نہین
ہے اور اگر مراد اندر عدت کے نکلنے سے ہے یا سال بھر کے اندر نکلنے سے ہو اُس صورت مین جبکہ
سال بھر تک وہ عدت رکھین یا زوج وصیت کرتا تھا اس صورت مین اولیاے ازواج و حکام کو
کوئی گناہ نہین ہے جب وہ نفقہ اور سکنیٰ برابر دیتے ہین اور انھون نے عورتون کو نکالا بھی
نہین ہے اسواسطے کہ جو انپر لازم تھا انھون نے کیا - اب اُن عورتون کے سیکے ہونے کا وبال انپر

نہین ہے البتہ اگر وہ نفقہ روکتے یا گھر سے نکالدیتے تو اسوقت گناہ گار ہوتے اس سے یہ بات
ثابت ہوتی ہے کہ جو امر اولیاے میت پر لازم تھا وہ انھون نے انجام کو پہونچایا اس سے یہ
ثابت نہین ہوتا ہے کہ عورت کی مرضی پر رہنا اور نکلنا ہے یہان تک کہ کہا جاوے کہ اس
آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ زوجہ کو اختیار ہے چاہے وہ عدت بیٹھے اور نان و نفقہ اور سکنی لے
اور چاہے عدت نہ بیٹھے اور نان و نفقہ اور سکنی سے ہاتھ دھوئے یا مراد بعد عدت اندر سال کے
ہے تو یہ بھی مراد نہین ہے کہ اسوقت عورت بیٹھنا چاہے تو مرد کے اولیا کو نان و نفقہ دینا
ہوگا ؛

اسجگہ یہ بات کہ آیت منسوخ ہے یا نہین ایک لفظی بحث سے زیادہ نہین ہے اسواسطے کہ کوئی بھی
متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ دس دن سے کم نہین کہتا ہے اور نہ زیادہ کا قائل ہے تو چاہی
یہ آیت منسوخ ہو یا معمول بہ حکم مین کوئی فرق نہین ہوا اور جو سمجھا جاتا ہے کہ سال بھر عدت
بیٹھنے کا حکم تھا یہ منسوخ ہے ؛ اس طویل عدت کا قائل کوئی بھی اب نہین ہے ؛

وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ؛ اور اللہ عزت و الا حکمت والا ہے۔ اس سے کمال درجہ اس حکم کی تاکید
مقصود ہے کہ بندہ جان لے اسکے غلبہ و عزت کے باعث اسکا حکم ٹالا نہین جا سکتا ہے عدول
حکمی کرنے والے کو ضرور وہ مواخذہ کرے گا اور ناممکن ہے کہ اسکے مواخذہ سے کوئی چھوٹ جاے
اسکے ساتھ ہی ترغیب بھی ہے کہ اسکا حکم حکمت پر مبنی ہے کسی کو چون و چرا کا حق نہین ہے
بلکہ اسکے عمل کرنے پر تیار ہو جاوے اسواسطے کہ وہ ایسے ہی حکم دیتا ہے جنمین صلاح و فلاح عباد
کی ہے حکمت والا حکمت کے خلاف حکم نہین دیتا ہے اسکا حکم مصالح کو مشتمل ہوگا ؛

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ط اور تمام مطلقات کو بھی متاع اور منفعت پہونچانا ہے
دستور کے موافق اسجگہ مراد متاع سے یا متعہ ہے جیسا کہ اوپر گذرا یا نفقہ عدت ہے تو جو لوگ
متعہ مراد لیتے ہین تو وہ کہتے ہین کہ مراد اس عام حکم سے نفس جواز و فضیلت ہے صرف وجوب
نہین ہے اسوجہ سے متعہ واجبہ و مستحبہ سب کو شامل ہے لیکن سعید بن جبیر و ابو العالیہ ہر مطلقہ
کے لیے متعہ کے وجوب کے قائل ہین اسواسطے وہ اس آیت سے وجوب لیتے ہین اور مطلقات
سے بھی عام لیتے ہین ؛

بعض لوگون نے مطلقات سے وہی المطلقات مراد لیا ہے جن کا ذکر اس آیت سے قبل
ہوا وہ مطلقات جو قبل خلوت صحیحہ کے چھوڑی گئین اور ان کے لیے مہر بھی مقرر نہ تھا اس

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ
کیا نہین دیکھے تم نے وہ لوگ جو کہ اپنے گھرون سے نکلے اور وہ ہزار دن تھے

حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ
موت کے خوف سے تو ان سے اللہ نے کہا کہ مر جاؤ پھر اللہ نے ان کو جلا لیا

اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
اور یقیناً اللہ فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُونَ ○
شکر نہین بجالاتے ہین

(بقیہ ص ۲۹۹) صورت مین محض تاکید ہوگی اور اسکی صراحت ہوگی جو اوپر ذکر دیا گیا ہے یہی قول ہمارے علماء کا ہے اس کی تائید ابن زید کی حدیث کرتی ہے جس کو ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہتے ہین کہ جب متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین وارد ہوا یعنے کچھ نفع دستور کے موافق دیکے رخصت کیجاوین یہ حق ہے احسان کرنے والون پر تو ایک شخص نے کہا کہ اگر مین احسان کا ارادہ کرونگا تب تو مطلقہ عورت کو قبل خلوت صحیحہ و تقرر مہر کے متعہ دونگا ورنہ نہ دونگا اس قول پر یہ آیت نازل ہوئی کہ محض احسان نہین ہے اور اختیار نہین جیسا کہ گذرا بعض نے مراد اس سے نفقہ عدت لیا ہے اور بعض کہتے ہین کہ یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ سعید بن المسیب سے مروی ہے اور امامیہ کے بعض علما نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، بعض نے اس آیت کو مخصوص ٹھیرایا ہے مگر اس کی کچھ ضرورت نہین ہے۔

بالمعروف حقا علی المتقین ۵ دستور کے موافق ان مطلقات کو متعہ دینا حق ہے تقوی کرنیوالون کے اوپر یہ لفظ متقین جیسا کہ بارہا گذرا عام طور پر کل اہل سلام پر صادق آتا ہے خواہ تقوی کفر سے ہو یا معاصی سے لہذا حکم عام ہے "

کذالک یبین لکم آیاتہ لعلکم تعقلون ٥ یعنی بیان واضح احکام سابقہ کا اللہ تمھارے لیے اپنے آیات مین کرتا ہے یا ہر بیان صاف کرتا ہے جسطرح یہان اُسنے ظاہر کر دیا جو معاش و معاد مین فائدہ بخش ہو شاید تم کو عقل صحیح ہو جاوے یا کمال عقل ہو جاوے "

جب عز اللہ احکام طلاق کے بیان کر چکا تو اصل بیان سابق کی جانب پھر رجوع ہوا وہ بیان قتال

وجہاد تھا لیکن اسکے حکم بیان کرنے کے بجاے بطور تمہید کے بعض اگلے واقعات مشہور ومعروف کا ذکر کردیا تاکہ لوگون کو توجہ ہوجاوے اور جو احکام زن وشو کے مذکور ہونے سے غفلت اور دنیا کی طرف التفات ہوگیا تھا وہ دور ہوجاے خصوصًا ان انتظامات کے درست کرنے کے بعد جو اکثر جہاد فے سبیل اللہ مین حاج ومانع ہوتے ہین تعلقات زن وشو کے بچون کی پرورش عیال واعزا کے نفقات وغیرہ اِن سبکے انتظام کے بعد توجہ اس امراہم کی طرف دلائی گئی اور اس کے قبل ایک قصہ اس امر کے متعلق ذکر ہوا۔

اَلَمۡ تَرَ۔ اس جگہ ہمزہ استفہام تقریری ہے مقصود اسکا یہ ہے کہ مضمون بعد کو مذکور ہوگا اسکا اثبات مخاطب کو بھی کرنا ہے یا اس کی شان سے ہو کہ وہ بھی اثبات کرے رویت سے لم تر ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہین تو مقصود اس سے ظاہر کرنا اس امر کا ہے کہ یہ واقعہ یا تو خود مشاہدہ مین مخاطبون کے آچکا ہو یا اسطرح سے اسکی خبر پہونچی ہے کہ بمنزلہ مشاہدے کے ہے اسکے جاننے والے کثرت سے ہین کبھی وہ شخص جو واقف نہین ہوتا ہے بمنزلہ واقف کے فرض کرلیا جاتا ہے اور عجیب بات اور واقعی حالت اسکے روبرو اس طرز سے پیش کیجاتی ہے، کبھی بمنزلہ مثل کے کوئی مضمون ہوتا ہے وہ اس نہج پر ادا کیا جاتا ہے کبھی رویت کی لفظ رویت قلبی اور احساس پر اور غور وفکر پر بھی بولی جاتی ہے خصوصًا جب رویت متعدی الی کے ساتھ ہوتی ہے تو اکثر اُس سے مراد علم اور رویت قلبی ہوتی ہے بہرحال اسکے مخاطب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین اور آپ کو ممکن ہے کہ پہلے سے علم اس قصہ کا ہو یا اسی آیت سے اسکا علم ہوا ہو یا ہر مخاطب ہو اسکو بھی محتمل ہے کہ پہلے سے علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بلکہ یہی آیت علم کا باعث ہوا ور ممکن ہے کہ یہ قصہ مشہور ومعروف ہو!!

اَلَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ جو نکلے اپنے گھرون سے اس سے کون مراد ہے اسمین اگلے مفسرین کا تو بہت ہی کم اختلاف ہے مگر پچھلے مفسرون نے اختلاف کیا ہے۔

آراے جدیدہ کے متبع کہتے ہین کہ مراد اِن سے بنی اسرائیل ہین کہ وہ جب مصر سے نکلے مگر اگلے مفسرین اس امر پر متفق ہین کہ یہ واقعہ مصر سے نکلنے کا نہین ہے بلکہ وہ اور واقعہ ہے یہ واقعہ قریہ داوردان کا ہے جو واسط کے قریب تھا ایک کثیر جماعت وہان سے نکلی اور اسکو یہ امر پیش آیا جو آگے مذکور ہوتا ہے،

وَهُمۡ اُلُوۡفٌ ان کی حالت ہے وہ الوف تھے اسمین دو احتمال ہین یا تو یہ جمع الف کی ہو اور

آلاف کے بعد ہے جس کے معنی یہ ہین کہ وہ ہزارون تھے بعض نے دس ہزار کہا ہے
بعض تیس ہزار کہتے ہین بعض ستر ہزار بعض لاکھون ذکر کرتے ہین محققین کہتے ہین بلا تعین
عدد کثرت مراد ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ جمع آلف کی ہے جیسے قعود جمع قاعد کی وہ الفت
والے تھے باہم میل جول رکھتے تھے یا اُن کو دنیا کی الفت تھی مال و منال سے ان کا دل لگا ہوا
تھا لیکن آگے جو مضمون آتا ہے کہ وہ مر گئے اور پھر زندہ کر دیے گئے اس لحاظ سے الوف جمع الف
کی زیادہ مناسب ہے اسواسطے کہ اس حالت کو ذکر کرنے سے مقصد زیادہ عجب ظاہر کرنا ہو وہ اس صورت مین ہے کہ جب
الف کی جمع ہو کہ ہزارون ایکدم سے مر گئے خلاف عادت اور عجیب بات ہو لیکن چند محبت رکھنے والون کا ایکدم
سے مر جانا یا چند دنیا کی الفت رکھنے والونکا ایکدم سے ہلاک ہو جانا یہ کوئی عجیبات نہین ہو جسکا ذکر کیا جاوے اور
اس سے کوئی عجیب بات کیطرف اشارہ کیا جاوے یا اس سے تمہید کسی مہتم بالشان امر کی جاوے اس اعتبار سے الوف جمع الف
مقدم ہا اور چونکہ آلاف کی جمع ہو اسواسطے مبالغہ کثرت مین ہو حَذَرَ الْمَوْتِ مرنے کے ڈر سے یعنی وہ نکلے اپنے گھرون سے خوف
سے مرنیکے کیا وجہ تھی جسکا ان کو خوف تھا اسمین دو قول ہین ایک یہ ہو کہ جسجگہ یہ تھے وہان طاعون یا کوئی
وبائی مرض پیدا ہو گیا تھا اس سے ڈر کے بھاگے تھے دوسرا قول یہ ہو کہ اُن کو اُن کے نبی نے
یا اُن کے بادشاہ نے حکم جہاد کا دیا تھا اور وہ موت کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوے۔ جو
لوگ مصر سے بنی اسرائیل کے خروج کو سمجھتے ہین وہ کہتے ہین کہ فرعون کے لشکر کثیر سے ڈر کے
جہان اُن کو ان کی موت دکھائی دیتی تھی یہ بھاگے تھے اور اللہ نے ان کو بچایا یہان
جس قصہ کیطرف اشارہ ہے وہ کتب سابقہ مین مذکور ہے اور عرب مین مشہور بھی تھا وہ
حزقیل نبی کی کتاب مین ہے اور انھین کا قصہ ہے انھون نے یا اُن کے زمانہ کے بادشاہ
نے لوگون کو جہاد کا حکم دیا مگر جن لوگون کو حکم ہوا تھا وہ سب ڈر کے مارے بھاگ گئے یا اُن کے
شہر مین طاعون ہوا انکو حکم ہوا کہ وہ طاعون سے بھاگنے کو روکین مگر ان کی اُمت نے ان کا کہنا نہ مانا بھاگ
گئے جس کے وبال مین وہ کل کے کل ہلاک ہو گئے بعض لوگ انھین حزقیل کو ذو الکفل کہتے
ہین بعض یوشع بن نون کے خلیفہ کے خلیفہ کو حزقیل کہتے ہین بعض شمعون کو کہتے ہین لیکن
مشہور ان کا نام حزقیل ہے یہ جب باہر شہر کے نکلے تو انھون نے دیکھا کہ وہ کل مردہ پڑے
ہوئے ہین انھون نے اللہ سے دعا کی ارشاد ہوا کہ تم ان کی ہڈیون کو حکم دو وہ اکٹھا ہو جاوینگے
انھون نے ایسا ہی کیا وہ ڈھانچے سب درست ہو گئے پھر ارشاد ہوا کہ گوشت و پوست کو حکم دو
وہ بھی درست ہو جاویگا انھون نے ایسا ہی کیا وہ سب زندہ ہو گئے اور اللہ کی تسبیح کرنے لگے

یہان تک کہ اپنی مدت عمر کی پوری کر کے وہ مرے بعض روایات مین ہے کہ ان کے چہرون سے آثار مردنی کے نہین دور ہوئے تھے بعض نے تو یہانتک نقل کیا ہے کہ ان کے جسم جو بگڑ گئے تھے ان کی حالت ویسی ہی رہی اور اُن سے تعفن آتی تھی یہان تک کہ ان کی اولاد سے بھی اسی قسم کی تعفن جاری رہی اور مدت تک بلکہ جب تک ان کی اولاد رہی یہ تعفن برابر جاری رہی ؛ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

فَقَالَ لَہُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ پھر کہا اللہ نے ان کو کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کیا۔ اس قصہ کی بنا پر یہ آیت اپنے ظاہر پر ہے لیکن جو لوگ اسکو ظاہر پر محمول کرنے کو خلاف عقل سمجھتے ہین وہ اس جملہ کی تاویل کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ اللہ نے ان سے ناگواری کی حالت مین کہا کہ مرو جیسے ارشاد ہوا مُوۡتُوۡا بِغَیۡظِکُمۡ مرو اپنے غصہ مین یہان مقصود موت متعارف نہین ہے پھر زندگی بھی ان کی اسی مناسبت سے ہے کہ اُن کو حیات ترقی حاصل ہوئی خاصکر کے جو لوگ بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے وقت کو سمجھتے ہین وہ کہتے ہین کہ جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے اور اُن سے حضرت موسیٰ نے کہا کہ بیت المقدس کو فتح کرو تو اُنھون نے جبارین کے مقابل لڑنے کی ہمت نہین کی اور کہا اذہب انت وربک فقاتلا تم اور تمھارا پروردگار لڑے ہم یہین بیٹھے رہین گے تو اسوقت ارشاد ہوا کہ یہ چالیس برس محروم سرگردان جنگل جنگل پھرتے رہین اسی ذلت وخواری کو موت سے تعبیر کیا پھر ان کی ہمت اور شجاعت جو ان مصائب کے برداشت کرنے سے پیدا ہوگئی تھی ان کی زندگی سے تعبیر کی گئی لیکن ظاہر ہے کہ یہ تاویل ہے اور اسکی ضرورت اسوقت ہے کہ جب موت اسطرح کی خلاف عقل ہو اور متعذر ہو اور کوئی اصلیت نہ ملتی ہو حالانکہ ایسا نہین ہے اصلیت اسکی اگلی کتب مین ہے اور مخبر صادق نے اسکی خبر دی موت خود ممکن ہے اور اسکے بعد جینا بھی ممکن ہے بلکہ واقع ہے اسواسطے خلاف عقل نہین متعذر نہین جو ظاہر سے پھیرا جائے البتہ یہ ضروری ہی کہ اس مرنے سے بالکل تعلق اس دنیا کا جاتا نہین رہا تھا یہ موت زجر و توبیخ سے تھی ان کی تمامی عمر کے بعد موت طبیعی نہ تھی اسواسطے اُسپر آثار آخرت کے مرتب نہین ہوئے ان کو عالم آخرت بھی منکشف نہین ہوا اسلیے دار تکلیف ان کے لیے ویسا ہی دار تکلیف رہا اور نہ ان کو دو مرتبہ سے زیادہ موت طبیعی ہوئی اُسکی نظیر مرض سکتہ سے ظاہر ہے بعض حکما قائل ہین کہ ایک حالت بیماری کے باعث سکتے کے طور پر طاری ہوتی ہے جسمین تمام آثار حیات مخفی ہو جاتے ہین

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اور قتال کرو اللہ کی راہ مین اور جان لو کہ وہ یقینًا اللہ سننے والا ہے اور جاننے والا ہے

(بقیہ ۳۰۲) اور روح کسیطرح محسوس نہین ہوتی باوجود اسکے بالکل روح بے تعلق نہین ہوتی ہے اگر پھر واپس ہو تو ہوسکتی ہے اگر کوئی امر مانع نہ ہو اور جو مانع ہو وہ زائل ہو جائے "

وَاِنَّ اللهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ - اور یقینًا اللہ فضل و بخشش والا ہے لوگون پر خصوصًا ان لوگون پر جن کو اُسنے مرنے کے بعد زندہ کیا تھا وہ لوگ مصیبت کی حالت مین مرے بھی طاعون سے بھاگ کے مرے تو بھی گناہ تھا کیونکہ فرار عن الطاعون گناہ ہے اور اگر جہاد سے بھاگے تو بھی فرار عن الزحف تھا وہ بھی گناہ کبیرہ ہے اللہ جلشانہ نے انکو زندہ کیا تاکہ وہ تلافی مافات کی کرین اور اپنے گناہون سے توبہ کرین یہ محض فضل تھا اور اُنکی نبی کی شفاعت کا ثمرہ تھا، جو تمام امیدون کے منقطع ہونے کے بعد عفو تقصیر کی صورت نکل آئی، اس جگہ اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے قبضہ مین ہے جب چاہے مارے جب چاہے جلائے تو پھر کسی کو کیون پس و پیش ہوتا ہے، اسکی راہ مین شہید ہونے مین اسواسطے کہ اسکے حکم کے موافق ہے تو وہ یقینًا اسکا اچھا ثمرہ دے گا اگر اس کی راہ مین جان گئی ہے تو وہ اُس جان سے قوی تر جان دے گا اور ہر طرح کی راحت و آرام عطا فرمادے گا، دار رضوان مین داخل کرے گا اس لحاظ سے فرار جہاد سے یا فرار قضای الٰہی سے بے سود ہے بلکہ نفع اسی مین ہے کہ اس کی مرضی اور حکم کے موافق اس کی راہ مین جان دیجائے یہی بہتر ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہین کرتے ہین جو وہ انعام کرتا ہے اسکا شکر بجالائے سے اکثر گریز کرتے ہین حق تو یہ ہے کہ اسکے تمام انعام کے شکر ادا کرنے سے لوگ قاصر ہین وہ ادا کیسے کرسکتے ہین مگر افسوس یہ ہے کہ وہ ادا کرنا بھی نہین چاہتے اسواسطے کہ ناشکر گذار اور کفران نعمت کرنیوالے ہین اپنی جان و مال عطا کیا اسنے زندگی دی قوت دی اسکا شکر تو یہ ہے کہ اسکی راہ مین جان دیجاوے جان دینے مین دریغ نہو مال دیا ہے تو اسکی راہ مین مال دینے مین دریغ نہ ہو قوت اسکی راہ مین صرف کیجاوے اسکی اطاعت و فرمانبرداری بقدر وسعت کیجاوے مگر اکثر لوگ ایسا نہین کرتے ہین، جان چراتے ہین، مال سے دریغ کرتے ہین قوت لہو و لعب مین صرف کرتے ہین شباب گناہون اور نافرمانیون مین گنوا دیتے ہین یہ اسکا احسان ہے کہ وہ گرفت کم کرتا ہے "

اِس آیت کا پورا التعلق تو اوپر کی آیت سے ہے یا اوپر کی آیت اس آیت کی تمہید ہے اور اصل

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ

کون ہے جو اللہ کو ادھار اچھی طرح تو اللہ اسکو دونے پر بھی دونے بہت

اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

زیادہ دے گا اور اللہ روکتا ہے اور پھیلاتا ہے اور اسی کی طرف وہ لوٹ آئینگے۔

بقیہ ۳۰۴ مقصود اُس سے ہے جو لوگ کہتے ہین کہ مخاطب سکے وہی لوگ ہین جو مر کے زندہ ہوئے یا جو اوپر مذکور ہوے ہین تو وہ کہتے ہین کہ اسکا تعلق اوپر ہی سے ہے اور یہان قیل لھم محذوف ہے ان سے کہا گیا کہ قتال کرو یعنی جہاد کرو اللہ کی راہ مین اور جو لوگ مخاطب اس آیت کے مکلفین امت محمدی کو لیتے ہین وہ کہتے ہین کہ اوپر کی آیت اس آیت کی تمہید تھی کہا گیا کہ تمکو کیا ان لوگون کا حال معلوم نہین ہے کہ جن کو حکم قتال کا ہوا اور انھون نے نافرمانی کی بھاگ کھڑے ہوے آخر کار پھر زندہ ہونے کے بعد قتال کرنا ہی پڑا قضا و قدر سے کہان مفر ہے جب تمکو وہ قصہ معلوم ہے یا جب تم اسکو جان چکے تو اب تمکو پس و پیش نہ کرنا چاہیے جیسے حکم ہو اسکی تعمیل پر مستعد ہو جانا چاہیے تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم خدا کی راہ مین قتال کرو خدا کی راہ مین یعنے اُس کے حکم کے موافق اُس کے کلمہ کے اعلا مین اسکی دین کی تائید مین اور اسکے احکام کی تبلیغ مین امر بالمعروف کی غرض سے نہی عن المنکر کے باعث دار الاسلام کو غیر مسلمون کے تسلط سے بچانے کی غرض سے یہ سب امور فی سبیل اللہ مین داخل ہین اور ان سب کے لیے جہاد کرنا چاہیے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور جان لو یقینا اللہ سننے والا خبردار ہے۔ اسمین بھی وہی دو احتمال ہین یا تو مراد اگلے مذکورین ہین کہ تم اے گروہ زندہ ہونیوالو یاد رکھو کہ اللہ تعالے تمھاری باتون کو سنتا ہے اور تمھارے حالات کو دیکھتا ہے اسنے تمھاری نافرمانی کی بات سنی اور اُسنے تم کو مارا اور مرنے کے بعد کیحالت بھی وہ جانتا ہے اب جو تم کہوگے وہ بھی سنے گا اور جو کروگے وہ دیکھتا ہے یا مراد اُس سے وہی مکلفین امت محمدی ہین تو ان کو تنبیہ کیجاتی ہے کہ وہ ہوشیار ہو جاوین اللہ ان کے حیلہ حوالہ عذر و معذرت کو سننے والا ہے حالات اچھی طرح واقف ہے کوئی فقرہ چل نہین سکتا ہے اُوپر قتال کا حکم ہے مخاطب اسکے چاہے مومنین امت محمدی ہون یا جو اوپر مذکور ہوے ہمجگہ انھین کو خطاب کیا جاتا ہے جن کو قتال کا حکم ہوا ہے چاہے امت محمدی ہون یا گذشتہ اقوام ہون کہ انہین سے کون اللہ کو قرض حسنہ دیتا ہے ظاہرا اس سے اعانت مالی مراد ہے

کیونکہ جب قتال کا حکم ہوا اور قتال کے امور کا انصرام بدون مال کے نہین ہو سکتا ہر لڑنیوالون کو کھانے پینے کی ضرورت ہی سواری و کپڑون کی ضرورت ہی ہتھیارون کی ضرورت ہی اور دوسری اشیار کی بھی ضرورت ہی جس سے مال کا زیادہ مصرف بڑھگیا ہی اس اعتبار سے اس حکم کی ضرورت بھی زیادہ ہوگئی ہے اُسوقت بھی تھی ؛

مَنْ ذَا الَّذِي کون ہی وہ شخص مَن استفہامیہ ہی اور محلاً مرفوع ہی بمنزلہ مبتدا کے ہی اور ذا خبر ہے اور الَّذِي اس کی صفت ہی یا بدل ہے اس طرز سے خطاب کرنے مین زیادہ توجہ دلانا منظور ہے يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا دے اللہ کو قرض حسنہ ۔ قرض اُدھار کو کہتے ہین مگر اللہ کو ادھار دینے کی کوئی صورت نہین اُس کو ادھار لینے کی کوئی حاجت بھی نہین ہے لہذا یا تو حذف مضاف ہے کہ رسول اللہ کو یا مجاہدین فی سبیل اللہ کو یا ایماندارون کو ادھار دے کہ ان کو ادھار دینا مین خدا کو دینا ہے یا اسجگہ قرض کے معنی ادھار کے نہین ہین جو روپیہ یا کسی شے کو دیتا ہے کہ بعد کو وہ یا اُسکے مثل ادا کر دیجاوے گی بلکہ مراد اسجگہ کسی کام کو کرنا اس غرض سے کہ خدا اسکا اجر عطا فرمائے گا اس اعتبار سے ہر شے پر جو خدا کیلیے کی جاوے اقراض بولا جاتا ہی جہاد سے اسکی تفسیر کیجاوے تو وہ بھی داخل ہے اور پھر خود جہاد جان کا ہو یا مال کا ہو دونون کو شامل ہی تمام اعمال صالحہ اسکی تفسیر کیجاوے تو وہ بھی صحیح دونون احتمالون مین اس آیت کا تعلق اوپر کی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مطلقاً عمل صالح مراد ہو تو بعد حکم قتال کے اس حکم کا عام طور پر لانا امر قتال کی تاکید کے ساتھ دوسرے اعمال پر بھی تحریض ہے اور اگر جہاد ہو تو ظاہر ہے کہ حکم قتال ایک دشوار کام ہو اسکی طرف توجہ مزید اس آیت سے دلائی گئی کہ جتنا دشوار ہے اتنا ہی دمند ہے اور اگر جہاد بالمال مراد ہو تو واضح تر ہے کہ جب جہاد جانی کا حکم ہوا اور اسکا انصرام بغیر مال کے نہین ہو سکتا ہی تو اسکا حکم دیا گیا قَرْضًا حَسَنًا مین قرض یا تو مصدر ہے بمعنی اقراض کے یا بمعنی مفعول کے ہی اسی وجہ سے منسوب ہے حسن دونون صورتون مین صفت ہے پہلی صورت مین معنی یہ ہون گے کہ قرض دو اچھا قرض دینا جسمین خلوص ہے دوسری صورت مین یہ ہی کہ وہ شے مطلوبہ حلال اور مال طیب ہلو سطے کہ غیر حلال اور غیر طیب مقبول نہین ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا قرض حسن سے مراد مجاہدہ اور خدا کی راہ مین خرچ کرنا ہی اس معنی سے صاف تعلق اول آیت سے معلوم ہوتا ہے مراد اس سے خرچ راہ خدا ہے ۔

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً پس دونے پر دونا بہت سا دیگا اسکو اللہ بعوض قرض کا بتا یا گیا ہے کہ جو اللہ کو اُدھار دے گا اسکے عوض مین بہت زیادہ ملیگا اسمین اضعافاً کثیرۃً سے

قرض حسن

بہت مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ اضعافاً جمع ضعف کی ہے وہ شے پر اسکے مانند زیادہ کرنے کو کہتے
ہین اسکی جمع کی حاجت نہین مگر جمع سے مراد انواع و اقسام کی زیادتی ہے پھر کثیرۃ سے توصیف
کی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ اِس مقدار کی ہاں جس کو سواے خدا کے کوئی نہین جان سکتا ہے۔
لاکھون زیادتیان اسمین مراد ہوسکتی ہین جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسقدر
سمجھنا چاہیے کہ حسنہ خود مال ہو یا عبادت وغیرہ اگر نیت خالص سے کیا جاوے تو اسکا ثواب
ہی کچھ اور ہے اور پھر تمام آداب کے اور مواقع کے اعتبار سے ہو تو وہ چیز ہی اور ہے اور پھر
اسمین محبت و شوق اور یکسوئی حضرت حق سے ہو تو وہ کسی اور ہی عالم کی بات ہوجائیگی
جیسا عمل ہوگا ویسا اسکا اجر ہوگا وہ بھی اسی اعتبار پر زیادتی پر زیادتی پاتا جاوے گا جس کی
مقدار بشر نہین جان سکتا ہے ؁

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ اور اللہ روکتا ہی اور پھیلاتا ہے۔ عالم مین مختلف احوال پر اشخاص
پائے جاتے ہین اس کی کیا حکمت ہے اور اس کو کس قاعدے سے اندازہ کرنا چاہیے۔
اسمین عقل دنگ ہے جسکو چاہتا ہو فراخی عطا کرتا ہے تو ایسی کہ کسی قسم کی تنگی نہین ہوتی۔
جس کو چاہتا ہے تنگی مین رکھتا ہے کہ فراخی کی صورت ہی اسکو نہین دکھائی دیتی ہے کبھی ایک ہی شخص
فارغ البال ہوتا ہے کبھی پریشان حال ہوتا ہے نیک کردار مبتلاے آفات ہوتا ہو بدکار
راحت مین رہتا ہے کوئی بدکار مصیبتون مین گرفتار ہوتا ہے نیک راحتون مین رہتا ہے
دین و دنیا کا چین پاتا ہو تو جب علم ہے کہ قدرت الٰہی کے کرشمے ہین تو پھر اعطاء اور انفاق
مین کیون پس و پیش ہے وہ چاہے دینے والے کو فراغت دے اور بخیل کو تقتیر کردے اسی
کی طرف لوٹ جانا ہے وہ عمل کی جزا دے گا ایسی صورت مین عقلمندی یہی ہے کہ خوب خدا کی
راہ مین صرف کرے اور اجر پائے اسجگہ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جملہ اعمال خواہ انفاق مال ہو
یا عبادت یا ذکر و فکر سب کے اوقات ہین اُن اوقات مین جو وہ ادا کی جائین تو انکا ثواب
بہت ملتا ہے اور اُن اوقات کے گذر جانے کے بعد وہ ثواب نہین ملتا ہو خصوصاً مال ہے
کہ لوگ بخل کرتے ہین اور وقت پر صرف نہین کرتے ہین خیال ان کو دامنگیر ہوتا ہے کہ کہین
ان کے وقت پر دشواری ہو ان کی ضرورت مین کوئی کام نہ آئے حالانکہ دینے والا اور
روک رکھنے والا وہ سرا ہی ہے اور وہ جزا دینے کا وعدہ کر چکا اُس کی طرف لوٹنا اور جزا پانا
ضروری ہو پھر اندیشہ کرکے وقت گنوا دینا عقلمندی نہین ہے جب کوئی بھوکے کو پائے تو اسکو

اعمال کے اوقات ہین

کھلانے بھوکے کو کھلانا جو ثواب رکھتا ہی کسی پیٹ بھرے فقیر کو دینا اتنا ثواب نہین رکھتا ہے ایک پیاسے کو پانی پلانا جسقدر ثواب ہی وہ بڑی بڑی خیرات سے ثواب نہین ملتا ہی حدیث شریف مین آیا ہے کہ قدیم زمانہ مین ایک گنہگار مرد تھا یا ایک بدکار عورت تھی راستہ مین اُسنے دیکھا کہ کتا پانی نہ ملنے کے باعث پیاس سے کیچڑ چاٹ رہا ہے اُسنے اپنے موزے مین پانی بھرکے اُسکو پلایا فشکر الله فغفرلہ تو اللہ نے اس کی یہ خیرات قبول کی اُسکو بخشدیا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صرف مسلمان بھوکے پیاسے کی حاجت روائی سے اجر ہے بلکہ چاہے مسلم ہو یا کافر نیک ہو یا بدکردار سب کی حاجت روائی مین اجر ہے یہان تک کہ جانورون مین بھی اجر ہے اسی حدیث کے آخر مین ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہمکو جانورون کے متعلق بھی اجر ملیگا تو آپنے فرمایا کہ ہان ان لکل ذات کبد رطب اجرا یقینًا ہر تر پتہ والے کے بارے مین اجر ہی حاجت مند کی حاجت روائی کو خدا اپنی حاجت روائی فرماتا ہی کیونکہ خلق عیال اللہ ہین جو اسکے عیال کے ساتھ کیا جاوے وہ اسی کے ساتھ ہے اسی وجہ سے قیامت مین فرمائے گا کہ مین بھوکا ہوا تم نے کھانا نہین کھلایا مین پیاسا ہوا تم نے پانی نہین پلایا مین بیمار ہوا تم نے عیادت نہین کی بندہ کہیگا تو ان سب حاجات سے مستغنی ہے تو نے کب یہ امور طلب کیے جو مین نے ان سے اغماض کیا ارشاد ہوگا کہ میرا فلان بندہ بھوکا ہوا اُسنے تم سے کھانا مانگا اور تم نے نہین دیا فلان بندہ پیاسا ہوا تھا اسنے پانی مانگا اور تم نے نہین دیا فلان بیمار ہوا تھا اور تمنے عیادت نہین کی غرضکہ جو کام حاجت کے وقت کیا جاوے گا وہی زیادہ ثواب کا باعث ہوگا کسی مجاہد کو دیا گیا تو اُسکے جہاد کا ثواب ملیگا کسی عالم کو دیا گیا اس کی خدمت علم کا ثواب ملے گا ایک شخص خود قوت جسم نہین رکھتا ہی مال ہے اُسنے مال دیا دوسرا شخص مال کی قوت نہین رکھتا ہی جسم قوی ہے اُسنے مال لے کے جہاد کیا دونون کو اجر ملیگا اگر مجاہد ہی اپنے اوپر صرف کرے وہ بھی اجر پاوے گا کبھی اپنی تنگی کے وقت جو صرف ہوتا ہے وہ باعث اجر کی زیادتی کا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی حالت مین جن لوگون نے صرف کیا تو ان کو جو اجر ملے گا وہ دوسری فارغبالی کے وقت صرف کرنے سے کہین زیادہ ہوگا ارشاد فرمایا ہے کہ صحابہ کی ابتدائی حالت مین نصف خرما دینے کا جو اجر ہے اگر تم مین سے احد کے برابر سونا خیرات کرے تو بھی وہ اتنا اجر نہ پاوے گا حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ ایک وقت میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ دو لڑکیان تھین مین نے اسکو تین خرمے پکڑا دیے اُسنے

ایک ایک ہردو دختر کو دیا اور ایک اپنے لیے رکھا جب وہ دونون کھا چکین تو اُسنے اُپنے حصے کے خرمے کو بھی آدھا آدھا کر کے ہر ایک لڑکی کو دیدیا حضرت عایشہ کو اسکا بہت اثر ہوا ظاہر ہے کہ آپ کے امکان مین اور خرمے ہوتے تو وہ بھی دیدیتین آپ نے آنحضرتؐ سے یہ واقعہ بیان کیا آپنے فرمایا کہ اسطرح جو آزمایش مین اپنی دخترون کی گرفتار کیا جاتا ہی تو اسکی جزا جنت ہی جب اُس عورت کی جزا جنت ہی جس نے اپنی دختر کو دیا تو حضرت عایشہ کی جزا کا کیا پوچھنا ہی اُسوقت کے وہ خرمے جیسے باعث اجر تھے قیصر و کسرا کے خزانے ملنے کے بعد جو خیر ہوئی اتنی موجب اجر کیسے ہو سکتی ہے یہی سبب ہے کہ کبھی دس گنا کبھی ستر گنا کبھی سات سو گنا کبھی اُس سے بھی زیادہ اجر ملتا ہی جو حالات اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہی

فائدہ - اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ اگر اس آیت مین حذر الموت سے طاعون مراد ہے تو کیا فرار عن الطاعون ناجایز ہے اور اسی آیت سے عدم جواز نکلتا ہے اور کیا یہ قطعی ہے اسکا جواب یہ ہی کہ چونکہ حذر الموت مین احتمال ہے اسوجہ سے اس آیت سے قطعی حرمت فرار عن الطاعون کی تو نہین نکلتی ہے مگر اسکو بھی مشتمل ہونے کے باعث حرمت بمعنے مکروہ تحریمی ہونا فرار کا طاعون سے ضروری ثابت ہوتا ہے اور اسی کے موافق احادیث بھی وارد ہوئی ہین *

طاعون وبائی مرض ہے جسطرح اور عام امراض ہین اسمین لاکھون آدمی اور ہزارون آدمی ایک وقت مین ہلاک ہو جاتے ہین ہندوستان مین اسقدر زور کا طاعون نہین آیا باوجود اسکے حکم اسکا یہی ہے کہ فرار اس سے ناجایز ہے حدیث سے ثابت ہوتا ہی الفار من الطاعون کالفار من الزحف فرار کرنے والا طاعون سے ویسا ہی ہے جیسا فرار کرنے والا جہاد سے اسکی وجہ حدیث شریف مین یہ بتائی گئی ہے کہ جسطرح قتال مین آدمی زخمی ہوتا ہے اسی طرح طاعون مین بھی زخمی ہوتا ہے اور جو حالت قتال مین زخم کی ہے وہی قیامت مین طاعون کے زخم مین بھی ہوگی چنانچہ جب لوگ محشور ہونگے اور طاعون مین مرنے والے بھی اٹھین گے تو اسوقت بستر پر مرنے والے اور معرکہ مین شہید ہونیوالے طاعون کے مرنے والون کے بارے مین جھگڑا کرینگے ہردو فریق کہین گے کہ ہمارے ساتھی ہین ہم مین محشور ہون بستر پر مرنے والے کہین گے کہ جسطرح ہم مرے یہ بھی مرے شہید معرکہ کے کہین گے کہ جیسا زخم ہم نے کھایا اُنھون نے بھی کھایا اسوقت کہا جاوے گا

کہ ان کے زخم دیکھو کیسے ہین تو زخم دیکھے جاوینگے تو معرکہ مین شہید ہونے والون کے ایسے زخم ہون گے انکا حشر شہداے معرکہ کے ساتھ ہوگا اسکی وجہ یہ ہی کہ حدیث مین آیا ہے کہ آپنے فرمایا کہ اے اللہ میرے امت کے چیدہ لوگون کی موت طعن مین اور طاعون مین کر تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ طعن تو ہم کو معلوم ہے کہ نیزون کے زخم ہین مقصد اس سے جہاد ہے لیکن طاعون کیا ہے ہم اُسکو نہین جانتے ارشاد فرمایا کہ تمھارے دشمن جنون کا پوشیدہ زخم ہے؛

اس سے معلوم ہوا کہ طاعون کا حکم اور معرکہ کا حکم اسوجہ سے یکسان ہی کہ وہان بھی دشمنون سے زخم کھانے سے آدمی مرتا ہے اور اس مین بھی فرق اسقدر ہے کہ معرکہ مین دشمن دکھائی دیتا ہی اور طاعون مین نہین دکھائی دیتا ہی۔ اسکو دیکھنے والے روحانی لوگ ہین جسوقت طاعون ہوتا ہے اکثر لوگ بلا کو مشاہدہ کرتے ہین جن کے مشاہدے اس کثرت سے سُنے ہین کہ اُن کی تکذیب مشکل ہے اور تحقیق جدید سے دیکھا جائے تو خوردبین سے جراثیم دکھائی دیتے ہین جن کی تھوڑی مقدار لاکھون آدمیون کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے۔

جن چھوٹے بھی ہوتے ہین ایسے کہ جو چیونٹی سے زیادہ باریک اور بڑے بڑے بھی ہوتے ہین تو اگر ان کی شکل عالم دنیاوی مین مرض یا جراثیم کی شکل مین ہو تو کوئی تعجب نہین ہے کیونکہ امراض اکثر اعراض ہین جو عالم مثال مین جواہر ہین انھین کو انبیا ان کے صور مثالی مین دیکھ کے بیان فرماتے ہین جنکو انپر بھروسہ ہے ان کے لیے تو حدیث کافی ہی جن کو اقوال انبیاء پر اعتماد نہین وہ بیان بالا سے تشفی کرین اسواسطے کہ جن ہر پوشیدہ جراثیم کو بھی کہہ سکتے ہین جس کا ثبوت برابر خوردبین سے ہو سکتا ہی، طاعون سے بھاگنے کی ممانعت اسوجہ سے ہوئی کہ انسان مین استقلال ہونا چاہیے حکم شرعی نہایت مصالح پر مبنی ہے حضرت عمر کے وقت مین طاعون ہوا اور آپ اسوقت شام مین جہان طاعون تھا جانا چاہتے تھے کہ خبر دیگئی کہ وہان طاعون ہے آپ ٹھہر گئے مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا کوئی راے قائم نہ ہوئی فکر مین سب تھے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف آگئے انھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس جگہ طاعون ہو اور تم وہان ہو تو اُس سے بھاگو نہین اور جہان ہو وہان جاؤ نہین حضرت عمر نے ایسا ہی کیا جب حضرت ابو عبیدہ نے اعتراض کیا کہ افرارا من قدر اللہ کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگنے کے لیے واپسی ہے حضرت عمر نے کہا کاش تمھارے سوا کوئی دوسرا ایسا کلام کرتا تو زیادہ بہتر تھا تمکو

ع۵۸

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ

کیا تم نے نہین دیکھا بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد

إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ

جب کہا انھون نے اپنے نبی کو کہ اٹھا ہمارے لیے ایک بادشاہ

اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا

کہ ہم خدا کی راہ مین لڑائی کرین اسنے کہا کیا ٹھیک نہین ہے کہ جب تم کو حکم دیا جاوے لڑنے کا تو تم

تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ

نہ لڑو کہا انھون نے کہ کیا وجہ ہے کہ ہم

أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

نہ لڑینگے اللہ کی راہ مین درحالیکہ ہم نکالدیے گئے اپنے گھربار بال بچون سے پھر جب ان کو

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

لڑائی کا حکم ہوا تو بھاگ کھڑے ہوے سوائے تھوڑے انمین سے اور اللہ گنہگارون کو جانتا ہے۔

بقیہ ۳۱۰- یہ کہنا چاہیے ہم تو قدر اللہ سے قدر اللہ کیطرف جاتے ہین جسطرح ایک چرواہا شاداب راہ مین بکریان لیجاتا ہے اور خشک مین نہین لیجاتا ہی حالانکہ دونون استونمین قضائے الٰہی سے لیجاتا ہی اس کے بعد حضرت عمر واپس آئے حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ نے وفات فرمائی اور حضرت عمرو بن العاص لشکر کو لیکر جابیہ سے اوپر چڑہ آئے اس سے معلوم ہوا کہ اگر طاعون کی جگہ سے نکلینگے تو پریشانی کے باعث ہلاک ہونیکا اندیشہ ہی اور دوسرے ملکون کو بھی وبائی کرادینے کا خوف ہی اگر ٹھیرے رہے تو مرض کے متعدی ہونے کا اندیشہ نہین اور ٹھیرے رہنے سے دل قوی رہنے کے باعث اور پریشانی نہ لاحق ہونیکے سبب سے قوی گمان محفوظ رہنے کا ہی اسواسطے کہ ضعف قلب سے زیادہ یہ مرض پیدا ہوتا ہی۔

اسجگہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بقصد فرار بھاگے تو گناہ ہی کسی دوسرے مقصد سے نکلے تو گناہ نہین ہی ایسی ہی جانا ان مقامات پر محض طاعون مین پھنسنے کی غرض سے معصیت ہی اور ہلاکت پر اپنے کو بلا فائدہ پیش کرنا ہی۔ واللہ اعلم

ع۵۸ یہ دوسری تمثیل ہے جس سے جنگ کے احکام کی تاکید منظور ہی مسلمانون کو اگلون کے

قصوں سے عبرت دلائی جاتی ہے تاکہ مسلمانوں کو تنبیہ ہو۔

اَلَمْ تَرَ میں وہی احتمال ہے کہ جو اوپر گذر گیا یہ قصہ مشہور تھا یا اسکا علم اچھی طرح سب کو تھا اسکی طرف توجہ دلائی جاتی ہے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا ہر وہ شخص جو صلاحیت خطاب کی رکھے واقعہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو

اِلَی الْمَلَاِ۔ ملاء لوگوں میں جو سربرآوردہ اور بااثر اشخاص ہوتے ہیں اُن کے مجموعے کو کہتے ہیں چونکہ ہیبت ان کے لوگوں کی دلوں کو بھر لیتی ہے اسواسطے اس کو ملاء کہنے لگے یا باہم ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہوتے ہیں ایک دوسرے کی معاونت کرتے ہیں اسواسطے ایسی جماعت کو ملاء کہنے لگے ہیں، بنی اسرائیل کے ملاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے طریقہ حکومت میں بھی موافق فرعون کی حکومت کے جمہوریت تھی ایک جماعت ملک کا انتظام کرتی تھی یا بہ انتخاب خود اشخاص کی ہیئت کرالیتی تھی یا لوگ اپنی طرف سے منتخب کرلیتے تھے کوئی بھی صورت ہو یہ مجلس پنچایت یا پارلیمنٹ کے قایم مقام تھی۔

مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی۔ بعد موسیٰ علیہ السلام کے، یہ واقعہ ان کی وفات کے بعد کا ہے کیونکہ حضرت داؤد کا ہے

اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ۔ جب کہ ان لوگوں نے اپنی نبی سے کہا :

قصہ حضرت شموئیل علیہ السلام

مراد اس جگہ نبی سے حضرت شموئیل بن حنہ بن العاقر ہیں اور بعض نے شمعون اور بعض نے یوشع بن نون بھی کہا ہے ظاہرا پہلا قول درست معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ ان نبی کی وقت میں داؤد علیہ السلام تھے اور آن سے اور حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بہت فصل ہے لہذا یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ کے شاگرد تھے اور انھیں کے معاصر شمعون تھے اس وقت تک غالباً نہیں رہے ہوں گے :

نبی کا مرتبہ اسوقت کیا تھا اسکا صحیح اندازہ ممکن نہیں مگر اسقدر معلوم ہو سکتا ہے کہ مطاع القول ہو گا :

اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ ایک بادشاہ بنا دے کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں بعث کے معنی اسجگہ مقرر کرنے کے ہیں جہاں تک ہمکو معلوم ہوا ہے اس واقعہ کی صورت اسطرح ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وفات فرمائی توان کے قایم مقام حضرت یوشع ہوئے انھوں نے موافق توراۃ کے احکام نافذ فرمائے اور بنی اسرائیل کی حالت درست رکھی پھر اسی طرح

کالب ہوے پھر حزقیل ہوے پھر الیاس ہوے پھر الیسع ہوے ان سب نے امور بنی اسرائیل کی نگرانی کی پھر عمالقہ کے گروہ سے جالوت کی قوم نے اپنر تسلط حاصل کر لیا اور ان کو غلام بنا لیا اُن سے جزیہ لیتے تھے اور اُن سے خدمت کراتے تھے یہان تک کہ اُن کی کتاب مقدس تورات بھی چھین لی اسوقت اُن کا کوئی نبی نہ تھا بلکہ نبوت جس خاندان مین تھی وہ خاندان برباد ہو گیا تھا صرف ایک عورت باقی رہ گئی تھی اور وہ اتفاق سے حاملہ تھی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اشمویل رکھا گیا بعض انکا نام شمعون بھی کہتے ہین وہ جب پیدا ہوئے تو ان کو ایک بزرگ نے بنی اسرائیل سے پرورش کیا ان کی تربیت کی جب وہ ہوشیار ہوے تو اللہ نے ان کو ان کیطرف نبی کر کے بھیجا ان کو تورات بھی ملی وہ احکام دینے لگے اسوقت ان کی قوم نے اُن سے کہا کہ ایک امیر اور بادشاہ یہان ایسا مقرر کیجیے جو انتظام مملکت کرے اس صورت مین ان کی پنچایت اسقدر قدرت نہین رکھتی تھی کہ نظم جہانداری اچھی طرح کر سکے اور شر دشمن سے اچھی طرح محفوظ رہ سکے بعض کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت نبی کا کام صرف ہدایت اور ارشاد تھا اور اسکو سیاست ملکی مین دخل دینا مناسب نہین معلوم ہوتا تھا، وہ ایک امیر مقرر کر دیتا تھا جو دشمنون کے مقابلہ مین بھی ریاست کرتا تھا اور سیاست بھی اسی کے قبضہ مین تھی لیکن تمام امور کی نگہبانی حقیقۃً نبی ہی کرتا تھا اگر یہ صحیح ہے تو ہم کو اس حالت سے نبی کے اقتدار کا اندازہ ہو سکتا ہے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ نبی نے جب دعوے نبوت کیا تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اگر آپ نبی ہین تو آپ ہمارے لیے امیر بھی مقرر کر لائیے تاکہ نظم ہمارا صحیح ہو جاے، حالت تو یہ ہے کہ ہم دوسرون کے تسلط مین ہین آپ کی اطاعت کیونکر کرین لیکن ہم کو امیر کا مقرر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اسکے ماتحت ہم دشمن سے مقابلہ کرین خدا کی راہ مین مقابلہ کرین پھر جب فتح ہو جاوے گی تو اسوقت آپ کے ارشاد کی تعمیل ہم کو آسان ہو جاویگی، اس جگہ ملک سے امام اعظم مراد نہین بلکہ وہ حقیقۃً نبی تھا بلکہ مراد امیر ہے جس کے زیر قیادت قتال ہو سکے "

بَلْ عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا یہ ٹھیک نہین ہو کہ تم پر قتال کی فرضیت ہو اور تم نہ لڑو، یعنے تم سے شجاعت کی توقع باقی نہین ہے اسوجہ سے کہ ایک مدت تک تم نے غلامی کی اور غلامی کرنے والے بزدل ہو جاتے ہین ان مین ہمت باقی نہین رہتی ہو اب جبکہ تم امیر طلب کرتے ہو تو ظاہر ہے کہ امیر کے مقرر ہونے کے بعد اس حالت غلامی مین پڑا رہنا ممکن نہیں

خدا کا حکم یہ ہو گا کہ اب تم آزادی حاصل کرو تو اسوقت تمھاری اس بزدلانہ زندگی کے باعث یہ ہی زیادہ متوقع ہے کہ تم نہ لڑوگے ابھی تو بوجہ امیر نہ ہونے کے تمپر جہاد فرض نہین ہو اجب امیر آئے گا اور وہ حکم قتال کرے گا تو تمپر فرض ہو جاوے گا تم اُسوقت پہلو تہی کروگے اور لڑنے سے جان چراؤ گے فرضیت کے بعد گنہگار ہو گے اس سے مقصد نبی کا اچھی طرح ان کو نشیب و فراز سمجھا دینا تھا ورنہ وہ تو مبعوث ہی اسی وجہ سے ہوا تھا کہ قوم کی حالت سنوارے اور اُس کی حالت سنوارنے کے لیے امیر کا مقرر کرنا بھی اسکو ضروری تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد قتال بدون امیر کے فرض نہین ہوتا ہے اور طلب امیر منجر فرضیت قتال کو ہوتی ہے۔

قَالُوْا وَمَالَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہا انھون نے کہ ہم کو کیا وجہ ہے کہ جو ہم خدا کی راہ مین نہ لڑین۔ یہ جواب انکا بمنزلہ اقرار و وعدہ کے ہے کہ ہم ضرور لڑین گے ہم سے اس کے خلاف توقع کی کوئی وجہ نہین ہے۔

وقد اخرجنا من دیارنا و ابنائنا حالانکہ ہم نکالے گئے اپنے شہرون اور اپنے بچون مین سے یہ وہ امور ہین جن کے مقابل لڑنا فطرت بشری کے موافق ہے اور گویا لازم ہو جاتا ہے یہ امور پیش آئے تو پھر ہم کیون نہ لڑینگے لڑینگے اور ضرور لڑینگے اسواسطے کہ کثرت سے اسباب لڑنے کے موجود ہین مگر اپنے جُبن کو نہین سمجھتے تھے۔

فلما کتب علیھم القتال تولوا الا قلیلا منھم پھر جب انپر قتال فرض کر دیا گیا تو بھاگ کھڑے ہوئے مگر تھوڑے ان مین سے۔ یعنی جب نبی نے امیر مقرر کر دیا اور انپر اُس امیر کے مقرر ہونے کے بعد قتال فرض ہو گیا تو وہ لڑنے کے اوپر تیار نہ ہوے یہ اسوقت ہوا جب کہ اُنھون نے اعدا کی کثرت دیکھی اور اپنی قلت تو جو کمزور تھے وہ بھاگ کھڑے ہوے جیسا کہ آگے آتا ہے وہ لوگ وہی تھے کہ جنھون نے نہر عبور کرتے وقت پانی پی لیا تھا اور اُن مین ثبات و استقلال نہ تھا اور ان مین جو رہ گئے تھے وہ تھوڑے تھے بلحاظ ان کی تعداد تین سو تیرہ کے تھی جیسا کہ اصحاب بدر کی تعداد بھی بخاری مین ایسا ہی ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ گنہگارون کو جانتا تھا۔ کہ کون انمین سے حکم مانے گا اور کون بھاگ کھڑا ہو گا اسی کے موافق ہوا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا

اور ان سے ان کے نبی نے کہا کہ اللہ طالوت کو تمھارا امیر بنادیگا

قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ

تو انھون نے کہا کہ اسکو کہان سے امارت ہوگی ہمارے اوپر حالانکہ ہم اس سے زیادہ حقدار

مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ

بادشاہت کے ہین اور اسکو تو مال کی کشایش ملی ہی نہین ہے نبی نے کہا کہ اللہ نے اسی کو

عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ

تمھارے اوپر برگزیدہ کیا ہے اور اسکے علم مین اور جسم مین زیادتی بخشی ہے اور اللہ اپنی

مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

بادشاہت جسکو چاہے دے اور اللہ ہی کشایش والا اور واقف کار ہے

یہان سے جو اجمالاً اوپر معلوم ہوتا تھا اسکی تفصیل کی جا رہی ہے اور واقعہ مفصل بیان کیا جاتا ہے لفظ طالوت عربی ہے یا عجمی اسمین اختلاف ہے اکثر لوگ اس کو عجمی بروزن داؤد کہتے ہین اور بعض عربی کہتے ہین اصل اسکی طوَوت تھی بروزن رحموت کے مبالغہ ہے طول مین واو الف ہوگیا فتح ماقبل کے باعث اس توجیہ سے وہ اعتراض رفع ہو جاتا ہے جو بعض نصاریٰ کرتے ہین کہ طالوت نامی کوئی بادشاہ بنی اسرائیل کا نہین گذرا ہے اگر یہ قصہ مناسبت پاتا ہے تو ساؤل بادشاہ کے حال سے مناسبت پاتا ہے تو اسکا جواب دیا گیا کہ اس قصہ مین ساؤل کے قد کا بھی ذکر ہے کہ وہ بہت دراز قامت تھا تو ساؤل کا نام طالوت نہ ہو بلکہ لقب ہو یا خدا نے خود اسکی صفت سے ذکر کیا ہو بہر حال اسم ہو یا صفت وہی ساؤل یہ شخص ہے جسکو طالوت کہا گیا ہے اور بقیہ حالات ملتے جلتے ہین مگر مقصد قرآن پاک کا اسکی تاریخ بیان کرنا نہین ہے بلکہ اس قصہ کا اُس قصہ سے تعلق ہے جس سے اہل اسلام کو عبرت دلائی جا سکتی ہے یہ واقعہ کتب مین اسطرح مذکور ہے کہ طالوت ایک دباغ تھا یا سقا تھا محنت کرتا تھا اولاد سے بنیامین بن یعقوب علیہما السلام کے تھا جسکے خاندان مین نہ تو نبوت تھی نہ حکومت بعض روایات مین ہے کہ ایک لکڑی ادس شخص کو عطا ہوئی کہ اُس سے جس کا قد برابر ہوا اسکو بادشاہ بنانا اور بعض روایت مین ہے کہ حکم ہوا کہ تمھارے گھر مین تیل رکھا ہے جب وہ جوش کھائے کسی شخص کے آنے کے وقت تو اسکے سر پر تیل لگا دینا

اور اسی کو امیر بنا دینا اتفاق سے طالوت ایک دن اپنے ایک جانور کو تلاش کرتے ہوئے نبی کے گھر کی طرف سے گذرا اسکے ساتھ ایک چھوکرا بھی تھا اُسنے کہا کہ اِس نبی سے دعا کراؤ ملجائے اُسنے بھی مناسب سمجھا وہ داخل ہوا تیل جوش مین آیا نبی نے اسکو تیل لگا کے بادشاہ کر دیا بنی اسرائیل کو جب معلوم ہوا تو ان کو بڑا تعجب ہوا کہ ایسے حقیر شخص کو نبی نے کس طرح امیر بنا دیا"

قالوا انی یکون له الملک علینا کہنے لگے کہ کس جگہ طالوت کو ہمارے اوپر حکومت ہوگی۔ انّیٰ یا تو این کے معنی مین ہے یا کیف کے معنی مین ہے کہ کس طرح ہمپر اسکو حکومت حاصل ہوگی استفہام انکاری ہے کہ ہمپر اسکو حکومت نہین ہو سکتی"

ونحن احق بالملک منه ولم یوت سعة من المال حالانکہ ہم زیادہ اس سے مستحق ملک کے ہین اور ہم کو مال کی وسعت حاصل ہے یہان سے اُنھون نے اپنے کلام کی تائید کی کہ اُسکو نہ تو ہمپر حکومت کرنے کا کوئی حق ہے اسواسطے کہ اولاد ملوک سے نہین ہے نہ مال بہت رکھتا ہے کہ اسکے ذریعہ سے وہ لوگون کو اپنا کر سکے، قال کہا نبی نے اسجگہ اوپر کے اعتراض کا جواب نبی نے مفصل طور پر دیا کہ تمھارا عذر کہ وہ کیونکر امیر ہو سکتا ہے مالدار نہین ہے، درست نہین ہے۔

ان الله اصطفٰه علیکم، یقینًا اللہ نے اسکو برگزیدہ کیا ہے، تمھارا یہ خیال کہ وہ اولاد ملوک سے نہین ہے فضول ہے اسواسطے کہ اولاد ملوک سے ہونا کہان اور اللہ کا اسکو منتخب کرنا کہان اصل فضل کی بات یہ ہے وہ جانتا ہی مصالح عباد کو اور احوال کو اپنے بندون کے اُسنے جس کو چاہا ہو بلا شبہ وہ اچھا ہوگا اسی وجہ سے میری رائے ہو کہ امیر و امام کو ایسی فطرت خدا کی طرف سے ملتی ہو جو اس منصب کو انجام دے جب لوگ ایسے کو منتخب کرتے ہین تو مقصد حاصل ہوتا ہے ورنہ ہر کس و ناکس کے امیر بنانے سے مقصد نہین ملتا ہے"

وزادہ بسطة فی العلم والجسم اور اسکو اللہ نے علم مین اور جسم مین زیادتی عطا فرمائی ہے یہ دوسری وجہ ہے اسکے بادشاہ ہونے کی کہ اللہ نے اسکو فطرت سلیمہ کے باوجود علم عطا فرمایا ہے جس سے ملکات نفسانیہ اسکو حاصل ہین اور قوت جسمی عطا فرمائی ہے جس سے اُس کے تمام امور مین اعتدال ہے جس کی ضرورت ملک کے لیے ہے مراد اسجگہ سعة جسم سے یا تو درازی ہے اگرچہ عمومًا بادشاہ کے لیے اس کی حاجت نہین ہے لیکن عمالقہ کے مقابل ایسا ہی ہونا چاہیے تھا یا مراد سعۂ جسم سے حسن و جمال ہے جس سے اعتدال مزاج کا پتہ چلتا ہے اور یہی مقدم ہو کیونکہ مخفی نہو

ہمزہ الواحد ... (margin)

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ

اور کہا ان سے ان کے نبی نے کہ علامت اسکی بادشاہت کی یہ ہے کہ تمھارے پاس

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ

وہ تابوت آوے گا جسمین سکینہ ہے چین ہے تمھارے پروردگار کیطرف سے اور آل موسے

وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

اور آل ہارون نے جو چھوڑا اسمین بچا ہوا کچھ ہے جسکو ملائکہ اٹھائے ہوئے ہونگے اسمین یقیناً تمھارے لیے نشانی

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

ہے اگر تم ایمان دار ہو۔

(بقیہ صفحہ ۳۱۶)

کوئی خوبی نہیں ہے۔

واللہ یوتی ملکہ من یشاء اور اللہ جسکو چاہے اپنی بادشاہت عطا فرمائے، یہ دلیل تیسری ہے کہ ملک تمھارے دینے سے نہیں ملتا ہے بلکہ اللہ عطا فرماتا ہے کیونکہ حقیقتاً بادشاہت اسی کی ہے اُسنے طالوت کو عطا فرمایا ہے،

واللہ واسع علیم اور اللہ وسعت والا واقف کار ہے، یہ چوتھی دلیل ہے کہ وہ اپنے وسعت فضل سے فقیر کو غنی کر دیتا ہے اور ظرف کے موافق بار ڈالتا ہے!!

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے اُسوقت تک بنی اسرائیل نے اپنے نبی کی پوری تصدیق نہین کی تھی اسوجہ سے باوجود اسکے جواب شافی دینے کے پھر بھی ان کو قبول مین بادشاہت کے تامل تھا اس بناپر اور سوالات نبی سے محض عاجز کرنے کے لیے ہون گے ہو سکتا ہے کہ نبی پر تو ایمان لے آئے ہون مگر طالوت پر ایمان نہ جما ہو اسکے لیے ضرورت قوی دلیل کے پیش کرنے کی ہو، لیکن پہلے احتمال کی تائید بعض روایات کرتی ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت نبی کی تصدیق ہی ان کو حاصل نہ تھی جسپر طالوت کی بادشاہت کی تصدیق ہوتی کیونکہ مروی ہے کہ وہ نبی اپنے مربی کے پاس رہتے تھے اور اثنای تربیت مین تھے کہ ایک سمت سے اُنھون نے سنا کہ کوئی پکارتا ہے وہ سمجھے کہ وہی مربی پکارتا ہے کیونکہ اسی کی آواز سے مشابہ آواز تھی جب وہ اٹھے اسکے پاس گئے تو اُسنے کہا جاکے بیٹھو اسی طرح دو بار ہوا پھر اُسنے کہا کہ اب اگر مین پکاروں تو نہ بولنا سہ بارہ وہ آواز آئی اور اس کو معلوم ہوا

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَن
پھر جب باہر ہوا طالوت فوجین لے کے کہا اللہ تم کو آزمانیوالا ہے ایک نہر سے
شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهُ مِنِّي اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ
پھر جنے پانی پیا اسکا تو وہ میرا نہین ہے اور جس نے اسکو نہ چکھا وہی میرا ہے مگر
غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ اِلَّا قَلِيلاً مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ
جو کوئی بھر لے چلو اپنے ہاتھ سے پھر پیا انھون نے اسکا پانی مگر تھوڑے لوگون نے انہین سو پھر جب

بقیہ ۲۱۴ کہ جبرئیل امین نبوت تفویض کرتے ہین انھون نے جب ظاہر کیا تو قوم نے کہا ابھی تمھاری تعلیم کا زمانہ ہے ابھی تم نبی نہین ہوئے اسکے بعد وہ واقعہ ہوا جو اوپر مذکور ہوچکا ہے۔

اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ اسکی ملک کی علامت یہ ہو کہ تمھارے پاس تابوت آجاویگا تابوت توب سے ماخوذ ہے صندوق کے معنی مین ہے مجازاً دل پر بھی بولتے ہین مراد اس جگہ یہ ہو کہ خام خیالیون نے دل لیا ہو مگر عنوان عبارت اسکو قبول نہین کرتے دیتا ہو کیونکہ کہتے ہین کہ وہ دل طالوت کو ملا تھا مگر اسکا آنا سب پر بولا گیا ہو سوال یہ ہو کہ اگر دل نہ تھا تو کیا تھا بعض کہتے ہین کہ ایک نشانی اللہ کی تھی جو آدم علیہ السلام کو ملی تھی اور اسمین صور تمام مقبولین کی تھے وہ عصیان بنی اسرائیل کی وجہ سے ان سے چھین گیا تھا اسکو عمالقہ نے بے ادبی سے رکھا اللہ نے اُنپر عذاب نازل کیا کہ لوگ ہلاک ہونے لگے انھون نے اُس صندوق کو چھکڑے پر رکھ کے دو بیل جوت کے بنی اسرائیل کی طرف بھیجدیا۔ بعض کہتے ہین کہ وہ تابوت تھا جسمین حضرت موسیٰ دریا مین ڈالے گئے۔ بعض کہتے ہین کہ تورات جس صندوق مین تھی وہ عمالقہ اٹھالے گئے تھے یا جو اٹھالیا گیا تھا وہ واپس ملگیا یہی قوی معلوم ہوتا ہو اس لحاظ سے سکینۃ سے مراد وہی تورات ہو اور بعض ملفوظات و تبرکات حضرت موسیٰ و ہارون کے تھے مروی ہے کہ فرشتے اسکو جب لائے تو تمام ملا بنی اسرائیل نے ان کو دیکھا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؁ اسمین تمھارے لیے نشانی ہے اگر تم ایماندار ہو تابوت کا ملجانا دلیل ہے میرے صدق نبوت کی اور میرے صدق نبوت پر موقوف یہ ہو کہ طالوت کی بادشاہت تمکو قبول کرنا پڑے گی چنانچہ ان لوگون کو تسلیم کرنا پڑا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ؎

حب عہ لوگون کو نبوت نبی کی ثابت ہوگئی اور طالوت کی بادشاہت انھون نے مان لی اور

هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ
پار ہوا وہ اور وہ لوگ جو ایماندار ان کے ساتھ تھے تو کہا ان لوگون نے کہ ہم کو قوت آج

وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ
جالوت اور اسکے لشکر کی نہین ہے تو کہا ان لوگون نے جن کو گمان تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا ہے بہت جگہ تھوڑا

فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ
گروہ بڑی جماعت پر غالب ہوا ہے اللہ کے حکم سے اور اللہ ٹھیرنے والونکے ساتھ ہے

تابوت سکینہ ان کو ملگیا ان کو اعتماد کلی ہوگیا اُسوقت طالوت نے بیت المقدس سے نکل کے
عمالقہ کی جنگ کا ارادہ کیا لشکر مرتب کیا فوج تیار ہوئی طالوت نے پہلے ہی منادی کرادی
کہ میرے ساتھ وہی نکلے جس نے کوئی مکان بنوانا نہ شروع کیا ہو جس کے بننے کی فکر اسکو ہو
نہ کوئی وہ شخص نکلے جس نے تجارت کا مشغلہ کر رکھا ہے نہ کسی نئی شادی شدہ شخص کو میرے
ساتھ نکلنے کی ضرورت ہو۔ بلکہ میرے ساتھ صرف وہ نکلے کہ جو جوان مرد فارغ البال خوش و
خرم ہو جب ایسے صفات کے لوگ جمع ہوگئے تو انہین سے اُسنے اسی ہزار یا ستر ہزار مرد
جرار لیے وہ زمانہ گرمی کی شدت کا تھا جب وہ جنگل کو طے کرکے ایک نہر کے قریب پہونچے
تو اسوقت طالوت نے کہا؛

قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ کہا اُسنے کہ یقیناً اللہ تم کو آزمانے والا ہے ایک نہر سے فلسطین
مین تھی درمیان اُسکے اور اردن کے؛

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي تو اس نہر سے جس نے پانی پیا وہ تو میرا نہین ہے۔ میرے
ساتھیون مین رہنے کے قابل نہین ہے مراد اس سے یا تو نہر مین سے پانی پینا ہے مضاف
یعنی شرب من مائہ محذوف ہی یا کمال پیاس کی حالت مین جو پیاسا کرتا ہے کہ نہر ہی سے منھ
ڈالکر پینا شروع کرتا ہی اسکی تصویر دکھانا ہو کہ کمال پیاس مین بیتاب نہ ہو جاتے۔

وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي اور جس نے اس سے نہ چکھا تو وہ میرا ہے طعم بھی کبھی پانی کے لیے
مستعمل ہوتا ہے مقصود اس سے ذائقہ لینا ہوتا ہے جس کو پینے سے کم درجہ مین سمجھنا چاہیے
حاصل یہ ہے کہ جس نے کچھ نہ چکھا وہ میرا ہے۔ یہ امر کہ جو اس امتحان مین راست اُترے گا
وہ اطاعت گذار ہوگا بواسطہ نبی کے طالوت کو معلوم ہوا یا اُسنے فراست سے یہ امتحان مقرر کیا۔

إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ مگر یہ کہ جس نے ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لیا ہو یعنی وہ میرا ہی
اُسنے کوئی عصیان نہین کیا اسقدر مستثنی ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے شرب سے مراد خوب پینا
ہے اور طعم سے مراد پیاس رکھ کے پینا ہے اور اغتراف سے مراد بہت ہی قلیل تشنگی دور کرنا ہے
جو بمنزلہ نہ پینے کے ہے یعنی اسقدر معاف ہے "

فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ تو ان لوگون نے خوب جھک کے پیا سوائے کم لوگون کو کہ انھون
نے نہین پیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جسقدر لوگون نے خوب پانی پیا تھا
وہ جتنا پیتے گئے پیاس بڑھتی گئی اور بعض روایات مین ہے کہ جنھون نے پیا ان کے ہونٹ
سیاہ ہو گئے یہ خواہ معجزہ تھا یا خاصیت اس پانی کی یا موسم کی تھی مقصود اِس سے لشکر کی
اطاعت گذاری کا بھی امتحان تھا جسپر مدار فتح و نصرت کا ہے "

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جب اس نہر سے پار ہوا وہ اور جو اسکے ساتھ
ایماندار تھے، اسمین اشارہ اس جانب ہے کہ اس ہی ہزار مین سے تھوڑے لوگون نے اس حکم
کی تعمیل کی اور ساتھ رہے ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی "

قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ تو انھون نے کہا کہ آج کے دن ہمکو قدرت جالوت
اور اسکے لشکر کی نہین ہے جب اسکی کثرت دیکھی اور اپنی قلت اور ساز و سامان دیکھا تو بعض
ان مین سے کہنے لگے کہ ہمکو تو اسکی اور اسکے لشکر کی ایسی قدرت نہین مقابلہ ہی نہین کر سکتے ہین فتح
و غلبہ پانا تو بڑی دور ہے کیونکہ جالوت کا لشکر ایک لاکھ سے زیادہ تھا تین لاکھ تک شمار کیا گیا ہے
اور کل کے کل ہتھیارون سے آراستہ پیراستہ تھے یہ قلیل جماعت ضعفا کی تھی "

قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ ، کہا ان لوگون نے جنکو گمان تھا کہ ان کو اللہ سے
ملنا ہے یہ قول دیگر لشکر والون کا تھا جن کا ایمان ان بعض سے بھی زیادہ قوی تھا اگرچہ سب
ایماندار تھے مگر مراتب ایمان مختلف تھے اسواسطے جب بعض سے آثار ضعف معلوم ہوے تو دوسرون
نے جن کو پورا ایمان اور اعتماد اللہ پر تھا شجاعت پیدا کرنے کی غرض سے کہا كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ
غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ کتنی بار چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے غالب ہو جاتا ہے
یہ انھون نے اسوجہ سے کہا کہ جب وہ جانتے تھے کہ اللہ کو اِس امر پر قدرت ہے کہ ان کو مارنے
کے بعد زندہ کرے گا جس طرح اُسنے حالت عدم سے زندہ کیا ہے تو ان کو یقین تھا کہ وہی اللہ بھی
قدرت رکھتا ہے کہ ضعیف کو قوی پر غالب کر دے ضعیف کو قوی پر غالب کرنا اتنا دشوار نہین

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اسکے لشکر کے تو کہا انھون نے کہ ڈال ہمپر مضبوطی کو اور ٹھیرا ہمارے

وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَهَزَمُوْهُمْ

پاؤن کو اور مدد کر ہماری قوم پر کافر پھر شکست دی ان کو

بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ

اللہ کے حکم سے اور مارا داؤد نے جالوت کو اور دیا اسکو اللہ نے سلطنت اور حکمت

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ

اور اسکو جو چاہا سکھایا اور اگر اللہ دفع نہ کروادے لوگون کو ایک کو ایک سے

الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ

تو خراب ہوجاوے ملک لیکن اللہ فضل کرنے والا ہے تمام جہان پر

نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○

یہ آیتین ہین اللہ کی ہم تجکو سناتے ہین سچائی سے اور یقیناً تو رسولون مین سے ہے

(بقیہ ٣٢٠) جتنا مردہ کو زندہ کرنا جب وہ ممکن ہے تو یہ بدرجہ اولی ممکن ہے ؛

وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اور اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے یہ قول یا تو خداوند عالم کی طرف سے ہے کہ وعدہ ہے ایسے لوگون کو یا تتمہ کلام سابق کا ہے کہ انھین نے کہا کہ اللہ صبر کرنیوالون کے ساتھ ہے یعنی اُس کی نصرت و مدد اُن کے ساتھ ہے ؛

دور سے لشکر جالوت کا دیکھ کے انسانیت کے باعث بعض لوگ کچھ ضعیف ہوے تھے مگر جب انکو ساتھیون نے تقویت دی تو پھر انہین بھی قوت آگئی اور وہ ضعف مقتضائے فطرت سے جو تھا وہ جاتا رہا سب نے لشکر جالوت کا دیکھا اور اس کے روبرو ہوگئے صاف اور کشادہ زمین پر ان کے سامنے آگئے تو سوقت اُنھون نے اپنے ضعف ظاہری کو قطع نظر کرکے تقویت باطنی کرنا چاہی اور نہایت تضرع اور خشوع سے خدا کی درگاہ مین دعا کرنا شروع کی جو ذریعہ ضعیفون کی تقویت کا ہے ایک قلعہ ہے جو کمزورون کی حفاظت کے لیے کام مین لایا جاتا ہے بخاری مین ہے ہل تنصرون الا بضعفائکم تم اپنے ضعفا ہی کی وجہ سے مدد پاتے ہو یعنی ان کی دعاؤن سے ؛

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ اور جب ظاہر ہوئے طالوت اور ان کے ساتھی اور براز ارض مین

که مستوی اور کشاده کو کہتے ہین پہونچے اور سامنے جالوت اور اُسکا لشکر لڑائی کے لیے آماده دکھائی دیا
تو ہوقت قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا سب نے مل کے کہا کہ اے رب ہمارے بہا تو اب ہمپر صبر یعنی توفیق
دے صبر کی قتال پر کہ ہم لڑین وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اور ثابت رکھ اور ٹھیرے رکھ ہمارے پانوٗن کہ
ڈگمگا نہ جاوین کمال استقلال سے لڑنے کی ہمت ہو وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ مدد دے اور فتح
عطا فرما ہمکو کافر قوم پران کو ہم شکست دین یہ تیری ہی قدرت مین ہے یہ دعا اس سلوب سے مانگی کہ جس کا
لازمی نتیجہ فتح و نصرت تھی پہلے لفظ ربنا سے شروع کی گئی جس مین اس امر کا اظہار تھا کہ خطاب باعتبار صفت ربوبیت
کے ہے جس کا مقتضی کمال تک پہونچانا ہے اس اسم کا توسل ضروری ہے پھر لفظ افراغ اختیار کیا گیا جسمین
کثرت کی طرف اشاره ہے اور صبر کو بمنزلہ پانی کے قرار دیا اسمین اشارہ اس جانب ہے کہ جس طرح پانی سے
سکون ہوتا ہے اسی طرح صبر سے قلب کو تسکین ہوتی ہے اور اس جگہ اس لفظ مین یہ بھی لطیفہ ہے کہ
اُنھون نے جو تعمیل حکم امیر کر کے پانی نہین پیا تھا اسکی جزا مین وه صبر طلب کرتے ہین اللہ اسکو قبول بھی کریگا
اسمین حسن ترتیب بھی ہے کہ پہلے صبر طلب کیا گیا اگر صرف صبر حصول مقصود کیلیے کافی نہین ہے جبتک کہ اسکے
ساتھ ثابت قدمی بھی نہ ہو اور ثبات قدم کافی نہین جبتک کہ فتح و نصرت نہ ہو جب مناسب حال اور
خلوص دل سے اللہ سے دعا مانگی گئی تو قبول ہونا اسکا ضروری ہے اسمین اس جانب اشارہ ہے کہ بہت بڑا ذریعہ
حصول فتح کا دعا ہے کہ اسکے باعث فضل الٰہی شامل حال ہوتا ہے اور وہی فضل درحقیقت سبب فتح و نصرت
کا ہوتا ہے چنانچہ ویسا ہی ہوا فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تو ان لوگون کو بھگا دیا اُنھون نے اللہ کے حکم سے
یعنی اللہ نے دعا قبول کی اور لشکر کو جالوت کے بنی اسرائیل مین سے قلیل جماعت نے جو طالوت کے ساتھ
تھی مار بھگا دیا وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا +
قصہ اسکا مفسرین اسطرح لکھتے ہین کہ جالوت نے لشکر مین نکلکے طالوت سے کہا کہ میرے مقابل کسی کو بھیجو
اگر اُسنے مجکو مار لیا تو میرا ملک تمھارے لیے ہے اور اگر مین نے اسکو مار لیا تو تمھارا ملک میرے لیے ہے اسکو طالوت
نے بھی قبول کیا لوگون نے حضرت داؤد کو پیش کیا جو بالکل نوجوان تھے حضرت داؤد سے طالوت نے
کہا کہ اگر تم جالوت کو مار ڈالوگے تو مین اپنی لڑکی تمھارے ساتھ بیاه دونگا اور اپنی مملکت کو تمھارے سپرد
کر دونگا حضرت داؤد نے اسکو قبول کیا اور لڑنے کے لیے نکلے پہلے ان کو ہتھیار وغیره سے آراستہ کرایا گیا
مگر حضرت داؤد نے نکلتے وقت ہتھیار وغیره سب پھینکدیے اور کہا کہ اگر اللہ کو مدد دینا ہے تو بغیر ہتھیار
کے بھی مدد کریگا اور اگر خدا کی مدد شامل حال نہ ہوئی تو یہ ہتھیار کیا کرینگے صرف ایسے پتھر وغیره
ہاتھ مین لے لیے جن سے کنون کو مارتے ہین جالوت نے جب داؤد علیہ السلام کو آتے دیکھا تو انسے دریافت

کیا کہ کیا آپ ہی لڑنے آئے ہین حضرت داؤد نے کہا کہ ہان مین تم سے لڑنے آیا ہون وہ بہت ہنسا اور اسنے کہا کہ آپ توجسطرح جنگل مین لوگ کتے مارنے جاتے ہین اسطرح صف قتال مین لڑنے آئے ہین آپنے فرمایا کہ ہان تم خدا کے دشمن ہو اسواسطے کتے سے بھی بدتر ہو بہر حال اُسی پتھر سے اُسکو آپنے مارا وہ آنکھون کے درمیان پڑا اور جالوت مر کے گر پڑا اللہ نے داؤد علیہ السلام کو اسپر غالب کیا اور بنی اسرائیل کو فتح حاصل ہوئی۔
وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ اور دیا اللہ نے داؤد کو مملکت اور بادشاہت اُسکی صورت یہ ہوئی کہ جب حضرت داؤد مظفر و منصور واپس آئے اور بنی اسرائیل نے مملکت جالوت پر بھی تسلط پایا طالوت نے اپنے وعدے کو پورا کیا اپنی لڑکی کی شادی حضرت داؤد کے ساتھ کردی اور بہر و تخط اپنی حکومت مین حضرت داؤد کا جاری کیا مخلوق حضرت داؤد سے بہت خوش تھی اور برابر انکی طرف اس کی گرویدگی بڑھتی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ طالوت کو یہ بات بری لگی اسکو رشک ہوگیا اسنے ارادہ کیا کہ حضرت داؤد کو قتل کر ڈالے حضرت داؤد کو کسی طرح اُسکے اس ارادے کی خبر ہوگئی جسوقت وہ قتل کرنے کے لیے آنیوالا تھا یہ تو اپنی خوابگاہ سے نکل گئے اپنی جگہ پر ایک مشک شراب سے بھر کے لٹادی جب طالوت آیا اور اُسنے تلوار ماری تو وہ مشک کٹ گئی اور شراب بہنے لگی وہ سمجھا کہ اُسنے داؤد علیہ السلام کو قتل کر ڈالا اسکو یقین ہوگیا کہ اُسنے داؤد کو قتل کیا ہے اور حضرت چونکہ شراب نہین پیتے تھے اسنے شراب کو نکلتے دیکھ کے کہا کہ اللہ رحم کرے داؤد کو وہ تو اسقدر شراب نہین پیتا تھا بہر حال جب حضرت داؤد دوسری شب آئے تو اُنھون نے اسکو سوتے پایا ایک تیر اس کے سرہانے رکھدیا اور دوسرا اسکی پائین جب وہ جاگا اور اسنے تیر دیکھے پہچانا اُسوقت اسکو ندامت ہوئی کہ اُنہون نے موقع پاکے قتل ہی کر ڈالا تھا مگر داؤد علیہ السلام نے موقعہ پاکے چھوڑ دیا قتل نہین کیا ان کی فضیلت اور خیریت کا اسکو اعتقاد ہوگیا مگر ایکدن وہ جنگل مین شکار کو جا رہا تھا اُسنے داؤد علیہ السلام کو دیکھا وہ لپکا کہ قتل کر ڈالے حضرت داؤد بھاگے اسقدر تیز وہ بھاگتے تھے کہ کوئی ان کو پا نہ سکتا تھا یہ بھی نہ پا سکا بھاگ کے ایک غار مین چھپ گئے اسوقت ایک مکڑی نے جالا بنا دیا طالوت اُس غار کو خالی سمجھ کے واپس گیا وہ سمجھا کہ اگر کوئی شخص اسمین جاتا تو جالا ٹوٹ جاتا وہ سالم ہے اسواسطے کوئی ابھی نہین گیا ہے آخر تلاش کر کے وہ شہر مین واپس ہوا اسوقت جو علماء اور عباد لوگ تھے وہ طالوت کو اسکی حرکت پر ملامت کرنے لگے اسکو سمجھایا کہ ایسے شخص کو تو نے قتل کرنا چاہا جو باعث فتح و نصرت کے ہوئے تھے اسکو اس کہنے پر غصہ آیا اور بہت سے لوگون کو جنھون نے یہ کہا تھا قتل کرا دیا پھر نادم ہوا اور اُسنے توبہ کی اپنے بال بچون کو لے کے آبادی کو چھوڑ کے جنگل مین چلا گیا اور اپنی اس معصیت

کی وجہ سے عبادت مین مصروف ہو گیا اور توبہ کی ملک اُسنے اپنا داؤد علیہ السلام کو تفویض کر دیا

اسطرح ملک ان کو ملا۔

وَالْحِكْمَةَ اور ان کو اللہ نے حکمت و دانائی دی مراد اس سے نبوت ہی کہ ان کے قبل بنی اسرائیل مین

دونون منصب اکٹھا ایک شخص مین بہت مدت سے نہین ہوئے تھے ایک خاندان نبی ہوتا تھا اور

دوسرا بادشاہ اللہ نے نبوت اور حکومت حضرت داؤد مین جمع کی اسوقت نبی کی وفات ہو گئی

تھی کیونکہ ان کی وفات قبل طالوت کے ہوئی تھی۔

وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ اور سکھایا ان کو اللہ نے جو چاہا جیسے لباس زرہ و بکتر بنانا پرندونکی

باتین جانورون کی گفتگو۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

اگر اللہ کا دور کرنا بعض سے بعض کو نہ ہوتا تو زمین مین بگاڑ پڑ جاتا اسکے مصالح سب مفقود

ہوجاتے منافع نہ رہتے کھیتی باڑی آبادی سب فنا ہوجاتی یا مراد اس سے اہل ارض ہین کہ اگر قتال

نہ ہو تو اہل شر غلبہ پا جاوین اور تمام شریرون سے عالم پر ہو جاوے گویا یہ ہی وجہ ہی کہ جو کشت و خون

ہوتا ہی کہ اس مین شر و فساد دفع ہوتا رہتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور لیکن اللہ تو تمام جہانون مین فضل کرنے والا ہے اُسکا

مقتضے فضل ہے کہ جو ایک کو ہلاک کرتا ہی اور دوسرے کو سرسبز کرتا ہی تا کہ عالم مین محض شر نہ رہے

یہی علت فرضیت جہاد کی ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ یہ آیات اللہ کی ہین جن کو ہم پڑھتے ہین تم پر حق کے

ساتھ اشارہ ہے اوپر کے قصون کی جانب اور ان مین جو عجائبات ہین اُن کی طرف یا اشارہ ہے

تمام ان اُمور کی طرف جو اس سورت مین بیان ہوتے چلے آئے ہین۔

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور یقیناً آپ رسولون مین سے ہین کیونکہ وہ باتین جو آپنے بیان کی ہین

وہ آپ سے امی کے لیے آسان نہ تھین اسکو اگر کوئی بیان کر سکتا تو واقف کار یا وہ جسکو اللہ

نے از خود بتا دیا وہ رسولون کی شان ہے اسواسطے آپ کی رسالت مین شک نہین ہے ؛

الجزء الثانی

بار اول ماہ فروری ۱۹۲۵ء نامی پریس لکھنؤ مین چھپی